حدیث کی مایہ ناز تصنیف ابو داؤد شریف

کا ترجمہ، شرح و تخریج

نعمۃ الودود

فی شرح

سنن ابی داؤد

(جلد سوم)

تصنیف

امام ابو داؤد بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ شرح مع تخریج

علامہ مفتی عبد المصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلار شریف

نظر ثانی

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی مدظلہ العالی

جامعہ نور الہدیٰ مظفر گڑھ

پسند فرمودہ و مصدقہ

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری

مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر

اکبر بک سیلرز لاہور

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ الک واصحابک یاسیدی یاحبیب اللہ

نام کتاب	....	نعمۃ الودود فی شرح سنن ابی داؤد (جلد سوم) (احادیث 546 تا 900)
مصنف	....	حضرت امام ابوداؤد اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم وشارح	....	علامہ مفتی عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ
نظر ثانی	....	استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی نور بخش سعیدی مدظلہ العالی جامعہ نور الہدیٰ مظفر گڑھ
پسند فرمودہ	....	علامہ مفتی غلام حسن قادری۔حزب الاحناف لاہور
صفحات	....	840
تعداد	....	600
کمپوزنگ	....	زاہد اقبال
اشاعت	....	اکتوبر 2014ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	900 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر
۴۰ اردو بازار
لاہور

شرفِ انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ کاوش کو غم خوار امت کی جان آقائے دو عالم نور مجسم ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہوں کہ جن کو تمام کائنات کے لئے رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں دعا ہے کہ مجھے نبی مکرم فخر دو عالم ﷺ کے فرامین مقدسہ کی تاحیات خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور میری، میرے والدین کریمین، بہن بھائیوں، عزیز واقارب، اساتذہ کرام اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرمائے اور تادم مرگ ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت مصطفیٰ کریم ﷺ، قیامت میں شفاعت شفیع عظیم و جنت الفردوس میں نبی کریم ﷺ کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب مغفرت وغم مدینہ و مدفن جنت البقیع

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفرگڑھ

عرضِ ناشر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام

علٰی سیّد الانبیاء والمرسلین

اللہ رب العزت جل شانہ کا بے حد وشمار شکر کہ اس کی رحمتِ کاملہ، اعانت ونصرت اور اس کے محبوبِ کریم حضور پُر نور ﷺ کی ذاتِ بابرکات کے وسیلۂ جلیلہ سے ہمیں آپ قارئین کی خدمت میں مختلف موضوعات پر معیاری دینی اسلامی کتب شائع کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ الحمد للہ۔

ہم اہلِ شوق ومحبت کی علمی پیاس بجھانے کے لئے حتی الامکان سعی وکاوش میں مسلسل کوشاں ہیں۔

آپ سے التماس ہے کہ ممکن ہو تو اپنے قیمتی وقت سے چند لمحات نکال کر ہمیں اپنے گراں بہا مشوروں اور آراء سے نوازتے رہیے، تاکہ ہماری مزید رہنمائی ہو اور ہم اپنی کتب کو اور زیادہ بہتر انداز اور معیار کی رفعتوں تک لے جائیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ۔

گزارش ہے کہ اس کتاب میں اگر کسی قسم کی کوئی غلطی پائیں تو ضرور مطلع فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

امید ہے زیرِ نظر کتاب ''نعمۃ الودود فی شرح سنن ابی داؤد جلد سوم'' متلاشیانِ علم وعرفان کے لئے باعثِ تسکین ہوگی۔

آپ کا خیر اندیش

محمد اکبر قادری

اظہارِ تشکر

الحمدللہ عزوجل نعمۃ الودود فی شرح سنن ابوداؤد سے موسوم دو جلدیں مکمل کرنے کے بعد آج فقیر وحقیر کو تیسری جلد شروع کرنے کا شرف نصیب ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر بے شمار احسانات ہیں جن میں سے ایک احسان یہ بھی ہے کہ مجھے علم دین کی دولت سے نوازا پھر آقائے دو عالم نور مجسم ﷺ کے فرامین مقدسہ کی خدمت کرنے کا شرف بخشا۔ اللہ تعالیٰ مجھ حقیر سے ہمیشہ کے لئے راضی ہو جائے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

طالب مغفرت وغم مدینہ ومدفن جنت البقیع

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفرگڑھ

نعت شریف

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں — تیسرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جو ترے در سے پار پھرتے ہیں — دربدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

آہ کل عیش تو کیے ہم نے — آج وہ بے قرار پھرتے ہیں

ان کے ایما سے دونوں باگوں پر — خیل لیل و نہار پھرتے ہیں

ہر چراغ مزار پر قدسی — کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں — مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

جان ہیں جان کیا نظر آئے — کیوں عدو گرد غار پھرتے ہیں

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں — دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں

لاکھوں قدسی ہیں کام خدمت پر — لاکھوں گرد مزار پھرتے ہیں

وردیاں بولتے ہیں ہرکارے — پہرہ دیتے سوار پھرتے ہیں

رکھئے جیسے ہیں خانہ زاد ہیں ہم — مول کے عیب دار پھرتے ہیں

ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں — پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

بائیں رستے نہ جا مسافر سن — مال ہے راہ مار پھرتے ہیں

جاگ سنسان بن ہے رات آئی — گرگ بہر شکار پھرتے ہیں

نفس یہ کوئی چال ہے ظالم — جیسے خاصے بجار پھرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

کلام اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب

الحمد لله رب العٰلمين والصلوٰة والسلام علٰى سيّد الانبياء والمرسلين

اما بعد!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الصلوٰة والسلام عليك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم

وعلى آلك و اصحابك يا حبيب الله صلى الله عليه وسلم

الصلوٰة والسلام عليك يا نبی الله صلى الله عليه وسلم

وعلى آلك و اصحابك نور الله صلى الله عليه وسلم

درود شریف کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم موذن کی اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں بھیجتا ہے پھر میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے توقع ہے کہ وہ میں ہی ہوں پس جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:384)

آقائے دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے بے شمار فضائل و برکات ہیں۔ جن میں سے ایک فضیلت تو یہ ہے کہ پڑھنے والے پر رحمتوں کا نزول ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرنے کے لئے کثرت سے نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جائے۔

بَاب الْمَرْأَةِ تُصَلِّي بِغَيْرِ خِمَارٍ

باب: عورت کا بغیر دوپٹے کے نماز پڑھنا

یہ باب عورت کا بغیر دوپٹے کے نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

546 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ جوان عورت کی نماز دوپٹے کے بغیر قبول نہیں فرماتا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو سعید نے یعنی ابن ابی عروبہ نے حضرت قتادہ، حضرت حسن سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

(مستدرک: جز:1،ص:280،سنن ابن ماجہ: جز:2،ص:328،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:233،سنن ترمذی: جز:2،ص:126)

547 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ عَائِشَةَ نَزَلَتْ عَلٰى صَفِيَّةَ أُمِّ طَلْحَةَ الطَّلَحَاتِ فَرَأَتْ بَنَاتٍ لَهَا فَقَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ وَفِي حُجْرَتِي جَارِيَةٌ فَأَلْقَى لِي حَقْوَهُ وَقَالَ لِي شُقِّيهِ بِشُقَّتَيْنِ فَأَعْطِي هٰذِهِ نِصْفًا وَّالْفَتَاةَ الَّتِي عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ نِصْفًا فَإِنِّي لَا أَرَاهَا إِلَّا قَدْ حَاضَتْ أَوْ لَا أُرَاهُمَا إِلَّا قَدْ حَاضَتَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ هِشَامٌ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ

محمد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت صفیہ ام طلحہ طلحات کے پاس تشریف لے گئیں ان کی بیٹیوں کو دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے مبارکہ میں تشریف لے آئے جہاں ایک لڑکی موجود تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لنگی شریف کو میری طرف پھینک کر مجھے ارشاد فرمایا اس کے دوٹکڑے کر کے ایک حصہ اس لڑکی کو دے دو اور دوسرا حصہ اسے دو جو ام سلمہ کے پاس موجود ہے میں دیکھتا ہوں کہ یہ حائضہ ہو گئی ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اسی طرح اس کو ہشام نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:6،ص:57،مسند احمد: جز:56،ص:161،مصنف ابن ابی شیبہ: جز:2،ص:229)

تشریح:

آزاد عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے یعنی بغیر ستر راس کے بالاتفاق فاسد ہے۔ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ اگر مقدار الیسیر مکشوف ہو تو کیا حکم ہوگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر یہ حالت ہو تو نماز درست نہیں ہوگی اور احناف و حنابلہ کے نزدیک مقدار الیسیر (مادون الربع) ہو تو پھر معاف ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

آزاد عورتوں اور خنثیٰ مشکل (جس میں مرد و عورت دونوں کی علامتیں پائی جاتی ہوں اور یہ ثابت نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت) کے لئے سارا بدن عورت ہے سوا منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں کے، سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔ (درمختار: جز:2، ص:95)

مسئلہ

ملا نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

اتنا باریک دوپٹہ جس سے بال کی سیاہی چمکے عورت نے اوڑھ کر نماز پڑھی نہ ہوگی جب تک اس پر کوئی چیز نہ اوڑھے جس سے بال وغیرہ کا رنگ چھپ جائے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:58)

مسئلہ

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

جن اعضاء کا ستر فرض ہے ان میں کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا نماز ہوگئی اور اگر چوتھائی عضو کھل گیا اور فوراً چھپا لیا جب بھی ہوگئی اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہا یا بالقصد کھولا اگرچہ فوراً چھپا لیا نماز جاتی رہی۔

(ردالمحتار: جز:2، ص:100)

مزید راقم ہیں۔

اگر نماز شروع کرتے وقت عضو کی چوتھائی کھلی ہے یعنی اسی حالت پر اللہ اکبر کہہ لیا تو نماز منعقد ہی نہ ہوئی۔

(ردالمحتار: جز:2، ص:100)

مزید راقم ہیں۔

اگرچہ چند اعضاء میں کچھ کچھ کھلا رہا کہ ہر ایک اس عضو کی چوتھائی سے کم ہے مگر مجموعہ ان کا ان کھلے ہوئے اعضاء میں جو سب سے چھوٹا ہے اس کی چوتھائی کے برابر ہے نماز نہ ہوئی مثلاً عورت کے کان کا نواں حصہ اور پنڈلی کا نواں حصہ کھلا رہا تو

مجموعہ دونوں کا کان کی چوتھائی کی قدر ضرور ہے نماز جاتی رہی۔ (ردالمحتار: ج:2،ص:102)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ عورت کے سر کے ستر عورت میں لکھتے ہیں۔

1- سر یعنی پیشانی کے اوپر سے شروع گردن تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک یعنی عادۃً جتنی جگہ پر بال جمتے ہیں۔

2- بال جو لٹکتے ہوں۔

(یہ عورت کے سر کے ستر عورت ہیں) (فتاویٰ رضویہ: ج:6،ص:39)

☆ **قولہ ان عائشۃ نزلت علی صفیۃ ام طلحۃ الطحات۔**

یہ صفیہ کی صفت ہے یعنی وہ صفیہ طلحہ الطلحات کی والدہ محترمہ ہیں اور طلحہ الطلحات سے مراد طلحہ بن عبداللہ بن خلف ہیں۔

ان کو طلحہ الطلحات کیوں کہا گیا اس کے بارے میں چند اقوال ہیں۔

ایک قول جو حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا گیا ہے کہ طلحہ نام کے چند رجال ہیں جو جود و سخا میں مشہور و معروف ہیں اور ہر ایک کا لقب ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

1- طلحہ بن عبید اللہ التیمی۔ ان کا لقب الفیاض ہے۔

2- طلحہ بن عمر بن عبید اللہ یہ طلحہ الجواد ہے مشہور و معروف ہیں۔

3- طلحہ بن عبداللہ بن عوف الزہری۔ یہ طلحۃ الندی سے مشہور معروف ہیں۔

4- طلحہ بن الحسن بن علی ان کو طلحۃ الخیر کہا جاتا ہے۔

5- پانچویں یہی ہیں جو اس حدیث مبارکہ میں ذکر ہیں جن کو طلحۃ الطلحات کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ان میں سب سے زیادہ سخی تھے۔

ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ

ان کے آباؤ اجداد میں بہت ساروں کے نام طلحہ تھے۔

قولہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں اور اس امت مسلمہ کی ماں ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا مفسرہ تھیں اور آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے مشہور اور محبوب ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ام

رومان بنت عامر بن عویمر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے دو سال پہلے آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ

تین سال پہلے نکاح فرمایا۔

یہ آپ ﷺ کے عقد میں واحد کنواری عورت تھیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چھ سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک سات سال تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک نو سال تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ شادی کیوں نہیں کرتے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کس سے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

آپ ﷺ چاہیں تو کنواری سے کرلیں اور آپ ﷺ چاہیں تو بیوہ سے کرلیں۔

آپ ﷺ نے پوچھا:

کنواری کون ہے؟

خولہ نے عرض کیا:

آپ ﷺ کے محبوب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

آپ ﷺ نے پوچھا:

بیوہ کون ہے۔

انہوں نے کہا:

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ! ان دونوں سے میرا ذکر کرو۔

حضرت خولہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئیں اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے کہا:

اے ام رومان (رضی اللہ عنہا)! اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کیسی خیر اور برکت نازل کی ہے۔

انہوں نے کہا: وہ کیسے؟

انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے۔

انہوں نے کہا: اس کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح نکاح ہوسکتا ہے وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے۔ تم ٹھہرو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والے ہیں میں ان سے مشورہ کرلوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ پیغام سن کر کہا وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے۔ پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ عرض کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جاؤ جا کر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ میرے دین اسلام میں بھائی ہیں اور ان کی بیٹی کا مجھ سے نکاح جائز ہے۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں۔

انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاؤ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چھ سال کی تھی۔

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے اور تحفے اس دن پیش کرتے تھے جس دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر میری سوکنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں اور کہا:

اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا)! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن پیش کرتے ہیں اور ہم بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح خیر چاہتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے ارشاد فرمائیں کہ جس گھر میں بھی میں موجود ہوں وہ اپنے ہدیے پیش کر دیا کریں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے منہ پھیرلیا۔ میں نے دوبارہ ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اعراض فرمایا میں نے تیسری بار ذکر کیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) مجھے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے معاملہ میں اذیت مت دو۔ کیونکہ بخدا

(حضرت) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے سوا تم میں سے کسی زوجہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا۔ میں نے واپسی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا)

میں نے پوچھا: مردوں میں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) کا والد محترم (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ)

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے متعلق سوال کرتے تھے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں اور عام مسائل میں آپ کی رائے سب سے زیادہ درست ہوتی تھی۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں دیکھا اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں صرف قصہ افک ہی ہوتا تو وہی کافی تھا کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق قرآن مجید میں آیات کریمہ نازل ہوئیں جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔ سترہ رمضان المبارک 57ھ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ 58ھ کو ہوئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ ان کو رات کے وقت بقیع میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے بھانجوں اور بھتیجوں نے آپ کو قبر میں اتارا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ (اسد الغابہ: جز:5، ص501 تا 504)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر ہیں آپ رضی اللہ عنہا کی ماں ام رومان بنت عامر ابن عویمر ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح کا پیغام دیا نبوت کے دسویں سال مکہ معظمہ میں آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا یعنی ہجرت سے تین سال پہلے (2) دو ہجری شوال میں مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف صرف نو برس تھی۔ نو سال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف اٹھارہ سال تھی آپ رضی اللہ عنہا کے سواء کسی کنواری بیوی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہیں کیا۔ بے مثال عالمہ، فقیہ، فصیحہ، فاضلہ تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

سے بہت سی احادیث مبارکہ روایت فرمائیں۔تاریخ عرب پر بڑی خبر تھی اشعار عرب پر بڑی نظر تھی۔مدینہ منورہ میں 17 سترہ رمضان المبارک منگل کی رات وفات ہوئی۔وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات میں دفن کیا جاوے۔آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں مدفون ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔مروان ابن حکم کی طرف سے اس وقت مروان مدینہ منورہ کے حاکم تھے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت تھا۔

مترجم کہتا ہے کہ

صرف آپ رضی اللہ عنہا کے بستر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کرتے تھے آپ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا تو سورہ نور کی تقریباً اٹھارہ آیتیں آپ رضی اللہ عنہا کی برات میں نازل ہوئیں یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بہتان لگا تو بچے گواہ مگر محبوبہ محبوب رب العالمین کو بہتان لگا تو خود رب تعالیٰ گواہ رضی اللہ عنہا۔

یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

خلاصہ تہذیب میں ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس احادیث مبارکہ مروی ہیں جن میں ایک سو چوہتر متفق علیہ ہیں یعنی بخاری و مسلم دونوں کی روایات اور چون احادیث مبارکہ صرف بخاری کی ہیں اڑسٹھ احادیث مبارکہ صرف مسلم کی۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو اشعار کا عالم نہ پایا (حاشیہ) (مراۃ المناجیح: جز:8، ص:588)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کثیر فضائل احادیث مبارکہ اور آثار کی صورت میں بیان کیے جاتے ہیں جو کہ دلائل کے طور پر ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تمام عورتوں پر فضیلت

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مردوں میں بہت کامل گزرے ہیں اور عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کامل ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 3769)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سلام دینا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا! یہ جبرائیل علیہ السلام جو تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا: وعلیہ السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔
آپ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جس کو میں نہیں دیکھ سکتی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2447)

خواب میں فرشتہ کا حضور انور ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر دکھانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے (مجھ سے) ارشاد فرمایا: تم مجھے مسلسل تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تصویر لے کر آیا وہ یہ کہتا تھا یہ تمہاری زوجہ ہے میں نے تمہارے چہرے کو کھولا تو وہ تم تھیں پھر میں یہ کہتا اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو سچا کردے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5125)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گڑیوں سے کھیلنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھی وہ کہتی ہیں کہ میرے پاس میری سہیلیاں آتی تھیں وہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر شرم یا خوف سے چھپ جاتی تھیں پھر رسول اللہ ﷺ ان کو میرے پاس بھیج دیتے تھے پھر وہ آ کر میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔
(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 6130)

نبی کریم ﷺ کا وصال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ اقدس پر ہوا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ تجسس سے پوچھتے تھے کہ آج کہاں رہوں گا؟ اور میں کل کہاں رہوں گا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کو آپ دیر میں گمان کر رہے تھے جس دن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح قبض کی اس وقت آپ ﷺ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3773)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا)!
(پھر) پوچھا (گیا)
مردوں میں (کون محبوب ہیں)
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کے والد (محترم) (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 101)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا عالم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک میں خوب جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا کیسے پتہ چلا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو رب محمد کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو رب ابراہیم کی قسم!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جی ہاں! اللہ تعالیٰ کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو چھوڑتی ہوں۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 5228)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے تیمّم جیسی نعمت

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا وہ گم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تلاش کرنے کے لئے اپنے اصحاب کرام کو روانہ کیا پھر نماز کا وقت آ گیا اور انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے اس چیز کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی۔

تب حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہا کو (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) جزاء خیر دے آپ رضی اللہ عنہا پر جب کوئی آفت نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کے لئے اس سے نجات کی راہ نکال دی اور مسلمانوں کے لئے اس میں برکت رکھ دی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3773)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری پر پرسکون

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں تھے تو باری باری اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جاتے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے: میں کل کس کے ہاں ہوں گا میں کل کس کے ہاں ہوں گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جانے پر حریص تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب میری باری آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پرسکون ہو گئے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3774)

نبی کریم ﷺ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مدح فرمانا

نبی کریم ﷺ کی زوجہ مبارکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے حضرت فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ ﷺ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی اس وقت آپ ﷺ میرے ساتھ میرے بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دی۔

انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے مجھے آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے وہ آپ ﷺ سے ابوقحافہ کی بیٹی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے معاملہ میں انصاف کا سوال کرتی ہیں۔ میں خاموشی رہی۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: کیوں نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر اس سے محبت کرو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تو وہ اٹھ کر چلی گئیں اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جا کر ان کو خبر دی کہ انہوں نے کیا کہا تھا اور اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا۔

پھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے ان سے کہا:

آپ رضی اللہ عنہا نے تو ہمارا کوئی کام ہی نہیں کیا آپ رضی اللہ عنہا دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور ان سے عرض کریں کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کو ابوقحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کرنے کی قسم دیتی ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس معاملہ میں اب آپ ﷺ سے بالکل بات نہیں کروں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پھر رسول اللہ ﷺ کی ازواج نے آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا اور یہ وہ تھیں جو باقی ازواج میں سے خود کو مجھ سے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک برتر سمجھتی تھیں اور میں نے نیکی اور پرہیزگاری میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی مثل کوئی عورت نہیں دیکھی اور نہ ان سے بڑھ کر سچی صلہ رحم کرنے والی، صدقہ و خیرات کرنے والی اور تواضع اور انکسار کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والی ماسوا اس کے کہ ان کی زبان میں تیزی تھی۔

وہ کہتی ہیں کہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب فرمائی اس وقت رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے بستر پر اسی حالت میں تھے جس حالت میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ان کو دیکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دی۔

انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے معاملہ میں انصاف کرنے کا سوال کرتی ہیں پھر انہوں نے میری طرف رخ کیا اور مجھ سے لمبی اور تیز گفتگو کی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کی طرف دیکھ رہی تھی آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جواب دینے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں پھر ابھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہیں تھیں کہ میں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بدلہ لینے کو ناپسند نہیں کریں گے پھر جب میں نے جواب دینے شروع کیے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہاں نہیں ٹھہر سکیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر ارشاد فرمایا: آخر (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی صاحبزادی ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2442)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا و آخرت میں زوجہ مطہرہ

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ وہاں کے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے تیار کریں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: مجھے خوب معلوم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا و آخرت میں زوجہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہو یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اتباع کرتے ہو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3772)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہر مشکل مسئلہ کا حل ملتا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہمیں کبھی بھی کوئی مسئلہ مشکل پیش نہیں آیا مگر ہمیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا علمی حل مل جاتا تھا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3803)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مدح فرمانا

عمرو بن غالب سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو برا کہا۔

تو انہوں نے اس سے کہا:

تم دفع ہو جاؤ اس حال میں کہ تمہاری صورت خراب ہو اور تم پر کتے بھونک رہے ہوں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ کو اذیت پہنچا رہے ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3858)

وصال کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لعاب دہن جمع ہونا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو انعامات فرمائے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے حجرے میں فوت ہوئے اور میری باری میں فوت ہوئے اور میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے فوت ہوئے اور آپ کی وفات کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب دہن اور آپ ﷺ کے لعاب دہن کو جمع فرمادیا۔ عبدالرحمان بن ابوبکر مسواک ہاتھ میں لیے ہوئے آئے اور رسول اللہ ﷺ مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں نے جان لیا کہ آپ ﷺ مسواک کو پسند فرما رہے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ

آیا میں آپ ﷺ کے لئے یہ مسواک لوں؟

آپ ﷺ نے سر کے اشارہ سے ہاں فرمایا۔

میں نے ان سے مسواک لے کر آپ ﷺ کو دی آپ ﷺ کو وہ سخت لگی۔

میں نے پوچھا:

آیا میں آپ ﷺ کے لئے نرم کردوں؟

آپ ﷺ نے سر کے اشارہ سے ارشاد فرمایا: ہاں!

پھر میں نے اس کو چبا کر نرم کردیا آپ ﷺ پانی کے ڈونگے میں ہاتھ ڈال کر اپنے چہرے پر پھیرتے اور ارشاد فرماتے "لا الہ الا اللہ" بے شک موت کی سختیاں ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھڑا کر کے ارشاد فرمایا: الرفیق الاعلیٰ میں حتیٰ کہ آپ ﷺ کی روح قبض کر لی گئی اور آپ ﷺ کا ہاتھ جھک گیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4449)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مدح فرمانا

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے ایام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اجازت نہیں دی۔

پھر آپ رضی اللہ عنہا کے بھتیجوں نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہا ان کو اجازت دے دیں وہ آپ رضی اللہ عنہا کے نیک بیٹوں میں سے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ان کی تعریف و توصیف کو چھوڑو وہ مسلسل ان کو اجازت دینے کے لئے اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔

جب وہ آ گئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ام المومنین ہے تو آپ رضی اللہ عنہا مجھ پر شفقت کریں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے پیدا ہونے سے پہلے ہی آپ رضی اللہ عنہا کا نام یہ تھا اور آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے زیادہ محبوب تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی چیز سے محبت کرتے تھے جو پاکیزہ ہو اور آپ اور آپ کے دوستوں کے درمیان صرف آپ کی حیات حجاب اور مانع ہے۔ لیلۃ الابواء میں آپ کا ہار گر کر گم ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ میں آپ رضی اللہ عنہا کے اور مسلمانوں کے لئے خیر رکھ دی۔ سو اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرما دی اور آپ رضی اللہ عنہا کی برأت میں قرآن مجید کی آیات کریمہ نازل ہوئیں اور مسلمانوں کی تمام مساجد میں دن اور رات کے اوقات میں ان آیات کی تلاوت کی جاتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اے ابن عباس (رضی اللہ عنہما)! میری تعریف و توصیف کو چھوڑو میں یہ چاہتی ہوں کہ کاش میں بھولی بسری ہوتی۔

(صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7108)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نو اوصاف

عبدالرحمان بن ضحاک سے روایت ہے کہ

عبداللہ بن صفوان اور ایک اور شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان میں سے کسی ایک سے کہا:

کیا حفصہ (رضی اللہ عنہا) کی حدیث مبارکہ تم کو معلوم ہے؟

اس نے کہا: ہاں! اے ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

عبداللہ بن صفوان نے کہا: اے ام المومنین رضی اللہ عنہا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ کیا ہے؟

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مریم بنت عمران کے علاوہ مجھ سے پہلے کسی عورت کو نو اوصاف نہیں دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اپنی سوکنوں پر فخر کرنے کے لئے یہ بات نہیں کہہ رہی!

عبداللہ بن صفوان نے کہا: اے ام المومنین (رضی اللہ عنہا)! وہ نو اوصاف کیا ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: 1- فرشتہ میری تصویر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔

2- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مجھ سے نکاح فرمایا جب میری عمر سات سال تھی۔

3- نو سال کی عمر میں میری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخصتی کی گئی۔

4- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں صرف میں کنواری خاتون تھی۔

5- میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لحاف میں ہوتے تھے پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔

6-میرے متعلق قرآن مجید کی ایسی آیات کریمہ نازل ہوئیں کہ اگر وہ آیات نازل نہ ہوتیں تو امت ہلاک ہو جاتی۔

7-میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور میرے علاوہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے اور کسی نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔

8-میرے حجرے میں آپ ﷺ کی روح مبارکہ قبض کی گئی۔

9-جس وقت آپ ﷺ کی روح مبارکہ قبض کی گئی تو میرے اور فرشتے کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 6790)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حلال، حرام، علم شعر اور طب کی جاننے والی

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو حلال، حرام، علم شعر اور طب کا جاننے والا نہیں دیکھا۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 6793)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم تمام لوگوں و تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے زیادہ

حضرت زہری سے روایت ہے کہ

اگر تمام لوگوں کا علم اور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا علم جمع کیا جائے تب بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب سے زیادہ ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 6794)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرائض کا بہت اچھا علم تھا

حضرت مسلم سے روایت ہے کہ

مسروق سے پوچھا گیا کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرائض کا بہت اچھا علم تھا۔

انہوں نے کہا:

اس ذات مقدسہ کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میں نے سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے بڑے بڑے اصحاب کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض (علم وراثت) کے متعلق سوال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث: 2859)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عظیم اور حسین کلام

حضرت احنف بن قیس سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خطبات سنے ہیں اور آج تک بعد کے خلفاء کے خطبات سنے ہیں میں نے کسی مخلوق کے منہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

کی طرح عظیم اور حسین کلام نہیں سنا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 6792)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جنتی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کون کون جنت میں ہوں گی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم بھی ان ہی میں سے ہو۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7096)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دراہم کو تقسیم فرمانے والی

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وہ تمام دراہم تقسیم فرمادیئے حتیٰ کہ ان میں سے ایک درہم بھی باقی نہیں بچا۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ رضی اللہ عنہا روزے سے ہیں آپ رضی اللہ عنہا نے ایک درہم کیوں نہ بچالیا۔ میں اس کا آپ رضی اللہ عنہا کے لئے گوشت خرید لیتی۔

آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: اگر تم پہلے یاد دلاتیں تو میں ایسا کر لیتی۔ (حلیۃ الاولیاء: جز:2،ص:47)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے والدین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

ہماری خواہش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعا کریں جس کو ہم بھی سنیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

اے اللہ عزوجل! عائشہ بنت ابی بکر صدیق (رضی اللہ عنہا) کی مغفرت فرما ایسی مغفرت جو ظاہر و باطن امور میں واجب ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے حسن پر متعجب ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس دعا پر تعجب کر رہے ہو۔ میری یہ دعا ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے اور میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی گواہی دیتا ہو۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 7111)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حیاء کا عالم

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ جس حجرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دوصاحبزادوں کے ساتھ مدفون ہیں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے اس حجرے میں بہت اچھی طرح کپڑے لپیٹ کر جاتی تھی۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 6781)

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کردینا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کردی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے تھے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ: جز:8،ص:50)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا گڑیوں سے کھیلنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں گڑیوں سے کھیل رہی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ کیا ہے؟

میں نے کہا:

یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ: جز:8،ص:49)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اللہ تعالیٰ اور رسول اور آخرت کے گھر کو چاہنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: میں تمہارے سامنے ایک چیز پیش کرتا ہوں تم اس میں عجلت نہ کرنا حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلینا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب معلوم تھا کہ میرے والدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی کا مشورہ نہیں دیں گے۔

میں نے پوچھا:

وہ کیا چیز ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات کریمہ تلاوت فرمائیں:

يَـا اَيُّهَـا الـنَّبِـىُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ٥ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ٥ (الاحزاب:28تا29)

اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان نفع دے کر اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز میں مجھے اپنے والدین سے مشورہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں بلکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہوں پھر باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی میری طرح جواب دیا۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 4786)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نماز جنازہ میں سب سے بڑھ کر مسلمانوں کی تعداد

علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی 973ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سترہ رمضان المبارک اٹھاون ہجری کو منگل کے دن وتر پڑھنے کے بعد وصال فرما گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

سالم نے کہا:

جتنے مسلمان آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں تھے اس سے پہلے اتنے مسلمان کسی کی نماز جنازہ میں نہ تھے آپ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں دفن کیا گیا آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارکہ چھیاسٹھ سال تھی۔ (الطبقات الکبریٰ: ج:8، ص:62)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں مدفن

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے دل میں یہ سوچتی تھیں کہ ان کو ان کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کیا جائے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسے حادثات ہوئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے دیگر ازواج کے ساتھ دفن کر دینا (دوسری روایات میں ہے کہ تاکہ مجھے دوسری ازواج سے برتر نہ سمجھا جائے) پھر آپ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں دفن کر دیا گیا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 6777)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان مقدسہ میں قول

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے چار اشخاص کی برأت بیان فرمائی۔

1- حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت ایک شاہد کی زبان سے بیان کی۔

2-حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہود نے ایک مکروہ بیماری کی نسبت کر دی تو ان کی برأت ایک پتھر نے بیان کی۔

3-حضرت مریم کی برأت ان کے بیٹے نے بیان کی۔

4-اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی دس آیات کریمہ میں بیان کی جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔

روایت ہے کہ

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آنے کی اجازت طلب کی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اب وہ آئے گا اور میری تعریف کرے گا۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بتایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

جب تک ام المومنین رضی اللہ عنہا مجھے اجازت عطا نہیں فرمائیں گی میں نہیں آؤں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

میں دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

اے ام المومنین (رضی اللہ عنہا)! آپ رضی اللہ عنہا کو دوزخ کے عذاب سے کیا خطرہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو دوزخ کے عذاب سے پناہ دے دی ہے اور آپ رضی اللہ عنہا کی برأت کے متعلق قرآن مجید میں آیات نازل فرمائی ہیں جن کی مسجدوں میں تلاوت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو طیب قرار دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: طیبات طیبین کے لئے ہیں اور طیب طیبات کے لئے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سب سے زیادہ محبوب تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طیب کے سوا کسی چیز سے محبت نہیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کے سبب تعلیم کا حکم نازل فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا: صعیبہ، پاک مٹی سے وضو کرو۔

روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی اپنی فضیلت بیان کی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں وہ ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے نکاح کیا۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں وہ ہوں جس کی اللہ تعالیٰ نے برأت بیان فرمائی جب ابن المعطل نے مجھے سواری پر سوار کیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہا نے سوار ہوتے وقت کیا کہا تھا۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے کہا تھا **حسبی اللہ و نعم الوکیل**۔
حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: یہی مومنوں کی نشانی ہے۔ (تفسیر کبیر: جز:8،ص:353)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا جَاءَ فِی السَّدْلِ فِی الصَّلٰوۃِ

باب: نماز میں کپڑا لٹکانے کا بیان

یہ باب نماز میں کپڑا لٹکانے کے حکم میں ہے۔

548 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَحْوَلِ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ اِبْرَاهِيمُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ السَّدْلِ فِی الصَّلٰوةِ وَاَنْ يُّغَطِّیَ الرَّجُلُ فَاهُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَاهُ عِسْلٌ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ السَّدْلِ فِی الصَّلٰوةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا لٹکانے اور منہ کو ڈھانپنے سے روکا ہے۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو عسل نے عطاء انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا لٹکانے سے روکا ہے۔

(مستدرک: جز:1،ص:384، معجم الاوسط: جز:2،ص:70، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:242، شرح السنۃ للبغوی: جز:1،ص:388)

549 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الطَّبَّاعِ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَكْثَرُ مَا رَاَيْتُ عَطَاءً يُصَلِّیْ سَادِلًا قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَهٰذَا يُضَعِّفُ ذٰلِكَ الْحَدِيْثَ

ابن جریج سے روایت ہے کہ میں نے عطاء کو اکثر نماز میں کپڑا لٹکاتے ہوئے ملاحظہ نہیں کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہی اس حدیث مبارکہ میں ضعف ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:242)

تشریح:

نماز میں کپڑا لٹکانا جمہور کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف نماز میں مکروہ

ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً نماز اور خارج نماز میں مکروہ ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں مطلقاً کراہت نہیں۔ یہی مذہب عطاء وحسن اور ابن سیرین وغیرہ کا ہے۔

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔

(فتاوی ہندیہ: جز:1، ص:105)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

رومال یا شال یا رضائی یا چادر کے کنارے دونوں مونڈھوں سے لٹکتے ہوں یہ ممنوع ومکروہ تحریمی ہے اور ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے تو حرج نہیں اور اگر ایک ہی مونڈھے پر ڈالا اس طرح کہ ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہے دوسرا پیٹ پر جیسے عموماً اس زمانہ میں مونڈھوں پر رومال رکھنے کا طریقہ ہے تو یہ بھی مکروہ ہے۔

(درمختار ورد المحتار: جز:2، ص:488)

☆ **قوله نهى عن السدل فى الصلاة وان يغطى الرجل فاه**

نماز کی حالت میں منہ ڈھانپنا مکروہ ہے اس حدیث کی وجہ سے کیونکہ یہ قرأت اور اذکار سے مانع ہے اور اس میں تشبہ بالمجوس بھی ہے۔ "**فانهم يتلثمون فى عبادتهم النار**" یعنی یہود آتش پرستی کے وقت اپنے منہ پر کپڑا لپیٹ لیتے ہیں لہٰذا سردی کے وقت کمبل یا چادر اوڑھتے وقت اپنے منہ کو نہ ڈھانپے۔

☆ **قوله عن ابن جريج قال اكثر ما رايت عطاء يصلى سادلا**

عطاء ان علماء کرام میں سے ہیں جن کے نزدیک کپڑا مکروہ نہیں اسی لیے جریج نے کہا کہ میں نے عطاء کو نماز میں کپڑا لٹکاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

☆ **قال ابوداؤد رواه عسل عن عطاء .**

یہ حدیث مبارکہ کا دوسرا طریق بتارہے ہیں یعنی ایک سند یہ بھی ہے مگر پہلی سند اس سند سے بہتر ہے کیونکہ عسل ضعیف راوی ہے۔

اشکال

اسی مقام پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ عطاء اس باب کی حدیث کے راوی ہیں جس میں نماز کی حالت میں کپڑا لٹکانا منع فرمایا

گیا ہے تو پھر عطاء خود اس حدیث مبارکہ کے خلاف کیوں کرتے تھے۔

جواب

ہوسکتا ہے ان کے نزدیک کپڑا لٹکانے کی کراہت ایک ہی کپڑے کی صورت میں ہو اگر کپڑا لٹکانا قمیض یا ازار پر ہو تب کراہت نہ ہو جس طرح کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے لہٰذا یہ ہوسکتا ہے کہ کپڑے لٹکانا قمیض یا ازار پر کرتے ہوں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی توجیہ یہ بیان فرمائی ہے کہ یا تو وہ حدیث مبارکہ کو بھول گئے یا ان کے نزدیک حدیث مبارکہ کا محمل وہ کپڑا لٹکانا ہے جو تکبر کے طور پر ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن ابی هريرة رضی الله عنه**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے سب سے زیادہ احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام جاہلیت کے زمانے میں عبد شمس تھا اور اسلام لانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبدالرحمٰن رکھا اور ابو ہریرہ کنیت ہے اور یہ کنیت کیسے بنی اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ نے ہرہ یعنی بلی کو اٹھا کر آستین میں رکھ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) تب سے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی کنیت ابو ہریرہ رکھ لی اور اس پر فخر محسوس کرتے تھے۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب یوں ہے۔

دوس بن عدنان بن عبداللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن مالک بن نصر بن الازد۔

آپ رضی اللہ عنہ کے نام میں بہت اختلاف ہے کسی اور صحابی کے نام میں اس قدر اختلاف نہیں ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے نام میں درج ذیل اقوال ہیں۔

1- عبداللہ بن عامر

2- بریر بن عشرقہ

3- سکین بن دومۃ

4- عبداللہ بن عبد شمس

5- عبد شمس

6-عبدنہم

7-عبدغنم

8-عبدعمر بن عبد غنم

9-عمرو بن علی القلاس

بہر حال اسلام لانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام تبدیل کر دیا تھا۔

اس میں بھی دو اقوال ہیں۔

1-عبداللہ

2-اور عبدالرحمٰن۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جاہلیت میں میرا نام عبد شمس تھا اور اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے میرا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ اور میری کنیت کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن مجھے ایک ہرہ (بلی) ملی میں نے اس کو اپنی آستین میں رکھ لیا رسول اللہ ﷺ نے میری آستین میں بلی دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ اے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فتح خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور غزوہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے اور پھر علم کی طلب میں ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں دعا کی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ سے احادیث مبارکہ سنتا ہوں اور مجھے یاد نہیں رہتیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی چادر بچھاؤ میں نے چادر بچھائی پھر آپ ﷺ نے بہت سی احادیث مبارکہ بیان فرمائیں جن کو میں پھر کبھی نہیں بھولا۔

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتا تھا اور سب سے زیادہ احادیث مبارکہ یاد رکھتا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 256ھ نے فرمایا ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والوں کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے جن میں صحابی اور تابعی شامل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں (یہ ہیں)

1-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

2-حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

3-حضرت جابر رضی اللہ عنہ

4-حضرت انس رضی اللہ عنہ

5-اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے ان سے احادیث مبارکہ روایت فرمائی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا عامل بنایا پھر معزول کر دیا پھر دوبارہ عامل بنانا چاہا مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انکار فرما دیا۔ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے اور یہیں وصال فرمای۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے 57ھ میں وصال فرمایا۔

ہیثم بن عدی نے کہا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے 58ھ میں ستر سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا وصال عقیق میں ہوا اور امیر مدینہ منورہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(اسد الغابہ: ج:5،ص315 تا317)

واللہ و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الصَّلٰوةِ فِیْ شُعُرِ النِّسَآءِ

باب: عورتوں کے لباس پر نماز پڑھنا

یہ باب عورتوں کے لباس پر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

550 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ حَدَّثَنَا الْاَشْعَثُ عَنْ مُحَمَّدٍ يَّعْنِىْ ابْنَ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّىْ فِىْ شُعُرِنَا اَوْ لُحُفِنَا قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ شَكَّ اَبِىْ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لباس اور ہمارے لحاف پر نماز ادا نہیں فرماتے تھے۔ عبید اللہ نے کہا میرے باپ نے شک کیا۔

(مستدرک: ج:1،ص:381، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:409، سنن نسائی: ج:16،ص:185، صحیح ابن حبان: ج:6،ص:105)

تشریح:

بعض روایات میں آتا ہے کہ پڑھتے تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نہیں پڑھتے تھے۔ مگر احتیاط اسی میں ہے کہ عورتوں کے لباس اور لحاف پر نماز نہ پڑھی جائے۔ علت یہ ہے کہ ان پر نماز پڑھنے سے ہوسکتا ہے کہ عورت کی طرف دھیان جائے اور نماز میں خلل واقع ہو۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي عَاقِصًا شَعْرَهُ

باب: وہ جو بالوں کا گچھا بنا کر نماز پڑھے

یہ باب بالوں کا گچھا بنا کر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

551 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى أَبَا رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَام وَهُوَ يُصَلِّي قَائِمًا وَقَدْ غَرَزَ ضَفْرَهُ فِي قَفَاهُ فَحَلَّهَا أَبُو رَافِعٍ فَالْتَفَتَ حَسَنٌ إِلَيْهِ مُغْضَبًا فَقَالَ أَبُو رَافِعٍ أَقْبِلْ عَلَى صَلَاتِكَ وَلَا تَغْضَبْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَلِكَ كِفْلُ الشَّيْطَانِ يَعْنِي مَقْعَدَ الشَّيْطَانِ يَعْنِي مَغْرَزَ ضَفْرِهِ

سعید بن ابو سعید مقبری نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے مولیٰ ابو رافع کو ملاحظہ فرمایا کہ اس کا گزر حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس سے ہوا اس حال میں کہ وہ نماز ادا فرما رہے تھے اور انہوں نے گردن کے پیچھے اپنے بالون کا جوڑا بنا رکھا تھا تو حضرت ابو رافع نے اس کو کھول دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف غضب کی حالت میں دیکھا تو حضرت رافع نے کہا اپنی نماز کی طرف دھیان دو اور غضب (یعنی غصہ) کو ختم کردو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ شیطان کے بیٹھنے کا مقام ہے۔

(مستدرک: ج:1 ص:393، معجم الکبیر: ج:1 ص:332، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1 ص:109، صحیح ابن حبان: ج:6 ص:56)

552 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي

وَرَاْسُهُ مَعْقُوصٌ مِّنْ وَرَائِهِ فَقَامَ وَرَائَهُ فَجَعَلَ يَحُلُّهُ وَاَقَرَّ لَهُ الْآخَرُ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ اِلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ مَا لَكَ وَرَاْسِيْ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا مَثَلُ هٰذَا مَثَلُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ وَهُوَ مَكْتُوْفٌ

کریب مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن حارث کو نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا جس نے اپنے سر کے پیچھے بالوں کا جوڑا بنا رکھا تھا اور یہ پیچھے کھڑے ہو کر اس کو کھولنے لگ گئے اور وہ خاموشی کی حالت میں رہے جب انہوں نے فراغت حاصل کر لی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ نے میرے سر کو ہاتھ کس وجہ سے لگایا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے جس طرح نماز میں کسی کے ہاتھ پیچھے باندھے ہوئے ہوں۔

(معجم الکبیر: ج: 11، ص: 413، سنن الکبریٰ: ج: 2، ص: 108، سنن دارمی: ج: 1، ص: 371، سنن النسائی: ج: 4، ص: 292)

تشریح:

عقص کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بالوں کو بجائے ارسال کے سر کے پیچھے ان کا جوڑا باندھ لے جس طرح عورتیں باندھ لیا کرتی ہیں۔

جمہور علماء و آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کراہت کی صورت تب ہے جب کہ عقص نماز سے قبل نماز ہی کی نیت کرے اور اگر پہلے سے تب کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر یاد رہے کہ یہ کراہت مردوں کے بارے میں ہے عورتوں کے بارے میں نہیں ہے اس لیے کہ ان کے بال واجب الستر ہیں اور مردوں کے حق میں کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں بالوں کو سجود سے محروم رکھنا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آدمی جب سجدہ کرتا ہے تو اس کے بال بھی سجدہ کرتے ہیں اور ہر بال کے بدلہ میں اجر ملتا ہے۔

قوله انما مثل هذا مثل الذی یصلی وهو مکتوف

مکتوف ایسا آدمی ہے جس کے دونوں ہاتھ پیچھے کمر کی طرف باندھ دیئے گئے جو آدمی اس حالت میں نماز پڑھے تو ظاہر ہے کہ اس کے ہاتھ سجدہ نہیں کر سکیں گے ایسے ہی جو شخص بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھے گا اس کے بال بھی سجدہ نہ کر سکیں گے۔ تشبیہ کی یہی وجہ ہے۔

قوله کریب مولٰی ابن عباس رضی الله عنهما

حضرت کریب رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 8، ص: 595)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جوڑا باندھے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور نماز میں جوڑا باندھا تو فاسد ہوگئی۔ (درمختار ورد المحتار: جز: 2، ص: 492)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الصَّلٰوۃِ فِی النَّعْلِ

باب: جوتوں کو پہن کر نماز پڑھنا

یہ باب جوتوں کو پہن کر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

553 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ ابْنِ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي يَوْمَ الْفَتْحِ وَوَضَعَ نَعْلَيْهِ عَنْ يَسَارِهِ

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ مکرمہ کے دن ملاحظہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین شریف اپنی الٹی جانب سے اتارے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 390، سنن ابن ماجہ: جز: 4، ص: 358، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 432، سنن النسائی: جز: 2، ص: 244)

554 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاَبُوْ عَاصِمٍ قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ يَقُوْلُ اَخْبَرَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ سُفْيَانَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْعَابِدِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ سُوْرَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ حَتّٰى اِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ اَوْ ذِكْرُ مُوْسٰى وَعِيْسٰى ابْنُ عَبَّادٍ يَشُكُّ اَوِ اخْتَلَفُوا اَخَذَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْلَةٌ فَحَذَفَ فَرَكَعَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ السَّائِبِ حَاضِرٌ لِذٰلِكَ

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مکہ مکرمہ میں صبح کی نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ مومنین کی تلاوت شروع فرمائی حتی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام و

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر پہنچے۔ ابن عباد نے شک کیا یا اختلاف کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانسی آئی تو قرأت کو ترک کر کے رکوع فرمایا اور حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ اس دوران حاضر تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:59)

555 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِى نَعَامَةَ السَّعْدِيِّ عَنْ اَبِى نَضْرَةَ عَنْ اَبِى سَعِيدِ نِالْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى بِاَصْحَابِهٖ اِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَّسَارِهٖ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ الْقَوْمُ اَلْقَوْا نِعَالَهُمْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهٗ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى اِلْقَاءِ نِعَالِكُمْ قَالُوْا رَاَيْنَاكَ اَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَاَلْقَيْنَا نِعَالَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ جِبْرِيْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِى فَاَخْبَرَنِى اَنَّ فِيهِمَا قَذَرًا اَوْ قَالَ اَذًى وَقَالَ اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ فَاِنْ رَاٰى فِى نَعْلَيْهِ قَذَرًا اَوْ اَذًى فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا حَدَّثَنَا مُوسٰى يَعْنِى ابْنَ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا اَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنِى بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا قَالَ فِيهِمَا خَبَثٌ قَالَ فِى الْمَوْضِعَيْنِ خَبَثٌ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین شریف اتار دیئے اور ان کو الٹی طرف رکھ دیا جب اس کو لوگوں نے ملاحظہ فرمایا تو انہوں نے بھی اپنے جوتوں کو اتار دیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل فرمالی تو ارشاد فرمایا کہ تم نے لوگوں کے جوتے کیوں اتارے۔ انہوں نے عرض کیا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین شریف اتار دیئے ہیں تو ہم نے بھی اپنے جوتوں کو اتار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تو آپ علیہ السلام نے بتایا کہ ان میں نجاست کا اثر ہے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بھی مسجد کو آئے اور اپنے جوتوں میں نجاست کا اثر دیکھے تو ان کو رگڑے اور ان میں نماز پڑھ لیا کرے۔ موسیٰ یعنی ابن اسمٰعیل، ابان، قتادہ، حضرت بکر بن عبداللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو روایت کر کے کہا دونوں میں نجاست لگی تھی ارشاد فرمایا کہ دونوں مقام پر نجاست کا لفظ ہے۔

(مستدرک: ج:1،ص:391، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:431، سنن الدارمی: ج:1،ص:370)

556 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُونِ الرَّمْلِيِّ عَنْ يَّعْلَى بْنِ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا

الْیَهُوْدَ فَاِنَّهُمْ لَا یُصَلُّوْنَ فِیْ نِعَالِهِمْ وَلَا خِفَافِهِمْ

حضرت یعلیٰ بن شداد بن اوس اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہود کی مخالفت کرو کیونکہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔

(مستدرک: ج:1،ص:391، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:432)

557 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حُسَیْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ حَافِیًا وَّمُنْتَعِلًا

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ننگے پاؤں شریف اور نعلین شریف پہن کر نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔

(معجم الاوسط: ج:8،ص:39، سنن ابن ماجہ: ج:3،ص:326، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:431)

تشریح:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

جب جوتیوں پر نجاست نہ لگی ہو تو ان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر ان میں نجاست ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کر لے اور پھر ان میں نماز پڑھ لے۔

ایک جماعت نے کہا ہے کہ

اگر جوتیوں پر گیلی نجاست لگی ہو تو اس کو مٹی سے رگڑ کر صاف کر لے اور ان کے ساتھ نماز پڑھ لے۔

اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا:

گیلی نجاست بغیر دھونے کے پاک نہیں ہوگی اور اگر خشک ہو تو اس کو رگڑنا کافی ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا:

اگر جوتیوں پر نجاست لگی ہو خواہ خشک ہو یا تر جوتیاں پانی سے دھوئے بغیر پاک نہیں ہوں گی۔

ابن دقیق نے کہا:

جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا رخصت ہے مستحب نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

یہ مستحب کیوں نہیں ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے یہود کی مخالفت کرو کیونکہ وہ اپنی جوتیوں اور موزوں

کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔سو جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا یہود کی مخالفت کے سبب سے مستحب ہے اور یہ سنت نہیں ہے کیونکہ جوتیوں میں نماز پڑھنا مقصود بالذات نہیں ہے۔

نیز امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن شعیب کے والد اور ان کے دادا سے روایت کیا ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ننگے پاؤں اور جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور اسی میں یہ دلیل ہے کہ جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔(عمدۃ القاری: جز:4،ص:110)

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن دقیق العبد نے کہا ہے کہ

جب جوتی پر نجاست نہ لگی ہو تو اس کے ساتھ نماز پڑھنے کی رخصت اور اجازت ہے مگر یہ فعل مستحب نہیں ہے کیونکہ جوتی پہن کر نماز پڑھنا نماز کے مطالب اور مقاصد میں داخل نہیں ہے ہر چند کہ انسان کے لباس اور اس کی زینت کی تکمیل جوتی کے ساتھ ہوتی ہے اور پابرہنہ شخص عرفاً باوقار اور مزین نہیں قرار دیا جاتا اور نماز وقار اور زینت کی ہیئت کے ساتھ پڑھنی چاہئے مگر چونکہ جوتیاں بالعموم ایسی جگہ لانے کے لائق نہیں رہیں اور یہی ادب کا تقاضا ہے جیسے فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ج (طٰہٰ:12)(وادیٔ مقدس پر اپنی جوتیاں اتار دو) سے ظاہر ہے۔

علامہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ

سنن ابوداؤد اور حاکم میں شداد بن اوس کی روایت سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مذکور ہے۔یہود کی مخالفت کرو وہ جوتیوں اور موزوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔

اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے قیاس سابق کو ترک کر کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جوتی پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ اس پر نجاست لگی ہوئی نہ ہو۔(فتح الباری: جز:1،ص:494)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

مسئلہ

جوتیوں سمیت نماز پڑھنا ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے کہا ہم کو ابوسلمہ سعید بن یزید ازدی نے خبر دی کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوتیاں پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے۔

انہوں نے کہا:

آدم ابن ابی ایاس سے روایت ہے کہ مجھے ابوسلمہ سعید بن یزید الازدی نے بتایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین میں نماز ادا فرمائی ہے۔

انہوں نے فرمایا:

ہاں!

ابن بطال نے کہا:

جب جوتے پاک ہوں تو ان میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں۔

مستحب ہے کیونکہ ابوداؤد اور حاکم کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ یہودیوں کا خلاف کرو وہ جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں جوتے اتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابوعمرو شیبانی کوئی نمازی جوتا اتارے تو اس کو مارتے تھے اور ابراہیم سے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے استاذ ہیں ایسا ہی منقول ہے۔

شوکانی نے کہا:

صحیح اور قوی مذہب یہی ہے کہ جوتیاں پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور جوتوں میں اگر نجاست ہو تو وہ زمین پر رگڑ دینے سے پاک ہو جاتے ہیں خواہ وہ کسی قسم کی نجاست ہو تر یا خشک۔ جرم والا یا بے جرم۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (اے اللہ عزوجل! حق اور صواب کی ہدایت دے اقول اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور وہ ہے جو تحقیق کی منزل پر پہنچانے والا ہے)

سخت اور تنگ پنجے کا جوتا جو سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے اور اس پر اعتماد کرنے زور دینے سے مانع ہوا ایسا جوتا پہن کر نماز پڑھنی صرف کراہت واساءت درکنار مذہب مشہور ومفتی بہ کی رو سے راسا مفسد نماز ہے کہ جب پاؤں کی انگلی پر اعتماد نہ ہوا سجدہ نہ ہوا اور جب سجدہ نہ ہوا نماز نہ ہوئی۔ امام ابوبکر جصاص وامام کرخی وامام قدوری وامام برہان الدین صاحب ہدایہ وغیرہم اجلہ آئمہ نے اس کی تصریح فرمائی۔ محیط وخلاصہ وبزازیہ وکافی وفتح القدیر وسراج وکفایہ ومجتبیٰ وشرح المجمع للمصنف ومنیہ وغنیۃ شرح منیہ وفیض المولیٰ الکریم وجوہرہ نیرہ ونور الایضاح ومراقی الفلاح ودر منتقی ودر مختار وعالمگیریہ وفتح المعین علامہ ابوالسعود ازہری وحواشی علامہ نوح آفندی وغیرہا کتب معتمدہ میں اسی پر جزم فرمایا۔ زاہدی نے کہا یہی ظاہر الراویہ ہے۔ علامہ ابراہیم کرخی نے فرمایا اسی پر فتویٰ ہے۔ جامع الرموز میں قنسیہ سے نقل کیا یہی صحیح ہے۔ ردالمحتار میں لکھا کہ کتب مذہب میں یہی مشہور ہے۔

درمختار میں ہے:

اس (شراح الملتقی) میں ہے کہ قدم کی انگلیوں کا زمین پر جانب قبلہ رکھنا فرض ہے خواہ وہ ایک معنی کیوں نہ ہو ورنہ جائز نہیں اور لوگ اس سے غافل ہیں اور مکان کا پاک ہونا بھی شرط ہے اور حجم زمین کو پانا اور لوگ اس سے بھی غافل ہیں۔

(درمختار، ج:1، ص:72)

اسی میں ہے:

ان میں سے (یعنی فرائض میں سے) پیشانی اور قدمین پر سجدہ کرنا اور ان دونوں پاؤں میں سے ایک انگلی کا لگنا شرط ہے۔

(درمختار: ج:1، ص:70)

منیہ میں ہے: اگر سجدہ کیا لیکن قدم زمین پر نہ لگے تو وہ جائز نہ ہوگا اور اگر ان سے ایک قدم لگ گیا تو جائز ہوگا۔

(منیۃ المصلی: ص:261)

غنیۃ میں ہے: قدم رکھنے سے مراد اس کی انگلیوں کو رکھنا ہے۔

زاہدی نے کہا:

حالت سجدہ میں دونوں قدموں کی انگلیوں کے سروں کا زمین پر رکھنا فرض ہے۔

مختصر کرخی میں ہے کہ

اگر کسی نے سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں زمین سے اٹھی رہیں تو سجدہ نہ ہوگا۔

اسی طرح خلاصہ میں ہے:

بزازیہ میں قدم رکھنے سے مراد انگلیوں کا رکھنا ہے اور اگر قدم کی پشت انگلیوں کے بغیر لگائی تو اگر اس کے ساتھ کسی ایک قدم کو بھی لگایا تو صحیح ورنہ نہیں۔ اس سے یہ بھی سمجھ آ رہا ہے کہ انگلیوں کے رکھنے سے مراد انہیں قبلہ کی طرف کرنا ہے تا کہ ان پر ٹیک ہو ورنہ قدم کی پشت پر ہوگا اور اسے تو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے اور اس پر متنبہ ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔ (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی: ص:285)

بحر الرائق و شرنبلالیہ میں ہے:

شریعت میں سجدہ یہ ہے کہ چہرہ کا زمین پر رکھنا اور اس میں سخریت نہ ہو۔ "لاسخرية فيه" سے وہ صورت خارج ہو جاتی ہے جس میں دونوں قدم حالت سجدہ میں زمین پر نہ ہوں کیونکہ حالت سجدہ میں ان کا زمین سے اٹھا ہوا ہونا تعظیم و عزت کے بجائے مذاق پر دلالت کرتا ہے اور اس میں ایک انگلی کا زمین پر لگ جانا کافی ہوتا ہے پس اگر کسی نے انگلیاں بالکل نہیں لگائیں مگر پشت قدم کو لگایا تو یہ جائز نہیں کیونکہ قدم کے رکھنے سے مراد انگلی کا لگانا ہے۔ (بحر الرائق: ج:1، ص:293)

جوہرہ نیرہ میں ہے:

جواز سجدہ کے لئے شرط یہ ہے کہ دونوں قدم زمین سے اٹھے ہوئے نہ ہوں اگر حالت سجدہ میں اٹھے ہوئے رہے تو سجدہ جائز نہیں ہوگا اور اگر ان میں ایک رکھا ہوا تھا تو مرتبہ میں ہے کہ سجدہ جائز مگر مکروہ ہوگا اگر کسی نے اونچی جگہ نماز پڑھی اور سجدہ کے وقت پاؤں نیچے لڑھکا دیئے تو جائز نہیں اسی طرح چارپائی سے اگر پاؤں نیچے لڑھکا دیئے تو سجدہ نہ ہوگا۔

(جوہرہ نیرہ شرح قدوری: ج:1، ص:63)

فتح القدیر میں ہے:

قدم کا زمین پر لگنا اس لیے ضروری ہے کہ ان کا اٹھا ہوا ہونا تعظیم وعزت کے بجائے مذاق کے زیادہ قریب ہے البتہ ایک انگلی کا لگ جانا بھی کافی ہوتا ہے۔

وجیز میں ہے کہ

دونوں قدموں کا لگانا فرض ہے اگر ایک لگا رہا اور دوسرا اٹھ گیا تو جائز مگر مکروہ ہے۔(فتح القدیر:ج:1،ص:265)

شرح نقایہ قہستالی میں ہے:

صحیح یہی ہے کہ قدمین کا زمین سے اٹھ جانا نماز کو فاسد کر دیتا ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے۔(جامع الرموز:ج:1،ص:140)

فتح اللہ المعین میں ہے:

قدمین کی ایک انگلی کا لگنا شرط ہے۔(جامع الرموز:ج:1،ص:140)

اسی میں ہے:

قدم کی انگلیوں میں سے ایک کا لگنا فرض ہے۔(فتح اللہ المعین:ج:1،ص:191)

اسی میں زیر قول کنز وجد اصابع رجلیہ نحو القبلۃ (پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کر کے زمین پر لگایا جائے)

ارشاد فرمایا: یہاں پاؤں کی انگلیوں کا ذکر ہوا حالانکہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا لگنا بھی اسی طرح ہے حتیٰ کہ ان کا قبلہ سے پھر جانا بھی مکروہ ہے مگر مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں قبلہ کی طرف متوجہ کرنا فرض ہے جیسا کہ نوح آفندی نے ذکر کیا اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

زاہدی نے کہا:

حالت سجدہ میں قدمین کی انگلیوں کے سروں کا لگانا فرض ہے۔

مختصر کرخی میں ہے کہ

کسی نے سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں زمین پر نہ لگیں تو یہ جائز نہیں اور فرمایا کہ اس سے یہ بھی سمجھ آرہا ہے کہ انگلیوں کے لگانے سے مراد انہیں قبلہ کی طرف متوجہ کرنا ہے تاکہ اعتماد ان پر ہو ورنہ تو پشت قدم پر ہوگا جو معتبر نہیں۔ حلبی میں منیہ سے یہی مراد ہے۔(فتح اللہ المعین:ج:1،ص:192)

نور الایضاح و امراقی الفلاح میں ہے:

صحت سجدہ کے لئے پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر زمین پر لگنا شرط ہے فقط ظاہر قدم کا زمین پر لگنا کافی نہیں۔

(مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی:ص:127)

ردالمحتار میں ہے:

ہدایہ میں اسی طرح ہے رہا قدمین کا لگنا تو قدوری نے کہا کہ یہ سجدہ میں فرض ہے پس جب سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں نہ لگیں تو سجدہ صحیح نہ ہوگا اسی طرح کرخی اور جصاص نے کہا: اور اگر ایک انگلی لگ گئی تو جائز ہے۔

قاضی نے کہا:

مگر کراہت ہے۔

مجتبیٰ میں ہے کہ

مختصر، کرخی، محیط اور قدوری کا ظاہر بتا رہا ہے کہ جب ایک پاؤں اٹھا ہوا ہو تو یہ جائز نہیں اور میں نے اس کے بعض نسخوں میں دو روایتیں دیکھی ہیں۔ فیض اور خلاصہ وغیرہ میں روایت جواز پر عمل کیا ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ

دونوں پاؤں کا رکھنا سنت ہے۔ عنایہ میں اسی روایت کو مختار کہا ہے اور کہا یہی حق ہے اور درر میں اسے ہی ثابت رکھا۔ وجہ یہ ہے کہ سجدہ قدمین کے لگنے پر موقوف نہیں لہٰذا ان کے لگنے کو فرض قرار دینے سے خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی لیکن شرح منیہ میں اس کی تردید ہے کہ اسے حق کہنا حق سے بعید ہے بلکہ اس کا خلاف احق ہے کیونکہ کوئی روایت تائید نہیں کرتی اور درایت اس کی نفی کرتی کیونکہ جو فرض تک پہنچائے وہ بھی فرض ہوتا ہے اور اس مقام پر اپنے آئمہ کرام سے کثرت کے ساتھ روایات ہیں کہ قدمین اور ہاتھوں کا زمین پر لگنا سنت ہے اور فرض کی روایت نہیں تاہم پیشانی لگانے کے لئے دو یا ایک قدم کا لگانا فرض متعین ہے اگر کوئی روایت نہ ہوتی تب بھی یہ حکم تھا حالانکہ اس بارے میں روایات کثیر ہیں۔ اس کی تائید خود مائن کی شرح مجمع کے اس استدلال سے بھی ہوتی ہے۔ ہاتھوں اور قدموں کا زمین پر لگانا سنت ہے کیونکہ سجدہ کی ماہیت چہرہ اور قدمین زمین پر رکھنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کفایہ میں زاہدی کے حوالے سے ہے کہ ظاہر الراویہ وہی ہے جس کا ذکر مختصر الکرخی میں ہے اور اسی پر سراج میں جزم فرمایا اور فیض میں ہے اسی پر فتویٰ ہے حلیہ میں ہے گزشتہ طریقہ کے مطابق سابقہ حدیث کے پیش نظر وجوب ہی مختار ہے یعنی اس طریقہ پر جوان کے شیخ نے ہاتھوں اور قدموں کے رکھنے پر یہ استدلال کیا تھا اور یہ گزر چکا کہ یہ معتدل قول ہے پس یہاں بھی یہی معاملہ ہے اور اس کو بحر اور شرنبلالیہ میں مختار کہا۔

میں کہتا ہوں کہ

یہ ممکن ہے کہ سابقہ دونوں روایات میں عدم جواز کو عدم حلت پر محمول کریں نہ کہ عدم صحت پر۔ شیخ الاسلام کی ان کے زمین پر لگنے کی فرضیت کی نفی کرنا وجوب کے منافی نہیں۔ قدوری کی تصریح کہ یہ فرض ہے اس کی تاویل ممکن ہے کیونکہ بعض اوقات فرض کا اطلاق وجوب پر ہوتا ہے تامل شرح المنیہ کے حوالے سے جو کچھ گزرا ہے وہ قابل بحث ہے کیونکہ پیشانی کا رکھنا قدمین کے رکھنے پر موقوف نہیں بلکہ ہاتھوں اور گھٹنوں پر موقوف ہونا زیادہ واضح ہے لہٰذا قدمین کو زمین پر رکھنے کو فرض قرار دینا اور دوسروں کو نہ قرار دینا ترجیح بلا مرجح ہے اور روایات کثیرہ اس کے عدم جواز میں ہیں جیسا کہ علماء کے کلام سے واضح ہے نہ کہ عدم

فرضیت میں اور عدم جواز وجوب کی صورت میں بھی صادق آتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے حاصل یہ کہ مشہور کتب مذہب میں فرضیت ہے اور قواعد کے مطابق راجح وجوب ہے۔ (ردالمحتار: ج:1 ص:369)

قولہ اگرچہ ایک انگلی ہو۔ فیض میں اس کی تصریح ہے۔

قولہ قبلہ کی طرف۔

اقول! اس میں نظر ہے فیض میں ہے اگر قدم کی پشت لگی اور انگلیاں نہ لگیں مثلاً جگہ تنگ ہے یا تنگی کی وجہ سے ایک قدم لگا اور دوسرا نہ لگ سکا تو جائز ہے جیسا کہ کوئی ایک قدم پر کھڑا ہوتا ہے اگر مکان تنگ نہ ہو تو کراہت ہے۔

یہ عبارت اس بات پر تصریح ہے کہ پشت قدم کا اعتبار ہے کلام اس میں ہے کہ بلاعذر یہ مکروہ ہے مگر میں نے خلاصہ میں دیکھا ہے کہ وہاں اور وضع کی بجائے ان وضع احدھما ہے (یعنی ان شرطیہ کے ساتھ) لیکن یہ بات انگلیوں کے متوجہ کرنے کو شرط قرار دینے میں صریح نہیں بلکہ تصریح یہ ہے کہ قبلہ کی طرف انگلیوں کو متوجہ کرنا سنت ہے اور اس کا ترک مکروہ جیسا کہ برچندی اور قہستانی میں ہے۔ (ردالمحتار: ج:1 ص:369)

یہ علامہ شامی کا کلام ہے کہ قدرے اختصار کے ساتھ منقول ہوا۔ میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں کہ نماز میں عدم جواز کو عدم حلت پر محمول کرنا بعید ہے اسی لیے ہم نے اعتراف کیا کہ مشہور کتب مذہب میں فرضیت ہے باوجود اس کے کہ تمہارا قول ہے کہ اکثر روایات عدم جواز پر ہیں اگر ان کی مراد مشہور ومعروف فرض قرار دینا نہیں تو فرضیت پر اعتماد کتب مشہورہ میں کیسے ہو گیا؟ پھر حمل میں گنجائش ہے کہ "لم یجز" کہا گیا اور ضمیر مثلاً رفع قدمین کی طرف لوٹ رہی ہو جب "لم یجز" کہا جائے تو ضمیر نماز کی طرف لوٹے جس سے عدم صحت کا تعین ہو جاتا اور اس فرضیت کا بھی جو معنیٰ وجوب کے مقابل ہے اور متعدد کتب میں اسی طرح ہے ان میں سے مختصر الکرخی بھی ہے جیسا کہ پہلے گزرا یہ ایک صورت ہے دوسری اس کے مثل کہ عدم جواز کی سجدہ کی طرف اضافت جیسا کہ جوہرہ کے حوالے سے گزرا ہے۔ تیسری جو کہ واضح ہے کہ عدم اجزاء سے تعبیر کرنا جیسا کہ پیچھے آیا یہ بھی مفسر ہے اور یہ تاویل کو قبول نہیں کرتا چوتھی اسی طرح حکم بالفساد جیسا کہ آپ نے جامع الرموز سے قنیہ کے حوالہ سے پڑھا ہے۔ پانچویں یہ کہ انہوں نے مقابلہ عدم جواز کا جواز کے ساتھ کیا ہے اور جواز کا حکم اس صورت میں ہوگا جب ایک قدم اٹھا ہوا ہو جیسا کہ فتح، وجیز، جوہرہ وغیرہ میں ہے اس پر بھی تصریح ہے کہ جواز بمعنی صحت مراد ہے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ انہوں نے اسے مکروہ کہا ہے اور کراہت سے مراد تحریمی ہے جیسا کہ اطلاق کے وقت ہوا کرتا ہے اور یہاں دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے تو جواز بمعنی حلت یہاں بھی نہ ہوا۔ چھٹی کہ بہت سی کتب مثلاً خلاصہ، بزازیہ، غنیۃ، بحر الرائق، نور الایضاح، مراقی الفلاح وغیرہ میں اسے عدم صحت کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور یہ مراد پر واضح تصریح ہے۔ ساتویں اس کی مثل حکم بالشرطیہ ہے جیسا کہ در، جوہرہ، ابومسعود، نوالایضاح اور مراقی الفلاح میں ہے: آٹھویں شرح مجمع، کافی، فتح، بحر وغیرہ میں ہے جیسا کہ گزرا کہ یہ ماہیت سجدہ میں شرعاً داخل ہے اور یہ تمام امور یہاں فرض بمعنیٰ خاص کے لئے فیصلہ کن ہیں جو قابل تاویل نہیں ہیں تو یہ تصریحات جس سے واضح انکاری ہیں اس پر

ان کو کیسے محمول کیا جا سکتا ہے یہ توفیق کہاں ہوئی اور مذہب کی نصوص کو چھوڑ کر علامہ ابن امیر الحاج کی بحث کی گنجائش کہاں سے نکلی اگر چہ بحر اور شرنبلالی میں اس کی اتباع کی گئی ہے علاوہ ازیں ان کا خود اپنا تضاد ہے۔ بحر نے یہاں اور اس سے پہلے تصریح کی ہے کہ قدموں کے اٹھائے ہوئے سجدہ مذاق ہے۔

شرنبلالی نے متن اور شرح میں کچھ انگلیوں کے لگانے پر جزم کیا ہے اور محقق علی الاطلاق اپنے شاگرد ابن امیر الحاج سے زیادہ صاحب علم وفقہ ہیں اور انہوں نے اسی پر جزم کیا جس پر کرنا تھا اور وہ تمام آپ نے پڑھ لیا ہے پھر علامہ ابراہیم حلبی کی دلیل پر اعتراض اس سے ختم ہو جاتا ہے جو ہم نے پہلے فتح، بحر، شرنبلالی کے حوالے سے بیان کیا کہ قدم اٹھائے ہوئے سجدہ کرنا تعظیم کے بجائے مذاق کے زیادہ قریب ہے اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا یہی معاملہ ہے اور چہرے کا لگنا قدمین کے لگنے سے ان پر زیادہ موقوف ہے باوجود اس کے اس کا ضعف ہاتھوں میں ظاہر ہے کیونکہ چہرے کے رکھنے میں ان دونوں کی ضرورت اصلاً اسی طرح گھٹنوں کا معاملہ ہے کیونکہ یہاں مساوات ہے زیادتی نہیں اور ہم کلام کی بنیاد چہرے کے رکھنے کے موقوف پر نہیں رکھتے بلکہ سجدہ کے موقوف ہونے پر رکھتے ہیں جو مطلوب شرعی ہو اور اس میں تعظیم وتوقیر ہو نہ کہ اس صورت میں جب چہرہ رکھا ہو اور قدم اٹھے ہوئے ہوں جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فرمایا تو اب قدموں کا رکھنا فرض کی تکمیل کے لئے ضروری ہوا تو وہ لامحالہ فرض ہوگا اور علامہ حلبی اس تعلیل کے بیان کرنے میں تنہا نہیں بلکہ اس سے پہلے ایک امام جلیل جن کا اسم گرامی ابوالبرکات نسفی ہے نے بیان کیا ہے۔ شرح وافیہ الکافی میں فرمایا سجدے میں قدموں کا لگانا فرض ہے کیونکہ سجدہ کا وجود قدمین کے رکھنے کے بغیر ممکن نہیں۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ چہرے کا رکھنا ممکن نہیں بلکہ کہا کہ سجدے کا وجود ممکن نہیں۔

رہا غنیۃ کا قول ''قبلہ کی طرف'' تو اس کی علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں مدقق علائی، علامہ نوح آفندی، علامہ ابوالسعود ازہری نے اتباع کی ہے اور ہم نے ان کی عبارات کا تذکرہ کر دیا ہے۔

فاقول

ان کی عبارات کو جو تم نے سمجھا ہے وہ ان کے مقصود سے کہیں دور ہے اور یہ مراد لے بھی کیسے سکتے ہیں حالانکہ خود انہوں نے تصریح کی ہے کہ انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا سنت اور اس کا ترک مکروہ ہے پس برجندی اور قہستانی کے حوالے سے ان کے خلاف احتجاج کیوں کیا ہے کیوں نہ ان کے خلاف خود ان کی عبارات سے احتجاج کیا۔ حلبی نے فصل النوافل سے تھوڑا پہلے فرمایا کہ نوافل سے مراد ہر وہ شی ہے جس کا فرض یا واجب ہونا مذکور نہ ہوا اور جن اشیاء کو ہم نے صفۃ الصلوٰۃ میں سنت ہونا معین کیا ہے ان کے سوا تمام آداب ہیں لیکن یہ تعمیم محل نظر ہے کیونکہ ان میں حالت سجود میں ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا بھی ہے حالانکہ وہ سنت ہے اسی طرح پہلوؤں کا رانوں کا پیٹ سے دور رکھنا، حالت سجدہ میں انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرنا بھی ہے کیونکہ یہ سابقہ دلائل کی بناء پر سنت ہیں۔ شرنبلالی نے متن اور شرح میں کہا حالت سجود وغیرہ میں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ سے پھیرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں طریقہ سنت کی خلاف ورزی ہے۔

علائی نے کہا:

پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کیا جائے اور اگر نہ کیا تو کراہت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو آگاہ فرمایا ہے اس کے مطابق یہ سمجھا ہوں کہ وہ تمام بزرگ رحمہم اللہ تعالیٰ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک انگلی کا باطن لگانا فرض ہے اس کا ظاہر اور اس کا سر جو ناخن والا حصہ ہے لگالینا کافی نہیں کیونکہ پہلی صورت میں قدم کی پشت پر سجدہ ہوگا جس کا وہ اعتبار ہی نہیں کرتے دوسری صورت میں اعتماد نہیں ہوگا حالانکہ مقصود اعتماد ہے جسے ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے تاکہ ان پر اعتماد ہو ورنہ سجدہ قدم کی پشت پر ہوگا حالانکہ اس کو معتبر تسلیم نہیں کیا گیا یہاں فقہاء نے قبلہ کی طرف متوجہ کرنا کہا ہے کیونکہ نمازی اگر حالت سجدہ میں قدم کی ایک انگلی کے باطن پر اعتماد چاہے تو یہ ممکن نہیں مگر اس وقت جب اسے قبلہ کی طرف متوجہ کرے میری مراد جنوباً و شمالاً استقبال قبلہ کے لئے اسے بچھانا ہے نہ کہ وہ معنیٰ مسنون جو انحراف کے منافی ہے اور اسی طرح اگر متوجہ ہونے کا عام معنیٰ لیا جائے تو بھی انگلیوں کے باطن کا زمین پر لگنا ضروری ہوگا اور یہ بالکل واضح ہے پس ان دونوں کے درمیان نماز میں تلازم ہے اگرچہ نماز سے باہر یہ ممکن ہے اس شخص کے لئے جس نے غیر قبلہ کی طرف غلطی سے یا عمداً سجدہ کیا کہ وہ انگلیوں کو قبلہ رو کئے بغیر ان پر ٹیک لگائے تو یہاں اطلاق لازم اور مراد ملزوم ہے رہا معاملہ سنت ہونے کا تو وہ قبلہ کی جانب ہے بغیر کسی انحراف کے اور وہ یہ ہے کہ جس کے ترک میں کراہت و اساءت کے علاوہ کچھ نہیں اس مقام کو اس طریقہ سے سمجھنا چاہئے۔ تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جو حامد و منعم ہے اور یہی وہ ہے جو امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ثابت رکھتے ہوئے تحقیق سے نقل کیا کہ معتبر قدمین میں انگلیوں کا باطن ہے الخ۔ اور جو تم نے فیض سے نقل کیا ہے کہ خلاصہ، وجیز، حلیہ، غنیۃ، ہندیہ وغیرہ میں بالاتفاق ہے۔ ''ان'' شرطیہ ہے ''او'' عاطفہ نہیں ہے پس ''او'' نسخہ فیض میں تحریف ہے اور اس سے علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں دھوکہ کھایا ہے اس پر متنبہ رہنا چاہئے اس تمام گفتگو سے آشکار ہو گیا کہ حالت سجدہ میں قدم کی دس انگلیوں میں سے ایک کے باطن پر اعتماد مذہب معتمد اور مفتی بہ میں فرض ہے اور دونوں پاؤں کی تمام یا اکثر انگلیوں پر اعتماد بعید نہیں کہ واجب ہو اس بنا پر جو حلیہ میں ہے اور قبلہ کی طرف متوجہ کرنا بغیر کسی انحراف کے سنت ہے اس یکتا، منفرد اور روشن گفتگو کو غنیمت جانو شاید اس فقیر کے علاوہ کسی اور کے ہاں تم کو نہ ملے اللہ تعالیٰ کے لئے ہی حمد و احسان ہے۔

اور شک نہیں کہ ان بلاد میں اکثر جوتے سلیم شاہی پنجابی خوردنو کے منڈے گرگابی وغیرہا خصوصاً جبکہ نئے ہوں ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگلیوں کا پیٹ زمین پر باعتماد تمام بچھنے نہ دیں گے تو ان جوتوں کو پہن کر مذہب مفتی بہ پر نماز ہوگی ہی نہیں اور گناہ دنا جوازی تو ضرور نقد وقت ہے عرب شریف کے جوتوں میں صرف پاؤں کے نیچے چمڑا ہوتا تھا اور اوپر بندش کے لئے تسمہ جسے شراک کہتے تھے پھر عرب میں نعل کی تعریف یہ تھی کہ نرم و رقیق ہو یہاں تک کہ صرف اکہرے پرت کی زیادہ پسند رکھتے۔

مجمع بحار الانوار میں زیر حدیث (ہے کہ)

ایک آدمی نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک انصاری کی شکایت کرتے ہوئے کہا: اے ایک پرت والے

جوتے پہننے والوں میں افضل ترین ذات، فرد اس نعل کو کہتے ہیں جس کا ایک پرت ہو اور عرب جوتے کی نرمی کو پسند کرتے ہیں۔ اور یہ ملوک کا لباس ہے۔ (مجمع بحار الانوار: ج:3، ص:373)

تو وہ کیسے ہی نئے جوتے سجدہ میں فرض و واجب کیا کسی طریقہ مسنونہ کو بھی مانع نہ ہوتے ان نعال پر یہاں کی جوتیوں کا قیاس صحیح نہیں۔ پھر اگر اسی طرح کے جوتے ہوں کہ سنت سجدہ میں بھی خلل نہ ڈالیں تو اگر وہ نئے بالکل غیر استعمال ہیں تو انہیں پہن کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ افضل ہے اگر چہ مسجد میں ہو۔

درمختار میں ہ۔

ان میں نماز افضل ہے۔

مگر عند التحقیق استعمالی جوتے پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اگر معاذ اللہ نماز کو حاضری بارگاہ شہنشاہ حقیقی ملک الملوک رب العرش عز جلالہ ہے ہلکا جان کر استعمالی جوتا پہنے ہوئے نماز کو کھڑا ہو گیا تو صریح کفر ہے پھر بے نیت استخفاف نری کراہت بھی اس حالت میں ہے کہ غیر مسجد میں ایسا کرے اور مسجد میں تو استعمال جوتے پہنے جانا ہی ممنوع و ناجائز ہے نہ کہ مسجد میں یہ جوتا پہنے شرکت جماعت نماز و دخول مسجد کے یہ احکام بحمد اللہ تعالیٰ دلائل کثیرہ سے روشن ہیں تفصیل موجب تطویل ہوگی لہٰذا چند کلمات نافع وسودمند باذن اللہ القا کریں کہ بعونہ تعالیٰ احکام کا ایضاح اور اوہام کا ازالہ کریں۔

فاقول وباللہ استعین (پس میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں)

افادہ اول

متون وشروح وفتاویٰ تمام کتب مذہب میں بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ ثیاب بذات ومہنت یعنی وہ کپڑے جن کو آدمی اپنے گھر میں کام کاج کے وقت پہنے رہتا ہے جنہیں میل کچیل سے بچایا نہیں جاتا انہیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

کام کے کپڑوں میں نماز مکروہ ہے (وہ کپڑے جو گھر میں پہنتا ہے)

(اور صنعت کے کپڑوں میں) یعنی خدمت والے اگر اس کے پاس دوسرے کپڑے ہوں۔ (درمختار: ج:1، ص:93)

درر وغرر وشرح وقایہ وشرح نقایہ ومجمع الانہر وبحر الرائق ورد المحتار میں ان کی تفسیر کی۔

جو کپڑے صرف گھر میں پہنتا ہو وہ پہن کر اکابر کے ہاں نہ جاتا ہو۔ (رد المحتار: ج:1، ص:474)

غنیۃ میں ان کی تفسیر کی۔

جن کپڑوں کو وہ میل کچیل سے محفوظ نہ رکھتا ہو۔ (غنیۃ المستملی: ص:349)

اسی میں ہے:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں ظاہری و باطنی جمال کا حصول اس بارگاہ کے آداب میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد

گرامی ''تم مسجد میں جانے کے وقت زینت اختیار کرو'' میں اسی طرف اشارہ ہے اگر چہ اس سے مراد ستر عورت ہے جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا۔(غنیۃ المستملی :ص:349)

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایسے ہی کپڑوں میں نماز پڑھتے دیکھا تو ارشاد فرمایا۔ بھلا بتاؤ تو اگر میں کسی آدمی کے پاس تجھے بھیجوں تو انہیں کپڑوں سے چلا جائے گا۔ کہا نہ، فرمایا۔ تو اللہ عزوجل زیادہ مستحق ہے کہ اس کے دربار میں زینت وادب کے ساتھ حاضر ہو۔

حلیہ پھر بحرالرائق میں ہے:

ذخیرہ میں اس پر یوں استدلال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا کیا خیال ہے اگر تجھے میں کسی آدمی کے پاس بھیجوں تو تو انہیں کپڑوں میں چلا جائے گا۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اس کے ہاں حاضری کے لئے زینت اختیار کی جائے۔ (بحرالرائق: ج:2،ص:3)

سبحان اللہ کام خدمت کے کپڑے کہ گھر میں پہنے جاتے ہیں انہیں پہن کر نماز مکروہ ہو اور استعمال جوتے کہ پاخانے میں پہنے جاتے ہیں انہیں پہن کر نماز مکروہ نہ ہو۔ معمولی کپڑے کہ میل سے محفوظ نہیں رکھے جاتے ان سے نماز میں کراہت ہو اور مستعمل جوتے کہ نجاسات سے بچائے نہیں جاتے۔ ان سے نماز میں کراہت نہ ہو یہ بداہت عقل کے خلاف اور صریح خون انصاف ہے۔ یہ مسئلہ قیاسی نہیں بلکہ انداز وخطاب سے آپ استدلال دیکھ رہے ہیں اس میں نہ کوئی شک ہے نہ ریب۔

افادہ دوم

متون وشروح وفتاویٰ تمام کتب مذہب میں بلاخلاف تصریح صاف ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ اسے نجاست سے کامل احتیاط دشوار ہے۔

ہدایہ میں ہے:

نابینا کا امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا۔ (الہدایہ: ج:1،ص:101)

کافی امام نسفی میں ہے:

نابینا اپنے کپڑوں کو نجاسات سے محفوظ نہیں رکھ سکتا لہٰذا امامت کے لئے بینا ہونا بہتر ہے۔

درمختار میں ہے:

اس کی مثال اعشی ہے۔ (درمختار: ج:1،ص:83)

ردالمختار میں ہے:

اعشی سے مراد وہ شخص ہے جس کی دن یا رات کو نظر کم ہو جائے۔

قاموس، نہر میں نابینا کی علت یہی بیان ہوئی ہے کہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا۔ (ردالمختار: ج:1،ص:414)

ابوالسعود علی الکنز میں ہے:

نابینا کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا اور یہ تقاضا کرتا ہے کہ اعشی کی امامت بھی مکروہ ہو۔

(فتح المعین حاشیہ علی شرح الکنز: ج:1،ص:208)

طحطاوی علی المراقی میں اس کے بعد ہے۔

وہ شخص جسے رات کو دکھائی نہ دے۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح: ص:165)

محل انصاف ہے کہ نمازی پرہیزگار نابینا بلکہ ضعیف البصر کے کپڑوں یا بدن پر اندیشہ ومظنۂ نجاست زیادہ ہے یا ان استعمالی جوتوں پر جنہیں پہن کر پاخانے تک میں جانا ہوتا ہے پھر وہاں کراہت ہونا یہاں نہ ہونا صریح عکس مدعا ہے بلکہ وہاں ایک حصہ کراہت ہو تو یہاں کئی حصے ہونا ہے۔

افادہ سوم!

علماء نے حدیث مذکور سوال کی شرح میں تصریح فرمائی کہ عام لوگوں کو رسول اللہ ﷺ پر قیاس صحیح نہیں حضور پرنور ﷺ کے برابر کون احتیاط کرسکتا ہے۔

اقول!

اور اگر نادراً کوئی شے واقع ہو تو جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حاضر ہو کر عرض کر دیتے ہیں جیسا کہ حدیث خلع نعال فی الصلوٰۃ سے ثابت ہے۔

مجمع بحار الانوار میں برمز ''ن'' فرمایا۔

حضور انور ﷺ نے نعلین میں نماز ادا کی اس سے کوئی دوسرا استدلال نہیں کرسکتا کیونکہ کوئی دوسرا آپ کی طرح حفاظت نہیں کرسکتا۔ (مجمع بحار الانوار: ج:3،ص:373)

افادہ چہارم!

بے جرم نجاست مثل بول وغیرہ کا مطلقاً صرف زمین پر رگڑ دینے سے پاک ہو جانا جیسا کہ سوال میں بیان کیا حسب تصریح صریح کتب معتمدہ تمام آئمہ مذاہب کے خلاف ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجاست جو مردار اور خشک ہو گئی ہو اس کے بعد اس قدر رگڑیں کہ اس کا اثر زائل ہو جائے اس وقت طہارت ہو گی اور تر نجاست یا بے جرم جیسے پیشاب وغیرہ بے دھوئے پاک نہ ہوں گے۔ اور امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں اگرچہ خشک ہو جانا شرط نہیں تر بھی ملنے ولنے اثر زائل کر دینے سے پاک ہو سکتی ہے مگر جرم دار نجاست کی ضرور قید ہے اکثر مشائخ نے قول امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہی اختیار کیا اور یہی مختار للفتویٰ ہے تو بے جرم نجاست کی بے دھوئے تطہیر آئمہ ثلاثہ مذہب کے بھی خلاف اور جمہور مشائخ مذہب کے بھی خلاف اور قول مختار للفتویٰ

کے بھی خلاف ہے۔اس کی تصریح کی ہے کہ خلاف منقول بحث کا اعتبار نہیں۔

ہدایہ میں ہے:

جب موزے پر ایسی نجاست لگ جائے جس کا جسم ہو مثلاً لید، پاخانہ، خون اور خشک ہو جائے تو زمین پر رگڑ لیا جائے تو جائز ہے اور یہ استحساناً ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یہ جائز نہیں۔قیاس کا تقاضا یہی ہے اور اگر نجاست تر ہو تو دھونے سے پہلے جائز نہیں۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب زمین پر رگڑا حتیٰ کہ نجاست کا اثر باقی نہ رہا تو عمومی ضرورت کے پیش نظر یہ پاک ہو جائے گا اور مروی کا اطلاق یہی ہے اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اسی پر ہیں اور اگر پیشاب موزے پر لگ گیا اور خشک ہو گیا تو دھوئے بغیر جائز نہیں اور یہی حکم ہر اس نجاست کا ہے جس کا جسم نہیں مثلاً شراب۔(الہدایہ:ج:1،ص:56)

فتح القدیر میں ہے:

اکثر مشائخ قول ابویوسف پر ہیں اور یہی مختار ہے۔(فتح القدیر:ج:1،ص:172)

عنایہ میں ہے:

ہمارے اکثر مشائخ اسی پر ہیں شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔(عنایہ شرح ہدایہ علی حاشیہ فتح القدیر)

حلیہ میں ہے:

خلاصہ میں ہے اسی پر عام مشائخ ہیں اور یہی صحیح ہے اور خانیہ، کافی اور حاوی میں تصریح ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے۔

(حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی)

بحر الرائق میں ہے:

اکثر مشائخ اسی قول پر ہیں۔نہایہ، عنایہ، خانیہ اور خلاصہ میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے۔فتح القدیر میں ہے یہی مختار ہے۔

(بحر الرائق:ج:1،ص:223)

تنویر الابصار میں ہے:

اگر موزہ یا اس کی مانند کوئی شئی صاحب جسم نجاست سے ناپاک ہو جائے تو وہ رگڑنے سے پاک ہو جائے گی ورنہ دھونا ضروری ہوگا۔(درمختار:ج:1،ص:53)

طحطاوی علی المراقی الفلاح میں ہے:

اس سے اس نجاست سے احتراز ہے جو جسم والی نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اسے بالاتفاق دھونا ضروری ہے۔اسے عینی

نے ذکر کیا۔ (طحطاوی علی المراقی الفلاح:ص:87)

بحر الرائق میں ہے:

اگر جسم والی نجاست نہ ہو تو اس کا دھونا ضروری ہے اور جسم کا شرط ہونا تمام کا قول ہے اس لیے کہ اگر پیشاب لگ گیا اور خشک ہو گیا تو دھونے کے سوا جواز نہ ہوگا کیونکہ اس کے اجزاء اس شئے میں داخل ہو چکے ہیں تو سب کا اتفاق ہے اس بات پر کہ مطلق مقید ہے۔ (بحر الرائق:ج:1،ص:223)

منحۃ الخالق میں ہے:

خلاصہ یہ ہے کہ تمام فقہاء کا اس قید پر اتفاق ہے کہ وہ نجاست جسم والی ہو۔ (منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحر الرائق:ج:1،ص:223)

غنیۃ میں ہے:

اگر اس نجات کے لئے جسم نہیں جو موزے کو لگی مثلاً بول و شراب وغیرہ تو وہ خشک ہو گی یا ابھی تر ہے اسے بالاتفاق دھونا ضروری ہے۔ (غنیۃ المستملی:ص:178)

ردالمحتار میں علامہ مقدسی سے ہے۔

اختلاف مذہب پر فائق نہیں۔ (ردالمحتار:ج:2،ص:410)

اسی میں ہے:

طواف میں فرض سات چکروں کا اکثر ہے نہ کہ تمام۔ اگرچہ محقق ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تب جزاء دے گا جب سات سے کم نہ کریں اور اس کمی کا ازالہ کسی اور شئی سے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ ابحاث اہل مذہب کے مخالف ہیں جیسا کہ بحر میں ہے ان کے شاگرد علامہ قاسم نے کہا کہ مذہب کے مخالف ابحاث کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ردالمحتار:ج:2،ص:224)

اور شک نہیں کہ اکثر نجاست کہ عام لوگوں کے جوتوں کو لگتی ہے یہی نجاست رقیقہ استنجے کے پانی اور پیشاب کی ہوتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ:ج:7،ص362 تا383)

واللہ (ورسولہ) اعلم

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

علامہ مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

انگریزی بوٹ جوتے پر مسح جائز ہے جبکہ وہ ایسے ہوں کہ ان سے ٹخنے چھپے ہوں کہ ان پر موزہ کی تعریف صادق آتی ہے رہا یہ امر کہ ان کے ساتھ نماز جائز ہے یا نہیں اگر ان کے پنجے اتنے نرم ہوں کہ سجدہ میں انگلیاں قبلہ رو ہو سکتی ہوں اور دبتی ہوں تو نماز ہو جائے گی اور اگر انگلیاں بالکل کھڑی رہتی ہوں تو سجدہ نہ ہوگا اور نماز بھی نہ ہوگی کہ سجدہ میں ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط فرض ہے اور اگر بعد مسح وہ جوتا اتار لیا تو مسح جاتا رہا پاؤں دھونا فرض ہوگا یہ حکم نفس نماز کا ہے مگر جوتا پہن کر مسجد میں جانا بہرحال مکروہ

ہے کذا فی العالمگیریہ۔(فتاویٰ امجدیہ:ج:1،ص:189)

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ

قوله عن عبدالله بن السائب رضی الله عنه

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ قرشی مخزومی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ قرشی مخزومی ہیں اہل مکہ مکرمہ نے قرأت ان سے سیکھی آپ رضی اللہ عنہ شہادت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے پہلے مکہ معظّمہ میں فوت ہوئے۔(مرآۃ المناجیح:جز:8،ص:565)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

☆ **عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ**

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام سعد ابن مالک ہے انصاری خدری ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہیں آپ رضی اللہ عنہ حافظ ہیں بہت احادیث مبارکہ کے راوی ہیں بہت صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں۔ 74 چوہتر میں وفات ہوئی چوراسی سال عمر پائی۔ جنت البقیع سے باہر آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر کے برابر۔

(مرآۃ المناجیح:جز:8،ص:586)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الْمُصَلِّي إِذَا خَلَعَ نَعْلَيْهِ أَيْنَ يَضَعُهُمَا

باب: نماز پڑھنے والا اپنے جوتوں کو اتار کر کس جگہ رکھے

یہ باب نماز پڑھنے کے لئے اپنے جوتے اتار کر کسی جگہ رکھنے کے حکم کے متعلق ہے۔

558 **حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ رُسْتُمَ أَبُو عَامِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَا يَضَعْ نَعْلَيْهِ عَنْ يَمِينِهِ وَلَا عَنْ يَسَارِهِ فَتَكُونَ عَنْ يَمِينِ غَيْرِهِ إِلَّا أَنْ لَا يَكُونَ عَنْ يَسَارِهِ أَحَدٌ وَلْيَضَعْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے جوتوں کو سیدھی طرف نہ رکھے اور نہ اپنی الٹی طرف رکھے کہ دوسرے کی سیدھی طرف ہے مگر یہ کہ اس کی سیدھی طرف کوئی شخص نہ ہو اور اس کو چاہیئے کہ ان کو اپنے دونوں پاؤں کے مابین رکھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:3،ص:432،مستدرک:جز:1،ص:390،شرح السنہ:جز:1،ص:81،صحیح ابن حبان:جز:5،ص:562)

559 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ وَشُعَيْبُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ اَبِي سَعِيدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ فَخَلَعَ نَعْلَيْهِ فَلَا يُؤْذِ بِهِمَا اَحَدًا لِيَجْعَلْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَوْ لِيُصَلِّ فِيهِمَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز ادا کرے تو اپنے جوتوں کو اتار کر ان کے ذریعے دوسروں کو اذیت نہ دے بلکہ وہ اپنے دونوں پاؤں کے مابین رکھے یا انہی میں نماز پڑھ لے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:2،ص:432،مستدرک:جز:1،شرح السنہ:جز:1،ص:81،صحیح ابن حبان:جز:5،ص:557)

تشریح:

☆ قولہ ولیضعھما بین رجلیہ

بین رجلیہ سے یا تو وہ خاص فرجہ مراد ہے جو قدمین کے مابین ہوتا ہے یا اس سے آگے گھٹنوں کے سامنے مراد ہے۔
حدیث مبارکہ میں گزر گیا ہے کہ جوتے سیدھی طرف نہ رکھے کیونکہ سیدھی جانب محترم اور تعظیم کے قابل ہے اور یہ بھی ارشاد نہیں فرمایا کہ پیچھے رکھے کیونکہ اگلی صف والے کی پشت پچھلی صف والے کے سامنے ہوگی یہ اس صورت میں ہے کہ جب کوئی پیچھے نماز پڑھ رہا ہو یا چوری ہونے کا خوف ہو اور نماز میں خشوع وخضوع برقرار نہ رہتا ہو۔

مسجد میں جوتوں کے رکھنے پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۰ھ) سے سوال کیا گیا۔
مسجد میں استعمالی جوتا رکھنا چاہیئے یا نہیں چونکہ زید نے ایک مولوی صاحب کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جوتا مسجد کے اندر رکھنا حرام ہے اس وجہ سے منع کیا تو جواب ہوا کہ ہر مسجد میں جوتا رکھتے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عیدگاہ اور جامع مسجد میں بھی دیکھا اور یہاں تک کہا کہ شرع کی کتابوں میں بھی دیکھا ہے تو جوتا خشک پاک ہے اور مسجد میں کوئی حرج نہیں آیا اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر مسجد میں باہر کوئی جگہ جوتا رکھنے کی ہو تو وہیں رکھے جائیں مسجد میں نہ رکھیں اور اگر باہر کوئی جگہ نہیں تو باہر جھاڑ کر تلے ملا کر ایسی جگہ رکھیں کہ نماز میں نہ اپنے سجدے کے سامنے ہو نہ دوسرے نمازی کے نہ اپنے دہنے ہاتھ کو ہوں نہ دوسرے نمازی کے نہ ان سے قطع صف ہو اور ان سب پر قادر نہ ہوں تو سامنے رکھ کر رومال ڈال دیں۔(فتاویٰ رضویہ: ج:8،ص:109)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۰ھ) سے سوال کیا گیا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اکثر نمازی مسجد میں جوتا سامنے رکھتے ہیں منع کرنے پر کہتے ہیں کہ کہاں منع ہے؟ کس قول سے منع ہے؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب عزوجل سے مناجات کرتا ہے اور رب تعالیٰ کو نمازی اپنے اور قبلہ کے درمیان پاتا ہے تو کوئی قبلہ کی جانب نہ تھوکے البتہ بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوک دے۔اسے بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔(صحیح البخاری: جز:1،ص:58)

اور ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب تک وہ نماز میں ہے اپنے رب عزوجل سے ہم کلام ہے نہ ہی دائیں طرف تھوکے کیونکہ اس کے دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے البتہ بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لے اور اسے دفن کردے اسے بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔(صحیح البخاری: جز:1،ص:59)

اور ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو جوتے نہ دائیں طرف رکھے نہ بائیں طرف۔ کیونکہ وہ کسی کی دائیں جانب ہوگی البتہ اس صورت میں جب وہ بائیں جانب کوئی نہ ہو اور انہیں اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لے۔

اس کو ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔(فتاویٰ رضویہ: ج:8،ص:116)

واللہ تعالیٰ اعلم

قوله عن ابی هريرة رضی الله عنه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات وواقعات پیچھے بیان کردیئے گئے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله عليه وسلم

بَاب الصَّلٰوةِ عَلَى الْخُمْرَةِ

باب: بوریئے پرنماز پڑھنے کا بیان

یہ باب چھوٹے بوریئے پرنماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

560 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ حَدَّثَتْنِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَاَنَا حِذَائَهُ وَاَنَا حَائِضٌ وَرُبَّمَا اَصَابَنِي ثَوْبُهُ اِذَا سَجَدَ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے اس حال میں کہ حائضہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی ہوتی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تشریف لے جاتے تو بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا مجھ سے مس بھی ہو جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے بوریئے پرنماز ادا فرماتے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:2،ص:421،معجم الکبیر: جز:24،ص:7،سنن ابن ماجہ: جز:3،ص:313،سنن الدارمی: جز:4،ص:204)

تشریح:

ضمرہ اس چھوٹے بوریئے کو کہا جاتا ہے جس پر کوئی شخص ہاتھ رکھ کر صرف سجدہ کر سکے اور حصر اس سے بڑی چٹائی کو کہا جاتا ہے جس پر ایک شخص صرف نماز پڑھ سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضمرہ اور حصر دونوں پرنماز پڑھنا ثابت ہے اسی طرح چمڑے کے مصلیٰ پرنماز پڑھنا بھی ثابت ہے۔ جمہور علماء کرام کا یہی مذہب بیان کیا گیا ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الصَّلٰوةِ عَلَى الْحَصِيرِ

باب: چٹائی پرنماز پڑھنے کا بیان

یہ باب چٹائی پرنماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

561 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنِّي رَجُلٌ ضَخْمٌ وَّكَانَ ضَخْمًا لَا اَسْتَطِيعُ اَنْ اُصَلِّيَ مَعَكَ وَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا وَّدَعَاهُ اِلَى بَيْتِهِ فَصَلِّ حَتّٰى اَرَاكَ كَيْفَ تُصَلِّي فَاَقْتَدِيَ بِكَ

فَنَضَحُوْا لَهُ طَرَفَ حَصِيرٍ كَانَ لَهُمْ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَالَ فُلَانُ بْنُ الْجَارُوْدِ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَكَانَ يُصَلِّي الضُّحَى قَالَ لَمْ أَرَهُ صَلَّى إِلَّا يَوْمَئِذٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بھاری شخص ہوں اور موٹے ہونے کی بناء پر آپ ﷺ کی معیت میں نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس شخص نے آپ ﷺ کی دعوت کے لئے اپنے گھر کھانا بنوایا کہ آپ ﷺ (یہاں آ کر) نماز ادا فرمائیں اور میں آپ ﷺ کی ادا کی ہوئی نماز دیکھ کر اتباع کر سکوں لہٰذا اس نے آپ ﷺ کے واسطے چٹائی کا کنارہ دھویا۔ آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور دو رکعات ادا فرمائیں۔ فلان بن جارود نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ ﷺ صلوٰۃ الضحیٰ ادا فرماتے تھے ارشاد فرمایا کہ میں نے نہیں دیکھا مگر کسی دن۔

(مسند احمد: جز:24،ص:426)

562 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ الذَّارِعُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُورُ أُمَّ سُلَيْمٍ فَتُدْرِكُهُ الصَّلٰوةُ أَحْيَانًا فَيُصَلِّي عَلٰى بِسَاطٍ لَنَا وَهُوَ حَصِيرٌ نَنْضَحُهُ بِالْمَاءِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جس وقت حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تو (اگر) نماز کا وقت ہو جاتا تو ہمارے فرش پر نماز ادا فرما لیتے اور وہ چٹائی ہوتی تھی اس کو پانی سے دھو دیا جاتا۔

(سنن ابوداود: رقم الحدیث:562)

563 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ بِمَعْنَى الْإِسْنَادِ وَالْحَدِيثِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي عَوْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْحَصِيرِ وَالْفَرْوَةِ الْمَدْبُوغَةِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چٹائی اور دباغت شدہ چمڑے پر نماز ادا فرما لیتے تھے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:2،ص:420)

تشریح:

ضمرہ اور حصیر کے درمیان فرق پچھلے باب میں بیان کر دیا ہے اور نبی کریم ﷺ ان پر نماز ادا فرما لیا کرتے تھے۔ یہاں پر

تعبیر کا باب علیحدہ باندھا گیا جس سے خاص فائدہ نظر آتا ہے۔

☆ **قوله قال رجل من الانصار یا رسول الله صلی الله علیه وسلم انی رجل ضخم**

صحیح مسلم میں اسی طرح کا واقعہ عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہی واقعہ ان کا ہو اور اس رجل ضخم سے مراد وہی ہوں انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کی تصریح کہیں نہیں ملی ہاں ابن ماجہ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا میں سے تھا اور عتبان حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا نہیں ہیں البتہ مجازاً چچا کہہ دیا گیا ہو قبیلہ کے ایک ہونے کی بنا پر تو یہ ہو سکتا ہے۔

☆ **قوله قال فلان بن الجارود**

جارود کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ عبدالحمید بن المنذر بن الجارود ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن انس بن مالك رضی الله عنه**

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے اور اس خادم ہونے پر فخر محسوس کرتے تھے آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ انصاری خزرجی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے خود کو خادم رسول کہلواتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحمزہ تھی۔ یہ کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ

ورس سے بالوں کو رنگتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے۔ اس وقت یہ کم سن تھے اور میدان جنگ میں آپ کی خدمت کرتے تھے جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئے۔ اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس

سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

نو سال کی عمر مبارک تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دعا دی آپ رضی اللہ عنہ کے باغ میں دو بار پھل لگتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے باغ کے پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا مبارکہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ موت کے بعد اس عصا کو ان کے ساتھ دفن کر دیا جائے سو اس کو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں کثرت مال اور کثرت اولاد کی دعا کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی صلب سے اسی (80) لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سو بیس کے قریب تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا 91ھ میں وصال ہوا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا 92ھ میں وصال ہوا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا 93ھ میں وصال ہوا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا 90ھ میں وصال ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اس وقت ایک سو تین سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

ایک سو دس سال تھی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

ایک سو سات سال تھی۔ (اسد الغابہ: جز: 1، ص: 128)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام انس بن مالک ابن نصر ہے کنیت ابو حمزہ ہے خزرجی انصاری ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص (تھے)

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو جناب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس سال تھی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ بیس سالہ تھے دس سال تک مسلسل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ خلافت فاروقی میں آپ رضی اللہ عنہ بصرہ میں منتقل ہو گئے وہاں ہی آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں۔ 91ھ میں وصال ہوا ایک سو تین سال عمر پائی۔

بعض نے فرمایا:

99 سال عمر ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد اسی 80 یا ایک سو دس 110 ہے اٹھہتر لڑکے اور دو لڑکیاں یعنی اولاد در اولاد آپ رضی اللہ عنہ سے بہت مخلوق نے روایات لیں۔

خلاصہ میں ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ ایک ہزار دو سو چھیاسی ہیں جن میں سے ایک سو اڑسٹھ حدیثیں متفق علیہ ہیں اور تراسی 83 احادیث مبارکہ بخاری کی، اکہتر 71 مسلم کی ہیں۔ (مراۃ المناجیح: جز:8،ص:514)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يَسْجُدُ عَلٰى ثَوْبِهٖ

باب: مرد کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا

یہ باب اپنے کپڑے پر سجدہ کرنے کے حکم میں ہے۔

564 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا غَالِبٌ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ فَاِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ اَحَدُنَا اَنْ يُمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الْاَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ تَفْرِيعِ اَبْوَابِ الصُّفُوْفِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سخت گرمی میں نماز پڑھا کرتے جب ہم میں سے کسی کے لئے زمین پر سجدہ کرنا ناممکن ہوتا تو ہم اپنا کپڑا بچھا کر اس کے اوپر سجدہ کر لیتے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:2،ص:105، سنن ابن ماجہ: ج:3،ص:319، سنن الدارمی: ج:1،ص:354)

تشریح:

یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ظاہری زمانہ مقدسہ میں مسجد میں چٹائیاں وغیرہ نہیں بچھائی جاتی تھیں بلکہ تمام مسجد میں کنکریاں بچھائی جاتی تھیں یہ ابواب المساجد میں بیان کیا تھا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

علامہ عبداللہ احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نمازی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا ایک روایت میں جائز ہے اور ایک روایت میں ممنوع ہے۔(المغنی: جز:1، ص:305)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے مگر یہ کہ زمین پر نمازی کے پہنے ہوئے کپڑوں کے علاوہ کوئی کپڑا ہو اور اس پر سجدہ کرے۔(شرح للنواوی: جز:1، ص:225)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نمازی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا مکروہ ہے۔(اکمال اکمال المعلم: جز:2، ص:366)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گرمی کی وجہ سے نمازی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے جو باقی تمام آئمہ پر حجت ہے۔(ہدایہ مع فتح القدیر: جز:1، ص:265)

☆ **قولہ بسط ثوبہ فسجد علیہ**

فرمایا کہ اپنا کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرلیا کرتے۔

یہاں پر مناسب ہے کہ سجدہ کا لغوی معنیٰ و اصطلاحی اور سجدہ کرنے کے فضائل بیان کردیئے جائیں۔

سجدہ کے معانی

سجدہ کے معانی کے بارے میں علماء کرام کی آراء درج ذیل ہیں۔

علامہ مجدالدین فیروز آبادی کا قول

علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی 817ھ لکھتے ہیں:

سجدہ کا معنیٰ ہے! سر نیچے کیا اور جھک گیا۔ (قاموس: ج:1، ص:579)

علامہ راغب اصفہانی کا قول

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ

سجدہ کا لغوی معنیٰ ہے!

تذلل کے ساتھ جھکنا، سجدہ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تعبیر کرتے ہیں۔

سجدہ کی دو قسمیں ہیں۔

1- سجدہ اختیاری

2- دوسرا سجدہ تسخیر

سجدہ اختیاری باعث ثواب ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْاO (النجم:62)

سو اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔

اور سجدہ تسخیر انسان، حیوان اور نباتات سب ادا کرتے ہیں۔ (المفردات: ص:223)

قرآن مجید میں ہے:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا (الرعد:15)

اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خوشی یا مجبوری سے اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کر رہے ہیں۔

علامہ ابن اثیر جزری کا قول

علامہ ابن اثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

سجدہ کا لغت میں معنیٰ ہے۔ سر نیچے کرنا، جھکنا، عاجزی اور خاکساری کرنا اور اس کا فقہی معنیٰ ہے زمین پر پیشانی رکھنا اور اس سے بڑھ کر عاجزی اور تذلل متصور نہیں ہے۔ (النہایہ: ج:2، ص:309)

علامہ بیضاوی شیرازی کا قول

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

عبادت کے قصد سے پیشانی کو زمین پر رکھنا سجدہ ہے۔ (انوار التنزیل: ص: 62)

علامہ ابن عابدین شامی کا قول

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

لغت میں سجدہ کا معنیٰ ہے۔ خضوع یعنی تواضع اور عاجزی کرنا، جھکنا، سر جھکانا۔

اور مغرب میں لکھا ہے۔

زمین پر پیشانی رکھنا۔

اور البحر الرائق میں مذکور ہے کہ

سجدہ کی حقیقت یہ ہے کہ تعظیم کے ساتھ چہرہ کا بعض حصہ زمین پر رکھا جائے اس میں ناک کا رکھنا داخل ہے اور رخسار اور ٹھوڑی کا رکھنا خارج ہے اگر کوئی شخص سجدہ میں دونوں پیر اٹھالے تو یہ تعظیم کے بجائے لہو ولعب کے زیادہ مشابہ ہے۔

(ردالمحتار: جز: 2، ص: 119)

علامہ ابوبکر المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت کی ہے اور اگر اس نے پیشانی اور ناک میں سے کسی ایک پر اختصار کر لیا تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ سجدہ میں بغیر عذر کے ناک پر اختصار کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ نے ان اعضاء میں پیشانی کو شمار کیا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ چہرے کے بعض اجزاء زمین پر رکھنے سے سجدہ ادا ہو جاتا ہے اور سجدہ ہی کا حکم دیا گیا ہے البتہ ٹھوڑی اور رخسار کا رکھنا سجدہ سے بالاجماع خارج ہے۔ (ہدایہ اولین: ص: 108)

قرآن مجید میں سجدہ کے اطلاقات

قرآن مجید میں سجدہ کے اطلاقات کے متعلق کثیر آیات مبارکہ چند درج ذیل ہیں۔

سجدہ بالاختیار پر انسان ثواب کا مستحق ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ○ (النجم: 62)

سو اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔

سجدہ بالتسخیر اور سجدہ بالاختیار دونوں کی مثال یہ آیت کریمہ ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ (النحل: 49)

اور آسمانوں اور زمینوں میں جو چیزیں ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتی ہیں جاندار اور سب فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

صرف سجدہ بالتسخیر کی مثال یہ آیات کریمہ ہیں۔

وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ (الرحمٰن:6)

اور زمین پر پھلنے والے پودے اور اپنے تنے پر کھڑے درخت سجدہ کرتے ہیں۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۝ (الرعد:15)

آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں وہ (سب) خوشی یا مجبوری سے اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور ان کے سائے (بھی) صبح اور شام کو۔

قرآن مجید میں سجدہ کا اطلاق سجدہ عبودیت کی بجائے سجدہ تعظیم پر بھی کیا گیا ہے۔

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (البقرہ:34)

آدم کو سجدہ کرو۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ (یوسف:100)

اور (تمام) یوسف کے لئے سجدہ میں گر گئے۔

سجدہ کا اطلاق نماز پر بھی کیا گیا ہے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝ (ق:40)

رات کے کچھ وقت میں اس کی تسبیح کیجئے اور نمازوں کے بعد (بھی)

سجدہ کرنے کے فضائل

سجدہ کرنے کے فضائل احادیث مبارکہ میں کثرت کے ساتھ آئے ہیں چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ اپنے رب عزوجل کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ کر رہا ہو پس تم (سجدہ میں) بہت دعا کیا کرو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:482)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعضاء سجود کے جلانے کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر حرام کر دیا ہے۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 806)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب ابن آدم سجدہ تلاوت کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ جا کر روتا ہے اور کہتا ہے! ہائے! میرا عذاب! ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا سو اس کو جنت ملے گی اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کیا سو مجھے دوزخ ملے گی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2759)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا مجھے وہ عمل بتائیے جس سے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ میں نے عرض کیا مجھے وہ عمل بتائیے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔ میں نے پھر سوال کیا۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔ جب میں نے تیسری بار سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! تم اللہ تعالیٰ کے لئے کثرت سے سجدے کیا کرو کیونکہ تم جب بھی اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس سجدہ کی وجہ سے تمہارا ایک درجہ بلند کرے گا اور تمہارا ایک گناہ مٹا دے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 389)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

افلح نامی ہمارا ایک غلام تھا جب وہ سجدہ کرتا تو مٹی کو پھونک مار کر اڑاتا آپ نے فرمایا! اے افلح اپنے چہرے کو خاک آلودہ کرو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 381)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا میں آپ ﷺ کے وضو اور طہارت کے لئے پانی لایا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ سوال کرو میں نے عرض کیا! میں آپ ﷺ سے جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اور کسی چیز کا۔ میں نے عرض کیا مجھے یہ کافی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! پھر کثرت سے سجدے کر کے اپنے نفس کے اوپر میری مدد کرو۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 489)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ کا جو حال اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اور اس کا چہرہ مٹی میں لتھڑا ہوا ہو۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 6072)

قوله عن انس بن مالك رضى الله عنه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات وواقعات سابقہ اوراق میں بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ

باب: صفوں کو برابر کرنے کا بیان

اس بات میں صفوں کو برابر کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

565 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشَ عَنْ حَدِيْثِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ فِي الصُّفُوْفِ الْمُقَدَّمَةِ فَحَدَّثَنَا عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَلَّ وَعَزَّ قُلْنَا وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْمُقَدَّمَةَ وَيَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! تم اس طرح صفوں کو کیوں نہیں بناتے جس طرح ملائکہ اپنے رب عزوجل کی بارگاہ مقدسہ میں صفوں کو بناتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ ملائکہ اپنے رب عزوجل کی بارگاہ مقدسہ میں کیسے صفوں کو بناتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے اول صف کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں ملے جلے کھڑا ہوا کرتے ہیں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ج:3، ص:101، معجم الکبیر: ج:2، ص:199، سنن ابن ماجہ: ج:3، ص:264، سنن ترمذی: ج:3، ص:312)

566 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِي الْقَاسِمِ الْجُدَلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ ابْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثَلَاثًا وَّاللّٰهِ لَتُقِيْمُنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ قَالَ فَرَاَيْتُ الرَّجُلَ يَلْزَقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهِ وَكَعْبَهُ

بکُعْبِہ

ابو قاسم جدلی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف لائے تو متوجہ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار صفوں کو درست کرنے کا فرمایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:1،ص:76،سنن دار قطنی: جز:3،ص:215)

567 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَّقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّيْنَا فِي الصُّفُوْفِ كَمَا يُقَوِّمُ الْقِدْحُ حَتّٰى اِذَا ظَنَّ اَنْ قَدْ اَخَذْنَا ذٰلِكَ عَنْهُ وَفَقِهْنَا اَقْبَلَ ذَاتَ يَوْمٍ بِوَجْهِهٖ اِذَا رَجُلٌ مُّنْتَبِذٌ بِصَدْرِهٖ فَقَالَ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ

حضرت سماک بن حرب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرماتے جس طرح تیر کی لکڑی کو سیدھا کرتے ہیں حتیٰ کہ جب آپ نے گمان کیا کہ ہم کو اس کی عادت ہوگئی ہے تو ایک دن ہماری طرف متوجہ ہوئے کہ ایک شخص کا سینہ آگے کو نکلا ہوا تھا تو ارشاد فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو تبدیل فرمادے گا۔

(سنن ابن ماجہ: جز:3،ص:266)

568 حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَاَبُوْ عَاصِمِ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ طَلْحَةَ الْيَامِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْسَجَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ اِلٰى نَاحِيَةٍ يَّمْسَحُ صُدُوْرَنَا وَمَنَاكِبَنَا وَيَقُوْلُ لَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الصُّفُوْفِ الْاُوَلِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کے مابین چکر لگاتے ایک جانب سے دوسری جانب تک ہمارے سینوں اور کندھوں کو مساوی فرماتے اور ارشاد فرماتے آگے پیچھے نہ ہوا کرو ورنہ تمہارے قلوب میں اختلاف آجائے گا اور ارشاد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمتوں کا نزول فرماتے ہیں۔

(سنن النسائی: جز:3،ص:304،شرح السنۃ: جز:1،ص:200)

569 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ اَبِي صَغِيْرَةَ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوْفَنَا اِذَا قُمْنَا لِلصَّلٰوةِ فَاِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ

حضرت سماک سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو سیدھا فرماتے جب ہم نماز کے لئے قیام کرتے۔ جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تو آپ تکبیر تحریمہ فرماتے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:2،ص:21،شرح السنۃ: جز:1،ص:198)

570 حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْغَافِقِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ ح و حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ وَحَدِيثُ ابْنِ وَهْبٍ أَتَمُّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قُتَيْبَةُ عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ عَنْ أَبِي شَجَرَةَ لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيمُوا الصُّفُوفَ وَحَاذُوا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِينُوا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ لَمْ يَقُلْ عِيسَى بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ وَلَا تَذَرُوا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللَّهُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللَّهُ قَالَ أَبُو دَاوُد أَبُو شَجَرَةَ كَثِيرُ بْنُ مُرَّةَ قَالَ أَبُو دَاوُد وَمَعْنَى وَلِينُوا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ إِذَا جَاءَ رَجُلٌ إِلَى الصَّفِّ فَذَهَبَ يَدْخُلُ فِيهِ فَيَنْبَغِي أَنْ يُلِينَ لَهُ كُلُّ رَجُلٍ مَنْكِبَيْهِ حَتَّى يَدْخُلَ فِي الصَّفِّ

کثیر بن مرہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، قتیبہ نے کہا ابو الزاہریہ نے ابو الشجرہ سے روایت کیا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صفوں کو قائم کیا کرو کندھوں کو مساوی رکھو خالی جگہ کو بھر دیا کرو اور اپنے بھائیوں کے واسطے نرم بن جاؤ۔ عیسیٰ نے بایدی اخوانکم نہیں کہا اور شیطان کے واسطے گزرنے کے لئے جگہ کو نہ چھوڑا کریں اور جو صف کو ملائے اللہ تعالیٰ اس کو ملائے گا اور جو صف کو قطع کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو قطع فرمادے گا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ابو شجرہ کثیر بن مرۃ ہیں۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:3،ص:101)

571 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُصُّوا صُفُوفَكُمْ وَقَارِبُوا بَيْنَهَا وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهَا الْحَذَفُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صفوں کے اندر مل کر کھڑا ہوا کریں اور ان میں فاصلہ تھوڑا رکھیں اور گردنوں کو محاذی کیا کریں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ بکری کے بچے کی طرح تمہاری صفوں میں خالی جگہ پر گھستا رہتا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:3،ص:100،سنن النسائی: جز:3،ص:311،شرح السنۃ: جز:1،ص:199،صحیح ابن حبان: جز:5،ص:540)

572 حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی صفوں کو درست کیا کریں کیونکہ صف کو درست کرنا نماز کو مکمل کرتا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:99، سنن ابن ماجہ: جز:3، ص:369، سنن الدارمی: جز:1، ص:323، شرح السنۃ: جز:1، ص:199)

573 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ عَنْ مُّصْعَبِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ السَّائِبِ صَاحِبِ الْمَقْصُورَةِ قَالَ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَوْمًا فَقَالَ هَلْ تَدْرِيْ لِمَ صُنِعَ هٰذَا الْعُودُ فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ اسْتَوُوا وَعَدِّلُوْا صُفُوفَكُمْ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْاَسْوَدِ حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ اَنَسٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ اَخَذَهُ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ الْتَفَتَ فَقَالَ اعْتَدِلُوْا سَوُّوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ اَخَذَهُ بِيَسَارِهٖ فَقَالَ اعْتَدِلُوْا سَوُّوا صُفُوفَكُمْ

محمد بن مسلم بن سائب سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے جنب میں نماز ادا کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ لکڑی کس واسطے رکھی ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کی قسم نہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اپنا مقدس ہاتھ رکھ کر ارشاد فرماتے برابر ہو جاؤ اور اپنی صفوں کو ٹھیک کرلو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث مبارکہ روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز کے واسطے قیام فرماتے تو اس کو اپنے سیدھے مقدس ہاتھ سے پکڑتے پھر لوگوں کی جانب متوجہ ہوتے تو ارشاد فرماتے برابر ہو جاؤ اپنی صفوں کو ٹھیک کرلو پھر اس کو الٹے ہاتھ مقدس سے پکڑ کر ارشاد فرماتے برابر ہو جاؤ اپنی صفوں کو ٹھیک کرلو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:573)

574 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِيْ ابْنَ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ ثُمَّ الَّذِيْ يَلِيْهِ فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلی صف کو مکمل کیا کریں پھر جو اس کے قریب ہے پس جب کچھ کمی رہ جائے تو وہ آخری صف میں ہونی چاہئے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: جز:3، ص:102، سنن البیہقی للصغریٰ: جز:1، ص:311)

575 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خِیَارُکُم الینکُمْ مَنَاکِب فِی الصَّلٰوۃِ ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے بہترین وہ اشخاص ہیں جن کے کندھے نماز میں نرم رہتے ہیں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: جز:3، ص:101، صحیح ابن حبان: جز:5، ص:53، صحیح ابن خزیمہ: جز:3، ص:29، مسند البزار: جز:3، ص:203)

تشریح:

☆ قوله الا تصفون كما تصف الملائكة عند ربهم ۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ ملائکہ بھی صف باندھ کر عبادت کیا کرتے ہیں بلکہ یہ تو قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّاo (الصافات:1)

صف باندھے ہوئے ان فرشتوں کی جماعتوں کی قسم جو صف باندھتی ہیں۔

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی متوفی 450ھ لکھتے ہیں:

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا کی تین تفسیر کی گئی ہیں۔

1-حضرت ابن مسعود، 2-حضرت عکرمہ، 3-حضرت سعید بن جبیر

4-حضرت مجاہد، 5-اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں۔

2-ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

اس سے مراد آسمان میں عبادت کرنے والے ہیں۔

3-نقاش نے کہا:

اس سے مراد مومنوں کی جماعت ہے جب وہ صف باندھ کر نماز پڑھتے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد مشرکین کے خلاف جہاد کرنے والے صف بستہ مجاہدین ہوں اور یہ زیادہ واضح ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّہُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌo (الصف:4)

بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی

ہوئی دیوار ہیں۔(النکت والعیون:جز:5،ص:36)

نیز حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ فرشتے اگلی صفوں کو مکمل کر کے پھر پیچھے صفوں کو باندھتے ہیں مزید یہ کہ وہ صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

☆ قوله يسوينا في الصفوف كما يقوم القدح

قدح بفتحتین بمعنیٰ پیالہ مراد نہیں بلکہ یہ کسر قاف اور سکون دال کے ساتھ ہے تیر کی لکڑی جیسے چاقو میں پیچھے کا دستہ ہوا کرتا ہے اس کو سیدھا اور ہموار تراش کر بنایا جاتا ہے مطلب واضح ہے کہ جس طرح اس کو سیدھا اور درست تراشتے ہیں اسی طرح آپ بھی اپنی صفوں کو سیدھا کرتے ہیں۔

☆ قوله ومن وصل صفا وصله الله

جو صف کو ملائے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے ملائے گا ملانے کی صورت یہی ہے کہ بیچ میں اگر کہیں خلاء ہو تو اس کو ختم کر دے یا اگلی صف میں کمی ہو تو اس میں ایک دو شخص کی گنجائش ہو تو اس کو پورا کر دے۔

☆ قوله خياركم الينكم مناكب في الصلاة .

تم میں سب سے بہترین وہ شخص ہے جو نماز میں از روئے مونڈھے کے سب سے زیادہ نرم ہو اس سے مراد انقیاد و اطاعت ہے یعنی صفیں درست کرنے والا کسی شخص کے مونڈھے پکڑ کر آگے یا پیچھے کرے تو اس کے حق میں نرم پڑ جائے اور ضد بازی نہ دکھائے دوسرا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد خشوع اور سکون ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن جابر بن سمره رضى الله عنه

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ عامری ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں کوفہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی۔74 چوہتر میں وفات ہے۔ایک جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لیں۔(مراۃ المناجیح:جز:8،ص:525)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن براء بن عازب رضى الله عنه

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمارہ ہے انصاری حارثی ہیں 24 چوبیس میں کوفہ پہنچے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل،

صفین اورغزوہ نہروان میں شریک ہوئے۔ مصعب ابن زبیر کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی۔ (مراۃ المناجیح: جز:8،ص:521)

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن سماك بن حرب رضی الله عنه

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ تابعی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے دوسو احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ ذہلی ہیں کنیت ابو مغیرہ ہے آپ رضی اللہ عنہ سے دوسو احادیث مبارکہ مروی ہیں ابن مبارک نے آپ کو ضعیف کہا۔ 123 ایک تو تیئس میں وفات ہوئی۔ (مراۃ المناجیح: جز:8،ص:552)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

صفیں مل کر کھڑی ہوں کہ بیچ میں کشادگی نہ رہ جائے اور سب کے مونڈھے برابر ہوں۔ (درمختار: جز:2،ص:377)

مسئلہ

ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

پہلی صف میں جگہ ہو اور پچھلی صف بھر گئی ہو تو اس کو چیر کر جائے اور اس خالی جگہ میں کھڑا ہو اس کے لئے حدیث مبارکہ میں فرمایا کہ جو صف میں کشادگی دیکھ کر اس کو بند کر دے اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:89)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الصُّفُوفِ بَيْنَ السَّوَارِيْ

باب: ستونوں کے مابین صفوں کو بنانا

اس بات میں ستونوں کے مابین صفوں کو بنانے کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔

576 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ هَانِئٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ مَحْمُودٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَدُفِعْنَا اِلَى السَّوَارِىْ فَتَقَدَّمْنَا وَتَاَخَّرْنَا فَقَالَ اَنَسٌ كُنَّا نَتَّقِي هٰذَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبدالحمید بن محمود سے روایت ہے کہ میں نے نماز جمعہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی معیت میں ادا کی تو ہم کو

ستونوں کی طرف دھکا دیا ہم ایک دوسرے سے آگے پیچھے ہو گئے۔ پس حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدسہ میں اس سے محفوظ رہتے تھے۔

(مسند احمد: جز:24،ص:435)

تشریح:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے آئمہ کرام میں صرف امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وحضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب لکھا ہے اور وہ یہ تحریر کیا کہ ان کے نزدیک ستونوں کے درمیان صف مکروہ ہے مگر صف کا تعلق تو مقتدیوں سے ہوا کرتا ہے امام اور منفرد کے لئے تو صف نہیں ہوا کرتی تو گویا ان کے نزدیک صرف مقتدی کے لئے کراہت ہوئی اور باقی آئمہ کا مذہب یہ ہے کہ امام اور منفرد کے متعلق تو کوئی اختلاف نہیں تو ان دونوں کے واسطے قیام ستونوں کے درمیان بالاتفاق جائز ہے اختلاف صرف مقتدی کے متعلق ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں شوافع کا مذہب جواز لکھا ہے مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے اس میں دو قول ہیں کراہت اور عدم کراہت۔

ستونوں کے درمیان صف نہ بنانے میں حکمتیں

پہلی حکمت تو یہ ہے کہ اس میں قطع صفوف لازم آتا ہے۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ ستونوں کے درمیان جوتے رکھنے کی جگہ ہے۔

تیسری حکمت یہ ہے کہ یہ مسلمان جنوں کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔

☆ **قوله انس كنا نتقي هذا على عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم**

اس حدیث مبارکہ سے ستونوں کے درمیان نماز کی مطلقاً کراہت معلوم ہو رہی ہے مگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے **وفي الباب عن قرة بن اياس المزني** یہ حدیث مبارکہ ابن ماجہ میں بھی ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں **كنا نُنهى ان نصف بين السوارى و نطرد عنها طرداً** ۔

☆ **قوله عن انس بن مالك رضى الله عنه**

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات وواقعات پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں! امام کو ستونوں کے درمیان کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

(ردالمحتار: جز:2،ص:381)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَنْ يُسْتَحَبُّ اَنْ يَلِيَ الْإِمَامَ فِي الصَّفِّ وَكَرَاهِيَةِ التَّأَخُّرِ

باب: صف میں امام کا قرب مستحب اور دوری میں کراہت

یہ باب صف میں امام کے قریب رہنا مستحب اور دور رہنے کی کراہیت کے حکم میں ہے۔

577 حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِي مَعْمَرٍ عَنْ اَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ اُوْلُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِي مَعْشَرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَزَادَ وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ وَاِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں زیادہ عمر والے میرے قریب رہیں پھر وہ جوان کے قریب ہیں پھر وہ جوان کے قریب ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل بیان کیا ہے اور زیادتی یہ بیان فرمائی کہ آگے پیچھے نہ رہا کرو ورنہ تمہارے قلوب میں اختلاف ڈال دیا جائے گا اور بازاروں کی مانند شور مچانے سے بچو۔

(مستدرک: ج:2، ص:10، معجم الکبیر: ج:10، ص:88، سنن الدارمی: ج:4، ص:45)

578 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صفوں کی سیدھی طرف کھڑے ہونے پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ج:3، ص:282، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:103، صحیح ابن حبان: ج:5، ص:534)

تشریح:

قولہ اولو الاحلام

الاحلام یا تو حلم بالکسر کی جمع ہے جس سے مراد عقل اور سمجھ ہے یا حلم بضم الحاء کی جس کے معنیٰ خواب کے ہیں لیکن یہاں مراد بلوغ پہلی صورت میں احلام سے مراد عقلاء ہوں گے اور دوسری صورت میں بلغاء مراد ہوں گے۔

☆ ثم الذين يلو نهم

یعنی پھر وہ جوان کے قریب ہیں عقل یا بلوغ کے اعتبار سے ان سے کم درجہ کے ہوں جیسے مراہقین ہیں۔

☆ ثم الذين يلو نهم

پھر وہ جوان سے قریب ہوں جیسے تمیز رکھنے والے بچے یا باعتبار عقل کے ان سے کم درجہ ہوں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے مراد عورتیں ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے خنثاء۔ اور صفوں کی ترتیب فقہاء کرام کے نزدیک اس طرح صفوف الرجال ثم الصبیان ثم الخناثی ثم النساء

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

مرد اور بچے اور خنثیٰ اور عورتیں جمع ہوں تو صفوں کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے مردوں کی صف ہو پھر بچوں کی پھر خنثیٰ کی پھر عورتوں کی اور بچہ تنہا ہو تو مردوں کی صف میں داخل ہو جائے۔ (درمختار: جز:2، ص:377)

مسئلہ

ملا نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

مردوں کی پہلی صف کہ امام سے قریب ہے دوسری سے افضل ہے اور دوسری تیسری سے افضل وعلیٰ ہذا القیاس۔ مقتدی کے لئے افضل جگہ یہ ہے کہ امام سے قریب ہو اور دونوں طرف برابر ہوں تو دہنی طرف افضل ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:89)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

یہ عبداللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ شروح میں یہی لکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے تھے اور کثیر احادیث مبارکہ آپ رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ابو عبدالرحمٰن الہذلی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام مسعود تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ام عبد بنت عبدود تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے تھے۔ جب حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ فاطمہ بنت خطاب

مسلمان ہوئی تھیں آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتا تھا ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے۔

میں نے کہا: ہاں! لیکن میں امین ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایسی بکری لاؤ جس سے نر نے جفتی نہ کی ہو۔ میں ایک چھ ماہ کی بکری لے کر آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باندھا پھر اس کے تھنوں کو ملنا شروع کیا اور دعا فرمانے لگے حتیٰ کہ اس میں دودھ اتر آیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے دودھ دوھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: دودھ پیو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دودھ نوش فرمایا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس بکری کے تھنوں سے کہا: سکڑ جاؤ تو وہ سکڑ کر پہلے کی طرح ہو گئے اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا۔

اور میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس کلام کی تعلیم ارشاد فرمایئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا: تم تو پڑھانے والے لڑکے ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر سورتیں سیکھیں اور کسی شخص نے مجھ سے بحث نہیں کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں جہراً قرآن مجید پڑھا جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو پوشیدہ گفتگو سننے اور گھر میں آنے کی اجازت دی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین شریف پہناتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پردہ کرتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کرتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ رضی اللہ عنہ صاحب السواد والسواک کے نام سے مشہور تھے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خفیہ باتیں سننے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک لانے والے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف دو ہجرتیں کیں دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جنگ یرموک میں شریک ہوئے،

ابوجہل کے سینہ پر سوار ہو کر آپ رضی اللہ عنہ نے ہی اس لعین کا سر کاٹا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی تھی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: مجھے سورۂ نساپڑھ کر سناؤ۔

میں نے عرض کیا: میں آپ کو قرآن مجید سناؤں حالانکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن مجید سننا پسند کرتا ہوں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرأت کی جب میں اس آیت پر پہنچا"فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید و جئنا بك علی هؤلاء شهید" تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کہ

ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمیں اس شخص کے متعلق خبر دیجئے جو اپنی سیرت اور عادات و اطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوتا کہ ہم اس سے دین سیکھیں اور اس سے احادیث مبارکہ سنیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جو شخص اپنی سیرت اور عادات و اطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یاد رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہے کہ ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب ابن ام عبد کو حاصل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں بغیر مشورہ کے کسی اور کو امیر بناتا تو ابن ام عبد کو بناتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں 32ھ میں فوت ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ساٹھ اور چند سال تھی۔ (اسد الغابہ: جز:3، ص356 تا360)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے ہزلی ہیں پرانے مومنین سے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کچھ پہلے ایمان لائے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ چھٹے صاحب ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے صرف پانچ اشخاص ایمان لائے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب اسرار تھے سفر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین، مسواک، وضو کا برتن آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہتا تھا۔ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی گواہی دی۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنی امت کے لئے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) پسند کریں اور وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ ناپسند کریں۔ اخلاق، عادت، طور طریقہ میں حضور انور ﷺ سے بہت ملتے جلتے تھے۔ دبلے دراز قد گندمی رنگ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ بلاخلافت عثمانیہ میں بھی کوفہ کے حاکم رہے۔ پھر بیت المال کے محافظ پھر مدینہ منورہ آگئے وہاں ہی 32ھ میں وفات ہوئی۔ ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی۔ خلفاء راشدین نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لیں۔ مترجم کہتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے فقیہ صحابی ہیں حتیٰ کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح: جز:8،ص:567)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف جمہور کے مصحف کے مخالف تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے پاس بھی آپ رضی اللہ عنہ کا مصحف تھا۔ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے مصحف پر اعتراض کیا اور ان سے یہ کہا کہ وہ اس مصحف کو ترک کر کے جمہور کے مصحف کی موافقت کریں اور ان سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنے مصاحف کو جلا دیں جیسا کہ دوسرے مصاحف کو جلا دیا گیا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس مطالبہ کو نہیں مانا اور اپنے شاگردوں سے یہ کہا کہ تم لوگ اس مصحف کو چھپا دو اور جب تم اس کو چھپاؤ گے تو قیامت کے دن اس کو لے کر حاضر ہوگے اور اس میں تمہاری فضیلت ہوگی پھر بطور انکار فرمایا مجھے اس مصحف کے مطابق قرأت سے کون روکتا ہے جس کو میں نے نبی کریم ﷺ کی زبان مقدسہ سے سنا ہے۔ (شرح للنواوی: جز:2،ص:293)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کو سات قرأت یعنی سات لغات پر نازل کیا گیا تھا اور ہر قبیلہ اپنی اپنی قرأت کے مطابق پڑھتا تھا جب بکثرت فتوحات ہوئیں اور لوگ ناواقفیت کی بناء پر ایک دوسرے کی قرأت کی تکذیب کرنے لگے تو حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے اس نسخہ کو منگوایا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں لغت قریش پر جمع کیا گیا تھا اس نسخہ کی نقول تمام شہروں میں بھجوا دیں اور باقی مصاحف کو منگوا کر جلا دیا تا کہ امت میں اختلاف نہ ہو۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی تائید کی کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ تمام مصاحف کا باقی رہنا قرآن مجید میں التباس اور اختلاف کا موجب ہوگا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منفرد تھی انہوں نے اپنے مصحف کو چھپا لیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا کوئی اور شخص اس کو نکلوانے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف تمام شہروں میں بھجوائے تھے وہ مشہور ہوگئے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی موافقت کی اور اس کو پڑھا جانے لگا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف ترک کر دیا گیا اور وہ چھپا رہا حتیٰ کہ جب مصر میں بنوعبید کی حکومت ختم ہوگئی اور معز کی حکومت شروع ہوئی تو ان کے خزانوں میں

وہ مصحف پایا گیا اور صدر الدین قاضی الجماعۃ نے اس کو جلانے کا حکم دیا ہم نے اپنے اساتذہ کرام سے اسی طرح سنا ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: جز:6،ص:291)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَقَامِ الصِّبْيَانِ مِنَ الصَّفِّ

باب: صف میں بچوں کے کھڑے ہونے کا مقام

اس باب میں صف میں بچوں کے کھڑے ہونے کے متعلق حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

579 حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ شَاذَانَ حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ الرَّقَّامُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا بُدَيْلٌ حَدَّثَنَا شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِيُّ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ بِصَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَفَّ الرِّجَالَ وَصَفَّ خَلْفَهُمُ الْغِلْمَانَ ثُمَّ صَلّٰى بِهِمْ فَذَكَرَ صَلَاتَهُ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا صَلٰوةُ قَالَ عَبْدُ الْاَعْلٰى لَا اَحْسَبُهُ اِلَّا قَالَ صَلٰوةُ اُمَّتِيْ

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم سے روایت ہے کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بیان نہ کروں۔ ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے قیام فرمایا تو سب سے پہلے مردوں نے صفوں کو بنایا اور لڑکوں نے صف بنائی پھر ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر فرما کر فرمایا کہ نماز یہ ہوتی ہے۔ عبدالاعلیٰ نے کہا میں گمان نہیں کرتا ہوں مگر فرمایا میری امت کی نماز یہی ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:579)

تشریح:

جمہور علماء کرام اور اکثر شوافع کے نزدیک بچوں کی صف مردوں کے پیچھے ہونی چاہئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور بعض شوافع کا اس میں اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر بچہ مردوں کے درمیان کھڑا ہوتا کہ ان سے نماز کی تعلیم سیکھے۔ اس بات کی حدیث مبارکہ سے جمہور کا مسلک ثابت ہو رہا ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

مرد اور بچے اور خنثیٰ اور عورتیں جمع ہوں تو صفوں کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے مردوں کی صف ہو پھر بچوں کی پھر خنثیٰ کی پھر عورتوں کی اور بچہ تنہا ہو تو مردوں کی صف میں داخل ہو جائے۔(درمختار: جز:2،ص:377)

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ

قوله عن عبدالرحمن بن غنم رضی الله عنه

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ تابعی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں کو پایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان تو لائے مگر زیارت نہ کر سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ اس حدیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ اشعری شامی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں پائے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں ایمان تو لائے مگر زیارت نہ کر سکے جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تب آپ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ رہے اور پھر ان کی وفات ہو گئی۔ شام کے مشہور فقیہ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہے۔ 78 اٹھہتر میں وفات ہوئی۔(مراۃ المناجیح: جز:8،ص:543)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب صَفِّ النِّسَآءِ وَكَرَاهِيَةِ التَّاَخُّرِ عَنِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ

باب: عورتوں کی صف اور صف اول سے متاخر ہونے کی کراہیت

یہ باب عورتوں کی صف اور صف اول سے متاخر ہونے کی کراہیت کے حکم میں ہے۔

580 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ وَّاِسْمٰعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا وَشَرُّهَا اٰخِرُهَا وَخَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَآءِ اٰخِرُهَا وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مردوں کی بہتر صف اول ہے اور بری آخر ہے اور عورتوں کی بہتر صف آخری اور بری سب سے پہلی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:3،ص:274، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:90، سنن الترمذی: جز:1،ص:379، سنن دارمی: جز:1،ص:325)

581 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِيْ

كَثِيرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُوْنَ عَنِ الصَّفِّ الْاَوَّلِ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ صف اول سے ہمیشہ متاخر ہوتے جائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں پیچھے فرمادے گا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 581)

582 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو الْاَشْهَبِ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ اَصْحَابِهٖ تَاَخُّرًا فَقَالَ لَهُمْ تَقَدَّمُوْا فَاْتَمُّوا بِيْ وَلْيَاْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متاخر ہوتے ملاحظہ فرمایا تو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مقدم ہو جاؤ اور میری اتباع کرو تا کہ تمہارے بعد کے تمہاری اتباع کر سکیں اور لوگ ہمیشہ متاخر ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو پیچھے ڈال دے گا۔

(سنن ابن ماجہ: جز: 3، ص: 306، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 103، سنن النسائی: جز: 3، ص: 281، صحیح ابن خزیمہ: جز: 3، ص: 51)

تشریح:

☆ قوله خير صفوف الرجال اولها و شرها و آخرها ۔

یہ تمام اس وجہ سے فرمایا گیا کہ اس میں سبقت خیر کی طرف ہے دوسرا یہ کہ مقدم مسجد افضل سے مؤخر مسجد سے تیسرا اس لیے کہ اس میں امام کی قرب ہے۔

☆ قوله و خير صفوف النساء آخرها و شرها اولها

پہلی صورت میں مردوں کا قرب ہے اور دوسری صورت میں ان سے بعد ہے نیز مرد تقدم کے مامور ہیں اور عورتیں تاخر و احتجاب کی مامور ہیں۔

☆ قوله لايزال قوم يتاخرون عن الصف الاول حتى يوخرهم الله فى النار

یعنی بعض لوگ صف اول سے پیچھے رہنے کی بناء پر اور اس کے ترک اہتمام کی وجہ سے ایسے ہوں گے کہ وہ آخر الامر یعنی انجام کار جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے یا اخیر میں ان کو جہنم سے نکالا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ صف اول کو ترک کرنا اور مسجد میں دیر سے پہنچنا ایسے قبائح کے ارتکاب کا باعث بن سکتا ہے جو مفضی الی النار ہوں نہ یہ کہ صرف صف اول کے

ترک سے آدمی مستحق جہنم ہو جاتا ہے۔

☆ **قولہ رای فی اصحابہ تاخرا فقال لھم تقدموا خاتموا بی ولیاتم بکم من بعدکم**

یعنی آگے بڑھ کر صف اول میں نماز پڑھنے کی سعی کیا کرو تا کہ میری نماز کو دیکھ کر اس کی پیروی کرسکو اور پھر پچھلی صف والے تمہیں دیکھ کر پیروی کرسکیں یعنی تمہارے واسطے سے وہ میری پیروی کرسکیں اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ تم اچھی طرح میری پیروی کرو تا کہ بعد میں آنے والے تابعین تمہاری پیروی کریں۔ اور حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث مبارکہ سے ایک دوسرے مسئلہ پر استدلال کیا ہے یعنی اقتداء بالماموم کا جواز کہ اگلی صف والے امام کی اقتداء کی نیت کریں اور پچھلی صف والے اگلی صف والوں کی اقتداء کی نیت کریں اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ اس کی طرف میلان امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے کیونکہ انہوں نے اس پر باب باندھا ہے۔

"باب الرجل یاتم بالامام ویاتم الناس بالماموم"

مگر یہ ضروری نہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مراد بھی یہی ہو جو حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھا ہے بلکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی حدیث مبارکہ کا محمل وہی ہو جس کو جمہور نے اختیار فرمایا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ

تاخر سے مراد **تاخر عن الصف الاول** اور **تاخر عن العلم** دونوں مراد ہوسکتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

☆ **قولہ عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ**

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے بہت ساری احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام سعد ابن مالک رضی اللہ عنہ ہے۔ انصاری خدری ہیں۔ اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حافظ ہیں بہت احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔ بہت صحابہ کرام تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں۔ 74 چوہتر میں وفات ہوئی چوراسی سال عمر پائی۔ جنت البقیع سے باہر آپ کی قبر انور ہے حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی قبر کے برابر۔ مترجم نے زیارت کی ہے۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:586)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَقَامِ الْإِمَامِ مِنَ الصَّفِّ

باب: امام صف سے کہاں کھڑا ہو؟

یہ باب امام کا صف میں مخصوص جگہ پر کھڑے ہونے کے حکم میں ہے۔

583 حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ فُدَیْكٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ بَشِیرِ بْنِ خَلَّادٍ عَنْ اُمِّهِ اَنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِیِّ فَسَمِعَتْهُ یَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَسِّطُوا الْإِمَامَ وَسُدُّوْا الْخَلَلَ

یحییٰ بن بشیر بن خلاد کی والدہ محترمہ سے روایت ہے کہ وہ محمد بن کعب قرظی کے پاس حاضر ہوئیں تو ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امام کو درمیان میں کھڑا کرو اور خلاء کو بھرا کرو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3، ص:104)

تشریح:

☆ قوله وسطوا الامام

امام کو درمیان میں کھڑا کرو۔ یہ تب ہو سکتا ہے جبکہ مقتدی دونوں جانب برابر ہوں اس صورت میں یہ لفظ وسط سکون سین سے ماخوذ ہوگا اور بعض نے کہا یہ وسط بالفتح سے ہے جس کے معنیٰ افضل کے ہیں۔

وکذلك جعلنکم امة وسطا ۔ ویقال خلان وسط القوم ای خیرهم ۔

لہٰذا حدیث مبارکہ کے معنیٰ ہوئے اجعلوا امامکم خیر کم۔ جو تم میں افضل ہو اس کو اپنا امام بناؤ۔

بعض نے یہ کہا کہ

یہ حدیث مبارکہ عورتوں کے حق میں ہے چنانچہ عورت کی امامت میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ وسط میں کھڑی ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

عورتوں کی امامت مکروہ ہے۔ جس طرح کہ درمختار میں ہے:

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کے امام کے لئے مرد ہونا شرط نہیں عورت بھی امام ہو سکتی ہے اگر چہ مکروہ ہے۔ (درمختار و ردالمختار: ج:2، ص:337)

نیز اس حدیث مبارکہ سے امام شوافع بھی اپنے مذہب پر استدلال کرتے ہیں کہ اگر مقتدی دو ہوں تو دائیں بائیں کھڑے

ہوں جبکہ احناف کے نزدیک مقتدی دو ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يُصَلِّي وَحْدَهُ خَلْفَ الصَّفِّ

باب: وہ آدمی جو پچھلی صف میں اکیلے نماز پڑھے

یہ باب آدمی کا پچھلی صف میں اکیلے نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

584 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ رَاشِدٍ عَنْ وَابِصَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُعِيدَ قَالَ سُلَيْمَانُ ابْنُ حَرْبٍ الصَّلٰوةَ

حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صف سے پیچھے اکیلے نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو اس کو اعادہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

سلیمان بن حرب نے کہا نماز۔

(معجم الکبیر: جز:2،ص:141، سنن ابن ماجہ: جز:1،ص:321، سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1،ص:309، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:104)

تشریح:

پچھلی صف میں اکیلے نماز پڑھنا جمہور کے نزدیک مکروہ ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مفسد نماز ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يَرْكَعُ دُوْنَ الصَّفِّ

باب: جو صف کے اندر بغیر رکوع کیے مل جائے

یہ باب صف میں بغیر رکوع کیے مل جانے کے حکم میں ہے۔

585 حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ

زِيَادٍ الْاَعْلَمِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ اَنَّ اَبَا بَكْرَةَ حَدَّثَ اَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَنَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِعٌ قَالَ فَرَكَعْتُ دُوْنَ الصَّفِّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ

زیاد اعلم، حسن کو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ مسجد کے اندر داخل ہوئے اس حال میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کی حالت میں تھے فرماتے ہیں کہ میں نے صف کے پیچھے رکوع کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تیری حرص کو زیادہ کرے اور دوبارہ اس طرح نہ کرنا۔

(سنن النسائی: جز:3ص:401، شرح السنۃ: جز:2ص:86، سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1ص:332، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2ص:90)

586 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا زِيَادٌ الْاَعْلَمُ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ اَبَا بَكْرَةَ جَاءَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ رَاكِعٌ فَرَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشٰى اِلَى الصَّفِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ قَالَ اَيُّكُمُ الَّذِيْ رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشٰى اِلَى الصَّفِّ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرَةَ اَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ زِيَادٌ الْاَعْلَمُ زِيَادُ بْنُ فُلَانِ بْنِ قُرَّةَ وَهُوَ ابْنُ خَالَةِ يُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ تَفْرِيْعِ اَبْوَابِ السُّتْرَةِ

زیاد اعلم نے حسن سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کی حالت میں تھے تو آپ نے صف سے پیچھے رکوع کیا پھر چل کر صف میں مل گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز کو مکمل فرمالیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے صف سے دور کس نے رکوع کیا پھر چل کر صف میں مل گیا؟

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں (تھا) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری حرص کو زیادہ کرے اور دوبارہ اس طرح نہ کرنا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ زیاد اعلم زیاد بن فلان بن قرۃ ہیں اور وہ ابن خالۃ یونس بن عبید ہیں۔

(شرح السنۃ: جز:2ص:87، شرح معانی الآثار: جز:1ص:395، صحیح ابن حبان: جز:5ص:568)

تشریح:

اختلاف پچھلے باب میں بیان کر دیا ہے۔ یہ حدیث مبارکہ جمہور کی دلیل ہے کیونکہ اس میں بھی تحریمہ کے وقت انفراد خلف الصف پایا جا رہا ہے۔ ابن حبان جو ایک مشہور محدث ہیں وہ اس مسئلہ میں حنابلہ کے ساتھ ہیں مگر انہوں نے اس خاص صورت کو مسئلہ سے مستثنیٰ کر دیا ہے اسی حدیث کی وجہ سے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ

قوله ان ابوبكره رضى الله عنه

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ راوی حدیث مبارکہ ہیں جن کا نام نفیع بن الحارث ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ طائفی ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب حصن طائف کا محاصرہ کر رکھا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ اس قلعہ کی چھت پر سے رسی لٹکا کر اس کے ذریعے نیچے اتر آئے تھے اور مسلمانوں میں شامل ہو گئے تھے۔ بکرہ رسی کو کہتے ہیں یہ آپ رضی اللہ عنہ کی وجہ التکنیہ ہے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَا يَسْتُرُ الْمُصَلِّيَ

باب: نمازی کے سترہ کے متعلق

یہ باب نمازی کے سترے کے حکم کے متعلق ہے۔

587 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيهِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَعَلْتَ بَيْنَ يَدَيْكَ مِثْلَ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ فَلَا يَضُرُّكَ مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْكَ

حضرت موسیٰ بن طلحہ نے اپنے والد محترم طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم اپنے آگے پالان کی پچھلی لکڑی کے مساوی کوئی چیز رکھو گے تو کوئی بھی سامنے گزرنے والی چیز تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 587)

588 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ اٰخِرَةُ الرَّحْلِ ذِرَاعٌ فَمَا فَوْقَهُ

حضرت عطاء سے روایت ہے کہ پچھلی لکڑی ایک ذراع یا کچھ زیادہ ہوتی ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 269)

589 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ اَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ

فَيُصَلِّي اِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَائَهُ وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْاُمَرَاءُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے دن نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزے کا حکم ارشاد فرمایا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاذی گاڑا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف نماز ادا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لوگ تھے اور اسی طرح سفر میں کرتے تھے پھر امراء نے اس کو اپنالیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:269،شرح السنۃ: ج:1،ص:138،صحیح البخاری: ج:2،ص:297،صحیح مسلم: ج:3،ص:63)

590 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ بِالْبَطْحَاءِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ يَمُرُّ خَلْفَ الْعَنَزَةِ الْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ

عون بن ابو جحیفہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بطحاء میں نماز پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاذی نیزہ تھا ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی دو رکعتیں نیزے کے پیچھے عورتیں اور گدھے گزر جاتے تھے۔

(معجم الکبیر: ج:22،ص:115،سنن الدارمی: ج:4،ص:263)

سترہ کے متعلق چند ابحاث

اس باب کے تحت سترہ کے متعلق چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی بحث: سترہ کی تعریف

مطلق وہ شے جس کے ذریعے سے دو چیزوں کے درمیان آڑ قائم کی جائے اور عرف فقہاء میں اس چیز کو کہتے ہیں جو نمازی کے سامنے قائم کی جائے گزرنے والوں سے حیلوت کے واسطے۔

دوسری بحث: جب سترہ نہ ہو تو کتنے فاصلے سے گزر سکتا ہے

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی 786ھ لکھتے ہیں:

جب نمازی کے آگے سترہ نہ ہو تو کتنے فاصلہ سے گزرنے والا گزر سکتا ہے۔

شمس الائمہ سرخسی، شیخ الاسلام اور قاضی خان رحمۃ اللہ علیہم نے کہا:

اس کے سجدہ کی جگہ سے گزرنا مکروہ ہے۔

فخر الاسلام نے کہا:

جب نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو تو جہاں تک اس کی نظر جا سکتی ہے اس جگہ سے گزرنا مکروہ ہے۔

بعض فقہاء کرام نے اس فاصلہ کی مقدار دو یا تین صفیں مقرر فرمائی ہیں اور بعض نے ڈیڑھ گز۔ بعض نے ڈھائی گز اور بعض نے پچیس گز اور بعض نے بیس گز۔ یہ حکم صحرا میں ہے اور مسجد میں کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ نمازی اور مسجد کے قبلہ کی دیوار کے درمیان سے گزرنا مکروہ ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

پچیس گز کے بعد گزر سکتا ہے۔ (عنایہ علی ہامش فتح القدیر: جز:1، ص:353)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

صحرا میں اور مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے اس کی سجدہ گاہ سے بغیر سترہ کے گزرنا مکروہ ہے یہی زیادہ صحیح قول ہے اور مسجد صغیر میں نمازی اور دیوار قبلہ کے درمیان سے گزرنا مطلقاً مکروہ ہے۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار: جز:1، ص:593)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

علامہ حصکفی نے شمس الائمہ سرخسی، قاضی خان اور صاحب ہدایہ کے قول کو زیادہ صحیح کہا ہے اور اسی کو صاحب محیط اور زیلعی نے مستحسن قرار دیا ہے اور اس کے مقابلہ میں امام تمرتاشی، صاحب البدائع فخر الاسلام، صاحب نہایہ اور علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب نمازی بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو گزرنے والا اتنے فاصلہ سے بلا کراہت گزر سکتا ہے جتنے فاصلہ سے خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو گزرنے والا نظر نہ آئے۔ یہ حکم صحرا اور مسجد کبیر کے لئے ہے اور گھر میں اگر نماز پڑھ رہا ہو یا مسجد صغیر میں نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی اور دیوار قبلہ کے سامنے سے گزرنا مطلقاً مکروہ ہے۔

پھر علامہ شامی لکھتے ہیں۔

مسجد صغیر جو ساٹھ ذراع سے کم ہو۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

جو چالیس ذراع سے کم ہو۔ (ردالمحتار: جز:1، ص:593)

تیسری بحث! سترہ کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

نمازی کے آگے سترہ کھڑا کرنے کے بارے میں تین قول ہیں۔

1- امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

سترہ کھڑا کرنا واجب ہے کیونکہ امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بغیر سترہ قائم کیے نماز نہ پڑھو اور کسی کو اپنے سامنے سے گزرنے نہ دو۔

2- امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

سترہ قائم کرنا مستحب ہے۔

3-امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ سترہ کو ترک کرنا مستحب ہے۔

ہمارے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ

اصل میں سترہ مستحب ہے۔(عمدۃ القاری: جز:4،ص:291)

چوتھی بحث: صحرا میں نماز پڑھنے والے کا سترہ قائم کرنا

جو شخص صحرا میں نماز پڑھے اس کے لئے سترہ قائم کرنا بھی مستحب ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

جو شخص صحرا میں نماز پڑھے اس کے لئے بھی سترہ قائم کرنا مستحب ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے چہرے کے سامنے کوئی چیز رکھے اگر اسے کوئی چیز نہ ملے تو اپنی لاٹھی گاڑے اور اگر اس کے پاس لاٹھی نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے پھر اگر اس کے سامنے سے کوئی گزرے تو اس کو ضرر نہیں ہوگا۔

امام ابن حبان، امام ابن مدینی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم نے اس حدیث مبارکہ کو صحیح قرار دیا ہے۔ قاضی عیاض، سفیان بن عیینہ، اسماعیل بن امیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم نے اس حدیث مبارکہ کو ضعیف کہا ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس میں ضعف اور اضطراب ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(عمدۃ القاری: جز:4،ص:291)

پانچویں بحث: سترے کی مقدار

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

سترہ کی مقدار کم از کم ایک ذراع تقریباً نصف میٹر ہونی چاہئے کیونکہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ سے سترہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا پالان کے پچھلے ڈنڈے کے برابر ہو۔

موٹائی میں سترہ کم از کم ایک انگلی کے برابر ہوتا کہ دیکھنے والے کو دور سے نظر آئے۔(عمدۃ القاری: جز:4،ص:291)

علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سترہ بقدر ایک ہاتھ کے اونچا اور انگلی برابر موٹا ہو اور زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ اونچا ہو۔ (درمختار ورد المحتار: جز:2،ص:484)

چھٹی بحث: امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوتا ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوا کرتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ بلوغت کے قریب تھے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں بغیر کسی دیوار کے نماز پڑھا رہے تھے میں بعض صفوں کے آگے سے گدھی پر سوار ہو کر گزرا پھر میں نے گدھی کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور صف میں داخل ہو گیا اور کسی نے مجھ پر انکار نہیں فرمایا۔ اس پر تمام آئمہ کرام کا اتفاق ہے کہ امام کا سترہ قوم کا سترہ ہے۔ (عمدۃ القاری: جز:4،ص:291)

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی 1252ھ لکھتے ہیں:

امام کا سترہ مقتدی کے لئے بھی سترہ ہے اس کو جدید سترہ کی حاجت نہیں تو اگر چھوٹی مسجد میں بھی مقتدی کے آگے سے گزر جائے جبکہ امام کے آگے سے نہ ہو تو حرج نہیں۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:487)

ساتویں بحث: امام و منفرد کا صحرا یا جہاں لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو سترہ قائم کرنا

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام و منفرد جب صحرا میں یا کسی ایسی جگہ نماز پڑھیں جہاں سے لوگوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو مستحب ہے کہ سترہ گاڑیں اور سترہ نزدیک ہونا چاہئے سترہ بالکل ناک کی سیدھ پر نہ ہو بلکہ داہنے یا بائیں بھوؤں کی سیدھ پر ہو اور دہنے کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔ (درمختار: جز:2،ص:484)

آٹھویں بحث: بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے میں مذاہب آئمہ اربعہ

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے میں آئمہ اربعہ کے درمیان اختلاف ہے۔

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اور اگر نمازی نے سترہ قائم نہ کیا یا سترہ تو قائم کیا ہو مگر وہ اس سے دور جا کر کھڑا ہو تو اب اس کے لئے گزرنے والے کو دفع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ تقصیر اس کی جانب سے ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

اب اس نمازی کے آگے سے گزرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے مگر پھر بھی نہ گزرنا اولیٰ ہے۔

واللہ اعلم

امام الحرمین نے کہا ہے کہ

نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت اور گزرنے والے کو دفع کرنے کا حکم اس وقت ہے جب گزرنے والے کے لئے اس جگہ کے سوا اور کوئی گنجائش ہو اور گنجائش نہ ہو اور بھیڑ زیادہ ہو تو گزرنے کی ممانعت ہے نہ دفع کرنے کا حکم ہے۔اس مسئلہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام الحرمین کی رائے کی موفقت کی ہے مگر اس پر اشکال ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث اس کے خلاف ہے اور اکثر فقہاء کرام نے ممانعت کے ساتھ اس قید کو لگانے سے سکوت کیا ہے یعنی یہ نہیں کہا کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا اس وقت منع ہے جب گزرنے والے کے لئے نمازی کے سامنے سے گزرنے کے علاوہ کوئی راستہ ہو۔(روضۃ الطالبین:جز:1،ص:295)

علامہ محمد شربینی الخطیب شافعی لکھتے ہیں۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کی تحریم اس وقت ہے جب نمازی نے نماز کی جگہ میں تقصیر نہ کی ہو اگر وہ عام راستہ پر نماز پڑھ رہا ہو تو اس وقت اس کے آگے سے گزرنا مکروہ تحریمی تو کجا مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے جیسا کہ کفایہ میں فقہاء کی عبارات سے مستنبط کر کے لکھا ہے اور جب گزرنے والے کے لئے اور کوئی گنجائش نہ ہو اور اس کے سامنے گزرنے کی جگہ نہ ہو تب بھی ممانعت نہیں ہے۔بلکہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اگر پہلی صف میں خالی جگہ ہو تو وہ دوسری صف سے گزر کر پہلی صف میں جا سکتا ہے تا کہ خالی جگہ بھر جائے۔(مغنی المحتاج:جز:1،ص:200)

فقہاء حنابلہ کا مذہب

ڈاکٹر وہبہ زحیلی فقہاء حنابلہ کا مذہب یوں لکھتے ہیں۔

فقہاء حنابلہ نے کہا ہے کہ

اگر نمازی سترہ قائم نہ کرے تو نمازی کے قدم سے لے کر تین ذراع (ڈیڑھ گز) تک گزرنا مکروہ ہے۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ:جز:1،ص:762)

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوالبرکات سیدی احمد دردیر مالکی متوفی 1197ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے جو کہا ہے وہ زیادہ راجح ہے کہ نمازی سترہ قائم کرے یا نہ کرے وہ اپنے قیام، رکوع اور سجود کی جگہ کی مقدار سے زیادہ کا مستحق نہیں ہے اور اس کے سامنے سے گزرنے والا اس وقت گنہ گار ہو گا جب وہ گنجائش کے باوجود اس جگہ سے گزرے گا۔(الشرح الکبیر:جز:1،ص:246)

علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی 1219ھ لکھتے ہیں:

نمازی کا وہ حرم (حد) جس میں گزرنا منع ہے اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔

علامہ ابن عرفہ نے کہا:

جتنی مقدار کے بعد سے گزرنے پر نمازی کو تشویش نہ ہو اور اس کی حد بیس ذراع ہے اور اس کا ماخذ وہ مقدار ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کنویں کے آگے دوسرا کنواں کھودنے کے لئے مقرر کی ہے تا کہ اس کنویں کو نقصان نہ پہنچے پھر مصنف نے علامہ ابن العربی کے قول کو اختیار کیا کہ نمازی کا حرم اتنی مقدار ہے جتنی جگہ کی اس کو اپنے قیام، رکوع اور سجود کے لئے ضرورت ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

وہ اتنی جگہ ہے جتنی دور پتھر جاتا ہے یا تیر جاتا ہے یا جتنی جگہ تک تلوار جاتی ہے کئی اقوال اس بارے میں ہیں۔

(حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر: ج:1، ص:246)

فقہاء حنفیہ کا مذہب

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

نمازی کے آگے سے گزرنے کی حد کتاب (کافی) میں منصوص نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

سجدہ کی جگہ تک حد ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

دو صفوں کی مقدار تک حد ہے۔

زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ

اگر نمازی خشوع کے ساتھ نماز پڑھے تو جس جگہ تک گزرنے والے پر اس کی نظر پڑے اس جگہ تک گزرنا مکروہ ہے اور اس کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے۔ (مبسوط: ج:1، ص:192)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

علامہ تمرتاشی نے یہ کہا ہے کہ

زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی نظر گزرنے والے پر نہ پڑے تو اس جگہ سے گزرنا مکروہ نہیں ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب نمازی صحراء میں یا جامع مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو جو صحراء کے حکم میں ہے مگر جب وہ عام مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو تو پھر حد وہ مسجد ہے مگر یہ کہ نمازی اور گزرنے والے کے درمیان ستون وغیرہ ہو۔

فخر الاسلام نے جامع صغیر کی شرح میں لکھا ہے کہ

اگر کوئی شخص جامع مسجد سے دور سے گزرا تو ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔

(بنایہ: جز:1، ص:788)

علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں۔

نمازی کے سامنے جتنے فاصلہ سے گزرنا مکروہ ہے اس کی مقدار میں اختلاف ہے۔

بعض فقہاء کرام نے کہا:

تین ذراع (ڈیڑھ گز) ہے۔

بعض نے کہا:

پانچ ذراع ہے۔

بعض نے کہا:

چالیس ذراع ہے۔

بعض نے کہا:

سجدہ کی جگہ ہے۔

بعض نے کہا:

دو صف کی مقدار ہے۔

بعض نے کہا:

تین صف کی مقدار ہے۔ (کفایہ مع فتح القدیر: جز:1، ص:354)

ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص نمازی کی سجدہ گاہ کے آگے سے گزرا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور گزرنے والا گناہ گار ہوگا۔ نمازی کے آگے جس جگہ سے گزرنا مکروہ ہے اس کی حد میں اختلاف ہے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ جگہ نمازی کے قدم سے لے کر اس کی سجدہ گاہ تک ہے۔

ہمارے مشائخ نے یہ کہا ہے کہ

جب کسی نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر ہو اور اس کو گزرنے والا دکھائی نہ دے تو اتنے فاصلہ سے نمازی کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ زیادہ صحیح ہے۔ یہ صحت اور صواب کے مشابہ ہے یہ صحرا کا حکم ہے اور اگر نمازی مسجد میں ہو اور نمازی اور گزرنے والے کے درمیان انسان یا ستون کی طرح کوئی حائل ہو تو گزرنا مکروہ نہیں ہے اور اگر نمازی اور گزرنے والے کے درمیان کوئی حائل نہ ہو اور مسجد چھوٹی ہو تو جس جگہ سے بھی گزرے گا مکروہ ہوگا اور بڑی مسجد صحراء کی طرح ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:104)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

قولہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام لائے اور اپنے والد محترم سے ہجرت پہلے کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں و آثار کی بہت زیادہ پیروی کرتے تھے دینی معاملات میں بہت محتاط تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

علامہ محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر قرشی عدوی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب بھجیہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم کے ساتھ اسلام لائے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کم سن اور نابالغ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم سے پہلے ہجرت کی تھی اس پر اتفاق ہے کہ وہ غزوہ بدر میں نہیں تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو کم عمر قرار دے کر واپس کر دیا تھا۔ غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ اس غزوہ میں شریک تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دوسرے نابالغ لڑکوں کے ساتھ واپس کر دیا تھا۔

صحیح یہ ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سب سے پہلے غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور اس کے بعد دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ معرکہ یرموک، فتح مصر اور فتح افریقہ میں بھی شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی بہت زیادہ اتباع کرتے تھے۔ سفر میں اس جگہ ٹھہرتے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرتے تھے اور ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہوحتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس درخت کے نیچے اترتے تھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس درخت کو پانی دیتے رہتے تھے کہ کہیں وہ درخت خشک نہ ہو جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو احادیث مبارکہ بہت زیادہ یاد تھیں اور فقہ میں اتنے ماہر نہ تھے۔ دینی معاملات میں بہت احتیاط کرتے تھے اور فتویٰ دینے میں بھی بہت محتاط تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے معاملے میں نہیں پڑے حالانکہ اہل شام کو ان سے بہت محبت تھی اور ان کی طرف بہت میلان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتنوں میں کسی لڑائی میں حصہ نہیں لیا البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے پر نادم رہتے تھے۔

حبیب سے روایت ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آخری وقت میں فرمایا:

مجھے دنیا سے جاتے ہوئے اس کے سوا اور کسی چیز پر قلق نہیں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف قتال میں حصہ نہیں لیا۔
رسول اللہ ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے کثرت کے ساتھ حج کیے اور صدقہ و خیرات بہت زیادہ کرتے تھے بعض اوقات ایک مجلس میں تیس ہزار درہم خیرات کر دیتے تھے۔
حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تین ماہ بعد 73ھ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وفات کا سبب یہ تھا کہ حجاج نے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ بھیڑ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں نیزے کی نوک چبھو دے۔ حجاج نے یہ اس لیے کیا تھا کہ ایک روز اس نے لمبا خطبہ دیا اور نماز کو مؤخر کر دیا۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
سورج تیرا انتظار نہیں کرے گا۔
حجاج نے کہا:
میرا ارادہ ہے کہ میں تیری اس جگہ ضرب لگاؤں جہاں تیری آنکھیں ہیں۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
ہاں تو یہ کر سکتا ہے کیونکہ تو ایک جاہل شخص ہے جو ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ حجاج اس جواب سے غضب ناک ہوا پھر اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ زہر میں بجھا ہوا نیزہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں چبھو دے اس زخم کی تکلیف سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حجاج نے پڑھائی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک چھیاسی سال تھی۔
(اسد الغابہ: جز:3، ص227 تا 230)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
آپ رضی اللہ عنہ قرشی عدی ہیں، حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں اپنے والد محترم کے ساتھ مکہ معظمہ میں ایمان لائے، بدر میں لڑکپن کی وجہ سے شریک نہ ہوئے حق یہ ہے کہ غزوہ احد میں بھی حضور انور ﷺ نے ان کے بچہ ہونے کی وجہ سے شریک نہیں کیا۔ غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔ غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ چودہ سالہ تھے۔ بڑے عابد، زاہد، محتاط اور متبع سنت تھے۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
ہم لوگوں کو دنیا نے اپنی طرف راغب کر لیا سواء حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے۔
حضرت میمون ابن مہران فرماتے ہیں کہ
میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسا متقی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسا عالم نہ دیکھا۔
حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ہزار سے زیادہ غلام آزاد کیے۔ ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے اور 73 تہتر میں

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کے تین مہینہ بعد وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت تو یہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو حل میں دفن کیا جاوے مگر حجاج نے ایسا نہ کرنے دیا تو آپ رضی اللہ عنہ ذی طویٰ میں دفن کئے گئے۔ مہاجرین کے قبرستان میں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار حجاج نے جمعہ کا خطبہ دراز کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

سورج تیرا انتظار نہ کرے گا۔

اس نے کہا کہ

میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اندھا کردوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگر تو چاہے تو ایسا کرسکتا ہے کہ تو ایک احمق شخص ہے جو ہم پر مسلط کردیا گیا ہے نیز آپ رضی اللہ عنہ حج میں حجاج سے پہلے ہی عرفہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ میں جا کر ٹھہر جاتے تھے۔ ان وجوہ سے حجاج آپ رضی اللہ عنہ سے کینہ رکھنے لگا۔

اس نے ایک شخص سے کہا:

اس نے زہریلا نیزہ آپ رضی اللہ عنہ کے تلوے میں چبھو دیا راہ چلتے ہوئے اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی موت واقع ہوئی۔ چوراسی یا چھیاسی سال آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت ہیں۔ (مراۃ المناجیح: جز:8، ص:566)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْخَطِّ إِذَا لَمْ يَجِدْ عَصًا

باب: جب لکڑی نہ پاسکے تو خط کھینچے

یہ باب لکڑی کے نہ ملنے کے وقت خط کھینچنے کے حکم میں ہے۔

---

591 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرِو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حُرَيْثٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَدَّهُ حُرَيْثًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ شَيْئًا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصًا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ عَصًا فَلْيَخْطُطْ خَطًّا ثُمَّ لَا يَضُرُّهُ مَا مَرَّ أَمَامَهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ يَعْنِي ابْنَ الْمَدِينِيِّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدِ بْنِ

عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ جَدِّهِ حُرَيْثٍ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عُذْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ حَدِيثَ الْخَطِّ قَالَ سُفْيَانُ لَمْ نَجِدْ شَيْئًا نَشُدُّ بِهِ هَذَا الْحَدِيثَ وَلَمْ يَجِئْ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ قَالَ قُلْتُ لِسُفْيَانَ إِنَّهُمْ يَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَتَفَكَّرَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ مَا أَحْفَظُ إِلَّا أَبَا مُحَمَّدِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ سُفْيَانُ قَدِمَ هَاهُنَا رَجُلٌ بَعْدَ مَا مَاتَ إِسْمَعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ فَطَلَبَ هَذَا الشَّيْخَ أَبَا مُحَمَّدٍ حَتَّى وَجَدَهُ فَسَأَلَهُ عَنْهُ فَخَلَطَ عَلَيْهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ سُئِلَ عَنْ وَصْفِ الْخَطِّ غَيْرَ مَرَّةٍ فَقَالَ هَكَذَا عَرْضًا مِثْلَ الْهِلَالِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَسَمِعْتُ مُسَدَّدًا قَالَ قَالَ ابْنُ دَاوُدَ الْخَطُّ بِالطُّولِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ وَصَفَ الْخَطَّ غَيْرَ مَرَّةٍ فَقَالَ هَكَذَا يَعْنِي بِالْعَرْضِ حَوْرًا دَوْرًا مِثْلَ الْهِلَالِ يَعْنِي مُنْعَطِفًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے محاذی کوئی چیز رکھ لے اگر کوئی چیز نہ پاؤ تو عصا کھڑا کر لے اگر عصا نہ ہو تو اپنے سامنے خط کھینچے پھر سامنے گزرنے والے پر کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آگے حدیث خط ذکر فرمائی۔ سفیان نے کہا ہم کوئی چیز نہیں پاتے جس کے ذریعے اس حدیث کو تقویت پہنچے مگر اسی وجہ کے ساتھ میں نے سفیان کو کہا لوگوں کو اس میں اختلاف ہے تو اس نے کچھ ساعت تفکر کر کے کہا مجھے تو سوائے ابو محمد بن عمرو کے کوئی یاد نہیں۔ سفیان نے کہا اسماعیل بن امیہ کی وفات کے بعد ہمارے پاس ایک آدمی آیا اور انہوں نے اس شیخ ابو محمد کو ڈھونڈا تو اس نے پالیا میں نے اس سے سوال کیا اس سے بات خلط ملط ہوگئی۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے امام احمد بن حنبل سے خط کے وصف کے متعلق متعدد بار سوال کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عرض میں ہلال کی مثل ہو۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے مسدد سے سنا کہ ابن داؤد نے خط طول میں بیان کیا۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے خط کا وصف بیان کرتے ہوئے کئی بار سنا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:3، ص:201، السنن للبیہقی الصغریٰ: جز:1، ص:530، سنن للبیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:270، صحیح ابن حبان: جز:6، ص: 138)

592 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ رَأَيْتُ شَرِيكًا صَلَّى بِنَا فِي جَنَازَةِ الْعَصْرِ فَوَضَعَ قَلَنْسُوَتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ يَعْنِي فِي فَرِيضَةٍ حَضَرَتْ

سفیان بن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے شریک کو دیکھا کہ آپ نے ہماری معیت میں نماز جنازہ ادا کی۔عصر کی نماز فریضہ کے وقت اپنی ٹوپی کو اپنے محاذی رکھ دیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:592)

سترہ کو زمین پر ڈالنے یا خط کھینچنے کا اعتبار ہے یا نہیں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

ہمارے فقہاء کرام نے یہ ذکر کیا ہے کہ سترہ کے نصب کرنے کا اعتبار ہے سترہ کو زمین پر ڈالنے اور خط کھینچنے کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ مقصود آڑ ہے وہ سترہ کو ڈالنے اور خط کھینچنے سے حاصل نہیں ہوتی۔

شیخ الاسلام نے مبسوط میں لکھا ہے کہ

جب زمین نرم ہو تو سترہ نصب کر دیا جائے اور جب زمین سخت ہو اور سترہ کو نصب کرنا ممکن نہ ہو تو سترہ کو زمین پر رکھ دیا جائے کیونکہ جس طرح سترہ کو نصب کرنے کی روایت ہے اس کو رکھنے کی بھی روایت ہے لیکن اس کو طولاً رکھا جائے عرضاً نہ رکھا جائے اور خط نہ کھینچا جائے کیونکہ خط کھینچنا اور نہ کھینچنا برابر ہے کیونکہ وہ دیکھنے والے کو دور سے نظر نہیں آتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

اگر نصب کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو طولاً خط کھینچ دے بعض متاخرین نے اس قول پر عمل کیا ہے۔

محیط میں ہے کہ

یہ قول غلط ہے۔

قرانی نے ذخیرہ میں لکھا ہے کہ

خط باطل ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔

علامہ اشہب نے اس کو جائز کہا ہے۔سعید بن جبیر، امام اوزاعی اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے مگر بعد میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے خط سے منع کیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس روایت میں خط کھینچنے کا ذکر ہے اس کے متعلق عبدالحق نے کہا ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن حزم نے محلی میں کہا۔

خط کے متعلق کوئی حدیث مبارکہ صحیح نہیں ہے اور اس کا قول کرنا صحیح نہیں ہے۔(عمدۃ القاری: جز:4،ص:292)

ملا نظام الدین حنفی متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

اگر (سترہ کو) نصب کرنا ممکن نہ ہو تو وہ چیز لمبی لمبی رکھ دے اور اگر کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ رکھ سکے تو خط کھینچ دے خواہ طول میں ہو یا محراب کی مثل۔(فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:104)

علامہ ابوالحسن مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

خط کھینچنا سترہ نہیں ہے مگر علامہ ابن ہمام شارع ہدایہ متوفی 861ھ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ حدیث شریف میں ہے جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے اور اگر اور کوئی چیز نہ ملے تو عصا رکھ لے وہ بھی نہ ہو تو خط کھینچ لے پھر آگے سے گزرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ

جب سترہ بنانے کے لئے اور کوئی چیز نہ ہو تو خط کھینچ لینا چاہئے اور حدیث مبارکہ کی اتباع کرنا بہر حال اولیٰ ہے۔

(فتح القدیر: جز: 1، ص: 355)

☆ **قوله ولم نجد شيئاً نشدبه هذا الحديث**

یعنی اس حدیث مبارکہ کی کوئی دوسری سند بھی نہیں ہے جس سے اس کی تقویت ہو جائے۔

☆ **قوله رايت شريكا صلى بنا فى جنازة العصر فوضع قلنسوته**

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے شریک کو دیکھا کہ وہ ایک بار کسی نماز جنازہ میں تشریف لائے تو آپ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور انہوں نے ہماری امامت فرمائی۔ نماز سے پہلے انہوں نے سترہ کے لئے کوئی چیز نہ پا کر اپنے آگے ٹوپی رکھ لی اور اس سے سترہ کا کام لیا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اونچی ٹوپی ہو جس طرح کہ ترکی ٹوپی اونچی ملتی ہے۔ شارح ابوداؤد نے لکھا ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض صوفیاء لمبی اور اونچی ٹوپی پہنتے تھے تا کہ ضرورت کے وقت ان سے سترہ کا کام لیا جا سکے۔

☆ **عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ**

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات سابقہ اوراق میں بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الصَّلٰوةِ اِلَى الرَّاحِلَةِ

باب: اونٹ کی جانب ہو کر نماز ادا کرنا

یہ باب اونٹ کی جانب ہو کر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

593 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَوَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ وَابْنُ اَبِىْ خَلَفٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي اِلٰى بَعِيرٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کی جانب ہو کر نماز ادا فرما لیتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:593)

تشریح:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ بھی روایت ہے جو مصنف عبدالرزاق میں ہے وہ اونٹ کی طرف نماز کو مکروہ سمجھتے تھے مگر یہ کہ اسی پر کجاوہ ہو۔ علماء کرام نے لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اونٹ کی پشت پر کجاوہ ہونے کی بناء پر وہ اقرب الی السکون ہو گا برعکس برہنہ پشت ہونے کے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سواری کی جانب ہو کر نماز کی کراہت کے قائل تھے مزید یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ عورت کو بھی سترہ نہ بنایا جائے اس پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت کے متعلق قول ظاہر ہے کہ ان کی طرف ذہن مشغول رہے گا۔ مگر سواری کی طرف ہو کر نماز ادا کرنے میں تو صحیحین کی حدیث ثابت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حدیث مبارکہ نہ پہنچی ہو اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت یہ تھی کہ جب حدیث اصح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔

مالکیہ کے مسلک میں یہ ہے کہ حیوان اگر غیر ماکول اللحم ہو تو اس کا سترہ بنانا مطلق مکروہ ہے اور اگر ماکول اللحم ہو سوا گروہ مربوط ہے تب تو اس کی طرف نماز بلا کراہت جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

☆ قوله كان يصلى على بعير

راحلہ اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جو سواری کے قابل ہو کیونکہ ہر اونٹ یا اونٹنی سواری کے قابل نہیں ہوا کرتی۔ راحلہ اسی کو کہا جاتا ہے جو سواری کے قابل ہو برخلاف بعیر کہ وہ عام ہے سفر میں سواری کے قابل ہو یا نہ ہو نیز بعیر مذکر و مونث دونوں کو شامل ہے اور راحلہ کے متعلق دونوں قول ملتے ہیں بعض کے نزدیک وہ انثی کے ساتھ خاص ہے بعض نے اس کو بھی عام قرار دیا ہے۔

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

درخت اور جانور اور آدمی وغیرہ کا بھی سترہ ہو سکتا ہے کہ ان کے بعد گزرنے میں کچھ حرج نہیں۔ (غنیۃ المستملی، ص:367)

قوله عن ابن عمر رضى الله عنهما

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات و واقعات سابقہ اوراق میں بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرما لیجئے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب اِذَا صَلَّی اِلٰی سَارِيَةٍ اَوْ نَحْوِهَا اَيْنَ يَجْعَلُهَا مِنْهُ

جب سترہ یا اس کی طرح کی جانب نماز پڑھے تو اس کو اپنے کس چیز کے سامنے رکھے

یہ باب نماز پڑھنے کے دوران سترے کو مخصوص چیز کے سامنے رکھنے کے حکم میں ہے۔

594 حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا اَبُو عُبَيْدَةَ الْوَلِيدُ بْنُ كَامِلٍ عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ حُجْرٍ الْبَهْرَانِيِّ عَنْ ضُبَاعَةَ بِنْتِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيهَا قَالَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي اِلٰی عُودٍ وَلَا عَمُودٍ وَلَا شَجَرَةٍ اِلَّا جَعَلَهُ عَلٰی حَاجِبِهِ الْاَيْمَنِ اَوِ الْاَيْسَرِ وَلَا يَصْمُدُ لَهُ صَمْدًا

ضباعہ بنت مقداد بن اسود سے روایت ہے کہ ان کے والد محترم نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ملاحظہ فرمایا کہ کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز ادا فرمائی ہو مگر اس کو اپنے سیدھے یا الٹے ابرو مقدسہ کے محاذی رکھا اور اس کو اپنے سامنے نہیں رکھتے تھے۔

(معجم الکبیر: جز:20،ص:259، شرح السنۃ: جز:1،ص:137، مسند احمد: جز:48،ص:340)

تشریح:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

سترہ اپنی دائیں یا بائیں آنکھ کے سامنے رکھے کیونکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ ﷺ اس کو اپنی سیدھے یا الٹے ابرو مقدسہ کے سامنے کرتے اور اس کا قصد نہیں فرماتے تھے۔ (عمدۃ القاری: جز:4،ص:291)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سترہ بالکل ناک کی سیدھ پر نہ ہو بلکہ داہنے یا بائیں بھووں کی سیدھ پر ہو اور دہنے کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔

(درمختار: جز:2،ص:484)

حضرت مقداد ابن اسود رضی اللہ عنہ

قولہ ضباعۃ بنت المقداد بن الاسود عن ابیھا

ابیھا سے مراد حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور طارق ابن شہاب وغیرہما نے احادیث مبارکہ روایت کیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کے والد نے قبیلہ بنی کندہ سے حلف کیا تھا اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو کندی کہا جاتا ہے۔ اسود نے آپ رضی اللہ عنہ کی پرورش کی تھی اس لیے ابن اسود کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ چھٹے مومن ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور طارق ابن شہاب وغیرہما نے احادیث مبارکہ لیں۔ ستر سال عمر ہوئی 33 تینتیس میں وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات مدینہ منورہ سے تین میل دور مقام جرف میں ہوئی وہاں سے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ لایا گیا بقیع میں دفن کیا گیا۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:599)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الصَّلٰوۃِ اِلَی الْمُتَحَدِّثِینَ وَالنِّیَامِ

باب: باتیں کرنے والوں اور سونے والوں کی طرف نماز پڑھنا

یہ باب باتیں کرنے والوں اور سونے والوں کی طرف نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

595 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَيْمَنَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَعْقُوبَ بْنِ اِسْحٰقَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِیِّ قَالَ قُلْتُ لَهُ يَعْنِی لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُصَلُّوا خَلْفَ النَّائِمِ وَلَا الْمُتَحَدِّثِ

محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سونے والوں کے پیچھے اور باتیں کرنے والوں کے پیچھے نماز نہ پڑھا کرو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:279، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: جز:3،ص:327)

تشریح:

ینام نائم کی جمع ہے سونے والے کی طرف ہو کر نماز پڑھنا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ مجاہد اور طاؤس کا مسلک بھی اسی طرح ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سونے والے کی طرف سے نیند کی حالت میں کوئی ایسی چیز خارج ہو یا کوئی فعل کرے جس سے نماز پڑھنے والے کا ذہن منتشر ہو جائے۔

جمہور کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں نماز پڑھتے تھے

وانا معترضه بينه وبين القبلة اعتراض الجنازة ۔مغنی میں بھی باتیں کرنے والوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ لکھا ہے۔اور یہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔اور المغنی علامہ ابن قدامہ حنبلی کی تصنیف ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الدُّنُوِّ مِنَ السُّتْرَةِ

باب: سترے کے قریب رہنا

یہ باب سترے کے قریب رہنے کے حکم میں ہے۔

596 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ح و حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَحَامِدُ بْنُ يَحْيَى وَابْنُ السَّرْحِ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى سُتْرَةٍ فَلْيَدْنُ مِنْهَا لَا يَقْطَعِ الشَّيْطٰنُ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَاهُ وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَوْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَهْلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَاخْتُلِفَ فِیْ اِسْنَادِهٖ

حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔جب تم میں سے کوئی سترے کی طرف ہو کر نماز پڑھے تو اس کے قریب ہوا کرے تاکہ شیطان اس کی نماز کو قطع نہ کر سکے۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو واقد بن محمد،صفوان،محمد بن سہل نے اپنے والد محترم سے یا محمد بن سہل رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے بعضوں نے کہا نافع بن جبیر نے سہل بن سعد سے روایت کیا ہے اور ان کی اسناد میں اختلاف ہے۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1،ص:531،سنن للبیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:272،سنن النسائی: جز:3،ص:196،مسند احمد: جز:34،ص:307)

597 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ وَالنُّفَيْلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ سَهْلٍ قَالَ وَكَانَ بَيْنَ مَقَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مَمَرُّ عَنْزٍ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ الْخَبَرُ لِلنُّفَيْلِيِّ

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام فرمانے کی جگہ اور قبلہ کے مابین بکری کے گزرنے کی جگہ کا فاصلہ ہوا کرتا۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔نفیلی کی (یہ) خبر ہے۔

(شرح السنۃ: جز:1،ص:137،صحیح ابن حبان: جز:5،ص:59،صحیح البخاری: جز:2،ص:300،صحیح مسلم: جز:3،ص:78)

تشریح:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

نمازی سترہ کے قریب کھڑا ہو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ اور نمازی کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کی جگہ ہوتی تھی۔

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ

بکری کے گزرنے کی جگہ کا اعتبار اس وقت ہے جب نمازی کھڑا ہو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی تو رکوع اور سجود کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی ہے لیکن سترہ اور نمازی میں اتنا فاصلہ ہو کہ نمازی رکوع اور سجود کر سکے اور اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دفع کر سکے۔

امام شافعی، امام احمد اور عطاء رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ

تین ذراع کا فاصلہ ہو۔

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مغفل اپنے اور سترہ کے درمیان چھ ذراع کا فاصلہ رکھتے تھے۔ (عمدۃ القاری: جز:4،ص:291)

حضرت سہل بن ابوحثمہ رضی اللہ عنہ

عن سهل بن ابی حثمه رضی اللہ عنہ

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ

قوله عن سهل رضی الله عنه

یہ سہل حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام پہلے حزن تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام سہل رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس باب کی حدیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ ساعدی انصاری ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالعباس ہے۔آپ رضی اللہ عنہ کا نام پہلے حزن تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل رکھا۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ پندرہ سال کے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کی وفات 91 اکیانوے میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔مدینہ منورہ میں آخری صحابی آپ رضی اللہ عنہ ہی فوت ہوئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سے مدینہ منورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہوگیا۔(مرأۃ المناجیح:جز:8،ص:583)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يُؤْمَرُ الْمُصَلِّي اَنْ يَّدْرَاَ عَنِ الْمَمَرِّ بَيْنَ يَدَيْهِ

باب: نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کومنع کرے

یہ باب نمازی کا اپنے سامنے سے گزرنے والے کومنع کرنے کے حکم میں ہے۔

598 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَدَعْ اَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلْيَدْرَاْهُ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ اِلٰى سُتْرَةٍ وَلْيَدْنُ مِنْهَا ثُمَّ سَاقَ مَعْنَاهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو کسی کو اپنے سامنے سے گزرنے نہ دے جہاں تک ممکن ہو اس کو منع کرے اگر نہ رکے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔حضرت عبدالرحمن ابن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اس کو چاہئے کہ سترہ کی طرف نماز پڑھے اور اس کے قریب رہے پھر آگے بقیہ حدیث مبارکہ بیان فرمائی۔

(الموطا:جز:1،ص:154،سنن البیہقی الکبریٰ:جز:3،ص:267،شرح معانی الآثار:جز:1،ص:465،صحیح مسلم:جز:3،ص:73)

599 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ سُرَيْجِ الرَّازِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ اَخْبَرَنَا مَسَرَّةُ بْنُ مَعْبَدِ اللَّخْمِيُّ لَقِيْتُهُ بِالْكُوْفَةِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عُبَيْدٍ حَاجِبُ سُلَيْمَانَ قَالَ رَاَيْتُ عَطَاءَ بْنَ

زَیْدِ اللَّیْثِیَّ قَائِمًا یُصَلِّی فَذَھَبْتُ اَمُرُّ بَیْنَ یَدَیْهِ فَرَدَّنِی ثُمَّ قَالَ حَدَّثَنِی اَبُوْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ لَّا یَحُوْلَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ قِبْلَتِهٖ اَحَدٌ فَلْیَفْعَلْ

ابوعبید حاجب سلیمان فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء بن زید لیثی کو نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا میں ان کے سامنے سے گزرنے لگا تو آپ نے مجھے منع فرما دیا پھر ارشاد فرمایا مجھے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو تم میں سے کسی کو اپنے اور قبلہ کے درمیان گزرنے سے روکنے کی استطاعت رکھتا تو اسے چاہئے کہ وہ اس طرح کرے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:599)

600 حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ یَعْنِی ابْنَ الْمُغِیْرَةِ عَنْ حُمَیْدٍ یَّعْنِی ابْنَ هِلَالٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ اُحَدِّثُكَ عَمَّا رَاَیْتُ مِنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَسَمِعْتُهٗ مِنْهُ دَخَلَ اَبُوْ سَعِیْدٍ عَلٰی مَرْوَانَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ اِلٰی شَیْءٍ یَّسْتُرُهٗ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ یَّجْتَازَ بَیْنَ یَدَیْهِ فَلْیَدْفَعْ فِیْ نَحْرِهٖ فَاِنْ اَبٰی فَلْیُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا ھُوَ الشَّیْطٰنُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ یَمُرُّ الرَّجُلُ یَتَبَخْتَرُ بَیْنَ یَدَیَّ وَاَنَا اُصَلِّیْ فَاَمْنَعُهٗ وَیَمُرُّ الضَّعِیْفُ فَلَا اَمْنَعُهٗ

حمید یعنی ابن ہلال سے روایت ہے کہ ابوصالح نے کہا ہے کہ میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو ملاحظہ فرمایا اور ان سے سنا کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ مروان کے پاس گئے تو ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی سترہ کی طرف نماز پڑھے۔ (اور) لوگوں میں سے کوئی گزرے تو اس کو اس کے سینے میں مارے اگر نہ رکے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سفیان ثوری نے کہا ایک شخص سامنے سے گزرا اور میں نماز پڑھ رہا تھا تو میں نے اس کو منع کیا اور گزرنے والا ضعیف تھا تو میں نے اس کو منع نہیں کیا۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1،ص:527، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:267، شرح السنۃ: جز:1،ص:138، صحیح ابن خزیمہ: جز:2،ص:17)

تشریح:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں: نمازی گزرنے والے کو دفع کرنے کے لئے چل کر نہ جائے بلکہ اپنی جگہ اس کو منع کرے کیونکہ نماز میں چلنے کا ضرر منع نہ کرنے کے ضرر سے زیادہ ہے اور جب گزرنے والا اس کی دسترس سے

دور ہو تو اشارہ کر کے یا سبحان اللہ کہہ کر اس کو منع کرے۔

امام الحرمین نے کہا: اس کے سینہ پر ملائمت سے مار کر اشارہ کرے۔

علامہ رویانی نے کہا: اس کو شدت سے بہ اصرار روکے خواہ اس کو قتل کرنا پڑے۔

امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا:

اس کو اتنی شدت سے نہ روکے جس سے نماز ٹوٹ جائے۔

بعض مالکیہ نے کہا: اس کو ٹانگ سے روکے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ

اگر وہ روکنے سے نہ رکے تو اس سے قتال کرے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اس پر اجماع ہے کہ نمازی پر ہتھیاروں سے قتال کرنا لازم نہیں ہے اور نہ اتنی شدت سے روکے جس سے گزرنے والا ہلاک ہو جائے اور اگر اس کے روکنے سے بالفرض گزرنے والا ہو گیا تو اس پر اتفاق قصاص نہیں ہے اور اس کی دیت کے متعلق دو قول ہیں۔ حدیث مبارکہ میں جو ہے اس سے قتال کرے۔ جمہور کے نزدیک اس کا معنیٰ ہے اس کو زبردستی روکے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو قتل کر دے اور اس حدیث مبارکہ سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنا بہت سخت مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری: جز: 4، ص: 292)

☆ **قوله فانما هو شيطان**

یعنی وہ سرکش اور شریر ہے۔

عارف باللہ یہاں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث مبارکہ میں قتال سے مراد مدافعت لطیفہ ہے نہ کہ حقیقت قتال مراد ہے کیونکہ شیطان کے ساتھ جو مقابلہ ہوتا ہے وہ ہاتھ، پاؤں اور ہتھیار کے ذریعہ سے نہیں بلکہ تعوذ اور تسمیہ وغیرہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

نمازی کے سامنے سترہ نہیں اور کوئی شخص گزرنا چاہتا ہے یا سترہ ہے مگر وہ شخص مصلیٰ اور سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہتا ہے تو نمازی کو رخصت ہے کہ اسے گزرنے سے روکے خواہ سبحان اللہ کہے یا جہر کے ساتھ قرأت کرے یا ہاتھ یا پیر یا آنکھ کے اشارہ سے منع کرے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں مثلاً کپڑا پکڑ کر جھٹکنا یا مارنا بلکہ اگر عمل کثیر ہو گیا تو نماز ہی جاتی رہی۔

(درمختار: جز: 2، ص: 485)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
تسبیح واشارہ دونوں کو بلاضرورت جمع کرنا مکروہ ہے عورت کے سامنے سے گزرے تو تصفیق سے منع کرے یعنی دہنے ہاتھ کی انگلیاں بائیں کی پشت پر مارے اور اگر مرد نے تصفیق کی اور عورت نے تسبیح کی تو بھی فاسد نہ ہوئی مگر خلاف سنت ہوا۔

(درمختار: ج:2،ص:486)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يُنْهٰى عَنْهُ مِنَ الْمُرُوْرِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلّٰي

باب: نمازی کے سامنے سے گزرنے کی نہی

یہ باب نمازی کے سامنے سے گزرنے کی نہی کے حکم میں ہے۔

601 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ اَرْسَلَهُ اِلٰى اَبِيْ جُهَيْمٍ يَسْاَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي فَقَالَ اَبُوْ جُهَيْمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ اَبُو النَّضْرِ لَا اَدْرِيْ قَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ شَهْرًا اَوْ سَنَةً

بسر بن سعید سے روایت ہے کہ ان کو زید بن خالد جہنی نے حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کے پاس یہ سوال کرنے کے لئے روانہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے تو حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ اس پر کس قدر گناہ ہے تو وہ چالیس سال تک قیام میں رہنے کو نمازی کے سامنے سے گزرنے کی بدولت بہتر سمجھے۔
ابونضر نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس دن فرمائے یا مہینے یا سال فرمائے۔

(معجم الکبیر: ج:5،ص:247، المؤطا: ج:1،ص:154، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:268، سنن ترمذی: ج:2،ص:158)

تشریح:

☆ قولہ لویعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ الخ

اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ اس پر کس قدر گناہ تو وہ چالیس سال قیام میں رہنے کو نمازی کے سامنے سے گزرنے کی بدولت بہتر سمجھے۔

یہ الفاظ تو تھے سنن ابوداؤد کے مگر مسند بزار میں اربعین خریفا کے الفاظ ہیں اور ابن ماجہ کی روایت میں مائة عام مذکور ہے اس کو تعارض نہ سمجھا جائے کیونکہ مشہور ہے کہ مفہوم عدد معتبر نہیں۔

سوال

نمازی کے سامنے کتنی جگہ سے گزرنا مکروہ ہے؟

الجواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی 855ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔

نمازی کے سامنے کتنی جگہ سے گزرنا مکروہ ہے۔

شمس الائمہ سرخسی، شیخ الاسلام اور قاضی خان کا مختار یہ ہے کہ

نمازی کے سجدہ کی جگہ سے گزرنا مکروہ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

دو یا تین صفوں کی مقدار سے گزرنا مکروہ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

تین ذراع کی مقدار سے گزرنا مکروہ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

پانچ ذراع کی مقدار سے گزرنا مکروہ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

چالیس ذراع کی مقدار سے گزرنا مکروہ ہے۔

امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کا قول تین ذراع کا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی حد معین نہیں کی مگر اتنی جگہ ہو جس میں نمازی رکوع اور سجود کر رہا ہو اور وہ گزرنے والے کو دفع کرنے پر قادر ہو۔ (عمدۃ القاری: جز:4،ص:291)

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی 786ھ لکھتے ہیں:

جب نمازی کے آگے سترہ نہ ہو تو کتنے فاصلہ سے گزرنے والا گزر سکتا ہے۔

شمس الائمہ سرخسی، شیخ الاسلام اور قاضی خان نے کہا:

ان کے سجدہ کی جگہ سے گزرنا مکروہ ہے۔

فخر الاسلام نے کہا: جب نمازی خشوع وخضوع سے نماز پڑھ رہا تو جہاں تک اس کی نظر جاسکتی ہے اس جگہ سے گزرنا مکروہ ہے۔

بعض فقہاء نے کہا: اس فاصلہ کی مقدار دو یا تین صفوں کی مقدار ہے۔

بعض نے کہا: ڈیڑھ گز کی مقدار ہے۔

بعض نے کہا: ڈھائی گز کی مقدار ہے۔

بعض نے کہا: پچیس گز کی مقدار ہے۔

بعض نے کہا: بیس گز کی مقدار ہے۔

یہ حکم صحراء میں ہے: اور مسجد کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ

نمازی اور مسجد کے قبلہ کی دیوار کے درمیان سے گزرنا مکروہ ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

پچیس گز کے بعد گزر سکتا ہے۔ (عنایۃ علی ہامش فتح القدیر: جز: 1 ص: 353)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

صحرا میں اور مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے اس کی سجدہ گاہ سے (بغیر سترہ) کے گزرنا مکروہ ہے یہی زیادہ صحیح قول ہے (اور سجدہ گاہ کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے) اور مسجد صغیر میں نمازی اور دیوار قبلہ کے درمیان سے گزرنا مطلقاً مکروہ ہے۔

(درمختار: جز: 1 ص: 593)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

علامہ حصکفی نے شمس الائمہ سرخسی، قاضی خان اور صاحب ہدایہ کے قول کو زیادہ صحیح کہا ہے اور اسی کو صاحب محیط اور زیلعی نے مستحسن قرار دیا ہے اور اس کے مقابلہ میں امام تمرتاشی، صاحب البدائع، فخر الاسلام، صاحب نہایہ اور علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب نمازی بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو گزرنے والا اتنے فاصلہ سے بلا کراہت گزر سکتا ہے جتنے فاصلہ سے خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو گزرنے والا نظر نہ آئے۔ یہ حکم صحراء اور مسجد کبیر کے لئے ہے اور گھر میں اگر نماز پڑھ رہا ہو یا مسجد صغیر میں نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی اور دیوار قبلہ کے سامنے سے گزرنا مطلقاً مکروہ ہے۔

آگے لکھتے ہیں۔

مسجد صغیر جو ساٹھ ذراع سے کم ہو۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

جو چالیس ذراع سے کم ہو۔ (ردالمحتار، ج:1، ص:593)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ

باب: جو چیز نماز کو توڑتی ہے

یہ باب نماز کو توڑنے والی چیزوں کے حکم میں ہے۔

602 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح و حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ وَابْنُ كَثِيرٍ الْمَعْنٰى اَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ الْمُغِيرَةِ اَخْبَرَهُمْ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ حَفْصٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْطَعُ صَلٰوةَ الرَّجُلِ وَقَالَ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ يَّقْطَعُ صَلٰوةَ الرَّجُلِ اِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ قَيْدُ اٰخِرَةِ الرَّحْلِ الْحِمَارُ وَالْكَلْبُ الْاَسْوَدُ وَالْمَرْاَةُ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْاَسْوَدِ مِنَ الْاَحْمَرِ مِنَ الْاَصْفَرِ مِنَ الْاَبْيَضِ فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِىْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا سَاَلْتَنِىْ فَقَالَ الْكَلْبُ الْاَسْوَدُ شَيْطَانٌ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حفص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مرد کی نماز کو توڑ دیتی ہے اور کہا سلیمان سے روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مرد کی نماز کو توڑ دیتی ہیں جب اس کے سامنے پالان کی آخری لکڑی کی مقدار کوئی چیز نہ ہو۔ وہ گدھا، سیاہ کتا اور عورت ہیں۔ میں نے عرض کیا سیاہ، زرد اور سفید کتے میں فرق کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اے بھتیجے جس طرح تم نے مجھ سے سوال کیا اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کالا کتا شیطان ہوا کرتا ہے۔

(معجم الاوسط، ج:3، ص:125، سنن ابن ماجہ، ج:3، ص:212، سنن البیہقی الکبریٰ، ج:2، ص:274، سنن ترمذی، ج:2، ص:68)

603 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَفَعَهُ شُعْبَةُ قَالَ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْمَرْاَةُ الْحَائِضُ وَالْكَلْبُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَقَفَهُ سَعِيْدٌ وَّهِشَامٌ وَّهَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شعبہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حائضہ

عورت اور کتا نماز کو توڑ دیتے ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سعید اور ہشام اور ہمام نے حضرت قتادہ، حضرت جابر بن زید، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اس کو موقوفاً روایت کیا ہے۔

(سنن النسائی: جز:3، ص:218، شرح السنۃ: جز:1، ص:140، شرح معانی الآثار: جز:1، ص:458)

604 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ مَوْلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَحْسَبُهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى غَيْرِ سُتْرَةٍ فَاِنَّهُ يَقْطَعُ صَلَاتَهُ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْخِنْزِيْرُ وَالْيَهُوْدِيُّ وَالْمَجُوْسِيُّ وَالْمَرْاَةُ وَيُجْزِئُ عَنْهُ اِذَا مَرُّوْا بَيْنَ يَدَيْهِ عَلٰى قَذْفَةٍ بِحَجَرٍ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ شَيْءٌ كُنْتُ اُذَاكِرُ بِهٖ اِبْرَاهِيْمَ وَغَيْرَهُ فَلَمْ اَرَ اَحَدًا جَاءَ بِهٖ عَنْ هِشَامٍ وَلَا يَعْرِفُهُ وَلَمْ اَرَ اَحَدًا يُحَدِّثُ بِهٖ عَنْ هِشَامٍ وَاَحْسَبُ الْوَهَمَ مِنِ ابْنِ اَبِيْ سَمِيْنَةَ يَعْنِيْ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ الْبَصْرِيَّ مَوْلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ وَالْمُنْكَرُ فِيْهِ ذِكْرُ الْمَجُوْسِيِّ وَفِيْهِ عَلٰى قَذْفَةٍ بِحَجَرٍ وَذِكْرُ الْخِنْزِيْرِ وَفِيْهِ نَكَارَةٌ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَلَمْ اَسْمَعْ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِلَّا مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ سَمِيْنَةَ وَاَحْسَبُهُ وَهِمَ لِاَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُنَا مِنْ حِفْظِهٖ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی بغیر سترہ کے نماز پڑھے تو کتا، گدھا، خنزیر، یہودی، آگ کی پوجا کرنے والا اور عورت نماز کو توڑ دیتے ہیں جبکہ ڈھیلے کی مقدار سے دور گزریں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: فی نفسی اس حدیث مبارکہ سے کچھ ہے۔ ہشام سے روایت ہے کہ وہ اس کو نہیں جانتے اور نہ ہی کسی ایک کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ ہشام سے روایت ہے کہ اس کو ابن ابی سمینہ کے اندر وہم ہے یعنی محمد بن اسماعیل بصری مولیٰ بنی ہاشم ہیں اور اس میں مجوسی کے ذکر کے منکر ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث نہیں سنی مگر محمد بن اسماعیل بن ابی سمینہ سے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:604)

605 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ مَوْلٰى يَزِيْدَ بْنِ نِمْرَانَ عَنْ يَزِيْدَ ابْنِ نِمْرَانَ قَالَ رَاَيْتُ رَجُلًا بِتَبُوْكَ مُقْعَدًا فَقَالَ مَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰى حِمَارٍ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اقْطَعْ اَثَرَهُ فَمَا مَشَيْتُ عَلَيْهَا بَعْدُ حَدَّثَنَا كَثِيْرُ بْنُ عُبَيْدٍ يَعْنِي الْمَذْحِجِيَّ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَيْوَةَ عَنْ سَعِيْدٍ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ زَادَ قَالَ قَطَعَ صَلَاتَنَا قَطَعَ اللّٰهُ اَثَرَهُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ اَبُوْ مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ

فِيهِ قَطَعَ صَلَاتَنَا

حضرت یزید بن نمران سے روایت ہے کہ میں نے تبوک میں ایک مقعدا کو دیکھا تو کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے سامنے گدھے پر گزرا حالانکہ آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے تو کہا اے اللہ عزوجل اس کے پاؤں کو کاٹ دے کہ اس کے بعد چلنے کے قابل نہ ہو۔ کثیر بن عبید مذحجی، ابوحیوۃ نے سعید سے اپنی اسناد کے ساتھ معناً روایت کر کے یہ بھی کہا کہ اس نے ہماری نماز کو قطع کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے پاؤں کو توڑے۔ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ابومسہر نے سعید سے روایت کیا ہے اس میں کیا ہے کہ ہماری نماز کو توڑا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 275، مسند احمد: جز: 47، ص: 166، مسند ابن ابی شیبہ: جز: 2، ص: 417)

606 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدِ الْهَمْدَانِيُّ ح و حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ نَزَلَ بِتَبُوكَ وَهُوَ حَاجٌّ فَاِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُقْعَدٍ فَسَاَلَهُ عَنْ اَمْرِهِ فَقَالَ لَهُ سَاُحَدِّثُكَ حَدِيثًا فَلَا تُحَدِّثْ بِهِ مَا سَمِعْتَ اَنِّي حَيٌّ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ بِتَبُوكَ اِلٰى نَخْلَةٍ فَقَالَ هٰذِهِ قِبْلَتُنَا ثُمَّ صَلّٰى اِلَيْهَا فَاَقْبَلْتُ وَاَنَا غُلَامٌ اَسْعٰى حَتّٰى مَرَرْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا فَقَالَ قَطَعَ صَلَاتَنَا قَطَعَ اللّٰهُ اَثَرَهُ فَمَا قُمْتُ عَلَيْهَا اِلٰى يَوْمِي هٰذَا

سعید بن غزوان نے اپنے والد المحترم سے روایت کیا ہے کہ وہ حج کے قصد سے تبوک میں اترے ہوئے تھے کہ آپ نے ایک لنجے کو ملاحظہ فرما کر اس سے اس کے متعلق استفسار فرمایا تو اس نے کہا میں آپ کو اس کا قصہ بتاتا ہوں مگر جو مجھ سے سنناوہ کسی کو نہیں بتانا۔ رسول اللہ ﷺ کا تبوک میں کھجور کی جانب نزول ہوا۔ فرمایا کہ یہ ہمارا قبلہ ہے پھر آپ ﷺ نے اس کی طرف ہو کر نماز ادا فرمائی میں لڑکا تھا حتیٰ کہ میں دوڑ کر آپ ﷺ اور کھجور کے درمیان سے گزر گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے ہماری نماز کو قطع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاؤں کو قطع کیا تو میں آج ان کے اوپر کھڑا نہیں ہو سکا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 275)

تشریح:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالاحوص اور امام احمد بن حنبل اور ظاہریہ کے نزدیک گدھا، کتا اور عورت کا گزرنا مفسد نماز ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ حکم صرف کالے کتے کے متعلق ہے اور عورت اور گدھا میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے توقف کیا۔ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک صرف کالا کتا نماز کو منقطع کرتا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا عورت اور گدھا میں توقف کے

متعلق یہ رقم ہے کہ گدھا کے سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ اس کے خلاف آرہی ہے جس پر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقبل باب باندھا ہے اسی طرح عورت کے متعلق بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ اس کے خلاف آرہی ہے اس پر بھی امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب باندھا ہے جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ان احادیث مبارکہ میں قطع سے مراد قطع خشوع ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلک نسخ کو اختیار فرمایا ہے کہ نماز کو قطع کرنے والی روایات منسوخ ہیں اور ناسخ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی خدیث مبارکہ ہے۔

☆ قوله الكلب الاسود شيطان

شیطان بعض اوقات کالے کتے کی شکل میں متشکل ہوتا ہے اس کو بعض نے ظاہر پر محمول کیا۔ اور بعض نے کہا شیطان کا استعمال شریر وسرکش کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اور چونکہ کالا کتا زیادہ شریر اور نقصان دینے والا ہوتا ہے اس لیے اس کو شیطان سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

☆ قوله علی قذفة بحجر

پتھر پھینکنے کے فاصلہ کی مقدار تین ذراع شروح میں رقم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

☆ عن ابن عباس رضی الله عنهما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور چچا کے بیٹے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ علم الکلام کے ماہر تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ علم دیا گیا تھا آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے جس کی وجہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن اثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ابوالعباس القرشی الہاشمی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے تھے آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے وفور علم کی بناء پر البحر اور حبر الامۃ کا لقب دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں تھے اس دوران حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب مبارک سے آپ رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے دوبار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور دوبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ چمٹا کر آپ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا خیر فرمائی۔

"اللّٰھم علمه الحكمة" اے اللہ عزوجل اس کو حکمت کی تعلیم عطا فرما۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم شجرہ نبوت کے اہل بیت ہیں۔ ہمارے ہاں فرشتے آتے تھے ہم اہل بیت رسالت اور اہل بیت رحمت اور معدن علم ہیں۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی پیچیدہ مقدمہ آتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے کہ ہمارے پاس ایک مشکل مسئلہ آیا ہے اور اس جیسے مسائل کو تم ہی حل کر سکتے ہو پھر اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کسی کو نہیں بلاتے تھے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کئی اوصاف میں دوسروں پر فائق تھے۔ علم، حلم، نسب اور تاویل میں۔ میں نے ان کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا نہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلوں کو ان سے زیادہ کوئی جاننے والا نہیں تھا نہ کوئی ان سے زیادہ فقیہ تھا۔ شعر، عربیت، تفسیر قرآن، حساب اور وراثت کے مسائل کو بھی ان سے زیادہ کوئی جاننے والا کوئی اور نہ تھا۔ ایک دن وہ مجلس میں صرف فقہی مسائل کو بیان کرتے ایک دن صرف خواب کی تعبیر بیان کرتے ایک دن صرف غزوات کا بیان فرماتے۔ ایک دن صرف اشعار سناتے اور ایک دن صرف ایام عرب بیان فرماتے جو عالم بھی آپ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آیا وہ آپ رضی اللہ عنہ کے علم کا اعتراف کر کے اٹھا اور جس شخص نے بھی آپ رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا وہ آپ رضی اللہ عنہ سے جواب معلوم کر کے گیا۔

لیث بن ابی سلیم سے روایت ہے کہ

میں نے طاؤس سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر اس نوجوان صحابی کی مجلس کو کیوں اختیار کیا ہے۔

انہوں نے کہا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب ان کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! میں تم کو چند کلمات سکھاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد حاصل کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو اور یاد رکھو اگر ساری امت مل کر تم کو کوئی نفع پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نفع مقدر نہ کر دیا ہو تم اس نفع کو حاصل نہیں کر سکتے اور اگر ساری امت مل کر تم کو نقصان پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نقصان مقدر نہ کیا ہو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے۔ قلم اٹھا لئے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

امام محمد بن سعد سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالملک بن مروان کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن حنفیہ اپنے بال بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے پاس بیعت لینے کے لئے کسی کو بھیجا۔ ان دونوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور کہا آپ اپنا کام کیجئے۔ ہم آپ سے یا کسی اور سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نہیں مانے اور بہت سختی کے ساتھ ان سے بیعت کا مطالبہ کیا۔

بالآخر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

تم بیعت کرو ورنہ میں تم کو زندہ جلا دوں گا پھر ان دونوں نے ابوالطفیل کو اپنے حامیوں کے پاس کوفہ روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں اس شخص سے امان نہیں ہے۔ ابوالطفیل چار ہزار سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور اللہ اکبر کے نعروں سے مکہ مکرمہ کے در و دیوار گونجنے لگے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے نعروں کی آوازیں سنیں تو دارالندوہ میں چلے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ

کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپ گئے اور کہا:

میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں۔ ابوالطفیل نے خانہ کعبہ کے چاروں طرف لکڑیاں چن دیں اور کہا ہم اس شخص کو زندہ جلا کر مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے مامون کر دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

نہیں! اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف ایک ساعت میں قتال حلال کیا تھا تم صرف میری حفاظت کرو۔

اس واقعہ کی وجہ سے جو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اَن بَن ہو گئی تھی۔ اس وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف چلے گئے وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے اور چند دن کے بعد وفات پا گئے۔ محمد بن الحنفیہ نے

آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک سفید پرندہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کفن میں داخل ہو گیا اور دفن سے پہلے کفن سے نہیں نکلا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کی قبر پر مٹی ڈالی گئی۔

تو ابن الحنفیہ نے کہا:

بہ خدا آج اس امت کا عالم اٹھ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تیرہ سال تھی۔

68ھ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ستر سال کی عمر میں دنیا سے پردہ فرما گئے۔ (اسد الغابہ: جز:3،ص192 تا195)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ لبابہ بنت الحارث ہیں یعنی ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن، ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک تیرہ سال تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو علم و حکمت کی دعائیں دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا لقب حبر الامت ہے یعنی مسلمانوں کے بڑے عالم۔ آپ رضی اللہ عنہ نہایت حسین، بڑے عالم، فقیہ، مجتہد تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا مشیر خاص بنایا تھا ہر بات میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ سے بھی مشورہ کرتے تھے آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔ 68ھ میں طائف میں وفات پائی اکہتر سال عمر ہوئی۔ مترجم نے قبر انور کی زیارت کی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے ایک خلق نے روایات لی ہیں۔

(مراٰۃ المناجیح: جز:8،ص:566)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب سُتْرَةُ الْإِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهُ

باب: امام کا سترہ اقتداء کرنے والوں کا سترہ ہوتا ہے

یہ باب امام کا سترہ اقتداء کرنے والوں کے سترہ کے حکم میں ہے۔

607 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ الْغَازِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ هَبَطْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَنِيَّةِ أَذَاخِرَ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ يَعْنِي فَصَلَّى إِلَى جِدَارٍ فَاتَّخَذَهُ قِبْلَةً وَنَحْنُ خَلْفَهُ فَجَاءَتْ بَهْمَةٌ تَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا زَالَ يُدَارِئُهَا حَتّٰى لَصَقَ بَطْنَهُ بِالْجِدَارِ وَمَرَّتْ مِنْ وَرَائِهِ أَوْ كَمَا قَالَ مُسَدَّدٌ

عمرو بن شعیب اپنے والد محترم اپنے دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اذاخر کی گھاٹی سے گزرے تو وقت نماز ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار کو قبلہ کی طرف رکھ کر نماز ادا فرمائی اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے

تھے ایک جانور آیا وہ آپ ﷺ کے سامنے سے گزرنے لگا آپ ﷺ اس کو روکتے رہے حتیٰ کہ اپنا مقدس شکم دیوار سے لگا دیا اور وہ آپ ﷺ کے پیچھے سے گزر گیا یا جیسے مسدد نے کہا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:245)

608 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فَذَهَبَ جَدْيٌ يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَتَّقِيهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے کہ ایک بکری کا بچہ آپ ﷺ کے محاذی سے گزرا تو آپ ﷺ نے اس کو روکا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:268،عندابی یعلی: جز:4،ص:310،مسند احمد: جز:6،ص:53،مسند ابن الجعد)

تشریح:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوتا ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ بلوغت کے قریب تھے ایک دن رسول اللہ ﷺ منیٰ میں بغیر کسی دیوار کے نماز پڑھا رہے تھے میں بعض صفوں کے آگے سے گدھی پر سوار ہو کر گزرا پھر میں نے گدھی کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور صف میں داخل ہو گیا اور کسی نے مجھ پر انکار نہیں کیا۔

اس پر تمام آئمہ کرام کا اتفاق ہے کہ امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری: جز:4 ص:291)

مسئلہ

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

امام کا سترہ مقتدی کے لئے بھی سترہ ہے اس کو جدید سترہ کی حاجت نہیں تو اگر چھوٹی مسجد میں بھی مقتدی کے آگے سے گزر جائے جبکہ امام کے آگے سے نہ ہو حرج نہیں۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:487)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ

عن عمرو بن شعيب رضی الله عنه

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ تابعی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر روایات مروی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ ابن محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سہمی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم حضرت شعیب، حضرت ابن مسیّب اور طاؤس وغیرہم سے روایت لی۔ بخاری، مسلم نے ان کی کوئی حدیث نہ لی کیونکہ ان کی روایت میں عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم آتا ہے خبر نہیں ہوئی کہ جدہ سے ان کے اپنے دادا محمد مراد ہیں یا والد شعیب کے دادا ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ مراد ہیں محمد تابعی ہیں اور عبداللہ ابن عمرو صحابی ہیں تو پتہ نہیں لگتا کہ حدیث متصل ہے یا مرسل نیز شعیب نے اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو سے ملاقات نہیں کی لہٰذا ان کی حدیث مبارکہ میں تدلیس ہے اس وجہ سے بخاری، مسلم نے ان کی احادیث مبارکہ نہ لیں۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8،ص:545)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَالَ الْمَرْاَۃُ لَا تَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ

باب: جس نے کہا عورت کے گزرنے سے نماز نہیں قطع ہوتی

یہ باب عورت کے گزرنے سے نماز قطع نہ ہونے کے حکم میں ہے۔

609 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ قَالَ شُعْبَةُ اَحْسَبُهَا قَالَتْ وَاَنَا حَائِضٌ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ وَعَطَاءٌ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ وَهِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ وَعِرَاكُ بْنُ مَالِكٍ وَاَبُو الْاَسْوَدِ وَتَمِيمُ بْنُ سَلَمَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ وَاِبْرَاهِيمُ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ وَاَبُو الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَآئِشَةَ وَالْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَاَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ لَمْ يَذْكُرُوْا وَاَنَا حَائِضٌ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قبلہ کے درمیان ہوتی۔ شعبہ نے فرمایا ہے کہ میرے خیال میں آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: میں حائضہ تھی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو زہری، عطا، ابوبکر بن حفص، ہشام بن عروہ، عراک بن مالک، ابوالاسود اور تمیم بن سلمہ نے عروہ بن زبیر کے ذریعے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ابوالضحیٰ نے مسروق کے ذریعے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ قاسم بن محمد اور ابوسلمہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے مگر میں حائضہ تھی یہ ذکر نہیں فرمایا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:609)

610 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي صَلَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ رَاقِدَةٌ عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِي يَرْقُدُ عَلَيْهِ حَتّٰى اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ اَيْقَظَهَا فَاَوْتَرَتْ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز ادا فرماتے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور قبلہ کے درمیان عارض ہوتی تھی جہاں آپ راحت فرماتے تھے حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر ادا فرماتے تو مجھے وتر ادا کرنے کے واسطے جگاتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:279،سنن النسائی: جز:3،ص:212،شرح السنۃ: جز:1،ص:234،صحیح البخاری: جز:2،ص:327)

611 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بِئْسَمَا عَدَلْتُمُوْنَا بِالْحِمَارِ وَالْكَلْبِ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يُصَلِّي وَاَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّسْجُدَ غَمَزَ رِجْلِي فَضَمَمْتُهَا اِلَيَّ ثُمَّ يَسْجُدُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تم نے برا کیا جو ہم کو گدھے اور کتے کے ساتھ رکھا حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاذی لیٹی ہوتی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو میرے پاؤں کو دباتے تو میں اس کو سمیٹ لیتی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرمالیتے۔

(مسند احمد: جز:49،ص:196،معجم ابن عساکر: جز:1،ص:135)

612 حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ اَبِي النَّضْرِ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اَكُوْنُ نَائِمَةً وَرِجْلَايَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّسْجُدَ ضَرَبَ رِجْلَيَّ فَقَبَضْتُهُمَا فَسَجَدَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں سوئی ہوئی تھی اور میرے دونوں پاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاذی ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز ادا فرماتے۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو میرے پاؤں پر ضرب لگا دیتے میں اس کو سمیٹ لیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے۔

(معجم الاوسط: جز:5،ص:17)

613 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ وَهٰذَا لَفْظُهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ وَاَنَا مُعْتَرِضَةٌ فِي قِبْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَيُصَلِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَمَامَهُ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ زَادَ عُثْمَانُ غَمَزَنِي ثُمَّ اتَّفَقَا فَقَالَ تَنَحَّيْ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاذی قبلہ کی طرف سو جاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاذی ہوتی۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر ادا فرماتے عثمان نے یہ زیادہ کیا ہے کہ پھر مجھے دباتے تو میں سرک جاتی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:276)

تشریح:

عورت کا نماز پڑھنے والے کے سامنے لیٹنا نماز کو نہیں توڑتا حالانکہ اس میں فتنہ کا اندیشہ زیادہ ہے تو اس کا گزرنا بطریق اولیٰ نماز کو نہیں توڑے گا جو نماز کو توڑنے کے قائل ہیں وہ اس کے کئی جواب دیتے ہیں ایک یہ کہ واقعہ حال لا عموم لہا کے قبیل سے ہے گویا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے یا یہ کہ قطع کی روایت مطلق ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث مبارکہ مقید ہے زوجہ ہونے کی بناء پر اور بعض نے سامنے لیٹنے اور گزرنے کا فرق کیا ہے کہ سامنے ہونا توڑنے والا نہیں گزرنا توڑنے والا ہے۔

☆ **قوله عن عائشه قالت بئسما عدلتمونا بالحمار والكلب**

جو عورت کے گزرنے کو نماز کے ٹوٹنے کے قائل ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کا شکوہ فرما رہی ہیں کہ تم نے ہمیں یعنی عورتوں کو گدھوں اور کتوں کے برابر قرار دے دیا ہے۔

☆ **قوله تنحي**

یہ واحد مونث حاضر امر کا صیغہ ہے یعنی ایک طرف ہو جاؤ اور مطلب یہ ہے کہ ایک طرف ہو کر وتر کی نماز پڑھ لو جس طرح کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز سے سلام پھیرنے کے بعد جب وتر کا ارادہ فرماتے تو آپ رضی اللہ عنہا کو بھی بیدار فرماتے تا کہ آپ رضی اللہ عنہا بھی وتر پڑھ لیں۔

☆ **فاذا اراد ان يسجد غمز رجلي فضممتها الى ثم يسجد**

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کا ارادہ فرماتے تو میرے پاؤں کو دبا دیتے تو میں اس کو سمیٹ لیتی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرما لیتے۔

شبہ

یہاں پر بظاہر بے ادبی کا شبہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں کو دبایا دوسرا سامنے لیٹی رہیں؟

جواب

پہلی بات تو یہ ہے حجرہ مبارکہ میں تنگی تھی دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں

زوجین میں کمال الفت ومحبت ہونی چاہئے یہ خلاف ادب نہیں نیز یہ بات بھی ہے کہ اس زمانہ میں رات میں چراغ روشن نہیں ہوتے تھے حجرہ میں تاریکی ہوتی تھی۔ بعض روایات میں خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔ لہذا ثابت ہوا کہ بے ادبی نہ ہوئی۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

قوله عن عروه رضی الله عنه

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تابعی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت اسحاق رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایات لی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ابن عوام آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے قرشی اسدی ہیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایات لیتے ہیں 22 بائیس میں ولادت ہے آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے سات فقہاء کرام میں سے ہیں۔

ابن شہاب فرماتے ہیں کہ

آپ رضی اللہ عنہ علم کے دریا ہیں۔ (مراۃ المناجیح: ج:8، ص:548)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ

عن ابی سلمه بن عبدالرحمن رضی الله عنهما

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما تابعی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سات فقہاء کرام میں سے ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ اپنے چچا عبداللہ ابن عبدالرحمٰن ابن عوف سے روایات لیتے ہیں۔ زہری قرشی ہیں سات فقہاء میں سے ہیں مدینہ منورہ کے باشندے تھے۔ بہتر سال عمر پائی۔ 94 چورانوے میں وفات ہوئی۔ (مراۃ المناجیح: ج:8، ص:552)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم
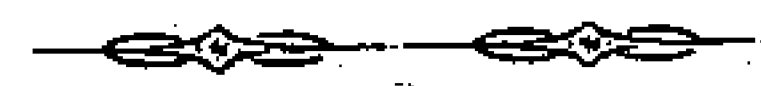
بَاب مَنْ قَالَ الْحِمَارُ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ

باب: جس نے کہا گدھے کے گزرنے سے نماز قطع نہیں ہوتی

یہ باب گدھے کے گزرنے سے نماز قطع نہ ہونے کے حکم میں ہے۔

614 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جِئْتُ عَلٰی حِمَارٍ ح و حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰی اَتَانٍ وَاَنَا یَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الِاحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی بِالنَّاسِ بِمِنًی فَمَرَرْتُ بَیْنَ یَدَیْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ فَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِی الصَّفِّ فَلَمْ یُنْكِرْ ذٰلِكَ اَحَدٌ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهٰذَا لَفْظُ الْقَعْنَبِیِّ وَهُوَ اَتَمُّ قَالَ مَالِكٌ وَاَنَا اَرٰی ذٰلِكَ وَاسِعًا اِذَا قَامَتِ الصَّلٰوةُ

عبیداللہ بن عبداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں ایک گدھے پر آیا۔ قعنبی، مالک، ابن شہاب، عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا اور ان ایام میں، میں بلوغت کے قریب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے تو میرا تھوڑی سی صف کے سامنے سے گزر ہوا۔ میں نے گدھی سے اتر کر اس کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا اس کا کسی نے برا نہیں مانا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لفظ قعنبی کا ہے اور وہ اتم ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اس میں وسعت دیکھتا ہوں جب نماز کھڑی ہو جائے۔

(الموطا: جز:1 ص:155، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2 ص:277 شرح السنۃ: جز:1 ص:139 صحیح ابن حبان: جز:5 ص:525)

615 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ یَحْیَی بْنِ الْجَزَّارِ عَنْ اَبِی الصَّهْبَاءِ قَالَ تَذَاكَرْنَا مَا یَقْطَعُ الصَّلٰوةَ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ جِئْتُ اَنَا وَغُلَامٌ مِّنْ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلٰی حِمَارٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی فَنَزَلَ وَنَزَلْتُ وَتَرَكْنَا الْحِمَارَ اَمَامَ الصَّفِّ فَمَا بَالَاهُ وَجَائَتْ جَارِیَتَانِ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَدَخَلَتَا بَیْنَ الصَّفِّ فَمَا بَالٰی ذٰلِكَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَدَاوُدُ بْنُ مِخْرَاقٍ الْفِرْیَابِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ بِاِسْنَادِهٖ قَالَ فَجَائَتْ جَارِیَتَانِ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اقْتَتَلَتَا

فَاَخَذَهُمَا قَالَ عُثْمَانُ فَفَرَّعَ بَيْنَهُمَا وَقَالَ دَاوُدُ فَنَزَعَ اِحْدَاهُمَا عَنِ الْاُخْرٰى فَمَا بَالٰى ذٰلِكَ

ابوصہباء سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ہم کلام تھے کہ کیا نماز کو قطع کرتی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اور بنی عبدالمطلب کا لڑکا گدھے پر سوار ہو کر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے تو وہ اترا اور میں بھی اتر گیا اور ہم نے گدھے کو صف کے آگے چھوڑ دیا اور کچھ حرج نہ جانا۔ اور بنی عبدالمطلب کی دو لڑکیاں آئیں اور دونوں صف کے مابین شامل ہو گئیں اور کچھ حرج نہ سمجھا۔

جریر نے منصور سے اس حدیث مبارکہ کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کر کے کہا بنی عبدالمطلب کی دو لڑکیاں لڑتی ہوئی آئیں تو ان کو پکڑا گیا۔ عثمان نے کہا ان کو ہٹا دیا گیا۔ داؤد نے کہا ایک دوسری سے اتر گئی اور کوئی حرج نہ جانا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:277)

تشریح:

☆ **قوله لصلی بالناس بمنی**

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بخاری شریف میں بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں مگر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بمنی کے بجائے بعرفۃ کا لفظ ہے۔

☆ **قوله فمررت بین یدی بعض الصف**

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ مقتدی کے سامنے سے گزرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مضائقہ امام اور اس کے سترہ کے درمیان میں سے گزرنا باعث مضر ہے دوسری یہ کہ گدھے کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

حضرت عبیداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

☆ **عن عبید اللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہما**

حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے دادا محترم ہیں۔
آپ رضی اللہ عنہ تابعی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر روایات منقول ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوبکرہ ہے اہل مدینہ منورہ سے ہیں اپنے بھائی سالم سے پہلے فوت ہوئے ثقہ ہیں۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:542)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَالَ الْكَلْبُ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ

باب: جس نے کہا کتا کے گزرنے سے نماز قطع نہیں ہوتی

یہ باب نمازی کے سامنے کتا کے گزرنے سے نماز نہ ٹوٹنے کے حکم میں ہے۔

616 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي بَادِيَةٍ لَنَا وَمَعَهُ عَبَّاسٌ فَصَلَّى فِي صَحْرَاءَ لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ سُتْرَةٌ وَحِمَارَةٌ لَنَا وَكَلْبَةٌ تَعْبَثَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا بَالَى ذٰلِكَ

فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم رنجہ فرمایا اور ہم اپنے جنگل میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحراء میں نماز ادا فرمائی اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سترہ نہیں تھا ہماری گدھی اور کتیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاذی گھوم پھر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کوئی حرج نہ جانا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:278،شرح السنۃ: جز:1،ص:139)

تشریح:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے باب ما یقطع الصلوۃ میں حدیث مبارکہ ذکر کی تھی جس میں عورت، گدھا اور کتے سے نماز ٹوٹنا مذکور تھا مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان تینوں پر الگ الگ باب باندھ کر ان کے گزرنے پر نماز نہ ٹوٹنے کا حکم بیان فرمادیا۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ کتے کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ ہاں خشوع وخضوع کا معاملہ الگ ہے۔

حضرت فضل ابن عباس رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن الفضل بن عباس رضی الله عنه

حضرت فضل ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر روایات مروی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ابن عبدالمطلب آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے اور ثابت قدم رہے۔ حجۃ الوداع میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے والوں میں آپ رضی اللہ عنہ بھی تھے پھر شام میں جہاد کرتے رہے۔ اردن کے علاقہ میں وفات پائی اکیس سال عمر ہوئی اپنے بھائی عبداللہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایات کرتے ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:589)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَالَ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَیْءٌ

باب: جس نے کہا نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی

یہ باب ان چیزوں کے متعلق ہے جو نماز کو قطع نہیں کرتیں۔

617 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ مُّجَالِدٍ عَنْ اَبِی الْوَدَّاكِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَیْءٌ وَّادْرَءُوْا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی اور گزرنے کو والے حسب استطاعت روکو کیونکہ وہ شیطان ہے۔

(شرح السنۃ: جز:1،ص:139)

618 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَدَّاكِ قَالَ مَرَّ شَابٌّ مِّنْ قُرَيْشٍ بَيْنَ يَدَیْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِیِّ وَهُوَ يُصَلِّی فَدَفَعَهٗ ثُمَّ عَادَ فَدَفَعَهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّ الصَّلٰوةَ لَا يَقْطَعُهَا شَیْءٌ وَّلٰكِنْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْرَءُوْا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّهٗ شَيْطَانٌ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ اِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُظِرَ اِلٰى مَا عَمِلَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبْوَاب تَفْرِيعِ اسْتِفْتَاحِ الصَّلٰوةِ

ابووداک فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے محاذی قریش کا ایک نوجوان گزرا اس حال میں کہ آپ رضی اللہ عنہ نماز ادا فرما رہے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو ہٹا دیا وہ پھر آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو تین بار ہٹایا جب فراغت پالی (نماز سے) تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حسب استطاعت روکو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں خبریں آ جائیں تو پھر نظر کی جائے کہ بعد کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل کس پر رہا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:278)

تشریح:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ صفت ہے کہ پچھلے تمام ابواب کا ایک جامع باب ذکر فرما دیتے ہیں جو کہ سابقہ ابواب کا نچوڑ ہوتا ہے اور جامع ہوتا ہے اسی لیے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسا باب لائے جو سب قسموں کو عام اور جامع ہے۔

☆ **قال ابوداؤد اذا تنازع الجزان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم نظر الى ماعمل به اصحابه**

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ یہاں پر ایک اصولی بات بیان فرما رہے ہیں کہ جس مسئلہ میں احادیث مبارکہ متعارض ہوں تو وہاں پر آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان مقدس نفوس کا طرز عمل وطریقہ مبارکہ دیکھ لینا چاہئے کیونکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متقی، عادل ہیں اور ستاروں کی مانند ہیں کہ جن کے راستہ پر بھی چلا جائے راہ راست نصیب ہوگی۔

حضرت ابو بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر ہم نے کہا ہم یہاں بیٹھے ہیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشاء بھی پڑھ لیں پس ہم بیٹھے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جب سے یہیں ہو؟

ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب پڑھی پھر ہم نے کہا! ہم یہاں ٹھہر جاتے ہیں حتیٰ کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز بھی پڑھ لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے اچھا کیا اور ٹھیک کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف سر اقدس اٹھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آسمان کی طرف سر اٹھاتے تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ستارے آسمان کی امان ہیں اور جب ستارے نہیں ہوں گے تو پھر آسمان بھی پھٹ جائے گا اور میں اپنے اصحاب کے لئے امان ہوں اور جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے اور میرے اصحاب میری امت کے لئے امان ہیں جب میرے اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت فتنوں اور بدعات میں مبتلا ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 207)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں میرے اصحاب کی مثال اس طرح ہے جیسے ستاروں کی مثال ہے۔ لوگ ان سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور جب وہ غائب ہو جاتے ہیں تو لوگ حیران ہو جاتے ہیں۔

(المطالب العالیہ: رقم الحدیث: 4193)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتداء کی تم ہدایت پا

جاؤ گے۔ (تفسیر کبیر: جز: 9، ص: 596)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

ابواب تفريع استفتاح الصلوة

نماز شروع کرنے کی تفریع پر ابواب

یہاں سے نماز کی اندرونی چیزوں کا بیان شروع فرمایا جا رہا ہے اب تک جو نماز کے متعلق احکام کا بیان تھا وہ خارجی تھا اب یہاں سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نماز کا مکمل طریقہ ابتداء سے لے کر انتہاء تک یعنی تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک آنے والے مسائل کو ابواب کی صورت میں لے کر ان کے تحت احادیث مبارکہ لائیں گے یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاصہ ہے۔

بَاب رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ

باب: رفع یدین کرنا

619 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ وَبَعْدَمَا يَرْفَعُ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ وَاَكْثَرُ مَا كَانَ يَقُوْلُ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

سالم نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ابتداء فرماتے تو اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو اٹھاتے حتیٰ کہ کندھوں کے مساوی ہو جاتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اقدس اٹھاتے اور دونوں سجدوں کے مابین نہ اٹھاتے۔

(معجم الصغیر: جز: 2، ص: 280، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 69، سنن النسائی: جز: 4، ص: 144، صحیح ابن حبان: جز: 5، ص: 177)

620 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ وَهُمَا كَذٰلِكَ فَيَرْكَعُ ثُمَّ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْفَعَ صُلْبَهُ

رَفَعَهُمَا حَتّٰى تَكُوْنَ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي السُّجُوْدِ وَيَرْفَعُهُمَا فِيْ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ يُكَبِّرُهَا قَبْلَ الرُّكُوْعِ حَتّٰى تَنْقَضِيَ صَلَاتُهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے قیام فرماتے تو اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے پھر تکبیر فرماتے اور وہ دونوں اسی طرح ہوتے پس رکوع فرماتے پھر جب سیدھا کھڑا ہونے کا ارادہ فرماتے تو ان کو کندھوں تک اٹھاتے پھر سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے اور سجود میں ہاتھ نہ اٹھاتے اور ہر تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے رکوع سے قبل حتیٰ کہ آپ ﷺ کی نماز مکمل ہو جاتی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:83، سنن دار قطنی: ج:3، ص:235)

621 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْجُشَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا لَا اَعْقِلُ صَلٰوةَ اَبِيْ قَالَ فَحَدَّثَنِيْ وَائِلُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ اَبِيْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَالَ ثُمَّ الْتَحَفَ ثُمَّ اَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِيْنِهِ وَاَدْخَلَ يَدَيْهِ فِيْ ثَوْبِهِ قَالَ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ اَخْرَجَ يَدَيْهِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ سَجَدَ وَوَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ اَيْضًا رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ مُحَمَّدٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلْحَسَنِ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ فَقَالَ هِيَ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ مَنْ فَعَلَهُ وَتَرَكَهُ مَنْ تَرَكَهُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ هَمَّامٌ عَنِ ابْنِ جُحَادَةَ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ مَعَ الرَّفْعِ مِنَ السُّجُوْدِ

وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نماز ادا کی تو آپ ﷺ جب تکبیر فرماتے تو اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو اٹھاتے کہا پھر چھپا لیتے پھر الٹے ہاتھ کو سیدھے ہاتھ سے پکڑا اور ان کو اپنے کپڑوں میں داخل فرما لیا۔ فرمایا کہ جب آپ ﷺ رکوع کا ارادہ فرماتے تو دونوں مقدس ہاتھوں کو نکال کر اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اقدس اٹھانے کا قصد فرماتے تو اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو اٹھاتے پھر سجدہ فرماتے اور اپنے مقدس چہرہ کو اپنی ہتھیلیوں کے مابین رکھتے اور جب سجود سے سر اقدس اٹھاتے تو اس وقت بھی ہاتھ اٹھاتے حتیٰ کہ اپنی نماز سے فراغت پا لیتے۔ محمد فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن ابی حسن کو اس کا ذکر کیا تو ارشاد فرمایا کہ یہی رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے کیا جس نے ایسا ہی کیا اور ترک کرنے والوں نے ترک کر دیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث مبارکہ کو ہمام نے ابن جحادہ سے روایت کیا ہے انہوں نے سجود سے رفع کے وقت رفع کا ذکر نہیں کیا۔

(معجم الکبیر: ج:22، ص:28، صحیح ابن حبان: ج:5، ص:173)

622 حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِیْمِ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ النَّخَعِیِّ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ ابْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهُ اَبْصَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی كَانَتَا بِحِیَالِ مَنْكِبَیْهِ وَحَاذٰی بِاِبْهَامَیْهِ اُذُنَیْهِ ثُمَّ كَبَّرَ

عبدالجبار بن وائل نے اپنے والدمحترم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ کیا جب نماز کے لئے قیام فرماتے تو اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو اٹھاتے حتیٰ کہ دونوں کندھوں کے برابر ہو جاتے اور انگوٹھے مقدس کانوں سے مس ہو جاتے پھر تکبیر فرماتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:24،شرح السنۃ: جز:1،ص:144)

623 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ یَعْنِیْ ابْنَ زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا الْمَسْعُوْدِیُّ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلٍ حَدَّثَنِیْ اَهْلُ بَیْتِیْ عَنْ اَبِیْ اَنَّهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّهُ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ مَعَ التَّكْبِیْرَةِ

عبدالجبار بن وائل نے بیان کیا ہے کہ میرے اہل بیت نے میرے والدمحترم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکبیر کے وقت اپنے مقدس ہاتھوں کو بلند فرماتے ہوئے ملاحظہ کیا۔

(مسند احمد: جز:38،ص:313)

624 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰی صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَیْفَ یُصَلِّیْ قَالَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ فَرَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی حَاذَتَا اُذُنَیْهِ ثُمَّ اَخَذَ شِمَالَهُ بِیَمِیْنِهِ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ یَّرْكَعَ رَفَعَهُمَا مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ وَضَعَ یَدَیْهِ عَلٰی رُكْبَتَیْهِ فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا مِثْلَ ذٰلِكَ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ رَاْسَهُ بِذٰلِكَ الْمَنْزِلِ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَوَضَعَ یَدَهُ الْیُسْرٰی عَلٰی فَخِذِهِ الْیُسْرٰی وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْاَیْمَنَ عَلٰی فَخِذِهِ الْیُمْنٰی وَقَبَضَ ثِنْتَیْنِ وَحَلَّقَ حَلْقَةً وَرَاَیْتُهُ یَقُوْلُ هٰكَذَا وَحَلَّقَ بِشْرٌ الْاِبْهَامَ وَالْوُسْطٰی وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَیْبٍ بِاِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ قَالَ فِیْهِ ثُمَّ وَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلٰی ظَهْرِ كَفِّهِ الْیُسْرٰی وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ وَقَالَ فِیْهِ ثُمَّ جِئْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ فِیْ زَمَانٍ فِیْهِ بَرْدٌ شَدِیْدٌ فَرَاَیْتُ النَّاسَ عَلَیْهِمْ جُلُّ الثِّیَابِ تَحَرَّكُ اَیْدِیْهِمْ تَحْتَ الثِّیَابِ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو ملاحظہ کروں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز ادا فرماتے ہیں یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تو قبلہ کی طرف رخ انور فرما کر تکبیر کہی اور اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو اٹھایا حتیٰ کہ کانوں تک پہنچے پھر الٹے مقدس ہاتھ کو سیدھے مقدس ہاتھ سے پکڑ لیا پس جب رکوع کرنے کا قصد فرمایا تو اسی طرح دونوں ہاتھوں کو بلند فرمایا پھر اپنے دونوں مقدس ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ دیئے پس جب رکوع سے سر اقدس اٹھایا تو اسی طرح دونوں مقدس ہاتھوں کو بلند فرمایا۔ پس جب سجدہ میں تشریف لے گئے تو اپنے سر اقدس کو اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کے مابین رکھا پھر بیٹھے تو الٹے پاؤں کو بچھا دیا اور سیدھے ہاتھ اقدس کو ران پر رکھ دیا اور سیدھی کہنی کو سیدھی ران سے جدا کیے رکھا اور دو چھوٹی انگلیوں کو بند کر کے حلقہ بنا دیا اور میں نے ان کو اسی طرح فرماتے ہوئے ملاحظہ کیا اور بشر نے انگوٹھے اور وسطی انگلی سے حلقہ بنا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ زائدہ نے عاصم بن کلیب سے اپنی اسناد کے ساتھ معناً روایت فرما کر کہا پھر اپنے دائیں مقدس ہاتھ کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھ دیا اور پہنچا اور کلائی کو بھی رکھ دیا اسی میں فرمایا پھر کچھ مدت گزرنے کے بعد شدید سردی میں آیا تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ان پر کپڑے ہوتے اور کپڑوں کے نیچے اپنے ہاتھ کو حرکت دیتے۔

(معجم الکبیر: جز:22، ص:35، سنن ابن ماجہ: جز:3، ص:161، سنن الدارمی: جز:4، ص:179، صحیح ابن حبان: جز:5، ص:170)

625 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا شَرِیْكٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْهِ حِیَالَ اُذُنَیْهِ قَالَ ثُمَّ اَتَیْتُهُمْ فَرَاَیْتُهُمْ یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَهُمْ اِلٰی صُدُوْرِهِمْ فِی افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَعَلَیْهِمْ بَرَانِسُ وَاَكْسِیَۃٌ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ کیا جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کی لو تک اپنے دونوں ہاتھ بلند فرماتے۔ فرماتے ہیں کہ پھر میں آیا تو میں نے لوگوں کو ملاحظہ کیا کہ نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو سینوں تک اٹھا دیتے اور ان پر جبے اور کمبل ہوا کرتے۔

(شرح السنۃ: جز:1، ص:145، شرح معانی الآثار: جز:1، ص:196)

تشریح:

یہاں پر چند ابحاث قابل غور ہیں۔

بحث اوّل

رفع یدین کی حد کہاں تک ہے؟

اس میں اختلاف ہے کہ ہاتھوں کو نمازی کہاں تک اٹھائے چنانچہ اس سلسلے میں مذاہب فقہاء بیان کیے جاتے ہیں۔

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کندھوں کے برابر ہاتھوں کو اٹھائے اس طرح کہ اس کی انگلیوں کی اطراف کانوں کے اوپری حصہ کے انگوٹھا کانوں کی لو کے اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں۔ (شرح للنواوی: جز:1، ص:168)

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

نمازی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کانوں کے اوپری حصہ تک ہاتھوں کو بلند کرے یا کندھوں تک اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں امر رسول اللہ ﷺ سے روایت ہیں کندھوں تک ہاتھ بلند کرنے کی حدیث مبارکہ حضرت ابوحمید اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور کانوں تک ہاتھ بلند کرنے کی حدیث مبارکہ حضرت واثلہ بن حجر رضی اللہ عنہ اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور بعض علماء کرام اس کے قائل ہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پہلی حدیث مبارکہ کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ اثرم نے فرمایا کہ میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا کہاں تک بلند کرنے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کندھوں تک ہاتھوں کو بلند کرے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے ہی روایت ہے اور جنہوں نے کہا کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تو وہ بھی مستحسن ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی حدیث مبارکہ کے راوی زیادہ ہیں اور نبی کریم ﷺ کے زیادہ قریب ہیں اور دوسرا عمل بھی جائز ہے کیونکہ اس کی روایت بھی صحیح ہے اور ہوسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی ایک طریقہ پر عمل فرمایا ہو اور کبھی دوسرے طریقہ پر عمل فرمایا ہو۔ (المغنی: جز:1، ص:280)

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت سینہ تک ہاتھ اٹھانے کی ہے اور ایک روایت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:2، ص:145)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

نمازی اپنے انگوٹھوں کو کانوں کے برابر بلند کرے ہماری دلیل حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، حضرت براء رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی تکبیر تحریمہ فرماتے تو کانوں تک ہاتھوں کو بلند فرماتے اور رفع یدین بہرے کو نماز کی خبر دینے کے واسطے ہے اور یہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے سے ہوگا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حالت عذر پر محمول ہے۔ (ہدایہ اولین:ص:84)

احناف کے مذہب کے ثبوت میں کئی احادیث مبارکہ وآثار دلیلیں ہیں۔

دلیل نمبر:1

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ادا فرماتے تو کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔ (مسند احمد:جز:4،ص:303)

دلیل نمبر:2

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر فرماتے تو کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔ (صحیح مسلم:جز:1،ص:168)

دلیل نمبر:3

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور ہاتھ بلند کیے۔ ہمام فرماتے ہیں کہ کانوں تک ہاتھ بلند فرمائے۔ (صحیح مسلم:جز:1،ص:173)

دلیل نمبر:4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انگوٹھے کانوں کے برابر تھے۔

(سنن دارقطنی:جز:1،ص 345)

دلیل نمبر:5

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں مدینہ منورہ آیا اور میں نے دل میں سوچا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو ملاحظہ کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کہی اور ہاتھ بلند فرمائے میں نے ملاحظہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انگوٹھے کانوں کے قریب تھے۔

(المصنف:جز:1،ص:233)

دلیل نمبر:5

حمید بن ہلال فرماتے ہیں کہ

مجھ سے اس شخص نے حدیث مبارکہ بیان فرمائی ہے جس نے ایک اعرابی سے سنا انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز ادا فرماتے ہوئے ملاحظہ کیا آپ ﷺ نے رکوع سے سر اقدس اٹھایا اور کانوں تک ہاتھ بلند فرمائے۔

(مجمع الزوائد: ج:2،ص:101)

دلیل نمبر:6

حضرت حکم بن عمیر سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ ہمیں تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب تم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو تو اپنے ہاتھ کانوں تک بلند کرو۔

(مجمع الزوائد: ج:2،ص:102)

دلیل نمبر:7

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر تحریمہ فرما کر کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔ (مسند ابوعوانہ: ج:2،ص:94)

دلیل نمبر:8

داؤد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ

میں نے وہب بن منبہ کو ملاحظہ کیا کہ وہ جب نماز میں تکبیر تحریمہ کہتے تو کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔

(المصنف: ج:2،ص:69)

دلیل نمبر:9

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب اپنے ہاتھ کو بلند فرماتے تو آپ ﷺ کا انگوٹھا کانوں کے قریب ہوتا۔ (المصنف: ج:1،ص:70)

دلیل نمبر:10

ابراہیم فرماتے ہیں کہ

جب نمازی تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے تو کانوں تک ہاتھ بلند کرے۔ (کتاب الآثار: ص:21)

دلیل نمبر:11

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایت ہے۔(معرفۃ السنن والاثار:جز:1،ص:496)

دلیل نمبر:12

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے کانوں تک ہاتھ بلند کرنے کی روایت ہے۔(معرفۃ السنن والاثار:جز:1،ص:496)

دلیل نمبر:13

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔(المصنف:جز:1،ص:233)

دلیل نمبر:14

ابراہیم فرماتے ہیں کہ

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کانوں تک ہی اٹھائے۔(المصنف:جز:1،ص:233)

دلیل نمبر:15

ابوجعفر فرماتے ہیں کہ:تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کانوں سے متجاوز نہ کیا جائے۔(المصنف:جز:1،ص:233)

دلیل نمبر:16

ابومیسرہ فرماتے ہیں کہ

ہمارے اصحاب جب تکبیر تحریمہ کرتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔(المصنف:جز:1،ص:234)

دلیل نمبر:17

داؤد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ

میں نے وہب بن منبہ کو دیکھا وہ جب نماز میں تکبیر فرماتے تو کانوں تک ہاتھ بلند فرماتے۔(المصنف:جز:2،ص:69)

بحث ثانی

رفع یدین کب کب کرے؟

نماز میں رفع یدین کب کب کرے اس بارے میں فقہاء کرام کے مذاہب بیان کیے جاتے ہیں۔

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے اور تکبیر تحریمہ کے علاوہ میں اختلاف ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ
تشہد اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری میں حدیث مبارکہ ہے اور سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں حضرت ابوحمید ساعدی سے روایت ہے۔ابوبکر بن منذر، ابوعلی طبری اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ سجدہ میں رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہاء کوفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ میں رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ نماز کے کسی رکن میں بھی رفع یدین واجب نہیں ہے البتہ داؤد ظاہری سے یہ حکایت ہے کہ تکبیر تحریمہ میں رفع یدین واجب ہے۔
(شرح للنواوی: ج:1،ص:168)

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:
علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ
رفع یدین کے محل میں اختلاف ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ رفع یدین تکبیر تحریمہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر نہیں کرتے تھے اور ایک مشہور روایت یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔(اکمال اکمال المعلم: ج:2،ص:144)

فقہاء حنابلہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:
تکبیر تحریمہ کی طرح رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنے کیونکہ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ میں اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔(المغنی: ج:1،ص:299)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ

امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آپ رحمۃ اللہ علیہ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے اس کا کیا سبب ہے؟

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

کیونکہ اس مسئلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث مبارکہ منقول نہیں ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

کیسے نہیں ہے؟ زہری نے سالم سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مبارکہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتتاح نماز کے وقت، رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مجھے حماد نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مبارکہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز کو شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر بالکل بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو از زہری از سالم از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ بیان کرتا ہوں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے از حماد از ابراہیم حدیث مبارکہ بیان کرتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

حماد، زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم، سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تفقہ میں کم نہیں ہیں ہر چند کہ ان کو شرف صحابیت حاصل لیکن اسود کو زیادہ فضیلت حاصل ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے راویوں کے تفقہ کو علو اسناد پر ترجیح دی۔ اور ہمارے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے اور امام طحاوی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے سند صحیح کے ساتھ اسود سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اور انہوں نے کہا:

ابراہیم اور شعبہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ حاکم نے اس کا معارضہ اس حدیث مبارکہ سے کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایت

کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور دو سجدوں کے بعد بھی رفع یدین کرتے تھے وہ حدیث مبارکہ اس حدیث مبارکہ سے منسوخ ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ سجدوں کے بعد رفع یدین منسوخ ہے۔ رفع یدین کے مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ ہیں اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد ترک رفع یدین اور رفع یدین کرنا دونوں امر احادیث اور آثار سے ثابت ہیں اور تعارض کے وقت ترجیح کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک ترجیح ترک رفع یدین کو ہے کیونکہ پہلے نماز میں گفتگو کرنا اور جس نماز کے علاوہ افعال کرنا مباح تھے پھر ان کو منسوخ کر دیا گیا اس لیے یہ مستبعد نہیں ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو بھی منسوخ کر دیا گیا ہو۔

اور نسخ پر دلیل یہ ہے کہ

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو کہا چھوڑ دو یہ وہ کام ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا اور پھر ترک کر دیا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے رفع یدین کیا اور آپ نے رفع یدین ترک کیا تو ہم نے رفع یدین کو ترک کر دیا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کی روایت ہے وہ منسوخ ہے کیونکہ مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دو سال حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی اور میں نے ان کو پہلی تکبیر کے علاوہ کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت ساقط ہو جاتی ہے۔ (فتح القدیر: جز:1، ص270 تا 271)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

صرف تکبیرۃ الاولیٰ میں رفع یدین کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے۔

1- تکبیرۃ الافتتاح

2- تکبیرۃ القنوت

3- تکبیرات العیدین

اور چار حج کے مواقع ہیں۔

4- تکبیرہ عرفات

5- تکبیرۃ الجمرتین

6- تکبیرۃ الصفا والمروہ

7-اور تکبیرۃ الاستلام

اور جن احادیث مبارکہ میں رکوع اور رکوع کے بعد رفع یدین مذکور ہے وہ ابتداء پر محمول ہے اسی طرح حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔(ہدایہ اولین:ص:92)

بحث ثالث

رفع یدین تکبیر تحریمہ کے علاوہ منسوخ

احناف اہل سنت کے نزدیک رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا یعنی رفع یدین کرنا خلاف سنت اور ممنوع ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفاء راشدین کے عمل کے بھی خلاف ہے اور عقل شرعی کے بھی مخالف ہے جن روایات میں رفع یدین کا ذکر آیا ہے وہ تمام منسوخ ہیں۔یاد رہے کہ نماز میں سکون واطمینان چاہئے بلاوجہ حرکت وجنبش مکروہ اور خلاف سنت ہے رفع یدین میں بلاضرورت جنبش ہے تو رفع یدین کی احادیث مبارکہ سکون کے خلاف ہیں اور ترک رفع یدین کی احادیث مبارکہ سکون نماز کے موافق ہیں لہٰذا عقل کا تقاضا ہے کہ رفع یدین نہ کرنے کی احادیث مبارکہ پر عمل کیا جائے اور اپنی ہٹ دھرمی سے باز آیا جائے۔اب ترک رفع یدین پر چند دلائل ملاحظہ فرمایئے۔

دلیل نمبر:1

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں سرکش گھوڑوں کی دموں کی مانند رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔

(صحیح مسلم:جز:1،ص:181)

دلیل نمبر:2

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے وہ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

(شرح معانی الآثار:جز:1،ص:133)

دلیل نمبر:3

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور صرف پہلی بار رفع یدین کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ حسن ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: ص:65)

دلیل نمبر:4

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

(سنن ابوداؤد: جز:1،ص:109)

دلیل نمبر:5

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے۔

1-نماز شروع کرتے وقت

2-جب مسجد حرام میں داخل ہو کر بیت اللہ کو دیکھے۔

3-جب صفا پر کھڑا ہو۔

4-جب مروہ پر کھڑا ہو۔

5-جب میدان عرفات میں لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو۔

6-مزدلفہ میں

7-اور رمی جمار کے وقت۔ (مجمع الزوائد: جز:3،ص:238)

دلیل نمبر:6

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی یہ تمام نماز کے شروع میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (سنن دارقطنی: جز:1،ص:295)

دلیل نمبر:7

حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ صرف پہلی بار رفع یدین کرتے تھے (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) پھر نہیں کرتے تھے اور ابراہیم اور شعبی بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (شرح معانی الاثار: جز: 1 ص: 133)

دلیل نمبر: 8

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں کندھوں تک رفع یدین کرتے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔ (المسند: جز: 2 ص: 277)

دلیل نمبر: 9

عاصم بن کلیب اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔ (المصنف: جز: 1 ص: 236)

دلیل نمبر: 10

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں۔

شعبی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ (المصنف: جز: 1 ص: 236)

دلیل نمبر: 11

حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب تم نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہو تو رفع یدین کرو پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کرو۔ (المصنف: جز: 1 ص: 236)

دلیل نمبر: 12

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (المصنف: جز: 1 ص: 237)

دلیل نمبر: 13

ابراہیم نخعی نے کہا:

تکبیرہ اولیٰ میں نماز کے شروع کے وقت رفع یدین کرو اور اس کے ماسوا میں رفع یدین نہ کرو۔ (کتاب الاثار: ص: 21)

دلیل نمبر: 14

جابر فرماتے ہیں کہ

حضرت علقمہ اور اسود صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ (المصنف: جز: 1 ص: 237)

دلیل نمبر:15

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے نماز شروع کرنے کے علاوہ اور کسی موقع پر رفع یدین نہیں کیا۔

(المصنف: جز:1،ص:237)

دلیل نمبر:16

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

میں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ

حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز میں اور رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا: اگر حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پچاس بار رفع یدین نہ کرتے ہوئے دیکھا۔ (شرح معانی الآثار: جز:1،ص:224)

دلیل نمبر:17

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر کبھی نہ اٹھاتے تھے۔

(شرح معانی الآثار: جز:1،ص:224)

دلیل نمبر:18

امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے اور نہ سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے۔ (مسند حمیدی: جز:2،ص:277)

دلیل نمبر:19

حضرت اسماعیل سے روایت ہے کہ

امام قیس رحمۃ اللہ علیہ رفع یدین کرتے جب نماز شروع کرتے تھے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: جز:1،ص:214)

دلیل نمبر:20

امام شعبہ نے امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام شاگرد صرف نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: جز:1،ص:214)

دلیل نمبر:21

اشعث فرماتے ہیں کہ

انہوں نے امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

آپ رفع یدین صرف نماز شروع کرتے وقت کرتے تھے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: جز:1،ص:213)

دلیل نمبر:22

اسود سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی انہوں نے صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کیا۔

اور عبدالملک نے کہا:

میں نے شعبی، ابراہیم اور ابواسحاق کی اقتداء میں نماز پڑھی وہ سب صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: جز:1،ص:214)

دلیل نمبر:23

امام احمد بن یونس نے فرمایا ہے کہ

ہم سے ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے کوئی ایسا فقیہ نہیں دیکھا جو رفع یدین کرتا ہو سوائے تکبیر تحریمہ کے۔

امام عبدالرحمٰن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں کسی رفع یدین کو نہیں پہچانتا نماز تکبیر میں نہ جھکتے وقت اور نہ ہی اٹھتے وقت سوائے تکبیر تحریمہ کے۔

(مدونۃ الکبریٰ: جز:1،ص:68)

دلیل نمبر:24

امام عبدالرحمٰن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی رفع یدین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مدونۃ الکبریٰ: ج:1، ص:68)

دلیل نمبر:25

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ نے ایک شخص کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو اس سے ارشاد فرمایا ایسا نہ کیا کرو کیونکہ یہ وہ کام ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا تھا پھر چھوڑ دیا۔ (عمدۃ القاری: ج:5، ص:405)

دلیل نمبر:26

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں حضرت امام ابوحنیفہ عن حماد عن ابراہیم نخعی سے اس طرح روایت کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

پہلی بار کے سوا نماز میں کبھی ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ (جامع الرضوی بصحیح البہاری: ج:2، ص:398)

رفع یدین کے منسوخ اور ترک پر اور بھی کئی احادیث مبارکہ ہیں مگر میں نے چھبیسویں کی نسبت سے چھبیس احادیث مبارکہ و آثار دلائل کے طور پر پیش کی ہیں اگر کسی کو مزید دلائل کی ضرورت ہو تو طحاوی شریف صحیح البہاری، مصنف ابن شیبہ کا مطالعہ فرمائیے۔

بحث رابع

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی ترک رفع یدین پر تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''رفع الیدین فی الصلوٰۃ'' میں تحریر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انیس (19) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

ابن اثیر نے تحریر کیا ہے کہ

بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع یدین کرتے تھے۔

حاکم نے فرمایا ہے کہ

عشرہ مبشرہ رفع یدین کرتے تھے۔

قاضی ابوالطیب نے لکھا ہے کہ

تیس (30) سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع یدین کرتے تھے۔

توضیح میں لکھا ہے کہ

رفع یدین واجب نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے۔
داؤد ظاہری سے منقول ہے کہ
تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین واجب ہے۔
بعض مالکیہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ
اس کے ترک سے گناہ گار ہوگا۔
ابن خزیمہ نے کہا:
جس نے رفع یدین کو ترک کیا اس نے نماز کا ایک رکن ترک کر دیا۔
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک صرف تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کیا جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔
امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سے زیادہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔
بدائع میں مذکور ہے کہ
عشرہ مبشرہ صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

ہمارے اصحاب نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر فرماتے تو کانوں کی لو تک رفع یدین کرتے اور پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تین اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ
اس حدیث مبارکہ کو ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے از یزید بن ابی زیاد از عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ از براء روایت کیا ہے اور انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
خطابی نے کہا:
سوا شریک کے یہ کسی نے نہیں کہا۔
ابوعمر نے کہا:

اس میں یزید متفرد ہے۔ حفاظ نے اس حدیث مبارکہ کو براء سے روایت کیا ہے اور یہ روایت نہیں کیا کہ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

بزار نے کہا:

یزید کی رفع یدین والی حدیث مبارکہ میں ''پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے'' صحیح نہیں ہے۔

عباس درری نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے یہ صحیح الاسناد نہیں ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

یہ حدیث مبارکہ ضعیف ہے پہلے یزید اس حدیث مبارکہ میں یہ لفظ نہیں کہتا تھا پھر اس کو یہ لفظ تلقین کیے گئے تو کہنے لگا ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے معارض ''کامل'' میں امام ابن عدی کا یہ قول ہے اس حدیث مبارکہ کو ہشیم شریک اور ان کے ساتھ ایک جماعت نے یزید سے روایت کیا ہے اور ان سب نے یہ کہا ہے کہ ''آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے'' اسی سے معلوم ہوا کہ شریک اس لفظ کی زیادتی میں متفرد نہیں ہے۔ اس جواب سے علامہ خطابی کا اعتراض بھی ساقط ہو گیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ

یزید ضعیف ہے اور اس زیادتی میں متفرد ہے۔

تو میں کہوں گا کہ

یہ غلط ہے کیونکہ عیسیٰ بن عبدالرحمان نے بھی اس حدیث مبارکہ کو ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے اسی طرح امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یزید کی اس حدیث مبارکہ میں متابعت کی گئی ہے اور وہ متفرد نہیں ہے اور یزید فی نفسہ ثقہ ہے۔

عجلی نے کہا:

وہ جائز الحدیث ہے۔

اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ

وہ مقبول القول، عدل اور ثقہ ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

ہر چند کہ اس کے غیر کی حدیث مبارکہ مجھے زیادہ پسند ہے لیکن میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس حدیث مبارکہ کو ترک کیا ہو۔

اور ابن شاہین نے کتاب الثقہ میں لکھا ہے کہ

احمد بن صالح نے کہا:

یزید ثقہ ہے اور جو شخص اس پر جرح کرے وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس کی حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے۔

ساجی اور امام ابن حبان نے کہا:

وہ صدوق ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حدیث مبارکہ کو روایت کیا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے استشہاد کیا ہے اس لیے یہ ہوسکتا ہے کہ یزید نے ایک دفعہ اس حدیث مبارکہ کا بعض حصہ بیان کیا ہو یا اس کو اجمالاً بیان کیا ہو یا اس کو اجمالاً بیان کیا ہو اور بعد میں اس کو مکمل بیان کر دیا ہو۔ جن احادیث مبارکہ سے دوسرے آئمہ کرام نے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہیں بعد میں اس عمل کو منسوخ کر دیا گیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو کعبہ معظّمہ میں نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے فرمایا ایسا نہ کرو یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور پھر اس کو ترک کر دیا اور اس کے منسوخ ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ صرف تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اس حدیث مبارکہ کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔

مخالف کہتے ہیں۔

یہ حدیث منکر ہے کیونکہ طاؤس نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے رفع یدین کرتے ہوں اور جب ان کے نزدیک نسخ ثابت ہو گیا تو پھر انہوں نے رفع یدین ترک کر دیا۔

اگر مخالف حضرت ابوحمید ساعدی کی حدیث مبارکہ سے استدلال کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو کئی سندوں کے ساتھ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے اور جس سند کے ساتھ اس میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ عبدالحمید بن جعفر سے روایت ہے اور وہ ضعیف ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ

وہ مسلم کے رجال میں سے ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

مسلم کے رجال سے ہونا اس کے ضعف کے منافی نہیں ہے اور اگر ہم یہ مان لیں تو یہ حدیث مبارکہ ایک اور وجہ سے معلول ہے اور یہ ہے کہ محمد بن عمر اور ابن عطاء نے اس حدیث مبارکہ کو حضرت ابو حمید سے نہیں سنا اور نہ ابو قتادہ وغیرہ سے جن کا ان کے ساتھ ذکر ہے کیونکہ حضرت ابو حمید، ولید بن یزید بن عبد المالک کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور اس کی خلافت ایک سو پچیس ہجری میں تھی۔ اسی وجہ سے ابن حزم نے کہا ہے کہ عبد الحمید بن جعفر کو محمد بن عمر اور ابن عطا سے روایت کرنے میں وہم ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المعرفۃ میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ عبد الحمید نے حضرت ابو حمید سے سماع کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ اس نے حضرت ابو حمید رحمۃ اللہ علیہ سے سماع نہیں کیا اور اس باب میں انہی کی بات حجت ہے۔

اگر مخالف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کرے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے افتتاح رکوع اور سجدے کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث مبارکہ اسماعیل بن عیاس سے روایت ہے اور مخالفین اس کو غیر شامیین میں حجت نہیں مانتے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اسماعیل ضعیف ہے۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ حدیث مبارکہ میں بہت خطا کرتا تھا اور وہ لائق استدلال نہیں ہے۔

امام ابن خزیمہ نے کہا:

اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

اگر مخالف حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ سے استدلال کریں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو تکبیر اولیٰ، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے اس کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکبیر اولیٰ کے سوا رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے زیادہ مقدم ہے اور وہ آپ کے افعال کو زیادہ سمجھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند کرتے تھے کہ نماز میں مہاجرین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہیں اور افعال نماز کو محفوظ رکھیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہ کثرت حاضر ہوتے تھے اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں 9ھ میں مسلمان ہوئے تھے اور ان دونوں کے اسلام قبول کرنے میں بائیس سال کا عرصہ ہے یہی وجہ ہے کہ جب مغیرہ نے حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مبارکہ بیان کی تو ابراہیم نے کہا اگر حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع کے وقت اور

اس کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابراہیم کی روایت متصل نہیں ہے کیونکہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ 32ھ میں مدینہ منورہ یا کوفہ میں فوت ہو گئے تھے اور ابراہیم 50ھ میں پیدا ہوئے جیسا کہ امام ابن حبان نے تصریح کی ہے تو میں کہوں گا کہ ابراہیم کی عادت یہ ہے کہ وہ اس حدیث مبارکہ میں ارسال کرتے ہیں جس کی صحت ان کے نزدیک ثابت ہو اور اس کی بہ کثرت روایات ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک جماعت کی روایت واحد کی روایت سے زیادہ قوی اور زیادہ اولیٰ ہے۔ اگر مخالف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرے جس کو سنن اربعہ نے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے برعکس ترک رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں۔ امام طحاوی اور امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہما نے عاصم بن کلیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی تکبیر اول میں رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور پھر اس کو ترک کر دیا ہو اس لیے اس کا محمل یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا تھا اور عاصم بن کلیب کی روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری: جز:5، ص 272 تا 274)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترک رفع یدین پر فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ رفع یدین حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا یا نہیں اور کب تک کیا؟ یہ بات ثابت ہے کہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا؟ اور مسلمانوں کو کرنا چاہیے یا نہیں؟ مکمل ارشاد فرما کر مشکور وممنون فرمائیے۔ فقط۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز کسی حدیث مبارکہ میں ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا خلاف ثابت ہے نہ احادیث مبارکہ میں اس کی مدت مذکور ہاں حدیثین اس کے فعل وترک دونوں میں وارد ہیں۔ سنن ابوداؤد وسنن النسائی وجامع ترمذی وغیرہا میں ایسی سند سے ہے جس کے رجال صحیح مسلم میں بطریق عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یعنی انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے یہ کہہ کر نماز کو کھڑے ہوئے تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر نہ اٹھائے۔

(سنن النسائی: جز:1، ص:123)

ترمذی نے کہا:

یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ حسن ہے اور یہی مذہب تھا متعدد علماء من جملہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تابعین عظام رضی اللہ عنہم و امام سفیان و علمائے کوفہ رضی اللہ عنہم۔ (جامع ترمذی: جز:1، ص:35)

مسند امام الائمہ مالک الازمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں ہے۔

ہمیں حماد نے ابراہیم سے علقمہ و اسود سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے پھر کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھاتے۔ (مسند الامام اعظم: ص:50)

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ شرح معانی الاثار میں فرماتے ہیں۔

ابوبکرہ نے ہمیں حدیث مبارکہ بیان کی کہا ہمیں موصل نے حدیث مبارکہ بیان کی کہ ہمیں سفیان نے حدیث مبارکہ بیان کی ہے مغیرہ سے اور مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابراہیم نخعی سے حدیث مبارکہ وائل رضی اللہ عنہ کی نسبت دریافت کیا کہ انہوں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرمایا۔ ابراہیم نے فرمایا وائل نے اگر ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پچاس بار دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین نہ کیا۔ (شرح معانی الاثار: جز:1، ص:154)

صحیح مسلم شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا ہوا کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمہارے ہاتھ چنچل گھوڑوں کی دمیں ہیں قرار سے رہو نماز میں۔

اصول کا قاعدہ متفق علیہا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا اور حاظر مبیح پر مقدم ہے ہمارے آئمہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث ترک پر عمل فرمایا حنفیہ کو ان کی تقلید چاہئے شافعیہ وغیرہم اپنے آئمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی پیروی کریں کوئی محل نزاع نہیں۔ ہاں وہ حضرات تقلید آئمہ دین کو شرک و حرام جانتے ہیں اور باآنکہ علمائے مقلدین کا کلام سمجھنے کی لیاقت نصیب اعداء اپنے لیے منصب اجتہاد مانتے اور خواہی نخواہی تفریق کلمہ مسلمین و اثارت فتنہ بین المومنین کرنا چاہتے بلکہ اس کو اپنا ذریعہ شہرت و ناموری سمجھتے ہیں ان کے راستے سے مسلمانوں کو بہت دور رہنا چاہئے مانا کہ احادیث مبارکہ رفع ہی مرجح ہوں تاہم آخر رفع یدین کس کے نزدیک واجب نہیں غایت درجہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امر مستحب ٹھہرے گا کہ کیا تو اچھا نہ کیا تو کچھ برائی نہیں مگر مسلمانوں میں فتنہ اٹھانا دو گروہ کر دینا نماز کے مقدمے انگریزی گورنمنٹ تک پہنچانا شاید اہم واجبات سے ہوگا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج (2/191)

فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔

خود ان صاحبوں میں بہت لوگ صدہا کبیرہ گناہ کرتے ہوں گے انہیں نہ چھوڑنا اور رفع یدین نہ کرنے پر ایسی شورشیں کرنا کچھ بھلا معلوم ہوتا ہوگا (ہرگز نہیں) اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ ہدایت فرمائے آمین۔

و الله سبحنه و تعالٰى اعلم ۔ (فتاویٰ رضویہ:ج:6،ص153 تا155)

و الله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ

باب: نماز شروع کرنا

یہ باب نماز شروع کرنے کے حکم کے متعلق ہے۔

626 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشِّتَاءِ فَرَاَيْتُ اَصْحَابَهُ يَرْفَعُونَ اَيْدِيَهُمْ فِي ثِيَابِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سردی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ملاحظہ کیا کہ نماز میں کپڑوں کے اندر سے رفع یدین کرتے۔

(شرح السنۃ: ج:1،ص:145، مسند احمد: ج:38،ص:308)

627 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهٰذَا حَدِيثُ اَحْمَدَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ فِي عَشَرَةٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُو قَتَادَةَ قَالَ اَبُو حُمَيْدٍ اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا فَلِمَ فَوَاللّٰهِ مَا كُنْتَ بِاَكْثَرِنَا لَهُ تَبَعًا وَلَا اَقْدَمِنَا لَهُ صُحْبَةً قَالَ بَلٰى قَالُوا فَاعْرِضْ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حَتّٰى يَقِرَّ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَقْرَاُ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يَرْكَعُ وَيَضَعُ رَاحَتَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَعْتَدِلُ فَلَا يَصُبُّ رَاْسَهُ وَلَا يُقْنِعُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهُ فَيَقُولُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَقُولُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَهْوِي اِلَى الْاَرْضِ فَيُجَافِي يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهُ وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا وَيَفْتَحُ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ اِذَا سَجَدَ

وَيَسْجُدُ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَيَرْفَعُ رَاْسَهُ وَيَثْنِىْ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْجِعَ
كُلُّ عَظْمٍ اِلٰى مَوْضِعِهٖ ثُمَّ يَصْنَعُ فِى الْاُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ
يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِىَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِىْ بَقِيَّةِ
صَلَاتِهٖ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِىْ فِيْهَا التَّسْلِيْمُ اَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلٰى
شِقِّهِ الْاَيْسَرِ قَالُوْا صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّىْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ
حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ يَزِيْدَ يَعْنِىْ ابْنَ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو الْعَامِرِىِّ قَالَ كُنْتُ فِىْ مَجْلِسٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَتَذَاكَرُوْا صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ فَذَكَرَ بَعْضَ
هٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالَ فَاِذَا رَكَعَ اَمْكَنَ كَفَّيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ
غَيْرَ مُقْنِعٍ رَاْسَهُ وَلَا صَافِحٍ بِخَدِّهٖ وَقَالَ فَاِذَا قَعَدَ فِى الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلٰى بَطْنِ قَدَمِهِ
الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى فَاِذَا كَانَ فِى الرَّابِعَةِ اَفْضٰى بِوَرِكِهِ الْيُسْرٰى اِلَى الْاَرْضِ وَاَخْرَجَ
قَدَمَيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ وَاحِدَةٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْمِصْرِىُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ
بْنِ سَعْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِىِّ وَيَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ
حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ نَحْوَ هٰذَا قَالَ فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ
وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ اَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا
اَبُوْ بَدْرٍ حَدَّثَنِىْ زُهَيْرٌ اَبُوْ خَيْثَمَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ حَدَّثَنِىْ عِيْسَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ
مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ اَحَدِ بَنِىْ مَالِكٍ عَنْ عَبَّاسٍ اَوْ عَيَّاشِ بْنِ سَهْلٍ
السَّاعِدِىِّ اَنَّهُ كَانَ فِىْ مَجْلِسٍ فِيْهِ اَبُوْهُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَفِى الْمَجْلِسِ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِىُّ وَاَبُوْ اُسَيْدٍ بِهٰذَا الْخَبَرِ يَزِيْدُ اَوْ يَنْقُصُ
قَالَ فِيْهِ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ يَعْنِىْ مِنَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ
وَرَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ فَسَجَدَ فَانْتَصَبَ عَلٰى كَفَّيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ وَصُدُوْرِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ
سَاجِدٌ ثُمَّ كَبَّرَ فَجَلَسَ فَتَوَرَّكَ وَنَصَبَ قَدَمَهُ الْاُخْرٰى ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ
يَتَوَرَّكْ ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيْثَ قَالَ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ حَتّٰى اِذَا هُوَ اَرَادَ اَنْ يَنْهَضَ لِلْقِيَامِ
قَامَ بِتَكْبِيْرَةٍ ثُمَّ رَكَعَ الرَّكْعَتَيْنِ الْاُخْرَيَيْنِ وَلَمْ يَذْكُرِ التَّوَرُّكَ فِى التَّشَهُّدِ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ

حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو اَخْبَرَنِیْ فُلَیْحٌ حَدَّثَنِیْ عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ اجْتَمَعَ اَبُوْ حُمَیْدٍ وَاَبُوْ اُسَیْدٍ وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَذَكَرُوْا صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ حُمَیْدٍ اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بَعْضَ هٰذَا قَالَ ثُمَّ رَكَعَ فَوَضَعَ یَدَیْهِ عَلٰى رُكْبَتَیْهِ كَاَنَّهٗ قَابِضٌ عَلَیْهِمَا وَوَتَّرَ یَدَیْهِ فَتَجَافٰى عَنْ جَنْبَیْهِ قَالَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَمْكَنَ اَنْفَهٗ وَجَبْهَتَهٗ وَنَحّٰى یَدَیْهِ عَنْ جَنْبَیْهِ وَوَضَعَ كَفَّیْهِ حَذْوَ مَنْكِبَیْهِ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ حَتّٰى رَجَعَ كُلُّ عَظْمٍ فِیْ مَوْضِعِهٖ حَتّٰى فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْیُسْرٰى وَاَقْبَلَ بِصَدْرِ الْیُمْنٰى عَلٰى قِبْلَتِهٖ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْیُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْیُمْنٰى وَكَفَّهُ الْیُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْیُسْرٰى وَاَشَارَ بِاُصْبُعِهٖ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِیْثَ عُتْبَةُ بْنُ اَبِیْ حَكِیْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِیْسٰى عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ لَمْ یَذْكُرِ التَّوَرُّكَ وَذَكَرَ نَحْوَ حَدِیْثِ فُلَیْحٍ وَذَكَرَ الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ نَحْوَ جِلْسَةِ حَدِیْثِ فُلَیْحٍ وَعُتْبَةَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا بَقِیَّةُ حَدَّثَنِیْ عُتْبَةُ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِیْسٰى عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِیِّ عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ قَالَ وَاِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَیْنَ فَخِذَیْهِ غَیْرَ حَامِلٍ بَطْنَهٗ عَلٰى شَیْءٍ مِنْ فَخِذَیْهِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَاهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا فُلَیْحٌ سَمِعْتُ عَبَّاسَ بْنَ سَهْلٍ یُحَدِّثُ فَلَمْ اَحْفَظْهُ فَحَدَّثَنِیْهِ اُرَاهُ ذَكَرَ عِیْسَى بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ مِنْ عَبَّاسِ ابْنِ سَهْلٍ قَالَ حَضَرْتُ اَبَا حُمَیْدٍ السَّاعِدِیَّ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ قَالَ فَلَمَّا سَجَدَ وَقَعَتَا رُكْبَتَاهُ اِلَى الْاَرْضِ قَبْلَ اَنْ تَقَعَ كَفَّاهُ قَالَ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ جَبْهَتَهٗ بَیْنَ كَفَّیْهِ وَجَافٰى عَنْ اِبْطَیْهِ قَالَ حَجَّاجٌ وَّقَالَ هَمَّامٌ وَحَدَّثَنَا شَقِیْقٌ حَدَّثَنِیْ عَاصِمُ بْنُ كُلَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ هٰذَا وَفِیْ حَدِیْثِ اَحَدِهِمَا وَاَكْبَرُ عِلْمِیْ اَنَّهٗ حَدِیْثُ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ وَاِذَا نَهَضَ نَهَضَ عَلٰى رُكْبَتَیْهِ وَاعْتَمَدَ عَلٰى فَخِذِهٖ

محمد بن عمر بن عطا سے روایت ہے کہ میں نے دس اصحاب رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے حضرت ابوسعید ساعدی سے سماعت کیا جن میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت ابوحمید فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو تم سے زیادہ جانتا ہوں انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ کیسے؟ حالانکہ آپ کو اتباع کرتے

ہوئے ہم سے زیادہ وقت گزرا ہے اور نہ آپ نے شرف صحبت ہم سے زیادہ اختیار کی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ انہوں نے کہا آپ بیان فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے واسطے قیام فرماتے تو اپنے دونوں مقدس ہاتھ بلند فرماتے حتیٰ کہ کندھوں کے مساوی ہوتے پھر تکبیر فرماتے حتیٰ کہ ہر ہڈی سیدھی ہو کر اپنے مقام پر پہنچ جاتی۔ پھر قرأت فرماتے پھر رکوع فرماتے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ دیتے پھر معتدل رہتے کہ نہ سر کو اونچا فرماتے اور نہ نیچے جھکاتے۔ پھر سر کو اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک سیدھے ہو کر اٹھاتے پھر اللہ اکبر فرماتے پھر زمین کی جانب جھک جاتے اور بازوؤں کو کروٹوں سے الگ رکھتے پھر اپنے سر اقدس کو اٹھاتے اور الٹے پاؤں کو بچھا کر اس کے اوپر بیٹھ جاتے اور اپنی انگلیوں کو سجدے کے دوران کھلا رکھتے پھر سجدہ فرماتے پھر اللہ اکبر فرماتے اور الٹے پاؤں اقدس کو بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر پلٹ جاتی پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے تھے۔ پھر جب دو رکعات کے بعد قیام فرماتے تو تکبیر فرماتے اور کندھوں تک ہاتھ بلند فرماتے جس طرح نماز کو شروع کرنے کے دوران تکبیر فرمائی تھی پھر اپنی بقیہ نماز میں بھی ایسا کرتے حتیٰ کہ جب وہ سجدہ فرما لیتے جس کے بعد سلام پھیرنا ہوتا ہے تو الٹے پاؤں اقدس کو باہر نکال لیتے اور الٹے پہلو پر اطمینان سے بیٹھ جاتے انہوں نے کہا تم نے سچ فرمایا اسی طرح رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ محمد بن عمرو العامری سے روایت ہے کہ میں مجلس میں صحابِ رسول ﷺ میں حاضر تھا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی نماز کا ذکر فرمایا حضرت ابوحمید فرماتے ہیں۔ اس کے بعد اسی حدیث مبارکہ کا بعض حصہ ذکر کر کے فرمایا جب رکوع فرماتے تو اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھ دیتے اور اپنی انگلیوں کے درمیان تفریق رکھتے پھر کمر کو سیدھا فرمایا بغیر سر کو اوپر اٹھائے یا ادھر ادھر جھکائے اور ارشاد فرمایا جب دو رکعات میں قعدہ فرمایا تو الٹے پاؤں اقدس کے بطن پر بیٹھ گئے اور سیدھے پاؤں اقدس کو کھڑا کیا پس جب چوتھی پر بیٹھ گئے تو اپنے الٹے پہلو کو زمین پر رکھ دیا اور دونوں مقدس قدم ایک طرف نکال دیئے۔

محمد بن عمرو بن عطا نے اسی کی مثل روایت کر کے کہا جب سجدہ کیا اپنے بازوؤں کو زمین پر نہ بچھایا اور ان کو اکٹھا نہ فرمایا اور اپنی مقدس انگلیوں کے اطراف قبلہ کی طرف کیے۔

محمد بن عمرو بن عطا سے روایت ہے جو بنی مالک سے ہیں انہوں نے عباس یا عیاش بن سہل ساعدی سے روایت کی ہے کہ وہ اس مجلس میں موجود تھے ان میں آپ کے والد محترم بھی تھے اور وہ اصحاب نبی کریم ﷺ تھے اور مجلس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوحمید ساعدی اور حضرت ابواسید رضی اللہ عنہما بھی تھے اس حدیث مبارکہ کو زیادتی اور کمی سے روایت کر کے اس میں فرمایا پھر رکوع سے سر اقدس اٹھایا تو سمع الله لمن حمده اللهم ربنا لك الحمد کہا اور اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے پھر فرمایا اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کیا اپنی دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں

پاؤں اقدس کی انگلیوں کو زمین پر جما کر رکھا۔ پھر تکبیر فرما کر سجدہ کیا پھر تکبیر فرما کر قیام فرمایا اور پہلو پر نہ بیٹھے پھر بقیہ حدیث کو روایت کر کے فرمایا پھر دو رکعات کے بعد بیٹھ گئے حتیٰ کہ جب قیام کرنے کا ارادہ فرمایا تو تکبیر فرماتے ہوئے قیام فرمایا پھر دو آخری رکعات بھی ادا فرمائیں اور تشہد میں پہلو پر بیٹھنے کا ذکر نہ فرمایا۔

عباس بن سہل سے روایت ہے کہ حضرت ابوحمید، حضرت ابواسید، حضرت سہل بن سعد اور حضرت محمد بن سلمہ جمع ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تم لوگوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا علم ہے تو آپ نے اس (حدیث مبارکہ کا) بعض حصہ ذکر کر کے فرمایا پھر رکوع فرمایا تو اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھ دیا گویا کہ ان کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے اور دونوں کو وتر بنا کر کروٹوں سے الگ رکھا فرمایا کہ پھر سجدہ فرمایا تو اپنی ناک اور پیشانی جمائی اور اپنے بازوؤں کو کروٹوں سے الگ رکھا اور اپنی ہتھیلیوں کو کندھوں کے برابر رکھا پھر سر اقدس کو اٹھایا حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر پہنچ گئی حتیٰ کہ فراغت پالی پھر بیٹھ گئے تو اپنے الٹے پاؤں کو بچھا دیا اور سیدھے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کر کے کھڑا کیا اور سیدھی ہتھیلی سیدھے گھٹنے پر اور الٹی ہتھیلی الٹے گھٹنے پر رکھ دیا اور اپنی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث مبارکہ کو عتبہ بن ابوحکیم، عبداللہ بن عیسیٰ، عباس بن سہل نے پہلو پر بیٹھنے کا ذکر نہ فرمایا۔ فلیح نے اس طرح ذکر کیا۔ حسن بن حر نے بیٹھنے کا ذکر فلیح اور عتبہ جیسا کیا ہے۔ اس حدیث کو عباس بن سہل سعدی نے حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے کہا کہ جب سجدہ کیا تو اپنی رانوں کے مابین فاصلہ رکھا اور اپنے بطن مبارکہ کا کچھ حصہ بھی اپنے رانوں پر رکھا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو ابن مبارک، فلیح، عباس بن سہل نے روایت کیا ہے کہ ابن مبارک کو صحیح طریقے سے یاد نہ رہا۔ اس حدیث کو عیسیٰ بن عبداللہ نے ذکر کیا اور اس نے عباس بن سہل سے سماعت کیا کہ میں حضرت ابوحمید ساعدی کے پاس موجود تھا۔ عبدالجبار بن وائل نے اپنے والد محترم سے اس حدیث مبارکہ کو روایت کر کے فرمایا کہ جب سجدہ فرمایا تو زمین پر اپنے گھٹنے ہاتھوں سے قبل رکھے اور جب سجدہ کیا تو اپنی جبین مبارکہ کو اپنی ہتھیلیوں کے مابین رکھا اور بغلوں کو کھلا رکھا، حجاج، ہمام نے فرمایا کہ ہمیں شقیق نے فرمایا انہوں نے کہا کہ مجھے عاصم بن کلیب نے اپنے والد محترم سے نبی کریم ﷺ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے ان میں سے ایک حدیث مبارکہ ہے محمد بن جحادہ کی حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ جب اٹھتے تو اپنے مقدس گھٹنوں کے ذریعے اٹھتے اور اپنی رانوں پر وزن ڈالتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:72، صحیح ابن حبان: ج:5، ص:195، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ج:2، ص:488)

628 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ فِطْرٍ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ اِبْهَامَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ اِلٰى شَحْمَةِ اُذُنَيْهِ

عبدالجبار بن وائل نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو نماز میں کانوں کی لوتک اٹھاتے تھے۔

(معجم الکبیر: جز:22،ص:32، شرح السنۃ: جز:1،ص:418، مسند احمد: جز:41،ص:61)

629 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ يَحْيَى بْنِ اَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَبَّرَ لِلصَّلٰوةِ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَاِذَا رَفَعَ لِلسُّجُودِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے تکبیر فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر کرتے اور جب رکوع کرتے تو اسی کی مثل کرتے اور جب سجود کے لئے اٹھتے تو اسی کی مثل کرتے اور جب دو رکعات سے اٹھتے تو اسی کی مثل کرتے۔

(سنن ابوداؤ: رقم الحدیث:629)

630 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ اَبِي هُبَيْرَةَ عَنْ مَيْمُونٍ الْمَكِّيِّ اَنَّهُ رَاٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَصَلّٰى بِهِمْ يُشِيرُ بِكَفَّيْهِ حِينَ يَقُومُ وَحِينَ يَرْكَعُ وَحِينَ يَسْجُدُ وَحِينَ يَنْهَضُ لِلْقِيَامِ فَيَقُومُ فَيُشِيرُ بِيَدَيْهِ فَانْطَلَقْتُ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ اِنِّي رَاَيْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ اَرَ اَحَدًا يُصَلِّيهَا فَوَصَفْتُ لَهُ هٰذِهِ الْاِشَارَةَ فَقَالَ اِنْ اَحْبَبْتَ اَنْ تَنْظُرَ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْتَدِ بِصَلٰوةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ

میمون مکی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان کے ساتھ نماز ادا فرمائی تو وہ اپنی ہتھیلیوں سے اشارہ کرتے جب کھڑے ہوتے اور جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے اور جب قیام کرنے لگتے۔ جب قیام کر لیتے تو اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا میں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو ایسے ہی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ اس طرح کسی کو پڑھتے ہوئے نہ دیکھا اور میں نے ان کو ان اشاروں کے بارے میں بتایا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو دیکھنا چاہتے ہو تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرح نماز پڑھو۔

(مسند احمد: جز:6،ص:28)

631 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ كَثِيرٍ يَعْنِي السَّعْدِيَّ قَالَ صَلَّى اِلَى جَنْبِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ فَكَانَ اِذَا سَجَدَ السَّجْدَةَ الْاُولٰى فَرَفَعَ رَاْسَهُ مِنْهَا رَفَعَ يَدَيْهِ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَاَنْكَرْتُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِوُهَيْبِ بْنِ خَالِدٍ فَقَالَ لَهُ وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ تَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ اَرَ اَحَدًا يَصْنَعُهُ فَقَالَ ابْنُ طَاوُسٍ رَاَيْتُ اَبِي يَصْنَعُهُ وَقَالَ اَبِي رَاَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَصْنَعُهُ وَلَا اَعْلَمُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ

نضر بن کثیر یعنی سعدی سے روایت ہے کہ عبداللہ بن طاؤس نے مسجد خیف میں میرے پہلو میں نماز پڑھی جب سجدہ اولیٰ کیا تو اپنے سر کو اٹھایا اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرے تک اٹھایا میں نے اس کا انکار کیا اور وہب بن خالد کو کہا اور وہب بن خالد نے ان کو کہا آپ یہ کچھ کرتے ہیں جو میں نے کسی کو بھی کرتے ہوئے نہیں دیکھا ابن طاؤس نے کہا میں نے اپنے والد محترم کو ایسے ہی کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے میرے والد محترم نے فرمایا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اسی طرح کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے اور میں نہیں جانتا سوائے اس کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

(سنن النسائی: جز:4، ص:354)

632 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَيَرْفَعُ ذٰلِكَ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُو دَاوُدَ الصَّحِيحُ قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ لَيْسَ بِمَرْفُوعٍ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَرَوٰى بَقِيَّةُ اَوَّلَهُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَاَسْنَدَهُ وَرَوَاهُ الثَّقَفِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَاَوْقَفَهُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ قَالَ فِيهِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ يَرْفَعُهُمَا اِلٰى ثَدْيَيْهِ وَهٰذَا هُوَ الصَّحِيحُ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَمَالِكٌ وَاَيُّوبُ وَابْنُ جُرَيْجٍ مَوْقُوفًا وَاَسْنَدَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَحْدَهُ عَنْ اَيُّوبَ وَلَمْ يَذْكُرْ اَيُّوبُ وَمَالِكٌ الرَّفْعَ اِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ وَذَكَرَهُ اللَّيْثُ فِي حَدِيثِهِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ فِيهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ اَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَجْعَلُ الْاُولٰى اَرْفَعَهُنَّ قَالَ لَا سَوَاءً قُلْتُ اَشِرْ لِي فَاَشَارَ اِلَى الثَّدْيَيْنِ اَوْ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور

جب رکوع کرتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور جب دو رکعات سے قیام فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو بلند فرماتے اور اس کو رسول اللہ ﷺ تک مرفوع کرتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا صحیح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول مرفوع نہیں ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بقیہ نے اول حصے کو عبید اللہ سے روایت کر کے مستند کیا ہے اور ثقفی نے اس کو عبید اللہ سے روایت کر کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف کیا اس میں انہوں نے فرمایا جب دو رکعات سے قیام فرماتے تو ان کو سینے تک بلند فرماتے اور یہی صحیح ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو لیث بن سعد، مالک، ایوب اور ابن جریج نے موقوفاً روایت کیا اور حماد بن سلمہ نے علیحدہ ایوب سے روایت کیا ہے۔ ایوب اور مالک نے اس کو مرفوع ذکر نہیں کیا کہ جب دونوں سجدوں سے قیام فرماتے لیث نے اپنی حدیث مبارکہ میں ذکر کیا ہے اس میں ابن جریج نے کہا میں نے نافع سے کہا کیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلی تکبیر میں ہاتھوں کو زیادہ بلند کرتے تھے انہوں نے کہا نہیں برابر کرتے تھے میں نے عرض کیا مجھے اشارے سے بتایئے تو انہوں نے سینے تک اشارہ فرمایا یا اس سے نیچے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 632)

633 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا ابْتَدَاَ الصَّلٰوةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا دُوْنَ ذٰلِكَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ لَمْ يَذْكُرْ رَفْعَهُمَا دُوْنَ ذٰلِكَ اَحَدٌ غَيْرُ مَالِكٍ فِيْمَا اَعْلَمُ

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب افتتاح نماز کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے مساوی کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ان دونوں کو اٹھاتے سوائے نیچے رکھنے کے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مالک کے علاوہ نیچے ہاتھ اٹھانے کا میرے علم کے مطابق کسی ایک نے بھی ذکر نہیں کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:192)

تشریح:

☆ قولہ فلایصب راسه ولایقنع

رکوع کی حالت میں نہ تو اپنے سر کو جھکاتے اور نہ ہی اوپر کو اٹھاتے تھے فقہاء کرام نے لکھا ہے رکوع میں سرین، پشت اور سر تینوں ہموار ہونے چاہئیں کمر یا سر کو زیادہ نہ جھکائے اور نہ اوپر کو ابھارے بلکہ ہموار ہو۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنے کو پہنچ جائیں یہ رکوع کا ادنیٰ درجہ ہے۔ (درمختار: جز:2، ص:165)

اور پورا یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی بچھاوے۔

☆ **قولہ ویفتخ اصابع رجلیہ**

یعنی سجدہ کی حالت میں پاؤں کی انگلیوں کے رخ کو قبلہ کی جانب نرماتے تھے۔

☆ **قولہ حتی اذا کانت السجدة التی فیھا التسلیم اخر رجلہ الیسری وقعد متورکا علی شقہ الایسر**

یہاں پر تورک اور افتراش کا مسئلہ ہے۔ افتراش یہ ہے کہ الٹا پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور تورک یہ ہے الٹے پاؤں پر بیٹھنے کے بجائے اس کو سیدھی یعنی دائیں طرف نکال لیا جائے اور سرین کو زمین پر رکھ دیا جائے۔

تشہد کے وقت میں افتراش اولیٰ ہے یا تورک اس میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً افتراش ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً تورک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قعدہ اولیٰ اور اخری کا فرق ہے۔ قعدہ اولیٰ میں افتراش اولیٰ ہے اور قعدی اخری میں تورک اولیٰ ہے۔ جن نمازوں میں دو تشہد ہوں گے یعنی چار رکعات والی نماز میں تو ان میں اسی طرح ہوگا اور جن نمازوں میں صرف ایک ہی تشہد ہو جس طرح فجر کی نماز، جمعہ کی نماز ان مین امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تورک ہوگا۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہیں۔ شوافع کی دلیل ابوحمید ساعدی کی حدیث مبارکہ ہے اور احناف کے لئے کئی احادیث مبارکہ ہیں پہلی حدیث مبارکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ ہے جو کہ مسلم، سنن ابوداؤد اور مسند احمد کی روایت ہے۔ دوسری وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے جو سنن ابوداؤد اور نسائی اور مسند احمد میں ہے اور تیسری حدیث مبارکہ رفاعہ بن رافع کی حدیث مبارکہ ہے ان سب میں مطلقاً افتراش مذکور ہے یہی احناف نے اختیار کیا ہے۔

☆ **قولہ فلما سجد وقعتا رکبتاہ الی الارض قبل ان تقع کفاہ**

جب سجدے میں جایا جائے تو سب سے پہلے گھٹنوں کو زمین پر ٹیکے بعد میں دونوں ہاتھ زمین پر رکھے یہی مسنون طریقہ جمہور کے نزدیک اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ہے۔

اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک اس کے برعکس ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر دونوں ہاتھ رکھے بعد میں گھٹنے رکھے۔ جمہور کہتے ہیں سجدہ سے اٹھتے وقت پہلے زمین سے دونوں ہاتھ اٹھیں گے اور بعد میں گھٹنے اٹھیں گے۔ مالکیہ کے نزدیک یہاں بھی برعکس ہے پہلے گھٹنے اٹھائے بعد میں ہاتھ اٹھائے۔ یہاں پر ایک اور اختلاف بھی ہے وہ یہ کہ سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد کھڑے ہوتے وقت ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر اٹھے یا زمین پر رکھ کر اٹھے۔ احناف اور حنبلیہ کے نزدیک گھٹنوں پر رکھ کر کھڑا ہونا سنت ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا سنت ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جب دونوں سجدے کرے تو رکعت کے لئے پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھے یہ سنت ہے ہاں کمزوری وغیرہ عذر کے سبب اگر زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھا جب بھی حرج نہیں۔ (درمختار: جز:2، ص:262)

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

قعدہ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لئے اٹھے تو زمین پر ہاتھ رکھ کر نہ اٹھے بلکہ گھٹنوں پر زور دے کر ہاں اگر عذر ہے تو حرج نہیں۔ (غنیۃ المستملی: ص:331)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ ذَكَرَ اَنَّهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا قَامَ مِنَ الثِّنْتَيْنِ

باب: تشہد اول سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا

یہ باب تشہد اول سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے یا نہ اٹھانے کے حکم میں ہے۔

634 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِى شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دو رکعتوں سے قیام فرماتے تو تکبیر فرماتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے۔

(معجم الاوسط: جز:1، ص:218، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:24)

635 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْهَاشِمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِى الزِّنَادِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِى رَافِعٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِى طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ

الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَيَصْنَعُ مِثْلَ ذٰلِكَ إِذَا قَضَى قِرَائَتَهُ وَأَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ وَيَصْنَعُهُ إِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ قَاعِدٌ وَّإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذٰلِكَ وَكَبَّرَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ فِي حَدِيثِ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ حِينَ وَصَفَ صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فرض کے واسطے قیام فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک بلند فرماتے اور جب قرأت سے فراغت پاتے تو ایسے ہی کرتے اور رکوع کا ارادہ فرماتے جب رکوع سے اٹھتے اور نماز میں کسی اور مقام پر نہ اٹھاتے اس حال میں کہ بیٹھے ہوئے ہوتے اور جب سجدوں سے قیام فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھاتے اور تکبیر کہتے۔ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ابوحمید ساعدی کی حدیث میں ہے جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا وصف بتایا جب دو رکعتوں سے قیام فرماتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے حتیٰ کہ کندھوں کے محاذی ہو جاتے جس طرح کہ افتتاح نماز کے وقت تکبیر فرمائی تھی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:33)

636 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ نَّصْرِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ حَتّٰى يَبْلُغَ بِهِمَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے ملاحظہ کیا جب تکبیر فرماتے اور جب رکوع سے اپنا سر اقدس اٹھاتے حتیٰ کہ وہ کانوں کی لو تک پہنچ جاتے۔

(سنن ابوداود: رقم الحدیث:636)

637 حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح و حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحٰقَ الْمَعْنٰى عَنْ عِمْرَانَ عَنْ لَّاحِقٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَوْ كُنْتُ قُدَّامَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَأَيْتُ إِبْطَيْهِ زَادَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ يَقُولُ لَاحِقٌ أَلَا تَرٰى أَنَّهُ فِي الصَّلٰوةِ وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَّكُونَ قُدَّامَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَادَ مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ يَعْنِي إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ

بشر بن نہیک سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہوتا تو میں بغل کو دیکھ

لیتا۔ابن معاذ نے یہ زیادتی کی ہے کہ لاحق کہتے کیا تو نے دیکھا ہے کہ وہ نماز میں نبی کریم ﷺ سے کیسے آگے ہو سکتے تھے۔موسیٰ بن مروان نے یہ بھی زیادہ کیا ہے یعنی جب تکبیر فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے۔

(سنن النسائی: جز:4،ص:279،صحیح ابن خزیمہ: جز:2،ص:334،مسند احمد: جز:18،ص:16)

638 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِیسَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ کُلَیْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ فَکَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْهِ فَلَمَّا رَکَعَ طَبَّقَ یَدَیْهِ بَیْنَ رُکْبَتَیْهِ قَالَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ سَعْدًا فَقَالَ صَدَقَ اَخِیْ قَدْ کُنَّا نَفْعَلُ هٰذَا ثُمَّ اَمَرَنَا بِهٰذَا یَعْنِیْ الْاِمْسَاكَ عَلَی الرُّکْبَتَیْنِ

علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز کی تعلیم ارشاد فرمائی پس تکبیر فرماتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر گھٹنوں کے مابین رکھ دیتے۔فرماتے ہیں کہ یہ بات سعد تک پہنچی تو فرمایا کہ میرے بھائی نے سچ فرمایا ہے تحقیق ہم اسی طرح کرتے تھے پھر ہمیں حکم دیا گیا اس کا یعنی گھٹنوں پر رکھیں۔

(مستدرک: جز:1،ص:346،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:78،صحیح ابن خزیمہ: جز:1،ص:301)

تشریح:

☆ **قوله اذا قام الی الصلوة المکتوبة کبر ورفع یدیه حزو منکبیه**

رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز کے واسطے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے۔ یہاں پر ایک اختلاف مشہور ہے وہ یہ ہے کہ تکبیر کہتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھاتے جائیں۔اس اختلاف کو یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

فقہاء حنابلہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

نمازی کو اختیار ہے کہ وہ کانوں کے اوپری حصہ تک ہاتھ اٹھائے یا کندھوں تک اٹھائے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں امر رسول اللہ ﷺ سے روایت ہیں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث مبارکہ حضرت ابوحمید اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث مبارکہ حضرت واثلہ بن حجر اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور بعض علماء اس کے قائل ہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا میلان پہلی حدیث مبارکہ کی طرف زیادہ ہے۔

اثرم فرماتے ہیں کہ
میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔
کہاں تک ہاتھ اٹھائے؟
توانہوں نے کہا:
کندھوں تک ہاتھ اٹھائے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت ہے اور جس نے کہا کانوں تک ہاتھ اٹھائے تو وہ بھی مستحسن ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی حدیث مبارکہ کے راوی زیادہ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں اور دوسرا عمل بھی جائز ہے کیونکہ اس کی روایت بھی صحیح ہے اور ہوسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک طریقہ پر عمل کیا اور کبھی دوسرے طریقہ پر عمل کیا۔ (المغنی: جز:1، ص:280)

فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائے اور ان سے ایک روایت سینہ تک ہاتھ اٹھانے کی بھی ہے اور ایک روایت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:2، ص:145)

فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ یحیٰ بن شرف نووی شافعی حنفی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:
ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کندھوں کے بالمقابل ہاتھ اٹھائے اسی حیثیت سے کہ اس کی انگلیوں کی اطراف کانوں کے اوپری حصہ کے، انگوٹھا کانوں کی لو کے اور ہتھیلیاں کندھوں کے بالمقابل ہوں۔ (شرح للنواوی: جز:1، ص:168)

فقہاء احناف کا موقف

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:
نمازی اپنے انگوٹھوں کو کانوں کے بالمقابل تک اٹھائے۔ ہماری دلیل حضرت وائل بن حجر، حضرت براء اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو کانوں تک ہاتھوں کو اٹھاتے اور رفع یدین بہرے کو نماز کی خبر دینے کے لئے ہے اور یہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے سے ہوگا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حالت عذر پر محمول ہے۔
(ہدایہ اولین: ص:84)

عورت کہاں تک ہاتھ اٹھائے

عورت کے لئے سنت یہ ہے کہ مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
عورت کے لئے سنت یہ ہے کہ مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے۔ (درمختار: ج:2،ص:222)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن علی ابن ابی طالب رضی الله عنه**

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور صحابی ہیں اور عم زاد بھی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے بہت ساری احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔
علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔
علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الہاشمی۔
یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد ہیں آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کا نام عبد مناف ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ
آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہی آپ رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ ہاشم کا نام عمرو ہے آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن ہے آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدتنا وسیدۃ النساء العلمین آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے ہاشمی تھے جو دو ہاشمیوں کے درمیان پیدا ہوئے اور یہ بنو ہاشم کے پہلے خلیفہ تھے۔ حضرت علی، جعفر، عقیل اور طالب سے چھوٹے تھے۔ کثیر علماء کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے جس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ البتہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے اہل کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ یوم بدر میں جھنڈا عطا کرنے میں اختلاف ہے۔ جنگ احد میں جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا جب وہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرما دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک بار مہاجرین کا اور ایک بار مہاجرین اور انصار کا بھائی بنایا اور ہر بار حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کہا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (اسد الغابہ: ج:4،ص:16)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

علامہ محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:
ابن اسحاق سے روایت ہے کہ
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اسلام قبول کرنے اور نماز پڑھنے کے ایک دن بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ رسول

اللہ ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) یہ کیا کر رہے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند فرمالیا اور جس دین کے ساتھ اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے، اس کی عبادت کرنے اور لات اور عزیٰ کے ساتھ کفر کرنے کی دعوت دیتا ہوں (یعنی انکار لات وعزیٰ کی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس چیز کو میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ میں اس وقت تک اس کے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک کہ ابو طالب سے اس کے متعلق گفتگو نہ کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اعلان کرنے سے قبل اپنے راز کے فاش ہونے کو ناپسند فرمایا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! اگر تم اسلام نہیں لاتے تو اس امر کو مخفی رکھو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک رات توقف کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام ڈال دیا پھر صبح کو حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔

اور عرض کیا: اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) آپ ﷺ نے مجھ پر کیا چیز پیش کی تھی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم گواہی دو کہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ اور لات وعزیٰ اور اللہ تعالیٰ کے ہر شریک سے برأت اور بیزاری کا اظہار کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا اور اسلام قبول کرلیا۔ ابو طالب کے ڈر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کئی دن تک حضور انور ﷺ کے پاس خفیہ طریقہ سے آتے رہے اور اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تھا کہ انہوں نے اسلام لانے سے پہلے نبی کریم ﷺ کی گود میں پرورش پائی تھی۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ دس سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ (بچوں میں) سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ سوموار کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن اسلام قبول کیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ جب حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت سنی تو انہوں نے اس کا

انکار کیا۔

اور ارشاد فرمایا: سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس امت میں مجھ سے پہلے کسی نے عبادت نہیں کی۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، حضرت خباب رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت دی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد پندرہ سال کی عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

محمد بن کعب قرظی سے پوچھا گیا۔

پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے یا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

انہوں نے کہا: سبحان اللہ! سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے لوگوں پر یہ امر اس لیے مشتبہ ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو طالب سے اپنا اسلام مخفی رکھا تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور انہوں نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔

(اسد الغابہ: جز:4،ص:18)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور فرمایا کہ اس کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

جبکہ محدثین کا کہنا ہے کہ

مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے اور عورتوں میں سب سے پہلے مشرف با

اسلام ہونے والی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3734)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ (مسند احمد حنبل: جز: 1، ص: 330)

ایک اور روایت میں ہے: ایک انصاری شخص ابوحمزہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

(ترمذی: رقم الحدیث: 3735)

ایک اور روایت میں ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل: جز: 4، ص: 367)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد جس شخص نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور ایک بار آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے جو شخص اسلام لائے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

(مسند احمد: جز: 1، ص: 373)

ان احادیث مبارکہ میں تطبیق اس طرح ہے کہ جو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سابقہ حدیث مبارکہ میں بیان فرمائی کہ مردوں میں سب سے پہلے جو اسلام لائے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بچوں میں جو سب سے پہلے اسلام لائے وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور عورتوں میں جو سب سے پہلے اسلام لے آئیں وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہجرت کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ٹھہرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے معاملہ میں حکم الٰہی عزوجل کے منتظر تھے حتیٰ کہ جب قریش مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے مل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تدبیر کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا:

جس مکان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو رہتے ہیں آج رات اس مکان میں نہ رہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی

طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹ جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سبز چادر اوڑھ لیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے دروازے سے تشریف لے گئے اس حال میں کہ کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کھڑے ہو گئے تھے پھر مسلمان لگاتار ہجرت کر کے جانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب مسلمانوں کے بعد مدینہ منورہ آئے اور ان کو کسی ابتلاء کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں مؤخر کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹ جائیں اور تین دن گھر میں قیام پذیر رہیں اور ہر حقدار کو اس کا حق ادا کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حکم کی تعمیل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملے۔

ابورافع نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر چھوڑا اور یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کی وصیتیں اور امانتیں ادا کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام امانتیں ادا کر دیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹ جائیں۔ قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کو دیکھ رہے تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر یہ گمان کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں حتیٰ کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔

انہوں نے کہا: اگر محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) جاتے تو حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو بھی ساتھ لے جاتے اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش سے روک لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ آنے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈتے ہوئے نکل پڑے رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے حتیٰ کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پہنچنے کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ میں چلنے کی سکت نہیں رہی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا اور آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے ورم کو دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں سے خون بہہ رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر دست انور پھیرا۔ لعاب دہن لگایا اور صحت کی دعا فرمائی پھر وہ پاؤں بالکل ٹھیک ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک پھر ان پاؤں میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔ (اسد الغابہ: جز: 4، ص: 19)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح مبارک

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل اور خواص میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جا کر

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیام (نکاح) دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں شرم رکھتا ہوں۔

اور ارشاد فرمایا: جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا پیام (نکاح) رد فرما دیا تھا میرا پیام کس طرح قبول فرمائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں بہت مقرب اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے اور حضرت ابو طالب کے فرزند ہیں۔ جاؤ اور شرم نہ کرو۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابو طالب کے فرزند! کیا بات ہے کیسے ہمارے پاس آنا ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا پیام اپنے واسطے پیش کروں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا و اہلاً فرمایا اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزول وحی کے وقت طاری ہوتی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں مستغرق ہو گئے اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہوئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حال میں آئے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے انس (رضی اللہ عنہ)! رب العرش کے پاس سے میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے۔

اور انہوں نے کہا کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دو۔ اے انس (رضی اللہ عنہ) جاؤ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو بلا لاؤ۔ جب یہ سب حاضر ہو گئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلیغ خطبہ پڑھا پھر حمد الٰہی عزوجل میں فرمایا۔ اس پر رب العزت کی حمد و ثناء ہے اور نکاح کی ترغیب دی۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر مہر عقد باندھا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تم قبول کرتے ہو اور راضی ہو؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوں۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طباق کھجوروں کا لیا اور جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بکھیر کر لٹایا۔ (مدارج النبوت: ج:2،ص:109)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دوں۔

(معجم الکبیر: جز:10، ص:156)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے تمہاری شادی کر دی ہے اور تمہارے نکاح پر (ملاء اعلیٰ میں) چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس نکاح میں شریک کیا اور شجر ہائے طوبیٰ سے ارشاد فرمایا ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو پھر دل کش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں جنہیں فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو بطور تحائف دیتے رہیں گے۔

(ریاض النضرۃ: جز:3، ص:146)

ایک اور روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایک فرشتے نے آ کر کہا۔

اے محمد (مصطفیٰ ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سلام بھیجا۔

اور ارشاد فرمایا ہے: میں نے آپ ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح ملاء اعلیٰ میں علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے کر دیا۔ پس آپ ﷺ زمین پر بھی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیں۔ (ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ: ص:73)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زہد و عبادت و خوف خدا عزوجل

حضرت علی رضی اللہ عنہ زہد و عبادت اور خوف خدا عزوجل میں اپنی مثال آپ تھے۔ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اور خوف خدا عزوجل میں روتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے تھے۔

مجمع سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال کا سارا مال تقسیم کرنے کا حکم دیتے پھر اس میں جھاڑو دے کر اس کو دھو ڈالتے پھر اس میں نماز پڑھتے اور یہ امید رکھتے کہ قیامت کے دن یہ بیت المال گواہی دے گا انہوں نے بیت المال کے مال کو مسلمانوں سے نہیں روکا۔ (کتاب الزہد: جز:163)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خطبہ دیا کہ تمہارے پاس سے ایک امین شخص چلا گیا پہلوں میں اس جیسا کوئی امین نہ تھا نہ ہی بعد میں کوئی ان جیسا ہوگا بے شک رسول اللہ ﷺ ان کو جہاد کے لئے بھیجتے تھے اور ان کو جھنڈا عطا فرماتے اور وہ ہمیشہ فتح و کامرانی کے ساتھ لوٹتے تھے انہوں نے اپنے ترکہ میں کوئی سونا، چاندی نہیں چھوڑا سوا سات سو درہم کے جو انہوں نے مستحقین میں تقسیم کرنے کے لئے رکھے ہوئے تھے اور ان کے اہل کے لئے کوئی خادم نہیں تھا۔

(کتاب الزہد:ص:166)

ایک اورروایت میں ہے: حبہ بن جوین سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس فالودہ لایا گیا اوران کے سامنے رکھا گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تیری بہت اچھی خوشبو ہے اور بہت اچھا رنگ ہے اور بہت اچھا ذائقہ ہے مگر مجھے یہ ناپسند ہے کہ مجھے تجھے کھانے کی عادت پڑ جائے۔

(کتاب الزہد:ص:165)

ایک اورروایت میں ہے: ہارون بن عنزہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ وہ ایک چادر میں کپکپا رہے تھے۔

میں نے عرض کیا:

اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے اہل کے لئے بھی اس بیت المال میں حصہ رکھا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ حال بنا رکھا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہارے مال میں سے کچھ کم نہیں کرنا چاہتا میرے پاس میری یہ چادر ہے جو میں مدینہ منورہ سے لایا تھا۔ (صفوۃ الصفوہ:ج:1،ص:143)

ایک اورروایت میں ہے: یزید بن محجن سے روایت ہے کہ

ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار منگا کر اس کو میان سے نکالا۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اس تلوار کو کون خریدے گا بخدا! اگر میرے پاس لباس کو خریدنے کے لئے پیسے ہوتے تو میں اس کو نہ فروخت کرتا۔

(حلیۃ الاولیاء: رقم الحدیث:258)

ایک اورروایت میں ہے: جمیع بن عمر التیمی سے روایت ہے کہ

میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے استفسار کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کون محبوب تھا؟

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا!

استفسار کیا گیا۔

اور مردوں میں؟

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ان کے خاوند (حضرت علی رضی اللہ عنہ) بے شک جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ بہت زیادہ روزے رکھنے

والے اور بہت زیادہ راتوں کو قیام کرتے تھے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3847)

ابوجعفر احمد المشہور بالمحب الطبری متوفی 694ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا O (الدھر:8)

اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کی کچھ مقدار کے عوض ایک رات صبح تک ایک باغ میں پانی دیا صبح کو انہوں نے جو وصول کیا اور گھر جا کر ان میں سے تہائی جو کو پیسا تا کہ اس سے کھانا کھائیں۔ جب حریرہ پک گیا تو ایک مسکین نے آ کر سوال کیا۔ انہوں نے وہ کھانا اس کو کھلا دیا۔ پھر دوسرے تہائی جو کا کھانا تیار کیا تو ایک یتیم نے آ کر سوال کیا تو انہوں نے وہ کھانا اس کو کھلا دیا پھر آخری تہائی حصہ کے جو سے کھانا تیار کیا تو ایک قیدی نے آ کر سوال کیا اور خود تمام اہل وعیال سمیت بھوکے رہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(بعض روایات میں ہے یہ معاملہ تین دن تک ہوتا رہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل وعیال تین دن تک بھوکے رہے۔ علامہ قرطبی نے اس طرح یہ روایت بیان کی ہے) (ریاض النضرہ: جز:3، ص:209)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں اس روایت کو بالعموم بیان کیا جاتا ہے لیکن علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی 668ھ نے اس روایت کو رد کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ

کسی جاہل نے اس روایت کو گھڑ لیا ہے حالانکہ یہ روایت احادیث متواترہ کے خلاف ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہترین صدقہ وہ ہے جو انسان اپنی خوشحالی اور تونگری کے وقت دے۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث: 1426)

نیز آپ نے ارشاد فرمایا: پہلے اپنے نفس سے ابتداء کرو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6716)

اور آپ نے ارشاد فرمایا: اپنے اہل وعیال کو کھلاؤ۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1426)

اور اللہ تعالیٰ نے شوہروں پر ان کی ازواج اور ان کے بچوں کا کھانا کھلانا فرض کر دیا ہے۔

وَعَلَی الْمَوْلُوْدِ لَہٗ رِزْقُہُنَّ وَکِسْوَتُہُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط (البقرہ:233)

اور جس کا بچہ ہے اس پر ان کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق دینا فرض ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کے گناہ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اس کو ضائع کر دے جس کو وہ روزی دیتا ہے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 2543)

اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ جس کی روزی اس پر لازم ہے وہ اس کی روزی ضائع کردے کیا کوئی عاقل یہ گمان کر سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حکم سے غافل تھے حتیٰ کہ وہ ان کے اہل وعیال تین دن تک بھوکے رہے اگر مان لیا جائے کہ انہوں نے اپنے نفس پر یہ ایثار کیا تھا تو تین دن تک اپنی اہلیہ کو بھوکا رکھنے کا کیا جواز تھا اور اگر اہلیہ کا بھی ایثار مان لیا جائے تو تین دن تک پانچ اور چھ سال کے کمسن بچوں کو بھوکا رکھنے کا کیا جواز تھا اور اگر ایک دن کی روایت مان لی جائے تو جن کی روزی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لازم تھی ان کو بھی ایک دن بھوکا رکھنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسے کامل متقی سے کب متصور ہوسکتا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:19، ص119 تا120)

امام ابواسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی متوفی 427ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اس آیت کے سبب نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

مقاتل نے کہا: یہ آیت کریمہ ایک انصاری کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے ایک دن میں ایک مسکین، ایک یتیم اور ایک قیدی کو کھانا کھلایا۔

اس کے بعد امام ثعلبی نے اپنی سند کے ساتھ اس انصاری کے قصہ کو بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں علی ابن ابی حمزہ نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ہمیں یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ ایک مسکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کھانا کھلائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میرے پاس تمہیں کھلانے کے لئے کچھ نہیں لیکن میں تلاش کرتا ہوں پھر وہ شخص ایک انصاری کے پاس گیا وہ اپنی بیوی کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہا تھا۔

اس نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے کھانا کھلائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! میرے پاس تمہیں کھلانے کے لئے کچھ نہیں ہے لیکن میں تلاش کرتا ہوں۔

اس انصاری نے اپنی بیوی سے پوچھا۔

تمہاری کیا رائے ہے۔

اس کی بیوی نے کہا: اس کو کھلاؤ اور پلاؤ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یتیم گیا اور کہنے لگا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کھانا کھلایئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس تمہیں کھلانے کے لئے کچھ نہیں لیکن میں تلاش کرتا ہوں پھر وہ یتیم انصاری کے پاس گیا جس کے پاس مسکین گیا تھا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قیدی گیا۔

اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کھانا کھلایئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! تمہیں کھلانے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن میں تلاش کرتا ہوں پھر وہ قیدی اس انصاری کے پاس گیا۔

اور اس سے کہا: مجھے کھانا کھلاؤ۔

انصاری نے اپنی بیوی سے کہا: تمہاری کیا رائے ہے؟

اس کی بیوی نے کہا: اس کو کھانا کھلاؤ۔ ان تینوں کو کھانا کھلانے کے واقعات ایک ہی وقت میں ہوئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس انصاری کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

(الکشف والبیان: جز:10،ص:98)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ثعلبی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے ان کے نانا سیدنا محمد مصطفی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان کی عیادت کے لئے گئے اور انہوں نے کہا: اے ابوالحسن! کاش تم اپنے بچوں کے لئے نذر مان لیتے اور جو نذر پوری نہ کی جائے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میرے دونوں بیٹے تندرست ہو گئے تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے تین دن کے روزے رکھوں گا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ خیبر کے یہودی شمعون کے پاس گئے اور اس سے تین صاع (بارہ کلوگرام) جو قرض لیے۔

اس یہودی نے کہا: کیا خیال ہے اگر تم ان تین صاع کے جو کے عوض مجھے سیدنا محمد مصطفی ﷺ کی بیٹی سے کچھ اون کے دھاگے بنوا کر دے دو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا انہوں نے اس کی موافقت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بازار سے جو لے آئے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے وہ جو پیسے، آٹا گوندھا اور پانچ روٹیاں پکائیں تاکہ بہ شمول رسول اللہ ﷺ ہر ایک کے لئے ایک ایک روٹی پکائی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی پھر گھر آئے اور اپنے آگے کھانا رکھا۔ اتنے میں ایک مسکین آ کر دروازے پر آ کھڑا ہو گیا۔

اور اس نے کہا: اے اہل بیت محمد (مصطفی ﷺ) السلام علیکم! میں مسلمان مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں آپ مجھے کھانا کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے دسترخوان سے کھانا کھلائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو کھانا کھلا دو اور انہوں نے ایک دن اور ایک رات کچھ کھائے بغیر گزارا اور سوائے خالص پانی کے اور کسی چیز کو تناول نہیں کیا۔ دوسرے دن پھر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ایک صاع (چار کلوگرام) گندم کو پیسا اور آٹا گوندھ کر اس کی روٹیاں پکائیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر گھر آئے ان کے سامنے کھانا رکھا گیا اتنے میں ایک یتیم دروازے پر آ کھڑا ہو گیا۔

اور اس نے کہا: اے اہل بیت محمد (مصطفی ﷺ)! السلام علیکم! میں مہاجرین کی اولاد سے ایک یتیم ہوں۔ میرے والدین

شہید ہو گئے آپ مجھے کھانا کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے گا۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو کھانا کھلا دیا اور دو دن بھوکے گزارے اور پانی کے سوا کسی چیز کو تناول نہیں کیا۔ تیسرے دن حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے باقی ایک صاع جو کو پیسا اور آٹا گوندھ کر روٹیاں پکائیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر گھر آئے ان کے سامنے کھانا رکھا گیا اتنے میں ایک قیدی آ کر دروازے پر کھڑا ہو گیا۔

اور اس نے کہا: اے اہل بیت محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)! السلام علیکم! آپ ہمیں گرفتار کرتے ہیں اور کھانا نہیں کھلاتے آپ مجھے کھانا کھلائیں کیونکہ میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے دستر خوان سے کھانا کھلائے گا۔ پھر انہوں نے اس کو کھانا کھلا دیا اور تین دن اور تین راتیں انہوں نے کچھ نہیں کھایا اور سوائے پانی کے اور کسی چیز کو تناول نہیں کیا اور چوتھا دن آیا تو وہ اپنی نذر پوری کر چکے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور بائیں ہاتھ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے بھوک کی شدت سے ان کے جسم بے حد دبلے ہو چکے تھے اور ان کے جسموں پر کپکپی طاری تھی۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو ارشاد فرمایا:

اے ابوالحسن! یہ تمہاری کیا حالت ہو رہی ہے۔ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلو وہ سب ان کے پاس گئے وہ اس محراب میں تھیں اور بھوک کی شدت سے ان کا پیٹ ان کی کمر سے چپکا ہوا تھا اور ان کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! مدد فرما۔ محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے اہل بیت تو بھوک سے بے حال ہو رہے ہیں۔

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان سے اترے اور کہا:

اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے متعلق خوش خبری دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے جبرائیل (علیہ السلام)! ہم کیا لیں؟

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیات پڑھائیں وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (الکشف والبیان: جز:10، ص98 تا 101)

مشہور شیعہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی متوفی 460ھ لکھتے ہیں:

عام اور خاص علماء نے یہ کہا ہے کہ

یہ آیات کریمہ حضرت علی علیہ السلام اور فاطمہ اور الحسن اور الحسین علیہم السلام کے متعلق نازل ہوئی ہیں کیونکہ انہوں نے مسکین، یتیم اور قیدی کو تین راتیں اپنے افطار پر ترجیح دی اور خود وہ علیہم السلام بھوکے رہے اور کھانے پینے کی کسی چیز سے افطار نہیں کیا۔

تب اللہ تعالیٰ نے ان کی بہت عمدہ تعریف کی اور ان کے متعلق یہ سورت نازل کی اور ان کے لئے یہ فضیلت کافی ہے کہ قیامت تک ان کی عظمت میں اس سورت کی تلاوت ہوتی رہے گی اور یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ یہ سورت مدنی ہے۔

(التبیان: جز:10، ص:211)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس قصہ پر تعقب کیا گیا ہے کہ یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے جس طرح کہ حکیم ترمذی اور ابن جوزی نے ذکر کیا ہے۔ موضوع ہونے کے لفظی اور معنوی دلائل خود اس حدیث مبارکہ میں موجود ہیں پھر اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ سورت مدنی ہو کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے شادی مدینہ منورہ میں ہوئی تھی اور وہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے حالانکہ النحاس نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور یہی جمہور کا موقف ہے اور یہ کہنے سے کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل نہیں ہوئی ان کی شان اور فضیلت کم نہیں ہوتی اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ وہ ابرار میں داخل نہ ہوں بلکہ اور مسلمانوں کی بہ نسبت وہ ابرار میں پہلے داخل ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام مسلمانوں کے مولیٰ اور محبوب ہیں اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ٹکڑا ہیں اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اور ریحان (خوشی اور خوشبو) ہیں اور جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور وہ اپنی فضیلت کے ثبوت میں اس من گھڑت روایت سے مستغنی ہیں۔ (روح المعانی: جز:29، ص270 تا 271)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ

یہ حدیث موضوع ہے۔ کلبی نے اس حدیث کو از ابو صالح از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور امام ثعلبی نے اس کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف: جز:4، ص:670)

امام ابن جوزی نے کہا ہے کہ

یہ حدیث موضوع ہے۔ (کتاب الموضوعات: جز:1، ص:390)

اور حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ

یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن کو محققین کے قلوب مسترد کر دیتے ہیں۔ اس حدیث میں اس طرح ملمع کاری کی گئی ہے اور اس کو ایسا مزین اور پر اثر بنایا گیا ہے کہ جاہل آدمی یہ تمنا کرتا ہے کہ کاش! وہ بھی ایسا کام کرے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ ایسا کام کرنے والا قابل مذمت ہے۔ (نوادر الاصول: جز:1، ص:155)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

محققین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے شروع میں فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو امتحان اور آزمائش کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اس نے سب کو ہدایت دی ہے اور ان کے اعذار اور شبہات کو زائل فرما دیا ہے پھر مخلوق کی

دوقسمیں بن گئیں۔ایک گروہ شاکرین کا ہے اور ایک گروہ کافرین کا ہے پھر کافروں کے لئے وعید کا ذکر فرمایا اور اس کے بعد شاکرین کے لئے وعد کا ذکر فرمایا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ (الدھر:5)

پس نیکوکار مشروب کے جام پئیں گے۔

یہ جمع کا صیغہ ہے جو تمام شکر گزاروں اور نیکوکاروں کو شامل ہے اور ایسی عام آیت کی ایک شخص کے ساتھ تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ سورت شروع سے اس آیت تک یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس میں تمام اطاعت کرنے والوں اور نیکی کرنے والوں کا حال بیان ہے۔پس اگر ہم اس آیت کو کسی ایک شخص کے ساتھ مخصوص کر دیں تو اس سورت کا نظم خراب ہو جائے گا اور اس کی ترتیب فاسد ہو جائے گی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

ان آیات میں جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ جمع کے صیغوں کے ساتھ ہیں اور عام ہیں۔

سوارشاد فرمایا:

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ (الدھر:5)

نیکوکار مشروب کے جام پئیں گے۔

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا (الدھر:7)

وہ نذر پوری کرتے ہیں اور قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں۔

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا o (الدھر:8)

وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اسی طرح اس کے بعد بشارتوں کی تمام آیات بھی جمع کے صیغوں کے ساتھ ہیں اور عام ہیں اور ان آیات کے عموم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دخول کا انکار نہیں ہے اور وہ اطاعت کرنے والوں کے اخروی انعام کی تمام بشارتوں میں داخل ہیں۔جس طرح کہ ان آیات کے عموم میں دوسرے متقی صحابہ اور تابعین اور بعد کے نیک مسلمان داخل ہیں سو اب اس آیت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔(تفسیر کبیر: ج:10، ص:747)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ یہ آیت تمام ابرار (نیکوکاروں) کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ہر اس شخص کے متعلق جس نے کوئی نیک کام کیا سو یہ آیت تمام مومنین کے لئے عام ہے۔اور نقاش، ثعلبی، قشیری اور متعدد مفسرین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہراء

رضی اللہ عنہا اور ان کی باندی فضہ کے قصہ میں ایک حدیث مبارکہ ذکر کی ہے جو صحیح ہے نہ ثابت ہے جس کو لیث نے از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما الدھر: 7 کی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:29،ص:116)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ اس قصہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

اس قصہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس آیت میں ''ابرار'' سے مراد فقط اہل بیت ہوں کیونکہ خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار رہوتا ہے لہٰذا اس آیت میں دوسرے نیک مسلمان بھی داخل ہیں جو مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلائیں اور یہ قصہ راوی کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے مگر یہ قصہ علماء کے درمیان مشہور ہے اور ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔

حکیم ترمذی نے کہا:

یہ قصہ من گھڑت ہے اس کو جاہل احمق کے سوا کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ ابن جوزی نے اس کا موضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ اس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ نیز اس قصہ کی بناء پر لازم آئے گا کہ یہ سورت مدنی ہے حالانکہ جمہور کے نزدیک یہ سورت مکی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جنگ احد کے بعد مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

(روح البیان: جز:10،ص:318)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن حنیف نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دنیا مردار ہے جو شخص دنیا سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہو وہ کتوں کے ساتھ اختلاط پر صبر کرے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے علی (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسی زینت کے ساتھ مزین کیا ہے جس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندوں کے لئے اور کوئی زینت نہیں ہے وہ زینت دنیا میں زہد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا بنایا ہے کہ تمہیں دنیا میں کچھ نہیں ملے گا اور دنیا کو تم سے کچھ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مسکینوں کی محبت دی ہے اور وہ تمہاری امامت پر راضی ہوں گے اور تم ان کی اتباع پر راضی ہو گے اس شخص کے لئے خوشی ہو جو تم سے محبت رکھے اور تمہاری تصدیق کرے اور اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جو تم سے بغض رکھے اور تمہاری تکذیب کرے اور جو لوگ تم سے محبت کریں گے اور تمہاری تصدیق کریں گے وہ تمہارے گھر کے پڑوسی اور تمہارے محل کے رفیق ہوں گے اور جو لوگ تم سے بغض رکھیں گے اور تمہاری تکذیب کریں گے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ قیامت کے دن ان کو کذابین کی صف میں اٹھائے۔

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک وقت وہ تھا جب میں بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا اور آج وہ وقت ہے کہ میں ایک دن میں چار ہزار

دینار صدقہ کرتا ہوں۔ (اسد الغابہ: جز:4،ص23 تا24)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیش بہا علم کے مالک تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بعض اوقات کسی مشکل مسئلہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی جانب رجوع فرماتے تھے۔ اسی طرح قضا کے متعلق فیصلہ فرمانے میں ماہر تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا۔

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یمن کی طرف بھیج رہے ہیں کہ میں ان کے درمیان فیصلہ کروں حالانکہ میں نوجوان ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ فیصلہ کیا ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس میرے سینے پر سمارا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! اس کے دل کو ہدایت عطا فرما اور اس کی زبان کو حق پر قائم رکھ۔

اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے اللہ عزوجل! اس کے بعد میں نے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی بھی شک نہیں کیا۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:2310)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا۔

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھیج رہے ہیں جبکہ میں نو عمر ہوں اور فیصلہ کرنے کا بھی مجھے علم نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت عطا فرمادے گا اور تمہاری زبان اس پر قائم کردے گا۔ جب بھی فریقین تمہارے پاس بیٹھ جائیں تو جلدی سے فیصلہ نہ کرنا جب تک دوسرے کی بات نہ سن لو جس طرح تم نے پہلے کی سنی تھی یہ طریقہ کار تمہارے لیے فیصلہ کو واضح کردے گا۔

آپ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

اس دعا کے بعد میں کبھی بھی فیصلہ کرنے میں شک میں نہیں پڑا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:3582)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم سب سے بہتر اور صائب فیصلہ فرمانے والے ہیں اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہم سب سے بڑھ کر قاری ہیں۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 5328)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس نا قابل حل اور مشکل مسئلہ سے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں ہوتے تھے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے۔

(طبقات الکبریٰ: ج: 2، ص: 339)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اہل مدینہ منورہ میں سے اچھا فیصلہ فرمانے والا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4656)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم میں سے سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (طبقات الکبریٰ: ج: 2، ص: 339)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے لہٰذا جو کوئی علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ اس دروازے سے آئے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4639)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں حکمت کا گھر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3723)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے لہٰذا جو اس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ اس دروازے سے آئے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4637)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں قرآن مجید کی ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ کس کے متعلق کس جگہ اور کس پر نازل ہوئی۔ بے شک میرے رب عزوجل نے مجھے بہت زیادہ سمجھ والا دل اور فصیح زبان عطا فرمائی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: جز: 1، ص: 68)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں سوال کرو بے شک کوئی بھی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ دن کو نازل ہوئی یا رات کو پہاڑ میں نازل ہوئی یا میدان میں۔ (طبقات الکبریٰ: جز: 2، ص: 338)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والے ہیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا:

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کرتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کا جواب ارشاد فرماتے تھے اور جب میں خاموش ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بات شروع فرما دیتے تھے۔ (طبقات الکبریٰ: جز: 2، ص: 338)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ کثرت احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

1- حضرت حسن رضی اللہ عنہ

2- حضرت حسین رضی اللہ عنہ

3- حضرت محمد رضی اللہ عنہ

4-حضرت عمر رضی اللہ عنہ
5-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
6-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
7-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
8-حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ
9-حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما
10-حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
11-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
12-حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ
13-حضرت صہیب رضی اللہ عنہ
14-حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ
15-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
16-حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ
17-حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ
18-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
19-حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ
20-حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ
21-حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
22-حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ
23-حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ
24-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ
25-حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ
26-حضرت بشر بن سہیم رضی اللہ عنہ
27-حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ
28-حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

29-حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

30-حضرت عبدالرحمٰن بن اشیم رضی اللہ عنہ

اور دیگر صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں۔

ابوالبختری سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یمن کی طرف بھیج رہے ہیں لوگ مجھ سے قضاء کے متعلق سوال کریں گے حالانکہ مجھے قضاء کا کوئی علم نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قریب آؤ، میں قریب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا۔ پھر دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! اس کی زبان کو ثابت اور دل کو ہدایت پر رکھ۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ اگایا اور روح کو پیدا کیا اس کے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان قضاء کرنے میں شک نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم یہ کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ قضاء کو جاننے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی ایسی مشکل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے جس کے حل کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوں۔

(اسد الغابہ: ج:4، ص:23)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہت ساری غزوات میں شرکت فرمائی اور آپ رضی اللہ عنہ نے ہی خیبر کو فتح کیا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا:

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس اضطراب کی کیفیت میں رات گزاری کہ دیکھئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس کو جھنڈا عطا فرماتے

ہیں۔ جب صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے ان میں سے ہر ایک شخص کو یہ توقع تھی کہ حضور انور ﷺ اس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان کو بلاؤ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا حضور انور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ان کے حق میں دعا کی تو ان کی آنکھیں اس طرح ٹھیک ہوگئیں گویا کبھی تکلیف ہی نہ تھی۔ پس نبی کریم ﷺ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میں ان سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں گا جب تک وہ ہماری طرح نہ ہو جائیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نرمی سے روانہ ہونا جب تم ان کے پاس میدان جنگ میں پہنچ جاؤ تو ان کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو یہ بتانا کہ ان پر اللہ عزوجل کے کیا حقوق واجب ہیں۔ بخدا اگر تمہاری وجہ سے ایک شخص بھی ہدایت پا جاتا ہے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3973)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور انور ﷺ نے پھر مجھے علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا اور ان کو آشوب چشم تھا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں ضرور بالضرور جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوگا یا اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو نبی کریم ﷺ کے پاس لے آیا اس حال میں کہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔

پس نبی کریم ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا تو وہ ٹھیک ہو گئے پھر انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں مرحب نکلا اور کہنے لگا۔

تحقیق خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں اور یہ کہ میں ہر وقت ہتھیار بند ہوتا ہوں اور ایک تجربہ کار جنگجو ہوں اور جب جنگیں ہوتی ہیں تو وہ بھڑک اٹھتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں وہ شخص ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے اور میں جنگل کے اس شیر کی مانند ہوں جو ایک ہیبت ناک منظر کا حامل ہو یا ان کے درمیان ایک پیمانوں میں ایک بڑا پیمانہ۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کے سر پر ضرب لگائی اور اس کو قتل کر دیا پھر فتح آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1807)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم کی تکلیف کے باعث معرکہ خیبر کے لئے لشکر میں شامل نہ ہو سکے انہوں نے سوچا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رک گیا ہوں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملے جب وہ شب آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا یا کل جھنڈا وہ شخص پکڑے گا جس سے اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت کرتے ہیں۔

یا یہ ارشاد فرمایا کہ

جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں خیبر کی فتح سے نوازے گا۔ پھر اچانک ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا حالانکہ ہمیں ان کے آنے کی توقع نہ تھی۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا ان کو عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائی۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 3499)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس دن کے علاوہ میں نے کبھی بھی امارت کی تمنا نہیں کی۔ اس دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس امید سے آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کے لئے بلائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جاؤ اور ادھر ادھر التفات نہ کرنا حتی کہ اللہ عزوجل تمہیں فتح عطا فرمائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ دور گئے پھر ٹھہر گئے اور ادھر ادھر التفات نہیں کیا۔ پھر انہوں نے زور سے آواز دی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم ان سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ وہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی شہادت نہ دیں اور جب وہ یہ گواہی دے دیں تو پھر انہوں نے تم سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیا مگر یہ کہ ان پر کسی کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2405)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر کے قلعہ میں اترے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں ضرور بالضرور اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔ پس جب اگلا دن آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا اور لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی معیت میں قتال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کا سامنا اہل خیبر کے ساتھ ہوا اور اچانک مرحب نے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر یہ رجزیہ اشعار کہے۔

تحقیق خیبر نے جان لیا کہ بے شک میں مرحب ہوں اور یہ کہ میں ہر وقت ہتھیار بند ہوتا ہوں اور میں ایک تجربہ کار جنگجو ہوں۔ میں کبھی نیزے اور کبھی تلوار سے وار کرتا ہوں اور جب یہ شیر آگے بڑھتے ہیں تو بھڑک اٹھتے تھے۔

راوی فرماتے ہیں کہ

دونوں نے تلواروں کے واروں کا آپس میں تبادلہ کیا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی کھوپڑی پر وار کیا حتی کہ تلوار اس کی کھوپڑی کو چیرتی ہوئی اس کے دانتوں تک آ پہنچی اور تمام اہل لشکر نے اس ضرب کی آواز سنی۔

راوی فرماتے ہیں کہ

اس کے بعد لوگوں میں سے کسی اور نے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقابلہ کا ارادہ نہ کیا حتیٰ کہ فتح مسلمانوں کا مقدر ٹھہری۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث: 23081)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دوران مجھے بلا بھیجا اور مجھے آشوب چشم تھا۔

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آشوب چشم ہے۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! اس سے گرمی اور سردی کو دور کر دے۔

پس اس دن کے بعد میں نے نہ تو گرمی اور نہ ہی سردی محسوس کی۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

میں ضرور بالضرور یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 778)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر ایک ساتھ روانہ کیے ایک کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے کا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب جنگ ہوگی تو دونوں لشکروں کے امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قلعہ کو فتح کیا اور مال غنیمت میں سے ایک باندی لے لی اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ ایک خط حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مقدسہ میں روانہ کیا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑھا تو چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم اس شخص سے کیا چاہتے ہو جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ

میں نے عرض کیا کہ میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے غصے سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگتا ہوں۔ میں تو صرف قاصد ہوں اس پر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3725)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ وہ اس شخص کے متعلق جھگڑا کر رہے تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہے وہ اس شخص کے متعلق جھگڑا کر رہے تھے جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو بھیجوں گا جس کو اللہ عزوجل کبھی رسوا نہیں کرے گا وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے پس (اس جھنڈے) کے حصول کی سعادت کے لئے ہر کسی نے خواہش کی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟

تو انہوں نے کہا:

وہ چکی میں آٹا پیس رہے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی آٹا کیوں نہیں پیس رہا۔

راوی فرماتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ان کو آشوب چشم تھا اور اتنا سخت تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔

راوی فرماتے ہیں کہ

پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں پھونکا پھر جھنڈے کو تین بار ہلایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث: 8409)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رحبہ کے مقام پر ارشاد فرمایا:

صلح حدیبیہ کے موقع پر کئی مشرکین ہماری طرف آئے جن میں سہیل بن عمرو اور مشرکین کے دیگر سردار بھی تھے۔

انہوں نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ! ہماری اولاد بھائیوں اور غلاموں میں سے بہت سے لوگ آپ ﷺ کے پاس چلے آئے ہیں جنہیں

دین کی کوئی سمجھ بوجھ نہیں۔ یہ لوگ ہمارے اموال اور جائیدادوں سے فرار ہوئے ہیں لہٰذا آپ ﷺ یہ لوگ ہمیں واپس کر دیجئے اگر انہیں دین کی سمجھ نہیں تو ہم ان کو سمجھا دیں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے قریش! تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین اسلام کی خاطر تلوار کے ساتھ تمہاری گردنیں اڑا دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آزما لیا ہے۔

حضرت ابوبکر و عمر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ جوتیوں میں پیوند لگانے والا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت اپنی نعلین مبارک مرمت کے لئے دی تھیں۔

حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کر لے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3715)

علامہ محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

ابو اسحاق سے روایت ہے کہ

تمام اہل تاریخ اور اہل سند کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بدر اور اس کے علاوہ تمام غزوات میں حاضر رہے البتہ صرف غزوہ تبوک میں شامل نہیں ہو سکے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے اہل خانہ کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ چھوڑ دیا تھا۔

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ احد میں سولہ زخم لگے ہر بار زخم لگنے سے وہ زمین پر گر پڑتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام آ کر ان کو اٹھاتے تھے۔

ثعلبہ بن ابی مالک فرماتے ہیں کہ

تمام جنگوں میں جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور قتال کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے جھنڈا لے لیتے تھے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جنگ خیبر کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لیا۔ ایک قول ہے کہ محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کل میں جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو خیبر کے فتح کیے بغیر نہیں لوٹے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد جھنڈا منگوایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ پھر ان کی آنکھوں میں دست شفا پھیرا اور ان کو جھنڈا دیا جنگوں کے سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داستان بہت طویل ہے۔ (اسد الغابہ: ج:4،ص:21)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بمنزلہ ہارون علیہ السلام

اس سلسلے میں کئی احادیث مبارکہ ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ چھوڑ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بچوں اور عورتوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث:4154)

حدیث مبارکہ:2

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔

(صحیح بخاری: رقم الحدیث:3503)

حدیث مبارکہ:3

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 3404)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:
تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام تھے مگر بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔
راوی فرماتے ہیں کہ
میں چاہتا تھا کہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے حدیث بالمشافہ سن لوں۔ پس میری حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کو عامر بن سعد رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سنائی۔
تو انہوں نے کہا:
میں نے حدیث مبارکہ کو خود سنا ہے۔
میں نے عرض کیا:
کیا آپ رضی اللہ عنہ نے خود سنا ہے؟
انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں پر رکھیں اور کہا:
اگر میں نے خود نہ سنا ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2404)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:
تم میرے لیے وہی حیثیت رکھتے ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھی مگر بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3730)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث مبارکہ میں روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ لوگوں کے ساتھ غزوہ تبوک کے لئے نکلے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔
کیا میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ چلوں۔
حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:
نہیں! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو میرے لیے ایسے ہے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے مگر یہ کہ تو نبی نہیں تجھے اپنا نائب بنائے بغیر میرا کوچ کرنا مناسب نہیں۔
(مسند احمد: رقم الحدیث: 3062)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب آپ ﷺ نے بعض مغازی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے چھوڑ دیا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:
یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ دیا ہے؟
تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:
کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور غزوہ خیبر کے دن میں نے آپ ﷺ سے یہ سنا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ سو ہم سب اس سعادت کے حصول کے انتظار میں تھے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
حضرت علی رضی اللہ عنہ کو میرے پاس لائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لایا گیا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور انہیں جھنڈا عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا۔
اور جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
آپ فرما دیجئے! آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

اور کہا:

اے اللہ عزوجل! یہ میرا کنبہ ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2404)

اس حدیث مبارکہ سے روافض، امامیہ اور شیعہ کے تمام فرقوں نے اس پر استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام امت پر اپنا خلیفہ بنا دیا تھا اور اس بنا پر روافض نے تین کے سوا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کر دی کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس نص صریح کو چھوڑ کر اپنے اجتہاد سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غیر کو خلیفہ بنا دیا۔ چوتھی صدی کے مشہور شیعہ عالم شیخ ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز کشی لکھتے ہیں۔

ابو جعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد تین اشخاص کے سوا سب مرتب ہو گئے تھے۔

میں نے پوچھا:

وہ تین شخص کون ہیں؟

انہوں نے کہا:

1- مقداد بن اسود، 2- ابوذر غفاری، 3- اور سلمان فارسی۔ (رجال کشی: ص:12)

اور شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی متوفی 328ھ روایت کرتے ہیں۔

عبدالرحیم قصیر سے روایت ہے کہ

میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے کہا کہ

جب ہم لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ سب لوگ مرتد ہو گئے تھے تو لوگ گھبرا جاتے ہیں۔

انہوں نے کہا:

اے عبدالرحیم! رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سب لوگ دوبارہ جاہلیت کی طرف لوٹ گئے تھے۔

(الروضہ من الکافی: ص:246)

اور جن لوگوں نے تمام امت اور خصوصاً تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کی ان کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقل کرنے اور جمع کرنے سے ثابت ہے اگر یہ ناقلین کافر تھے تو ان کی نقل پر بھی اعتماد نہیں ہوگا۔ نیز تمام احادیث مبارکہ بھی ان ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہیں اگر یہ کافر تھے تو تمام احادیث مبارکہ بھی غیر معتبر قرار پائیں گی اور جب قرآن اور حدیث مبارکہ دونوں غیر معتبر اور غیر معتمد قرار پائے تو شریعت بالکلیہ باطل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر قائم نہ رہی۔ اور اس حدیث مبارکہ سے ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تمام امت پر خلافت کا استدلال کرنا باطل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک خاص معاملہ میں ایک خاص وقت کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا

خلیفہ بنایا تھا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک خاص وقت تک کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنایا تھا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی مناجات سے واپس آ گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام اپنی سابق حالت پر لوٹ آئے۔ علاوہ ازیں حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اصل رسالت میں شریک اور ان کے وزیر خاص تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد وہ ان کے خلیفہ نہیں تھے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں حضرت ہارون علیہ السلام کا میدان تیہ میں انتقال ہو گیا تھا اس لیے اس حدیث مبارکہ سے روافض اور شیعہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اس حدیث مبارکہ کی زیادہ سے زیادہ اس چیز پر دلالت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک جاتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صرف مدینہ منورہ میں بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے سلسلہ میں اپنا نائب بنایا تھا اور نماز پڑھانے کے لئے ان کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا بلکہ یہ منصب تو حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تھا اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس آ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی پہلی حیثیت کی طرف لوٹ آئے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ وغیرہ کو اپنا نائب بنایا تھا لہٰذا اس حدیث مبارکہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تمام امت پر دائماً خلیفہ بننا لازم نہیں آتا۔

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو تمام غزوات میں خلیفہ بنانے پر یہ دلائل ہیں۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے آئے پھر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عام غزوات میں ان کو مدینہ منورہ میں خلیفہ بناتے تھے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے اس کے بعد حافظ عسقلانی نے امام عبدالبر کے حوالے سے ان تیرہ غزوات کی تفصیل ذکر کی ہے۔ (الاصابہ: ج:4، ص:495)

امام ابن الاثیر علی بن محمد الجزری متوفی 630ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں خلیفہ بنایا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کو خلیفہ بنایا تھا۔ (اسد الغابہ: ج:4، ص:252)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر القرطبی متوفی 463ھ نے بھی واقدی کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ (الاستیعاب: ج:3، ص:276)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

شعبی سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ غزوات میں تشریف لے گئے اور ہر غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا وہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے حالانکہ وہ نابینا تھے۔

شعبی سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک میں خلیفہ بنایا وہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

فائدہ

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا:

ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے اور مشہور یہ ہے کہ ان کا نام عمرو بن قیس ہے۔ ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبداللہ ہے ان کی کنیت ام مکتوم ہے۔ حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں قدیم اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ جنگ بدر سے کچھ عرصہ پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اور دارالقراء میں ٹھہرے۔ یہ مدینہ منورہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے لئے اذان دیتے تھے اور عام غزوات میں رسول اللہ ﷺ ان کو خلیفہ بناتے تھے اور یہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

ایک روایت یہ ہے کہ

یہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ بدر گئے ہوئے تھے تو یہ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ: ج:4،ص:206)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت

علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

(حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں سے پوچھا۔

دروازے پر تم دونوں کی موجودگی میں امیر المومنین کس طرح شہید ہو گئے اور اپنا ہاتھ اٹھا کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو طمانچہ مارا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سینے پر مارا اور محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو برا بھلا کہا اور انتہائی غصے کے ساتھ اپنے گھر آ گئے۔ لوگ دوڑتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

اور انہوں نے کہا:

اپنا ہاتھ آگے بڑھائیے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے ہیں۔ ایک امیر کا ہونا اشد ضروری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

یہ تمہارا کام نہیں یہ اہل بدر کا کام ہے جس کے لئے اہل بدر راضی ہوں گے وہی خلیفہ قائم ہوگا۔

تمام اہل بدر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا۔

ہم آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو خلافت کا مستحق نہیں جانتے ہاتھ بڑھائیے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ مروان اور اس کے بیٹے بھاگ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ سے آکر پوچھا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کس نے قتل کیا ہے؟

انہوں نے کہا:

میں نہیں جانتی۔ دو اشخاص آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جن کو میں نہیں پہچانتی ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھا اور جو کچھ انہوں نے کیا اس کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو بلا کر جو کچھ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے بتایا اس کے بارے میں پوچھا۔

محمد بن ابی بکر نے کہا:

انہوں نے سچ کہا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ان کو قتل کرنے کے لئے گیا تھا انہوں نے مجھ سے میرے باپ کا تذکرہ کیا تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر کے ان کے پاس سے چلا آیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے نہ ان کو پکڑا ہے اور نہ ان کو قتل کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے کہا:

اس نے سچ کہا ہے مگر ان دو اشخاص کو اس نے داخل کیا ہے۔

ابن سعد نے کہا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت، قتل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دوسرے دن مدینہ منورہ میں ہوئی۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو وہاں موجود تھے انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ (الصواعق المحرقہ: ص:120)

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس کو امیر بنایا جائے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر تم نے (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا تو تم اس کو امین پاؤ گے۔ دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب اور اگر تم عمر کو امیر بناؤ گے تو تم اس کو قوی اور امین پاؤ گے وہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے والے نہیں ہیں اور اگر تم نے علی (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا تو تم اس کو ہادی مہدی پاؤ گے جو تم کو صراط مستقیم پر لے کر چلے گا اور میرا خیال ہے کہ تم اس کو امیر نہیں بناؤ گے۔

عروہ مرادی سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا اور میرا گمان یہ تھا کہ اس خلافت کا

میں زیادہ حقدار ہوں مگر مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کرلیا پس میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا اور میرا خیال یہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے علاوہ کسی اور کو جانشین نہیں بنائیں گے لیکن انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جانشین نامزد کیا سو میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میرا گمان یہ تھا کہ وہ مجھ سے اعراض نہیں کریں گے لیکن انہوں نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے مجھ سمیت چھ آدمیوں کی ایک مجلس مقرر کردی اور اس شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا۔ پھر میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیئے گئے اور لوگوں نے بغیر کسی جبر کے خوشی خوشی مجھ سے بیعت کرلی۔ پھر لوگوں نے بیعت توڑ دی اب میرے سامنے دو صورتیں تھیں یا تو ان کے خلاف تلوار اٹھاتا یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل کیے تھے ان کا انکار کردیتا۔

اسماعیل خطمی سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ذوالحجہ 35 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا۔

ابن مسیب سے روایت ہے کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے تمام مسلمان دوڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ سب کہتے تھے کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ہیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے ہم آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ

یہ تمہارا کام نہیں ہے یہ منصب اہل بدر کا ہے جس کی خلافت پر اہل بدر راضی ہوجائیں گے خلیفہ وہی ہوگا پھر ہر شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا ہم آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کسی اور شخص کو خلافت کا حقدار نہیں پاتے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہاتھ بڑھایئے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کہاں ہیں کیونکہ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے کی تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں جا کر منبر پر جلوہ فرما ہوئے پھر سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اور ان کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی پھر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ جب لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت نہیں کی ان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر بیعت لازم نہیں کی۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے ان کی بیعت نہ کرنے کے متعلق سوال کیا گیا۔

تو انہوں نے کہا:

یہ لوگ امر خلافت میں غیر جانب دار رہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت اہل شام نے ان کی بیعت نہیں کی اور ان سے جنگ کی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عہد توڑنے والوں، حق سے تجاوز کرنے والوں اور حق سے خروج کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا۔

ہم نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا ہم کس کے ساتھ ان کے خلاف لڑیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اور ان کے ساتھ عمار بن یاسر ہونگے۔

عبداللہ بن حبیب سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے کہا:

میں صرف اس بات پر افسوس کرتا ہوں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیا۔

(اسد الغابہ: جز:4، ص:33)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کثیر ہیں مگر حصول رضا الٰہی عزوجل کی خاطر چند ذکر کیے جاتے ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3713)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

میں جس کا ولی ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ ولی ہے۔
اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
تم میرے لیے اس طرح ہو جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔
اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
میں آج اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 121)

حدیث مبارکہ: 3

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں ایک جگہ قیام کیا اور نماز با جماعت کا حکم ارشاد فرمایا۔
اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:
کیا میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں؟
انہوں نے جواب دیا۔
کیوں نہیں!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا میں ہر مومن کی جان سے قریب تر نہیں ہوں۔
انہوں نے جواب دیا۔
کیوں نہیں!
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
پھر یہ (علی رضی اللہ عنہ) ہر شخص کا ولی ہے جس کا میں مولا ہوں۔
اے اللہ عزوجل! جو اس کو دوست رکھے اسے تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 116)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کے غزوہ میں شرکت کی جس میں مجھے آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ شکوہ ہوا۔ جب میں نبی

کریم ﷺ کی خدمت میں آیا تو میں نے حضور انور ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کے متعلق تنقیص کی۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے بریدہ رضی اللہ عنہ! کیا میں مومنین کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں؟

تو میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! کیوں نہیں!

اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ (مسند احمد: جز:5، ص:347)

حدیث مبارکہ:5

حضرت میمون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک وادی جسے وادئ خم کہا جاتا ہے میں اترے پس آپ ﷺ نے نماز کا حکم دیا اور سخت گرمی میں جماعت کروائی پھر ہمیں خطبہ دیا اس حال میں کہ نبی کریم ﷺ کو سورج کی گرمی سے بچانے کے لئے درخت پر کپڑا لٹکا کر سایہ کیا گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو یا گواہی نہیں دیتے کہ میں ہر مومن کی جان سے زیادہ قریب تر ہوں۔

لوگوں نے کہا:

کیوں نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

اے اللہ عزوجل! تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے اور اسے دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے۔

(مسند احمد: جز:4، ص:372)

حدیث مبارکہ:6

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے گواہی طلب کرتے ہوئے کہا کہ

میں تمہیں قسم دیتا ہوں جس نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

اے اللہ عزوجل! جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔

اے اللہ عزوجل! تو اس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے پس اس موقع پر سولہ اشخاص نے کھڑے ہو کر گواہی دی۔ (معجم الکبیر: جز:5،ص:171)

حدیث مبارکہ:7

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وسیع میدان میں دیکھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ لوگوں سے حلفاً پوچھ رہے تھے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو غدیر خم کے دن جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے فرماتے ہوئے سنا وہ کھڑے ہو کر گواہی دے۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا:

اس پر بارہ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے گویا میں ان میں سے ایک کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

انہوں نے کہا:

ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو غدیر خم کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا کیا میں مومنوں کی جانوں سے قریب نہیں ہوں اور میری بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں۔

سب نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ! کیوں نہیں۔

اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ اے اللہ عزوجل! جو اس کو دوست رکھے تو اس کو بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے بھی عداوت رکھ۔ (مسند احمد: جز:1،ص:119)

حدیث مبارکہ:8

حضرت سعید بن وہب اور زید بن یثیع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھلے میدان میں لوگوں کو قسم دی کہ جس نے نبی کریم ﷺ کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا وہ کھڑا ہو جائے۔

راوی فرماتے ہیں کہ

چھ اشخاص حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی طرف سے اور چھ اشخاص حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرف سے کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے حضور انور ﷺ کو غدیر خم کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کیا اللہ عزوجل

مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہے۔

لوگوں نے کہا:

کیوں نہیں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔

اے اللہ عزوجل! تو اس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 2130)

حدیث مبارکہ: 9

ابواسحاق سے روایت ہے کہ

انہوں نے کہا کہ میں نے سعید بن وہب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے قسم لی جس پر پانچ یا چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا تھا۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔ (مجمع الزوائد: جز: 9، ص: 104)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت زاذان بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجلس میں لوگوں سے حلفاً یہ پوچھتے ہوئے سنا کس نے حضور انور ﷺ کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے اس پر تیرہ (13) آدمی کھڑے ہوئے اور انہوں نے تصدیق کی انہوں نے حضور انور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔ (مسند احمد: جز: 1، ص: 84)

حدیث مبارکہ: 11

ابوطفیل سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک کھلی جگہ میں جمع کیا پھر ان سے فرمایا:

میں ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو غدیر خم کے دن کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے، کھڑا ہو جائے اس پر تیس (30) افراد کھڑے ہوئے۔

جبکہ ابونعیم نے کہا ہے کہ

کثیر افراد کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ جب نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں کو ارشاد فرمایا کیا

تمہیں اس کا علم ہے کہ میں مومنین کی جانوں سے قریب تر ہوں؟

سب نے کہا:

ہاں! یا رسول اللہ ﷺ۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے۔ اے اللہ عز وجل! تو اس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور تو اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔

راوی فرماتے ہیں کہ

جب میں وہاں سے نکلا تو میرے دل میں کچھ شک تھا اسی دوران میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان کو کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تو کیسے انکار کرتا ہے جبکہ میں نے خود حضور انور ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اس طرح ہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔

(مستدرک: ج:3، ص:109)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت عطیہ عوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

میرا ایک داماد ہے جو غدیر خم کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں آپ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث بیان کرتا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس حدیث کو آپ رضی اللہ عنہ سے سنوں۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تم اہل عراق ہو تمہاری عادتیں تمہیں مبارک ہوں۔

میں نے ان سے کہا کہ

میری طرف سے ان کو کوئی اذیت نہیں پہنچے گی۔

انہوں نے کہا:

ہم جحفہ کے مقام پر تھے کہ ظہر کے وقت حضور انور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بازو تھامے ہوئے باہر تشریف لائے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! کیا تمہیں علم نہیں کہ میں مومنوں کی جانوں سے بھی قریب تر ہوں۔

انہوں نے کہا:

کیوں نہیں!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے۔

عطیہ نے کہا:

میں نے مزید پوچھا! کیا آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اے اللہ عزوجل! جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں نے جو کچھ سنا تھا وہ تمہیں بیان کر دیا ہے۔ (مسند احمد: ج:4،ص:368)

حدیث مبارکہ:13

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک سائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز میں حالت رکوع میں تھے۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کھینچی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی سائل کو دے دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو اس کی خبر دی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ترجمہ: ''بے شک تمہارا دوست اللہ عزوجل اور اس کا رسول ﷺ ہیں اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔''

آپ ﷺ نے اس آیت کو پڑھا اور ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ اے اللہ عزوجل! جو اس کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔ (معجم الکبیر: ج:5،ص:195)

حدیث مبارکہ:14

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے دن وہاں موجود تھے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علی (رضی اللہ عنہ) مجھ سے اور میں علی (رضی اللہ عنہ) سے ہوں اور میرا قرض میری طرف سے سوائے میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں ادا کر سکتا۔ (مسند احمد: ج:4،ص:164)

حدیث مبارکہ:15

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت جعفر اور حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ایک دن اکٹھے ہوئے۔

تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔

اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوں۔

پھر انہوں نے کہا: چلو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں چلتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

پس وہ تینوں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دیکھو یہ کون ہیں؟

میں نے عرض کیا: جعفر، علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کو اجازت دو پھر وہ داخل ہوئے اور کہنے لگے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (حضرت) فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا)

انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے مردوں کے بارے میں عرض کیا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے جعفر رضی اللہ عنہ! تمہاری خلقت میری خلقت سے مشابہ ہے اور میرے خلق تمہارے خلق سے مشابہ ہیں اور تو مجھ سے اور میرے شجرہ نسب سے ہے۔ اے علی رضی اللہ عنہ! تو میرا داماد اور میرے دو بیٹوں کا باپ ہے اور میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے اور اے زید رضی اللہ عنہ! تو میرا غلام اور مجھ سے اور میری طرف سے ہے اور تمام قوم سے تو مجھے پسندیدہ ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 21825)

حدیث مبارکہ:16

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان اخوت قائم فرمائی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے۔

اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھائی چارہ قائم فرمایا مگر مجھے کسی کا بھائی نہیں

بنایا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3720)

حدیث مبارکہ: 17

حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ

(حضرت) علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میرا قرض میری طرف سے سوائے علی رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں ادا کر سکتا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 19)

حدیث مبارکہ: 18

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے کسی کو سورہ توبہ دے کر بھیجا پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کے پیچھے بھیجا پس انہوں نے وہ سورہ اس سے لے لی۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس سورہ کو سوائے اس شخص کے جو مجھ میں سے ہے اور میں اس میں سے ہوں کوئی اور نہیں لے جا سکتا۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 3062)

حدیث مبارکہ: 19

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک بار نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پکڑے۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو مجھ سے محبت کرے ان دونوں سے اور ان دونوں کے والد (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) اور ان کی والدہ (یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3733)

حدیث مبارکہ: 20

حضرت عمرو بن شاس اسلمی رضی اللہ عنہ جو کہ اصحاب حدیبیہ میں سے تھے نے بیان کیا ہے کہ

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یمن کی طرف روانہ ہوا سفر کے دوران انہوں نے میرے ساتھ سختی کی حتیٰ کہ میں اپنے دل میں ان کے خلاف کچھ محسوس کرنے لگا۔ پس جب میں واپس آیا تو میں نے ان کے خلاف مسجد میں شکایت کا اظہار کر دیا حتیٰ کہ

یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچ گئی پھر ایک دن میں مسجد میں داخل ہوا جبکہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے مجھے بڑے غور سے دیکھا حتیٰ کہ جب میں بیٹھ گیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمرو رضی اللہ عنہ! خدا عزوجل کی قسم! تو نے مجھے اذیت دی ہے۔

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو اذیت دینے سے میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں جو علی رضی اللہ عنہ کو اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔ (مسند احمد: جز: 3، ص: 483)

حدیث مبارکہ: 21

حضرت عبداللہ جدلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے کہا۔

کیا تمہارے اندر حضور انور ﷺ کو گالی دی جاتی ہے؟

تو میں نے کہا: اللہ عزوجل کی پناہ یا میں نے کہا اللہ عزوجل کی ذات پاک ہے یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا۔

تو انہوں نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو علی رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے وہ مجھے گالی دیتا ہے۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 26791)

حدیث مبارکہ: 22

حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور جس نے جانداروں کو پیدا کیا نبی کریم ﷺ کا مجھ سے عہد ہے کہ مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور صرف منافق ہی مجھ سے بغض رکھے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 78)

حدیث مبارکہ: 23

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مجھ سے عہد فرمایا۔

مومن ہی تجھ سے محبت کرے گا اور کوئی منافق ہی تجھ سے بغض رکھے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3736)

حدیث مبارکہ: 24

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔
آپ ﷺ سے عرض کیا گیا۔
یارسول اللہ ﷺ! ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔
آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: (حضرت) علی رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے ہے اور باقی تین (حضرت) ابوذر (رضی اللہ عنہ)، (حضرت) مقداد (رضی اللہ عنہ) اور (حضرت) سلمان (رضی اللہ عنہ) ہیں۔
(راوی کہتے ہیں)
نبی کریم ﷺ نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا۔
اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3718)

حدیث مبارکہ: 25

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک بار نبی کریم ﷺ کے پاس ایک پرندے کا گوشت تھا آپ ﷺ نے دعا کی۔
یا اللہ عزوجل! اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص کو میرے پاس بھیج تا کہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے
چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ ﷺ کے ساتھ وہ گوشت تناول کیا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3721)

حدیث مبارکہ: 26

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ کو عورتوں میں سے سب سے زیادہ محبوب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں سے سب سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3868)

حدیث مبارکہ: 27

حضرت جمیع بن عمیر تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں اپنی خالہ کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔
پھر میں نے ان سے پوچھا: لوگوں میں کون نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے؟
انہوں نے ارشاد فرمایا: حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا۔
پھر عرض کیا گیا: اور مردوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب تھے۔
آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا:

اس کے خاوند اگرچہ مجھے ان کا زیادہ روزے رکھنا اور زیادہ قیام کرنا معلوم نہیں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3874)

حدیث مبارکہ: 28

حضرت جمیع ابن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اپنی والدہ کے ہمراہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا میں نے پردہ کے پیچھے سے آواز سنی۔ ام المومنین میری والدہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھ رہی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ مجھ سے اس شخص کے بارے میں پوچھ رہی ہیں بخدا علم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب نہ تھا اور نہ روئے زمین پر ان کی زوجہ محترمہ سے بڑھ کر کوئی عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں محبوب تھیں۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4731)

حدیث مبارکہ: 29

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک بھنا ہوا پرندہ پیش کیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! میرے پاس اس کو بھیج جو مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے دعا کی کہ یا اللہ عزوجل! کسی انصاری کو اس دعا کا مصداق بنا دے۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشغول ہیں وہ واپس چلے گئے تھوڑی دیر بعد پھر تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا پھر میں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشغول ہیں آپ رضی اللہ عنہ پھر آئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اے) انس (رضی اللہ عنہ) اس کے لئے دروازہ کھول دو۔ وہ اندر داخل ہوئے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔

تجھے کس نے میرے پاس آنے سے روکا۔

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تین میں سے آخری بار ہے کہ انس رضی اللہ عنہ مجھے یہ کہہ کر واپس کرتے رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مشغول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے میرے اس عمل کی وجہ سے پوچھا۔

تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا کرتے سن لیا تھا پس میری خواہش تھی کہ یہ شخص انصار میں سے ہو۔

اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر آدمی اپنی قوم سے پیار کرتا ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4650)

حدیث مبارکہ:30

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی شکایت کی۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو! علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کرو۔ اللہ عزوجل کی قسم! وہ اللہ عزوجل کی ذات میں یا اللہ عزوجل کے راستہ میں بہت سخت ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 11835)

حدیث مبارکہ:31

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ بھیجا۔ جب وہ واپس تشریف لائے۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہ سے راضی ہیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 936)

حدیث مبارکہ:32

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے بیٹوں سے ارشاد فرمایا:
تم میں کون دنیا و آخرت میں میرے ساتھ دوستی کرے گا۔
راوی بیان فرماتے ہیں کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے انکار کر دیا۔
تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی کروں گا۔
اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ تم دنیا و آخرت میں میرے دوست ہو۔
راوی بیان فرماتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ سے آگے ان میں سے ایک اور آدمی کی طرف بڑھے۔
اور ارشاد فرمایا: تم میں سے دنیا و آخرت میں میرے ساتھ کون دوستی کرے گا تو انہوں نے بھی انکار کر دیا۔
راوی بیان فرماتے ہیں کہ
اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی کروں گا۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4652)

حدیث مبارکہ: 33

حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت فرماتے ہیں کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ تو میرے بعد ہر مومن کے لئے ولی ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 3062)

حدیث مبارکہ: 34

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
بے شک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3712)

حدیث مبارکہ: 35

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کا میں ولی ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ ولی ہے۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 23107)

حدیث مبارکہ: 36

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی اسے میں ولایت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت کرتا ہوں جس نے اسے ولی جانا اس نے مجھے ولی جانا اور جس نے مجھے ولی جانا اس نے اللہ عزوجل کو ولی جانا اور جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ عزوجل سے محبت کی اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ عزوجل سے بغض رکھا۔ (مجمع الزوائد: جز: 9، ص: 108)

حدیث مبارکہ: 37

حضرت ابن برید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں (جان لو) جو علی رضی اللہ عنہ کی گستاخی کرتا ہے وہ میری گستاخی کرتا ہے اور جو علی رضی اللہ عنہ سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ بے شک علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ اس کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی ہے اور میری تخلیق ابراہیم علیہ السلام کی مٹی سے اور میں ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہوں اور ہم میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں اللہ عزوجل یہ تمام باتیں سننے اور جاننے والا ہے وہ میرے بعد تم سب کا ولی ہے۔

میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! کچھ وقت عنایت فرمائیں اور اپنا ہاتھ بڑھائیں میں تجدید اسلام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ میں آپ ﷺ سے جدا نہ ہوا حتیٰ کہ میں نے اسلام پر بیعت کر لی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 6085)

حدیث مبارکہ: 38

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3732)

حدیث مبارکہ: 39

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ تمام لوگوں سے افضل ہیں اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر عمر رضی اللہ عنہ اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین خصلتیں عطا کی گئی ہیں۔ ان میں سے اگر ایک بھی مجھے مل جائے تو یہ مجھے سرخ قیمتی اونٹوں کے ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کیا جس سے ان کی اولاد ہوئی اور دوسری یہ کہ حضور انور ﷺ نے مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام دروازے بند کروادیئے مگر ان کا دروازہ مسجد میں رہا۔ اور تیسری یہ کہ ان کو نبی کریم ﷺ نے خیبر کے دن جھنڈا عطا فرمایا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 4797)

حدیث مبارکہ: 39

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

کیا صرف میرے آنے جانے کے لئے راستہ رکھنے کی اجازت ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے اس کا حکم نہیں سو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کروادیئے اور بسا اوقات وہ حالت جنابت میں بھی مسجد سے گزر جاتے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 20310)

حدیث مبارکہ: 40

حضرت ابوحازم حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب سے بڑھ کر کوئی نام محبوب نہ تھا جب ان کو ابوتراب کے نام سے بلایا جاتا تو وہ خوش ہوتے تھے۔

راوی نے ان سے کہا: ہمیں وہ واقعہ سنایئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام ابوتراب کیسے رکھا گیا۔

انہوں نے فرمایا: ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر نہیں تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا چچازاد کہاں ہے؟

عرض کیا: میرے اور ان کے درمیان کچھ بات ہوگئی جس پر وہ خفا ہو کر باہر چلے گئے اور گھر پر قیلولہ بھی نہیں کیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے ارشاد فرمایا:

جاؤ! تلاش کرو وہ کہاں ہیں۔ اس شخص نے آکر خبر دی کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں جبکہ ان کی چادر ان کے پہلو سے نیچے گر گئی تھی اور ان کے جسم پر مٹی لگ گئی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے وہ مٹی جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے اے ابوتراب اٹھو اے ابوتراب اٹھو۔ (رضی اللہ عنہ) (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 430)

حدیث مبارکہ: 41

حضرت ابوحازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اس وقت کے حاکم مدینہ منورہ سے شکایت کی کہ

وہ برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کیا کہتا ہے۔

اس شخص نے جواب دیا کہ

وہ ان کو ابوتراب کہتا ہے۔

اس پر حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہنس دیئے اور فرمایا:

خدا عزوجل کی قسم! ان کا تو یہ نام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کوئی نام اس سے بڑھ کر محبوب نہ تھا۔ میں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے اس سلسلے کی پوری حدیث سننے کی خواہش کی۔

میں نے عرض کیا: اے عباس رضی اللہ عنہ! واقعہ کیا تھا؟

انہوں نے فرمایا: ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس گھر تشریف لے گئے اور پھر مسجد میں آکر لیٹ گئے۔

حضور انور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء ﷞ سے پوچھا۔
تمہارا چچازاد کہاں ہے؟
انہوں نے عرض کیا: مسجد میں ہیں۔ آپ ﷺ وہاں ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ چادر ان کے پہلو سے سرک گئی تھی اور ان کے جسم پر دھول لگ گئی تھی۔ آپ ﷺ ان کی پشت سے دھول جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے اٹھو ابوتراب اٹھو ابوتراب۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3500)

حدیث مبارکہ: 42

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) علی ﷛ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ص: 351)

حدیث مبارکہ: 43

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) علی ﷛ کے چہرے کو تکنا عبادت ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4682)

حدیث مبارکہ: 44

حضرت عمران بن حصین ﷛ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) علی ﷛ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4681)

حدیث مبارکہ: 45

حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ سے روایت ہے کہ
میں نے اپنے والد حضرت ابوبکر ﷛ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے حضرت علی ﷛ کے چہرے کو دیکھا کرتے تھے۔
پس میں نے آپ ﷛ سے پوچھا۔
اے ابوجان! کیا وجہ ہے کہ آپ ﷛ کثرت سے حضرت علی ﷛ کے چہرے کی طرف تکتے رہتے ہیں۔
حضرت ابوبکر ﷛ نے جواب دیا۔
اے میری بیٹی! میں نے حضور انور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی ﷛ کے چہرے کو تکنا بھی عبادت ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ج: 42، ص: 355)

حدیث مبارکہ: 46

حضرت طلیق بن محمد ﷛ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے۔
کسی نے ان سے پوچھا کہ
آپ رضی اللہ عنہ اس طرح کیوں کر رہے ہیں۔
انہوں نے جواب دیا کہ
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 207)

حدیث مبارکہ: 47

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا عبادت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج: 42، ص: 353)

حدیث مبارکہ: 48

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
لوگ مختلف اشجار میں سے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک ہی شجرے سے ہیں۔ (معجم الاوسط: ص: 263)

حدیث مبارکہ: 49

طبرانی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے صحیح قرار دیا ہے۔
آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔
جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنے میں کوئی شخص جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ (مستدرک: ص: 141)

حدیث مبارکہ: 50

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد کو اس کی صلب میں رکھا اور میری اولاد کو علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔
(معجم الکبیر: ص: 43)

حدیث مبارکہ:51

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین شخص سبقت کرنے والے ہیں۔

1-حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سبقت کرنے والے حضرت یوشع بن نون ہیں۔

2-حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سبقت کرنے والے لیس ہیں۔

3-اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبقت کرنے والے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔(معجم الکبیر:ص:93)

حدیث مبارکہ:52

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدیق تین ہیں۔

1-حزقیل مومن آل عمران

2-حبیب النجار صاحب لیس

3-اور علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔(الصواعق المحرقہ:ص:125)

حدیث مبارکہ:53

ابن ابی یعلیٰ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدیق تین ہیں۔

1-حبیب النجار مومن آل لیس، جس نے کہا اے قوم! مرسلین کی اتباع کرو۔

2-حزقیل مومن آل عمان، جس نے کہا کیا تم ایسے شخص کو مارنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب عزوجل ہے۔

3-اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، یہ سب سے افضل ہیں۔(الصواعق المحرقہ:ص:125)

حدیث مبارکہ:54

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مومن کے صحیفہ کا عنوان، علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی محبت ہے۔(احادیث یحتج بھا الشیعۃ:ص:328)

حدیث مبارکہ:55

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بہترین بھائی علی رضی اللہ عنہ ہیں اور بہترین چچا حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔(الصواعق المحرقہ:ص:364)

حدیث مبارکہ:56

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ متقیوں کا امام اور فاجروں کا قتل کرنے والا ہے جو اس کی مدد کرے گا وہ منصور ہوگا اور جو اس کو تنہا چھوڑے گا وہ مخذول ہوگا۔(مستدرک:ص:140)

حدیث مبارکہ:57

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) علی رضی اللہ عنہ گناہوں کے معاف کرنے کا دروازہ ہے جو اس دروازہ سے داخل ہوگا وہ مومن ہوگا اور جو اس دروازے سے نکل جائے گا وہ کافر ہوگا۔(احادیث یحتج بها الشیعة:ص:452)

حدیث مبارکہ:58

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کا مقام مجھ سے اس طرح ہے جس طرح کہ میرے بدن سے سر کا مقام ہے۔(الصواعق المحرقہ:ص:125)

حدیث مبارکہ:59

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی رضی اللہ عنہ جنت میں اس طرح روشن ہوگا جس طرح دنیا والے کے لئے صبح کا ستارہ روشن ہوتا ہے۔

(الصواعق المحرقہ:ص:125)

حدیث مبارکہ:60

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) علی رضی اللہ عنہ مومنوں کا بادشاہ ہے اور مال منافقین کا بادشاہ ہے۔(الصواعق المحرقہ:ص:125)

حدیث مبارکہ:61

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (علی رضی اللہ عنہ) میرے قرض کی ادائیگی کرے گا۔ (مسند البزار: ص: 301)

حدیث مبارکہ: 62

ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنت تین اشخاص کا شوق رکھتی ہے۔

1- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

2- حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی

3- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی۔ (سنن ترمذی: ص: 272)

حدیث مبارکہ: 63

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہر نبی کو سات نجیب رفقاء عطاء کیے گئے ہیں اور مجھے چودہ

1- حضرت علی رضی اللہ عنہ

2- حضرت حسن رضی اللہ عنہ

3- حضرت جعفر رضی اللہ عنہ

4- حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

5- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

6- حضرت عمر رضی اللہ عنہ (حدیث مبارکہ میں ان کا صرف ذکر آیا ہے) (الصواعق المحرقہ: ص: 126)

حدیث مبارکہ: 64

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ مرض الموت میں ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم صبح کی نماز ادا کر رہے تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی سنت کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ میرے قرآن کو میری سنت سے یاد کرو اور جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے ہرگز تمہاری آنکھیں نہ چندیائیں گی اور نہ ہی تمہارے قدموں میں لغزش پیدا ہو گی اور نہ تمہارے ہاتھوں سے کوئی کوتاہی ہو گی۔

اور ارشاد فرمایا:

میں تمہیں ان دو اشخاص سے حسن سلوک کی تاکید فرماتا ہوں۔ یہ ارشاد فرما کر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ فرمایا جو کوئی ان دونوں سے کسی چیز کو رد کرے گا اور ان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایک نور عطا فرمائے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن بھی وہ اس پر گزرے گا۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 126)

حدیث مبارکہ: 65

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے اور سترہ یا انیس روز تک اس کا محاصرہ فرمایا پھر خطبہ کے لئے قیام فرمایا اور حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا۔ تمہیں اپنی اولاد کے متعلق حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں میرا اور تمہارا ملنا حوض کوثر پر ہوگا۔ اس قرآن مقدسہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تم ضرور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا، میں تمہاری طرف ایک شخص کو بھیجوں گا جو مجھ سے ہوگا یا میری طرح ہوگا وہ تمہاری گردنوں پر قتال کرے گا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:

وہ شخص یہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ص: 66)

حدیث مبارکہ: 66

ایک روایت میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں ارشاد فرمایا:

لوگو! قریب ہے کہ جلد وصال فرما جاؤں۔ میں تم سے معذرت کرتے ہوئے پہلے بھی فرما چکا ہوں کہ میں تم میں کتاب اللہ اور اپنے اہل بیت کی اولاد کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑ کر بلند کر کے ارشاد فرمایا:

یہ (حضرت) علی رضی اللہ عنہ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن (حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے یہ حوض کوثر تک الگ نہیں ہوں گے جو کچھ میں چھوڑ کر جا رہا ہوں اس کے متعلق ان دونوں سے پوچھ لیا کرنا۔ (الصواعق المحرقہ: ص: 126)

حدیث مبارکہ: 67

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک چار دیواری میں یاد فرمایا اور مجھے اپنی ٹانگ سے مار کر ارشاد فرمایا:

کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ کو راضی کروں گا تو میرا بھائی اور میرے بیٹے کا والد ہے۔ میری سنت پر جنگ کرو جو میرے عہد پر مرے گا وہ جنت کے خزانے میں ہوگا اور جو تیرے عہد پر مرے گا اس نے بھی اپنا حصہ پورا کر دیا اور جو تیری موت کے بعد تجھ سے محبت کرتے ہوئے مرا اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس پر امن و امان کی مہر لگا دے گا۔

(احادیث یحتج بھا الشیعۃ: ص: 492)

حدیث مبارکہ:68

ابن اسماک نے روایت کیا ہے کہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی شخص پل صراط پر سے نہ گزرے گا علاوہ ازیں اس کے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے گزرنے کا تحریر کیا ہو۔ (الصواعق الحرقہ: ص:126)

حدیث مبارکہ:69

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں بروز حشر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور دوزانو ہو کر جھگڑے کے لئے بیٹھوں گا۔

قیس نے کہا کہ

ان لوگوں کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: یہ وہ ہیں جنہوں نے اپنے رب سے مخاصمت کی۔ (الحج:19)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ، ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔ (صحیح البخاری: ص:388)

حدیث مبارکہ:70

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جس جس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے یاایھا الذین اٰمنوا کے الفاظ نازل فرمائے ہیں وہیں وہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے امیر اور سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر اچھی صورت میں فرمایا ہے۔ (الصواعق الحرقہ: ص:127)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعائیں و رضامند ہونا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے کثیر دعائیہ کلمات اور رضامند ہونے کے متعلق روایات ہیں جن میں سے دلائل کے لئے چند عرض کی جاتی ہیں۔

حارث سے روایت ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی باتیں فرمائیں جو اس سے پہلے نہیں فرمائی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے لوگو! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کو ناپسند مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تمہارے کندھوں سے تمہارے سر حنظل کی طرح گرنے لگیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:37843)

ایک اور روایت میں ہے:

یزید بن اصم سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنت میں ہیں اور یہ معاملہ میرے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سونپ دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37869)

ایک اور روایت میں ہے: عبداللہ بن عروہ نے کہا:

مجھے اس شخص نے خبر دی جو جنگ صفین میں حاضر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی رات باہر نکلے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اہل شام کی طرف دیکھ کر یہ دعا کی۔ اے اللہ عزوجل! میری مغفرت فرما اور ان کی مغفرت فرما۔ پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ لائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے بھی یہی دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37854)

ایک اور روایت میں ہے

حضرت رویم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے کشتی لڑیئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا۔

میں تم سے کشتی لڑوں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(حضرت) امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) ہرگز کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی کو پچھاڑ دیا۔

جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

اگر مجھ سے اس حدیث مبارکہ کا پہلے ذکر کیا جاتا تو میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ کرتا۔

(تاریخ دمشق: رقم الحدیث: 13465)

ایک اور روایت میں ہے:

نعیم بن ابی ہند اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ

میں صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو نماز کا وقت ہو گیا تو ہم نے بھی اذان دی اور اہل شام نے بھی اذان دی۔ ہم نے بھی اقامت کہی اور انہوں نے بھی اقامت کہی پھر ہم نے نماز پڑھی اور انہوں نے بھی نماز پڑھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو ہمارے درمیان بھی مقتولین تھے اور ان کے درمیان بھی مقتولین تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہو گئے تو

میں نے ان سے پوچھا۔

آپ رضی اللہ عنہ ہمارے مقتولین اوران کے مقتولین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جوہم میں سے اوران میں سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے لئے لڑتا ہوا قتل کیا گیا وہ جنت میں ہے۔

(سنن سعید بن منصور:رقم الحدیث:2968)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رضامند ہونے اور جنت کی بشارت پر روایات موجود ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجراسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہے تھے۔

اے اللہ عزوجل! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے بدن کو دوزخ کی آگ پر حرام کردے۔

اے اللہ عزوجل! دوزخ کی آگ کو معاویہ رضی اللہ عنہ پر حرام کردے۔ (تاریخ دمشق الکبیر:رقم الحدیث:13484)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابھی تمہارے سامنے اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آئے۔

(تاریخ دمشق:رقم الحدیث:13499)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور برادر نسبتی ہیں اور وحی کے کاتب اور اس پر امین ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

میرے لیے میرے اصحاب اور میرے سسرال والوں کو چھوڑ دو (ان کو برا نہ کہو) جس نے ان کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔ (تاریخ دمشق الکبیر:رقم الحدیث:13537)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا احترام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی جس کو جنگ جمل کہا جاتا ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جنگ کے باوجود بھی ان مقدس نفوس کا ادب واحترام کرتے تھے جس پر یہ روایات شاہد ہیں۔

ابوجعفر سے روایت ہے کہ
جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم پر رو رہے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37763)

ایک اور روایت میں ہے: ابوالبختری سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہل جمل کے متعلق سوال کیا گیا۔
کیا وہ مشرک ہیں؟
آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ وہ شرک سے بھاگ چکے ہیں۔
کہا گیا۔
کیا وہ منافق ہیں؟
آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: منافق اللہ تعالیٰ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں۔
کہا گیا۔
پھر وہ کیا ہیں؟
آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: وہ ہمارے بھائی ہیں، جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 37752)

ایک اور روایت میں ہے:
عبیداللہ بن انصاری سے روایت ہے کہ
جنگ جمل کے دن ایک شخص نے آکر کہا۔
میں نے طلحہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سن کر ارشاد فرمایا: تمہیں دوزخ کی بشارت ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: جز: 27، ص: 81)
ایک اور روایت میں ہے:
مسلم بن یزید سے روایت ہے کہ
جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ سے جنگ کی تو ابن جرموز آپ رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر آیا۔
اور کہا: میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
تو نے صفیہ کے بیٹے کو قتل کر دیا تجھے دوزخ کی بشارت ہے۔ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ج:20،ص:307)

ایک اور روایت میں ہے: ابو صالح سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن فرمایا:
کاش! میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے مر چکا ہوتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:37813)

ایک اور روایت میں ہے: طلحہ بن مصرف سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے چہرے سے مٹی صاف کی۔
پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ کر کہا۔
کاش! میں آج سے پہلے مر چکا ہوتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:37785)

ایک اور روایت میں ہے:
ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
مجھے توقع ہے کہ میں اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما اس آیت کے مصداق ہوں گے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۝ (الحجر:47)

ان کے دلوں میں جو (ایک دوسرے کے خلاف) رنجش تھی ہم اس کو نکال دیں گے وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:37810)

حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی 774ھ لکھتے ہیں:
اس جنگ میں دونوں طرف سے دس ہزار مسلمان قتل کیے گئے۔ پانچ ہزار ایک طرف سے اور پانچ ہزار دوسری طرف سے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مسلمانوں نے حصار میں لیا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا ایک اونٹ پر سوار تھیں اور ہودج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب یہ خطرہ ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہا تیروں کی زد میں آرہی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دی گئیں پھر جنگ رک گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے نہ کسی گرے ہوئے یا زخمی پر ہاتھ اٹھایا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مقتولین کے درمیان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اٹھانے کا حکم دیا اور محمد بن ابی بکر اور عمار کو حکم دیا کہ وہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے لیے خیمہ لگا دیں۔

محمد بن ابی بکر نے آکر پوچھا: آپ رضی اللہ عنہا کو کوئی زخم تو نہیں آیا؟
آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نہیں۔ پہلے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے آکر آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا اور عرض کیا۔
اے اماں جان! آپ رضی اللہ عنہا کو سلام ہو۔ پھر حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آکر آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا اور آپ رضی اللہ عنہا

کی خیریت پوچھی۔

اور کہا: اللہ عزوجل آپ رضی اللہ عنہا کی مغفرت فرمائے۔ پھر لگاتار مسلمان آکر آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کرتے رہے۔ رات کو آپ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ عبداللہ بن خلف الخزاعی کے گھر تشریف لے گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا تین دن بصرہ میں ٹھہری تھیں۔ اس کے بعد محمد بن ابی بکر کے ساتھ مدینہ منورہ چلی گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بصرہ کے باہر تین دن تک ٹھہرے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فریقین کے تمام مقتولین کی نماز جنازہ پڑھائی اور یہ اعلان کر دیا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے کسی کا سامان لوٹا نہیں جائے گا۔ (البدایہ والنہایہ: جز:5،ص:341)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دینا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت بیان کرنے سے قبل آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اس سلسلے میں روایات ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

غزوہ ''ذات العشیرۃ'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور میں ایک دوسرے کے ساتھ تھے پس جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لائے اور وہاں قیام فرمایا تو ہم نے بنو مدلج کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک کھجور تلے اپنے ایک چشمہ میں کام کر رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا:

اے ابا یقظان! تمہاری کیا رائے ہے اگر ہم ان لوگوں کے پاس جائیں اور دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ پس ہم ان کے پاس آئے اور ان کے کام کو کچھ دیر تک دیکھا پھر ہمیں نیند آنے لگی تو میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے اور کھجوروں کے درمیان مٹی پر لیٹ کر سو گئے۔ پس اللہ عزوجل کی قسم! ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نے نہیں جگایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مبارک قدموں کے مس سے جگایا جبکہ ہم خوب خاک آلود ہو چکے تھے۔

پس اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو تراب! اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر مٹی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں دو بدبخت ترین آدمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔

ہم نے کہا:

ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلا شخص قوم ثمود کا احمیر تھا جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور دوسرا شخص وہ ہے اے علی رضی اللہ عنہ جو تمہارے سر پر وار کرے گا حتیٰ کہ (خون سے یہ) داڑھی تر ہو جائے گی۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 18321)

ایک اور روایت میں ہے: سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حراء (پہاڑ) پرسکون رہو پس بے شک تجھ پر نبی (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ہے یا صدیق یا شہید ہیں۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

اس پہاڑ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2417)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن سبع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن ہمیں خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو پھاڑا اور مخلوقات کو زندگی عطا فرمائی۔

یہ داڑھی ضرور بالضرور خون سے خضاب کی جائے گی۔

راوی بیان فرماتے ہیں کہ

لوگوں نے کہا: پس آپ رضی اللہ عنہ ہمیں بتادیں وہ کون ہے؟ ہم اس کی نسل مٹادیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے قاتل کے علاوہ کسی کو قتل نہ کیا جائے۔

لوگوں نے کہا: اگر آپ رضی اللہ عنہ یہ جانتے ہیں تو کسی کو خلیفہ مقرر کردیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں لیکن میں تمہیں وہ چیز سونپتا ہوں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سونپی (یعنی باہم مشورہ سے خلیفہ مقرر کرو)۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 1340)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کیسے ہوئی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے قبل خود ہی خبر دے دی۔

حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی تو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی بھی آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو بار اس کو واپس بھیج دیا جب وہ تیسری بار آیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس بدبخت کو کون روکے گا؟

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ضرور بالضرور اس (داڑھی کو) خضاب کیا جائے گا یا خون سے رنگا جائے گا یعنی سر کے خون سے میری داڑھی سرخ ہوگی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے دو شعر پڑھے۔

تو موت کے لئے کمر بستہ ہو
بے شک موت تجھے آنے والی ہے۔
اور قتل سے خوفزدہ نہ ہو
جب وہ تیری وادی میں اتر آئے
اللہ عزوجل کی قسم! یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے ساتھ عہد ہے۔ (طبقات الکبریٰ: جز:3،ص:33)

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

جس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑا بڑھ گیا تو تین خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی، برک اور عمر التیمیق نے مکہ مکرمہ میں جمع ہو کر معاہدہ کیا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے لوگوں کو ان سے چھٹکارا دلائیں گے۔ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، برک نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا سوچا اور اس طرح بھی بات پکی ہوئی کہ ان کو گیارہ یا سترہ رمضان المبارک کی رات کو شہید کیا جائے پھر ان میں سے ہر ایک اپنے شکار کے ٹھکانے کے لئے چل نکلا۔ ابن ملجم کوفہ کو آیا اور اپنے ساتھیوں سے ملا اور ان کو اپنے ارادے کے متعلق آگاہ نہ کیا۔

شبیب بن عجرۃ الاشجعی وغیرہ اس کے موافق ہوئے۔ جب سترہ رمضان المبارک 40ھ کو جمعرات تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سحری کے وقت جاگے۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: میں نے آج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔
اور عرض کیا کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے میرے ساتھ کوئی خیر نہیں کی ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: ان کے لئے بددعا کرو تو میں نے دعا کی اے اللہ عزوجل مجھے بدلے میں وہ شخص دے جو میرے لیے بہتر ہوں اور ان کو میرے بدلے وہ شخص دے جو ان کے لئے برا ہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بطخیں چیختی ہوئی آئیں تو لوگوں نے ان کو بھگا دیا۔

آپ نے فرمایا: ان کو ترک کر دو کیونکہ یہ تو نوحہ کرنے والی ہیں۔
اس دوران مؤذن نے آکر کہا۔

نماز کا وقت ہو گیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ دروازے سے پکارتے ہوئے نکلے کہ اے لوگو! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ شبیب نے آپ رضی اللہ عنہ پر تلوار سے وار کیا جو دروازے پر لگا پھر ابن ملجم نے اپنی تلوار سے وار کیا جو آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر لگا اور کھوپڑی سے ہوتا ہوا دماغ تک چلا گیا اور ابن ملجم بھاگ نکلا جب گھر آیا تو بنی امیہ کے ایک شخص نے آکر اس کو قتل کر دیا اور ابن ملجم کو ہر طرف

سے لوگوں نے گھیرا ڈال لیا اور ہمدان کے ایک شخص نے اس کے قریب ہو کر اس پر چادر ڈالی اور اس کو گرا دیا اور اس سے تلوار چھین کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا:

جان کے بدلے جان! جب میں وفات پا جاؤں تو اس کو ویسے ہی قتل کرنا جس طرح اس نے مجھے قتل کیا ہے اور اگر میں بچ گیا تو اس کے معاملہ میں تفکر کروں گا۔ (الصواعق المحرقہ:ص:133)

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھ سے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

تم کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک کہ تمہاری اس جگہ ضرب نہ لگائی جائے اور تمہاری یہ جگہ (خون سے) رنگین نہ ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا اور ارشاد فرمایا! قوم کا سب سے بدبخت شخص تمہیں قتل کرے گا۔ جیسے قوم ثمود کے بدبخت شخص نے اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں!

امام محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ

خوارج کے تین شخص مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمر بن بکیر تمیمی انہوں نے آپس میں یہ عہد کیا کہ یہ تین اشخاص کو قتل کریں گے۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اور ان کو قتل کر کے مسلمانوں کو ان سے نجات دلائیں گے۔

ابن ملجم نے کہا: علی (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔

برک نے کہا: میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا۔

اور عمرو بن بکیر نے کہا:

میں عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کو قتل کروں گا وہ سب ایک دوسرے سے عہد اور میثاق کر کے اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ ابن ملجم نے شبیب بن بجرہ اشجعی کو اپنا ہم راز بنایا اور اس کو ساتھ لیا۔ جب فجر کی نماز کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے یہ دونوں اپنی تلواریں لے کر آگے بڑھے اور زور سے نعرہ مارا اے علی رضی اللہ عنہ حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے تمہاری نہیں ہے۔ ابن ملجم نے تلوار ماری جو پیشانی کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی اور شبیب کی تلوار طاق میں لگی پھر لوگ ان کو پکڑنے کے لئے دوڑے۔ شبیب نکل گیا اور ابن ملجم پکڑا گیا۔ جب ابن ملجم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس کو آرام سے رکھو۔ اگر میں زندہ رہا تو میں اس کے متعلق فیصلہ کروں گا اور اگر میں فوت ہو گیا تو اس کو میرے ساتھ لاحق

کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ، ہفتہ اور اتوار کی رات تک زندہ رہے اور انیس رمضان المبارک 40ھ کو فوت ہو گئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد ابن ملجم کے ہاتھ پیر کاٹے گئے اس کی آنکھیں نکال دی گئیں، زبان کاٹی گئی اور پھر اس کو قتل کر دیا گیا۔ (اسد الغابہ: ج:4، ص:38)

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

ایک روایت میں ہے کہ

زخموں کا قصاص ہوتا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑ کر باندھ دیا گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ اور ہفتہ کے دن حیات رہے اور اتوار کی رات کو وصال فرما گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور حضرت محمد بن الحنفیہ پانی ڈال رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو قمیض کے بغیر تین کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں اور رات کو کوفہ کے دارالامارات میں آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا یا قری میں اس مقام پر جس جگہ آج کل زیارت کرتے ہیں یا آپ رضی اللہ عنہ کے گھر اور جامع الاعظم کے مابین آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا پھر ابن ملجم کو اطراف سے ٹکڑے کیا گیا اور وسیع مکان میں رکھ کر جلایا گیا۔

یہ بھی آتا ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا پھر اس کی نعش کو ام الہیثم بنت الاسود النخعیہ نے جلا دیا۔ جس رمضان المبارک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس میں آپ رضی اللہ عنہ ایک رات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس، ایک رات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اور ایک رات حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس روزہ افطار فرماتے اور تین لقموں سے زیادہ تناول نہ فرماتے۔

اور آپ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے:

میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے خالی پیٹ ملاقات کروں جس رات کو صبح آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس رات اکثر باہر نکل کر آسمان کو ملاحظہ فرماتے۔

اور آپ کہا کرتے کہ

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے نہ جھوٹ بولا اور نہ ہی جھٹلایا گیا ہوں۔ یہی وہ رات جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے اور جب سحری کے وقت آپ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے آئے تو ابن ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ کو کافی ضرب لگائی جس طرح کہ ہم احادیث مبارکہ فضائل میں ذکر کر چکے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر خوارج کے کھود لینے کے ڈر سے چھپائی گئی۔

شریک نے کہا کہ

آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کو مدینہ منورہ لے گئے ہیں۔

ابن عسا کرنے روایت کیا ہے کہ

جب آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کرنے کے لئے اٹھالائے۔ رات کو چلتے ہوئے وہ اونٹ جس پر آپ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک تھی بدک گیا اور کسی کو علم نہ ہوسکا وہ کہاں گیا اور نہ ہی اس کو کوئی پکڑنے میں کامیاب ہوا۔

اس لیے اہل عراق نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہ بادلوں میں ہیں۔

اور بعض نے کہا کہ

اونٹ جلا وطنی میں گر گیا اور لوگوں نے اس کو پکڑ لیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا۔ شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک 63 سال تھی۔ بعض نے عمر مبارک 64 سال اور بعض نے 65 اور بعض نے 57 سال اور بعض نے 58 سال بتائی ہے۔

ایک بار کوفہ کے اندر منبر پر خطبہ دیتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا o

(الاحزاب:23)

کے بارے میں پوچھا گیا۔

تو ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ یہ آیت کریمہ میرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور میرے چچازاد عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب کے متعلق نازل ہوئی ہے عبیدہ نے جنگ بدر میں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں شہید ہو کر اپنا حصہ پورا فرما دیا ہے۔ باقی بچا میں تو میں اس بدبخت کا منتظر ہوں جو میرے سر اور داڑھی کو رنگے گا۔ اس نے میرے حبیب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد لیا ہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو چوٹ لگی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بلا کر ارشاد فرمایا۔ میں آپ رضی اللہ عنہ کو تقویٰ اللہ کی وصیت کرتا ہوں۔ دنیا اگرچہ تمہیں چاہے تم دنیا کو بالکل نہ چاہنا اور جو دنیاوی چیز آپ کو نہ ملے اس پر رونا مت۔ حق بات کہنا، یتیموں پر رحم کرنا، کمزور کی مدد کرنا، آخرت کے لئے کام کرنا، ظالم سے مقابلہ کرنا، مظلوم کا مددگار بننا، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کام کرنا اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرنا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کیا تم نے اس وصیت کو یاد کر لیا ہے جو میں نے تمہارے دونوں بھائیوں سے فرمائی ہے۔

انہوں نے جواب دیا۔

ہاں!

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں بھی یہی وصیت کرتا ہوں اور یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اپنے دونوں بھائیوں کی عزت کرنا کیونکہ ان کا آپ رضی اللہ عنہ پر بہت بڑا حق ہے اور ان کے بغیر کسی معاملہ کو طے ہرگز نہ کرنا۔

پھر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں اس بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ یہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور آپ جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے اس کے بعد لا الہ الا اللہ کے علاوہ کچھ بھی نہ فرما سکے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔

روایت ہے کہ

ابن ملجم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سواری کے لئے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو سواری دے کر یہ اشعار پڑھے۔

میں اس کی زندگی کا اور وہ میرے قتل کا خواہش مند ہے آپ کو تمہارے دوست کے معاملہ میں جو مراد قبیلہ سے ہے کون معذور سمجھے۔

پھر ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ میرا قاتل ہے۔

کہا۔

آپ رضی اللہ عنہ اس کو قتل کیوں نہیں فرما دیتے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

پھر مجھے کون قتل کرے گا۔

السدی سے مستدرک میں روایت کیا گیا ہے کہ

ابن ملجم خوارج کی ایک عورت پر دیوانہ ہو گیا تھا جس کا نام قطام تھا اس نے اس سے نکاح کر لیا اور تین ہزار درہم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل مہر میں دیا۔

اس کے بارے میں خرزدق نے کہا کہ

قطام کے مہر کی طرح کسی عربی اور عجمی سخی کو واضح مہر دیتے نہیں دیکھا۔ تین ہزار درہم، ایک غلام اور ایک لونڈی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کاٹنے والی تلوار کی ایک ضرب اگر چہ کوئی مہر بہت زیادہ ہی بھاری ہو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مہر سے بھاری نہیں ہو سکتا اور کوئی حملہ اگر چہ کس قدر اچانک ہو ابن ملجم کے حملے کی مانند نہیں ہو سکتا۔ (الصواعق المحرقہ: ص 134 تا 135)

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل وسوانح حیات مختصراً بیان کیے ہیں اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل وسوانح حیات بیان کیے جائیں تو کئی جلدیں بن سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول ومنظور فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوْعِ

باب: جس نے رکوع کے وقت ہاتھ اٹھانے کا ذکر نہ کیا

یہ باب رکوع کے وقت ہاتھ نہ اٹھانے کے حکم میں ہے۔

639 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَاصِمٍ یَّعْنِیْ ابْنَ کُلَیْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ اِلَّا مَرَّةً قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ هٰذَا حَدِیْثٌ مُّخْتَصَرٌ مِّنْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ وَّلَیْسَ هُوَ بِصَحِیْحٍ عَلٰی هٰذَا اللَّفْظِ

علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں۔ فرمایا کہ آپ نے نماز پڑھائی اور ایک بار کے علاوہ اپنے ہاتھوں کو نہ اٹھایا۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حدیث مبارکہ طویل حدیث مبارکہ سے مختصر ہے۔

(سنن ترمذی: جز:1،ص:451،سنن النسائی: جز:4،ص:201،مسند ابویعلی: جز:8،ص:453،مسند ابن ابی شیبہ: جز:1،ص:333)

640 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا شَرِیْكٌ عَنْ یَّزِیْدَ بْنِ اَبِیْ زِیَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنِ الْبَرَاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ یَدَیْهِ اِلٰی قَرِیْبٍ مِنْ اُذُنَیْهِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ یَّزِیْدَ نَحْوَ حَدِیْثِ شَرِیْكٍ لَمْ یَقُلْ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ قَالَ سُفْیَانُ قَالَ لَنَا بِالْکُوْفَةِ بَعْدُ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوٰی هٰذَا الْحَدِیْثَ هُشَیْمٌ وَّخَالِدٌ وَّابْنُ اِدْرِیْسَ عَنْ یَّزِیْدَ لَمْ یَذْکُرُوْا ثُمَّ لَا یَعُوْدُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا مُعَاوِیَةُ وَخَالِدُ بْنُ عَمْرٍو وَّاَبُوْ حُذَیْفَةَ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بِاِسْنَادِهٖ بِهٰذَا قَالَ فَرَفَعَ یَدَیْهِ فِیْ اَوَّلِ مَرَّةٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ مَرَّةً وَاحِدَةً

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک بلند فرماتے پھر نہ اٹھاتے۔ سفیان نے یزید سے شریک کی طرح روایت کی ہے یہ نہیں کہا پھر اس طرح نہ کرتے۔ سفیان نے کہا ہمیں کوفہ میں کہا گیا کہ بعد میں اس طرح نہ کرتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو ہشیم اور خالد اور ابن ادریس نے یزید سے روایت کیا ہے۔ یہ ذکر نہیں کیا کہ پھر اس طرح نہ کرتے۔ معاویہ، خالد بن عمرو اور حذیفہ نے اپنی اسناد کے ساتھ سفیان سے روایت کر کے کہا پہلی بار صرف ہاتھ اٹھائے اور بعض نے کہا ایک بار ہاتھ اٹھائے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 640)

641 حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ اَبِى لَيْلٰى عَنْ اَخِيْهِ عِيسٰى عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِى لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا حَتّٰى انْصَرَفَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِصَحِيْحٍ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند فرمایا پھر دوبارہ نہ بلند فرمائے حتیٰ کہ فارغ ہو جاتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

(معجم الاوسط: جز: 2، ص: 84، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 76)

642 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ اَبِى ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ سَمْعَانَ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ فِى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اونچا کر کے اٹھاتے۔

(سنن الترمذی: ج: 1، ص: 404، مسند احمد: ج: 18، ص: 62)

تشریح:

☆ **قوله عن عبدالله بن مسعود رضى الله عنه الا اصلى بكم صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم**

یہ حدیث مبارکہ احناف کی پختہ دلیل ہے مگر مخالفین نے اس پر اعتراض کیا ہے جس کا جواب ذکر کیا جاتا ہے۔

اعتراض

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع ترمذی میں فرمایا:

قال عبداللہ بن المبارک قد ثبت حدیث من یرفع وذکر حدیث الزھری عن سالم عن ابیہ ولم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع الانی اول مرۃ۔

جواب

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث مبارکہ کا جواب یہ ہے کہ یہ جرح مبہم ہے جس کا اعتبار نہیں اسی وجہ سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی جانب کوئی التفات نہیں فرمایا اور حدیث مبارکہ کی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تحسین فرمائی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دو طرح کی روایتیں ہیں ایک روایت الفعل کے قبیل سے ہے جو کہ مرفوع صریح ہے "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع یدیہ الامرۃ" اور دوسری روایت حکایت الفعل کے طور پر ہے "الااصلی بکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی قلم یرفع الافی اول مرۃ" یہ روایت مرفوع حکمی ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو یوں ہی روایت فرمایا ہے۔ لہٰذا عبداللہ بن مبارک کا اعتراض مرفوع صریح پر ہے نہ کہ دوسری روایت پر کیونکہ دوسری روایت کو تو عبداللہ بن مبارک نے سفیان سے خود روایت کیا ہے جس طرح کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے: لہٰذا جس حدیث مبارکہ کو وہ خود روایت کر رہے ہیں اس کو وہ کس طرح لم یثبت کہہ سکتے ہیں۔

۲اعتراض

حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کہا گیا ہے کہ لم یسمع عبدالرحمٰن عن علقمہ تو حدیث کی سند میں انقطاع ہوا۔

جواب

ابن دقیق العید نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ "ھذا لنقد عن رجل مجھول وقد تتبعت ھذا القائل فلم اجدہ" یعنی یہ اشکال کسی مجہول آدمی کی طرف سے ہے جس کے قائل کا ہمیں کوئی علم نہیں ہو سکا کہ کون ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ اس سند کو ابن ابی حاتم نے مراسیل میں ذکر نہیں کیا اگر سماع ثابت نہ ہوتا تو وہ اس کو ضرور مراسیل میں ذکر فرماتے۔

ابن دقیق العید نے فرمایا کہ

سماع میں تردد کی کیا بات ہے جبکہ عبدالرحمٰن، ابراہیم نخعی کے ہم عمر ہیں اور ابراہیم نخعی کا علقمہ سے سماع بالاتفاق ثابت ہے اور بڑی پیاری بات جو ثابت ہے وہ یہ کہ خطیب بغدادی نے کتاب المتفق والمفترق میں عبدالرحمٰن کے ترجمہ میں صراحت

فرمائی ہے کہ انه سمع اباه وعلقمة ۔

☆ قوله قال ابو داؤد و هذا حديث مختصر من حديث طويل وليس هو بصحيح على هذا اللفظ على هذا المعنىٰ ۔

علامہ شوکانی وغیرہ بعض متاخرین اہل حدیث کی طرف سے یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی غیر صحیح قرار دیا ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ

یہ عبارت مدسوس ہے اس میں دسیہ کاری کی گئی ہے اگر اس کو ثابت بھی مان لیں تو یہ کہا جائے گا کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی غرض صحت اصطلاحیہ کی نفی ہے جو کہ حدیث کے حسن ہونے کے منافی نہیں ہے۔ حدیث صحیح وحسن ومتقابل اقسام ہیں اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تحسین فرمائی ہے۔

☆ قوله عن البراء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه الىٰ قريب من اذنيه ثم لايعود

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت کردہ حدیث مبارکہ طحاوی، دارقطنی، بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی موجود ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں یزید شروع میں تو ثم لايعود نہیں فرماتے تھے مگر جب کوفہ میں وہ ٹھہرے اور اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا تو کوفہ والوں کی تلقین پر ثم لايعود فرمانے لگ گئے تھے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اسی طرح ہشیم اور خالد اور ابن ادریس نے بھی یزید سے اس زیادتی الفاظ کو روایت نہیں کیا۔

اشکال

یہاں پر اشکال یہ ہے کہ شریک متفرد ہے اور دوسرا یہ کہ یزید ہے۔

جواب

شریک متفرد نہیں ہے چنانچہ ابن عدی الکامل میں تحریر فرماتے ہیں کہ "رواه هشيم و شريك جماعة معهما عن يزيد باسناده وقالوا فيه ثم لم يعد" اور اسماعیل بن زکریا اور ابواسحاق نے شریک کی متابعت کی ہے جس طرح کہ بیہقی اور دارقطنی کی روایت میں ہے اور دوسرا یزید کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ کو عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے یزید کے علاوہ دو روایت کرنے والے دوسرے بھی ہیں خود سنن ابوداؤد میں اول عیسیٰ بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور دوسرا الحکم بن عتبہ ہیں اور یہ دونوں ثقہ راوی ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

☆ قوله براء بن عازب رضی اللہ عنہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمارہ ہے انصاری حارثی ہیں 24 چوبیس میں کوفہ پہنچے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل، صفین اور غزوہ نہروان میں شریک ہوئے۔ مصعب ابن زبیر کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:521)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب وَضْعِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا

یہ باب نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کے حکم میں ہے۔

643 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ زُرْعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ صَفُّ الْقَدَمَيْنِ وَوَضْعُ الْيَدِ عَلَى الْيَدِ مِنَ السُّنَّةِ

حضرت زرعہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے کہ قدموں کو برابر رکھنا اور ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:30)

644 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ عَنْ هُشَيْمِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَبِيْ زَيْنَبَ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلَى الْيُمْنٰى فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نماز یوں پڑھی کہ الٹے ہاتھ کو سیدھے ہاتھ پر رکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر ان کا سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ پر رکھ دیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:28)

645 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ زِيَادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهم قَالَ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى

الْكَفِّ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ

ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں ایک ہتھیلی کا دوسری ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:31)

646 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ يَعْنِي ابْنَ اَعْيَنَ عَنْ اَبِي بَدْرٍ عَنْ اَبِي طَالُوتَ عَبْدِ السَّلَامِ عَنِ ابْنِ جَرِيرٍ الضَّبِّيِّ عَنْ اَبِيهِ قَالَ رَاَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم يُمْسِكُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ السُّرَّةِ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَرُوِيَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَوْقَ السُّرَّةِ قَالَ اَبُو مِجْلَزٍ تَحْتَ السُّرَّةِ وَرُوِيَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ

ابن جریر ضبی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ سے کلائی پر پکڑا ناف کے نیچے (آگے یہ الفاظ ہیں) يُمْسِكُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ السُّرَّةِ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سعید بن جبیر سے فوق السرۃ روایت ہے ابومجلز نے کہا تحت السرۃ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور قوی نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:646)

647 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ الْكُوفِيِّ عَنْ سَيَّارٍ اَبِي الْحَكَمِ عَنْ اَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ اَخْذُ الْاَكُفِّ عَلَى الْاَكُفِّ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ قَالَ اَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يُضَعِّفُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اِسْحٰقَ الْكُوفِيَّ

ابووائل سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر نماز میں ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی کی تضعیف سنی ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:647)

648 حَدَّثَنَا اَبُو تَوْبَةَ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ يَعْنِي ابْنَ حُمَيْدٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسٰى عَنْ طَاوُسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرٰى ثُمَّ يَشُدُّ بَيْنَهُمَا عَلَى صَدْرِهِ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ

طاؤس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر رکھتے۔ پھر اپنے سینے پر ان دونوں کے درمیان رکھتے، حالانکہ نماز میں ہوتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 648)

نماز میں ہاتھ کہاں باندھے؟

نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ کے بارے میں فقہاء کرام کے مذاہب بیان کیے جاتے ہیں۔

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کا قول یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر رکھنا سنت ہے کیونکہ یہ خوف رکھنے والے کی صفت ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، لیث اور ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ ہاتھ باندھنا مکروہ ہے اس کی وجہ یہ خدشہ ہے کہ کوئی اس کو واجب نہ اعتقاد کر لے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باطن کے خلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ فرمایا ہے نہ نفل نماز میں۔ امام اوزاعی اور فقہاء کرام کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے میں اختیار ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز: 2، ص: 157)

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ناف کے اوپر سینہ پر ہاتھ رکھے جائیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ابواسحاق مروزی کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی دو روایتیں ہیں تیسری روایت اختیار کی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ

سینہ کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ

ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں۔ جمہور مالکیہ کا مشہور قول یہی ہے۔ (شرح للنواوی: جز: 1، ص: 173)

فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین، عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

ہاتھ باندھنے کی جگہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابومجلز، نخعی، ثوری اور اسحاق وغیرہ کا یہی مسلک ہے کیونکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا جائے اور یہ طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر محمول ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے اوپر باندھے جائیں۔ سعید بن جبیر اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے کیونکہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر سینہ پر باندھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے تیسری روایت یہ ہے کہ

اس میں اختیار ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں امر مروی ہیں۔ (المغنی: جز:1، ص:282)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

نمازی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدس ہے کہ سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ یہ حدیث مبارکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر حجت ہے کیونکہ ان کا قول ہاتھ چھوڑنا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر حجت ہے کیونکہ ان کا قول سینہ پر ہاتھ باندھنا ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے۔

(ہدایہ اولین: ص:86)

احناف کے مؤقف پر کثیر احادیث مبارکہ و آثار شاہد ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر:1

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نماز میں سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔ (سنن دارقطنی: جز:1، ص:286)

دلیل نمبر:2

علقمہ بن وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ

میں نے دیکھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا۔ (المصنف: جز:1، ص:390)

دلیل نمبر:3

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔ (مسند احمد: جز:1، ص:110)

دلیل نمبر:4

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

تین چیزیں نبوت کی عادات سے ہیں۔

1-افطار میں جلدی کرنا

2-سحری میں دیر کرنا

3-نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔(الجوہر النقی عن انس:جز:2،ص:32)

دلیل نمبر:5

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے:

داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا ناف کے نیچے سنت ہے۔(سنن الکبریٰ للبیہقی:جز:2،ص:31)

دلیل نمبر:6

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔(مسند احمد:جز:1،ص:110)

دلیل نمبر:7

حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے۔(سنن الکبریٰ للبیہقی:جز:2،ص:31)

دلیل نمبر:8

امام ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ

آپ اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔(جامع الرضوی:جز:2،ص:385)

دلیل نمبر:9

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا نبوت کے اخلاق میں سے ہے۔(المحلی لابن حزم:جز:2،ص:30)

دلیل نمبر:10

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نماز میں سنت یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھوں پر ہاتھ رکھے جائیں۔(المصنف:جز:1،ص:391)

دلیل نمبر:11

ابراہیم فرماتے ہیں کہ

نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھے۔(المصنف:جز:1،ص:390)

دلیل نمبر:12

حجاج بن حسان سے روایت ہے کہ

میں نے ابومجلز سے سوال کیا ہاتھ کس طرح رکھے؟

انہوں نے کہا:

ناف کے نیچے بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کا باطن رکھے۔(المصنف:جز:1،ص:391)

سینے پر ہاتھ باندھنا کیسا؟

☆ **قولہ ثم یشد بینهما علی صدره وهو فی الصلوٰة**

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا سنت کے خلاف ہے اور سنت یہ ہے کہ مرد کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے جس طرح کہ گزشتہ دلائل سے ثابت کیا گیا۔مگر سنن کبریٰ میں دونوں ہاتھ سینے پر رکھنے کی روایت بھی ہے جس میں علماء کرام نے کلام فرمایا ہے وہ حدیث مبارکہ یہ ہے۔

حضرت وائل سے روایت ہے کہ

انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا پھر دونوں ہاتھ سینے پر رکھے۔

(سنن کبریٰ:جز:2،ص:30)

علامہ علاؤالدین بن علی بن عثمان ماردینی الشہیر بابن الترکمانی متوفی 845ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ کی سند میں محمد بن حجر ہے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ

وہ اپنے چچا سے منکر روایات کرتا ہے اور ایک راوی ام جبار ہے یہ غیر معروف ہے۔

نیز امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اس حدیث مبارکہ کو مؤمل نے بھی روایت کیا ہے۔

صاحب الکمال نے کہا ہے کہ

اس مؤمل کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اس نے اپنی کتابیں دفن کردی تھیں اور اپنے حافظہ سے احادیث مبارکہ بیان کرتا تھا اور اس سے بہت ساری خطائیں ہوا کرتی تھیں۔

اور میزان میں ہے:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

یہ حدیث منکر ہے۔

امام ابو حاتم نے کہا:

یہ کثیر الخطاء ہے۔

امام ابو ذرعہ نے کہا:

اس کی حدیث میں بہت خطاء ہے۔

پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ

اس کی سند اور متن میں اضطراب ہے۔

پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روح بن المسیب کی سند سے نقل کیا ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سینہ پر ہاتھ باندھے۔

اس روح کے بارے میں ابن عدی نے کہا کہ

یہ ثابت اور یزید رقاشی سے غیر محفوظ احادیث بیان کرتا ہے۔

ابن حبان نے کہا:

یہ موضوع احادیث بیان کرتا ہے اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔

ابن عدی عمرو فکری نے کہا:

یہ ثقات سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اور یہ سارق الحدیث ہے۔ ابو یعلیٰ موصلی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو مجلز سے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کو نقل کیا ہے یہ صراحۃً غلط ہے۔ ابو مجلز کا مذہب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے جس طرح کہ ابو عمر نے سند جید کے ساتھ تمہید میں اور امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مصنف میں بیان کیا ہے۔ ابن معین نے بھی امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے بغیر سند کے ابو مجلز کی طرف یہ کیسے منسوب کر دیا۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ

ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ
نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھے جائیں۔
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا:
تین چیزیں اخلاق نبوت سے ہیں۔
1-جلدی افطار کرنا
2-دیر سے سحری کرنا
3-اور نماز میں ناف کے نیچے بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھنا۔(الجوہر النقی: جز:2،ص30 تا32)

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:
تکبیر کے بعد فوراً ہاتھ باندھ لینا یوں کہ مرد ناف کے نیچے دہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں کلائی کے جوڑ پر رکھے چھنگلیا اور انگوٹھا کلائی کے اغل بغل رکھے اور باقی انگلیوں کو بائیں کلائی کی پشت پر بچھائے اور عورت وخنثیٰ بائیں ہتھیلی سینہ پر چھاتی کے نیچے رکھ کر اس کی پشت پر دہنی ہتھیلی رکھے۔(غنیۃ المستملی:ص:300)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

☆ **قولہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے تھے بہت ساری احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔
علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔
''عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مفسر ابوعبدالرحمٰن الہذلی۔''
آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کا نام مسعود تھا۔آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ام عبد بنت عبدود تھا۔آپ رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے تھے۔جب حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت خطاب مسلمان ہوئی تھیں۔
آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتا تھا۔ ایک دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے لڑکے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟

میں نے عرض کیا:

ہاں! لیکن میں امین ہوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس ایسی بکری لاؤ جس سے نر نے جفتی نہ کی ہو، میں ایک چھ ماہ والی بکری لے آیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو باندھا پھر اس کے تھنوں کو ملنا شروع کیا اور دعا کرنے لگے حتیٰ کہ اس میں دودھ اتر آیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے دودھ دوھا۔

آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

دودھ پیو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دودھ پیا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے دودھ پیا۔

آپ ﷺ نے پھر اس بکری کے تھنوں سے کہا:

سکڑ جاؤ تو وہ سکڑ کر پہلے کی طرح ہو گئے، اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گیا۔

اور میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! مجھے اس کلام کی تعلیم ارشاد فرما دیجئے۔

آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور ارشاد فرمایا:

تم تو پڑھانے والے لڑکے ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے نبی کریم ﷺ سے ستر سورتیں سیکھیں اور کسی شخص نے مجھ سے بحث نہیں کی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں جہراً قرآن مجید پڑھا۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پوشیدہ گفتگو سننے اور گھر میں آنے کی اجازت دی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے گھر جاتے تھے۔ آپ ﷺ کو نعلین پہناتے تھے آپ ﷺ کے ساتھ اور آپ ﷺ کے آگے چلتے تھے۔ جب آپ ﷺ غسل فرماتے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پردہ کرتے۔ جب آپ ﷺ سو جاتے تو آپ ﷺ کو بیدار کرتے۔ صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم میں آپ رضی اللہ عنہ صاحب السواد والسواک کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف دو ہجرتیں کیں۔ دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جنگ یرموک میں شریک ہوئے۔ ابو جہل کے سینہ پر سوار ہو کر انہوں نے ہی اس لعین کا سر کاٹا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

مجھے سورہ نساء پڑھ کر سناؤ۔

میں نے عرض کیا:

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید سناؤں حالانکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن مجید کو سننا پسند کرتا ہوں۔

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرأت کی جب میں اس آیت کریمہ پر پہنچا۔

"فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید و جئنابك علی هؤلاء شهیدا"

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ

ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

ہمیں اس شخص کے بارے میں بتلایئے جو اپنی سیرت اور عادات و اطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو تاکہ ہم اس سے دین سیکھیں اور اس سے احادیث مبارکہ سماعت کریں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جو شخص اپنی سیرت اور عادات و اطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یاد رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہے کہ ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب ابن ام عبد کو حاصل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میں بغیر مشورہ کے کسی کو امیر بناتا تو ابن ام عبد کو بناتا (یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ

منورہ میں 32ھ میں فوت ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ساٹھ اور چند سال تھی۔ (اسد الغابہ: جز:3،ص256 تا260)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے ہزلی ہیں پرانے مومنین سے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کچھ پہلے ایمان لائے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ چھٹے صاحب ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے صرف پانچ آدمی ایمان لائے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب اسرار تھے۔ سفر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین، مسواک، وضو کا برتن آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہتا تھا۔ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی گواہی دی۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اپنی امت کے لئے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ پسند کریں اور وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ ناپسند کریں۔ اخلاق، عادات، طور طریقہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ملتے جلتے تھے۔ دبلے دراز قد گندمی رنگ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ بلا خلافت عثمانیہ میں بھی کوفہ کے حاکم رہے۔ پھر بیت المال کے محافظ پھر مدینہ منورہ میں آگئے وہاں ہی 32ھ میں وفات ہوئی۔ ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی۔ خلفاء راشدین نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لیں۔

مترجم کہتا ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے فقیہ صحابی ہیں حتیٰ کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:567)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَا يُسْتَفْتَحُ بِهِ الصَّلٰوةُ مِنَ الدُّعَاءِ

باب: کون سی دعا سے نماز کی ابتداء کی جائے

یہ باب دعا کے ساتھ نماز کی ابتداء کے حکم میں ہے۔

649 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَمِّهِ الْمَاجِشُوْنِ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ عَلِيٍّ

بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهم قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ (وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيفًا) مُسْلِمًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَآ اِلٰهَ لِیْ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوبِیْ جَمِيعًا اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِیْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ اَنَا بِكَ وَاِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوبُ اِلَيْكَ وَاِذَا رَكَعَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِی وَبَصَرِیْ وَمُخِّی وَعِظَامِی وَعَصَبِیْ وَاِذَا رَفَعَ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ وَاِذَا سَجَدَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِی لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ فَاَحْسَنَ صُورَتَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِينَ وَاِذَا سَلَّمَ مِنَ الصَّلٰوةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَالْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْهَاشِمِیُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ مُوسٰی بْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَيَصْنَعُ مِثْلَ ذٰلِكَ اِذَا قَضٰی قِرَائَتَهٗ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّرْكَعَ وَيَصْنَعُهٗ اِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِیْ شَیْءٍ مِنْ صَلَاتِهٖ وَهُوَ قَاعِدٌ وَّاِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذٰلِكَ وَكَبَّرَ وَدَعَا نَحْوَ حَدِيْثِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِی الدُّعَاءِ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ الشَّیْءَ وَلَمْ يَذْكُرْ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِیْ يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ وَزَادَ فِيْهِ وَيَقُوْلُ عِنْدَ انْصِرَافِهٖ مِنَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَاَعْلَنْتُ اَنْتَ اِلٰهِی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنِیْ شُعَيْبُ بْنُ اَبِیْ حَمْزَةَ قَالَ قَالَ لِیْ مُحَمَّدُ ابْنُ

الْمُنكَدِرِ وَابْنُ اَبِى فَرْوَةَ وَغَيْرُهُمَا مِنْ فُقَهَاءِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَإِذَا قُلْتَ اَنْتَ ذَاكَ فَقُلْ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَعْنِى قَوْلَهُ (وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے واسطے قیام فرماتے تو تکبیر فرماتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے میں نے اپنے چہرے کو اس مقدس ذات کی جانب متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری حیات و موت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو کہ تمام جہانوں کا رب عزوجل ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھ کو حکم عطا فرمایا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ اے اللہ عزوجل! تو ہی مالک ہے تیرے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو ہی میرا رب عزوجل ہے اور میں ہی تیرا بندہ (خاص) ہوں۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اپنے گناہ کو تسلیم کرتا ہوں پس میرے تمام گناہوں کو معاف فرمادے کیونکہ تو ہی گناہوں کو بخش دینے والا ہے۔ تو مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت عطا فرما ان کی اچھائی کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں عطا فرماتا۔ ان کا شر مجھ سے پھیر دے اور ان کا شر تیرے سوا کوئی پھیرنے والا نہیں۔ میں تیرا حکم تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ساری خوبیاں تیرے قبضہ قدرت میں ہیں اور شر تیری ذات سے نہیں میں تیرے ساتھ ہوں اور تیری ذات کی طرف سے ہوں تو ہی برکت والا اور بلند و بالا ہے اور میں تجھ سے استغفار کرتا اور تیری طرف توبہ کرنے والا ہوں اور جب رکوع فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے۔ اے اللہ عزوجل! میں نے تیرے واسطے رکوع کیا اور تیری ذات اقدس پر ایمان لایا اور تیری اطاعت کرنے والا ہوا۔ میری سماعت، میرا دماغ، میری ہڈیاں اور میرے پٹھے تیری بارگاہ میں عاجزی کرتی ہیں اور جب سر اقدس کو اٹھاتے تو فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے جس نے اس ذات اقدس کی حمد کی۔ اے ہمارے رب عزوجل اور تیرے ہی واسطے سب تعریفات ہیں جن سے زمین و آسمان بھرے ہوئے ہیں ساری اشیاء جو ان کے مابین ہیں اور جو بعد میں بھری ہوئی ہیں۔ ہر وہ شے جس کو تو نے چاہا اور جب سجدہ فرماتے تو کہا کرتے! اے اللہ عزوجل! میں نے تیرے واسطے سجدہ کیا اور تیری ذات اقدس پر ایمان لے آیا اور تیری اطاعت کی میرے چہرے نے اس ذات مقدسہ کو سجدہ کیا جس نے اس کو پیدا فرمایا اور صورت عطا فرمائی اور اچھی صورت خلق فرمائی اور اس کے اندر سماعت و بصارت کو رکھا اور اللہ تعالیٰ برکت والا ہے جو احسن الخالقین ہے اور جب نماز کا سلام پھیرتے تو کہا کرتے! اے اللہ عزوجل! جو میں پہلے کر چکا اس کو معاف فرمادے اور جو بعد میں کروں اور جس کو چھپائے ہوئے کیا اور علی الاعلان کیا اور جو زیادتی ہوگئی اور جس کو تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے تو ہی مقدم و مؤخر کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فرض نماز کے واسطے قیام فرماتے تو تکبیر فرماتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک بلند فرماتے اور اسی کی مثل کیا کرتے۔

جب قرأت کرنے کے بعد رکوع کرنے کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے کھڑے ہوتے وقت بھی اسی طرح کیا کرتے اور اپنے ہاتھ کو بیٹھے ہوئے کبھی بھی نہ اٹھاتے اور جب دو رکعات ادا فرما چکنے کے بعد قیام فرماتے تو اسی طرح ہاتھ کو بلند فرماتے اور تکبیر کہا کرتے اور دعا فرماتے اور حدیث عبدالعزیز دعا میں کمی اور زیادتی کے مطابق ہے مگر "والخیر کلہ فی یدیك والشر لیس الیك" کا ذکر نہ فرماتے۔ اس میں زیادتی یہ ہے کہ نماز سے فراغت پا کر کہا کرتے۔

اے اللہ عزوجل! میری مغفرت فرما جو میں نے مقدم و مؤخر کیا اور جو میں نے چھپ کر کیا اور جو علی الاعلان کیا تو ہی میرا اللہ ہے تیرے سوا کوئی الہ نہیں۔

شعیب بن حمزہ نے کہا مجھے ابن منکدر اور ابن فروہ وغیرہما اہل مدینہ منورہ کے فقہاء کرام نے فرمایا جب تم اس کو پڑھنے لگو تو وانا من المسلمین کہنا یعنی میں پہلا مسلمان ہوں۔

(صحیح ابن حبان: جز: 5، ص: 71، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 32، سنن دار قطنی: جز: 1، ص: 296، سنن دارمی: جز: 1، ص: 309)

650 حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ اَخْبَرَنَا حَمَّادٌ عَنْ قَتَادَةَ وَثَابِتٍ وَحُمَیْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَی الصَّلٰوةِ وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَكًا فِیْهِ فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهٗ قَالَ اَیُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِالْكَلِمَاتِ فَاِنَّهٗ لَمْ یَقُلْ بَاْسًا فَقَالَ الرَّجُلُ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِیَ النَّفَسُ فَقُلْتُهَا فَقَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ اثْنَیْ عَشَرَ مَلَكًا یَبْتَدِرُوْنَهَا اَیُّهُمْ یَرْفَعُهَا وَزَادَ حُمَیْدٌ فِیْهِ وَاِذَا جَاءَ اَحَدُكُمْ فَلْیَمْشِ نَحْوَ مَا كَانَ یَمْشِیْ فَلْیُصَلِّ مَا اَدْرَكَهٗ وَلْیَقْضِ مَا سَبَقَهٗ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نماز کے واسطے آیا اور اس کا سانس پھولا ہوا تھا وہ کہنے لگا اللہ اکبر الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مکمل فرما چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کلمات کہنے والا کون ہے پس انہوں نے کوئی بری بات نہیں کہی اسی شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے۔ میں آیا تو میرا سانس پھولا ہوا تھا تو میں نے وہ کہہ دیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بارہ (12) ملائکہ کو ملاحظہ کیا کہ وہ ان کو اٹھانے کے واسطے جلدی کر رہے تھے۔ اس میں حمید نے یہ زیادہ کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی آئے تو اتنا چلے جیسے عام چلا جاتا ہے جو پالے وہ پڑھ لے اور جو رہ جائے تو پورا کر لے۔

(سنن النسائی: جز: 3، ص: 453، شرح السنۃ: جز: 1، ص: 159، صحیح مسلم: جز: 3، ص: 366، مسند ابو یعلی: جز: 5، ص: 294)

651 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوْقٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَاصِمٍ الْعَنَزِیِّ عَنِ ابْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ صَلٰوةً قَالَ

عَمْرٌو لَا اَدْرِیْ اَیَّ صَلٰوۃٍ هِیَ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ثَلَاثًا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ مِنْ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ وَهَمْزِهٖ قَالَ نَفْثُهُ الشِّعْرُ وَنَفْخُهُ الْكِبْرُ وَهَمْزُهُ الْمُوْتَةُ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مِسْعَرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ نَّافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِی التَّطَوُّعِ ذَكَرَ نَحْوَهٗ

ابن جبیر بن مطعم نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ عمرو نے کہا مجھے یہ پتہ نہیں کہ وہ کون سی نماز تھی پس کہا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا تین بار اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ مِنْ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ وَهَمْزِهٖ فرمایا، اس کا نفث شعر اور اس کا نفخ کبر اور اس کا ہمز وسوسے ہیں۔ نافع بن جبیر نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو نفلی نماز کے بارے میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے آگے اس کی مثل کہا۔

(مستدرک: جز:1،ص:360،شعب الایمان: جز:3،ص:141،مسند احمد: جز:27،ص:304)

652 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ اَخْبَرَنِیْ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ اَخْبَرَنِیْ اَزْهَرُ بْنُ سَعِيْدٍ الْحَرَازِیُّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ بِاَیِّ شَیْءٍ كَانَ يَفْتَتِحُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيَامَ اللَّيْلِ فَقَالَتْ لَقَدْ سَاَلْتَنِیْ عَنْ شَیْءٍ مَا سَاَلَنِیْ عَنْهُ اَحَدٌ قَبْلَكَ كَانَ اِذَا قَامَ كَبَّرَ عَشْرًا وَّحَمِدَ اللّٰهَ عَشْرًا وَّسَبَّحَ عَشْرًا وَّهَلَّلَ عَشْرًا وَّاسْتَغْفَرَ عَشْرًا وَّقَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ وَيَتَعَوَّذُ مِنْ ضِيْقِ الْمَقَامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ عَنْ رَّبِيعَةَ الْجُرَشِیِّ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهٗ

عاصم بن حمید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کس شے سے نماز کی ابتداء فرماتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم نے مجھ سے وہ شے پوچھی جو تم سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی جب آپ ﷺ قیام فرماتے تو دس بار اللہ اکبر اور دس بار الحمد للہ اور دس بار سبحان اللہ اور دس بار لا الہ الا اللہ اور دس بار استغفر اللہ فرماتے تھے اور کہا کرتے۔ اے اللہ عزوجل! مجھے معاف فرمادے اور مجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھ اور مجھے رزق عطا فرما اور مجھے عافیت عطا فرما اور قیامت کے دن کھڑے ہونے کی تنگی سے پناہ طلب کرتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو

خالد بن معدان، ربیعہ جرشی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 652)

653 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي اَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ بِاَيِّ شَيْءٍ كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ اللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَاِسْرَافِيلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ اهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ اَنْتَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا اَبُو نُوحٍ قُرَادٌ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بِاِسْنَادِهِ بِلَا اِخْبَارٍ وَمَعْنَاهُ قَالَ كَانَ اِذَا قَامَ بِاللَّيْلِ كَبَّرَ وَيَقُولُ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ قَالَ لَا بَاْسَ بِالدُّعَاءِ فِي الصَّلٰوةِ فِي اَوَّلِهِ وَاَوْسَطِهِ وَفِي اٰخِرِهِ فِي الْفَرِيضَةِ وَغَيْرِهَا

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عون نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کون سی شے سے نماز کی ابتداء فرماتے جب رات کو قیام فرماتے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو قیام فرماتے تو اس کے ساتھ ابتداء فرماتے۔ اے اللہ عزوجل، رب جبرائیل ومیکائیل واسرافیل۔ آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمانے والے پوشیدہ اور ظاہری اشیاء کا علم رکھنے والے تو ہی اپنے بندوں کے مابین فیصلہ فرماتا ہے جس کے اندر وہ اختلاف کرتے ہیں جس میں اختلاف ہے ان میں مجھے اپنے حکم سے حق کی ہدایت عطا فرما۔ تو جس کو چاہے صراط مستقیم کی جانب ہدایت عطا فرماتا ہے۔ عکرمہ نے اپنی اسناد کے ساتھ بلا اخبار اور اس کو معناً روایت کر کے کہا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے تو تکبیر فرماتے۔ مالک سے روایت ہے کہ نماز کی ابتداء اور درمیان میں اور آخر میں دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں چاہے فرض ہو یا ان کے علاوہ ہو۔

(سنن ابن ماجہ: جز: 4، ص: 259، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 3، ص: 5، سنن الترمذی: جز: 11، ص: 298، صحیح مسلم: جز: 4، ص: 168)

654 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِيهِ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّي وَرَاءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ

بِهَا اَنِفًا فَقَالَ الرَّجُلُ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَاَيْتُ بِضْعَةً وَثَلَاثِيْنَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا اَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا اَوَّلُ

رفاعہ بن رافع زرقی سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ہم نماز پڑھ رہے تھے تو جب رسول اللہ ﷺ نے رکوع سے سراقدس اٹھایا تو فرمایا سمع الله لمن حمده ۔رسول اللہ ﷺ کے پیچھے والے شخص نے کہا اللهم ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه جب رسول اللہ ﷺ نے فراغت پائی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ابھی کون سا متکلم تھا۔اسی شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے تیس سے زیادہ ملائکہ کو دوڑتے ہوئے دیکھا ہے کہ کون ان کو اولاً لکھتا ہے۔

(مستدرک: ج:1،ص:348، معجم الكبير: ج:5،ص:40، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:95، شرح السنة: ج:1،ص:159)

655 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيَّامُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَّالْجَنَّةُ حَقٌّ وَّالنَّارُ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ حَقٌّ اللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَاَخَّرْتُ وَاَسْرَرْتُ وَاَعْلَنْتُ اَنْتَ اِلٰهِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِيْ ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُسْلِمٍ اَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنَا طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي التَّهَجُّدِ يَقُوْلُ بَعْدَ مَا يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو نماز کے واسطے قیام فرماتے تو کہا کرتے۔ اے اللہ عزوجل! تمام تعریفات تیری ذات مقدسہ کے واسطے ہیں تو ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کو قیام بخشنے والا ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کا رب عزوجل ہے اور جو ان میں ہے تو ہی حق ہے تیرا قول ہی حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تیری ملاقات حق ہے جنت حق اور دوزخ حق اور قیامت حق ہے۔اے اللہ عزوجل میں تیری اطاعت کرنے والا ہوا تیری ذات مقدسہ پر ایمان لایا تیری ذات مقدسہ پر توکل کیا تیری جانب رجوع ہوا۔تیری ذات اقدس کے واسطے جھگڑا، تیری جانب سے فیصلہ کیا پس تو مجھے معاف فرمادے جو میں نے مقدم و موخر کیا اور پوشیدہ اور ظاہری طور پر کیا تو ہی میرا الٰہ ہے

تیرے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں اللہ اکبر کے بعد کہا کرتے پھر اسی کی طرح معناً ذکر کیا۔

(معجم الکبیر: ج:11، ص:43، سنن ابن ماجہ: ج:4، ص:326، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1، ص:474، سنن ترمذی: ج:11، ص:294)

656 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَسَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ نَحْوَهُ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا رِفَاعَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رِفَاعَةَ ابْنِ رَافِعٍ عَنْ عَمِّ اَبِيْهِ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسَ رِفَاعَةُ لَمْ يَقُلْ قُتَيْبَةُ رِفَاعَةُ فَقُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى فَلَمَّا صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَقَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكٍ وَاَتَمَّ مِنْهُ

معاذ بن رفاعہ بن رافع نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی تو رفاعہ کو چھینک آئی۔ قتیبہ نے رفاعہ نہیں کہا لہٰذا میں نے کہا الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا و یرضی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پائی تو فرمایا کون نماز میں متکلم تھا پھر حدیث مالک کی مثل ذکر کیا بلکہ اس سے اتم (ذکر کیا)

(معجم الکبیر: ج:5، ص:41، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:95، شعب الایمان: ج:4، ص:93)

657 حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَطَسَ شَابٌّ مِّنَ الْاَنْصَارِ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ حَتّٰى يَرْضَى رَبُّنَا وَبَعْدَمَا يَرْضَى مِنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْقَائِلُ الْكَلِمَةَ قَالَ فَسَكَتَ الشَّابُّ ثُمَّ قَالَ مَنِ الْقَائِلُ الْكَلِمَةَ فَاِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بَاْسًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا قُلْتُهَا لَمْ اُرِدْ بِهَا اِلَّا خَيْرًا قَالَ مَا تَنَاهَتْ دُوْنَ عَرْشِ الرَّحْمٰنِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے انصار کے نوجوان کو نماز میں چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ حمداً کثیرا طیباً مبارکاً فیہ حتی یرضی ربنا و بعد ما یرضی من امر الدنیا والاخرۃ، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کون کلمہ کا

قائل ہے۔ فرمایا کہ وہ نوجوان خاموش رہا پھر فرمایا کہ کلمہ کا کون قائل ہے اس نے کوئی بری بات نہیں کہی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو میں نے کہا ہے۔ ان کو بھلائی کے سوا کہنے کا ارادہ نہیں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ عرش رحمٰن تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی جگہ نہ ٹھہرے۔

(شرح السنۃ: جز: 1، ص: 179)

تشریح: تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے قبل کوئی دعا ہے یا نہیں؟

تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے قبل درمیان میں کوئی دعا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کے نزدیک دعا استفتاح ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مشہور قول کے مطابق اس کے قائل نہیں ہیں۔ فتح الباری میں یہی رقم ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت شروع کر دینی چاہئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جو امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز الحمد للہ رب العالمین سے شروع فرماتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

بعض دفعہ بیان جواز کے لئے آپ نے دعاء استفتاح کو چھوڑ دیا یا آپ جہراً قرأت کو الحمد للہ سے شروع فرمایا کرتے تھے۔ اور اس میں احناف کی دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے ورنہ الحمد للہ کے بجائے بسم اللہ سے قرأت شروع فرماتے۔ دعا استفتاح کے متعلق کئی احادیث مبارکہ ہیں ان میں سے جس کو بھی پڑھ لیا جائے جائز ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اختیار کردہ دعا

آئمہ ثلاثہ نے اپنے اپنے اصول کے پیش نظر مختلف دعاؤں کو اختیار فرمایا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دعا کو اختیار فرمایا ہے۔ جو کہ صحیح مسلم میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھتے۔

وجهت وجهي للذي فطر السمٰوت والارض حنيفا و ما انا من المشركين ان صلوتي ونسكي و محيايي و مماتي لله رب العالمين، لاشريك له بذالك امرت و انا اوّل المسلمين انت الملك لا الٰه الا انت، انا عبدك ظلمت نفسي و اعترفت بذنبي فاغفرلي ذنوبي جميعاً لا يغفر الذنوب الا انت واهدني لا حسن الاخلاق لا يهدى لا حسنها الا انت واصرف عني سيئها لا يصرف عني سيئها الا انت لبيك وسعديك والخير كله في يديك والبشر ليس اليك انابك واليك تباركت ربنا و تعاليت استغفرك واتوب اليك ۔ (المغنی: ج: 1، ص: 278)

امام اعظم اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اختیار کردہ دعا

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اختیار کردہ یہ دعا ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت فرماتے:

سبحنك اللهم وبحمدك و تبارك اسمك وتعالٰى جدك ولا اله غيرك۔ (المغنی: جز:1، ص:278)

اگر دعا استفتاح رہ جائے تو کیا کرے

امام اعظم، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک دعاء استفتاح آہستہ پڑھی جائے اگر یہ پڑھنے سے رہ گئی اور اعوذ باللہ پڑھ لی تو اب اس صورت میں نہ پڑھے کیونکہ اب اس کا محل ہی نہیں رہا۔

علامہ ابن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دعاء استفتاح آہستہ پڑھی جائے اگر یہ پڑھنے سے رہ گئی اور اعوذ باللہ پڑھ لی تو اب نہ پڑھے کہ اس سنت کا اب محل نہیں رہا۔ (المغنی: جز:1، ص:279)

مسئلہ

علامہ محمد ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

جس قیام میں ذکر مسنون ہو اس میں ہاتھ باندھنا سنت ہے تو ثناء اور دعائے قنوت پڑھتے وقت اور جنازہ میں تکبیر تحریمہ کے بعد چوتھی تکبیر تک ہاتھ باندھے اور رکوع سے کھڑے ہونے اور تکبیرات عیدین میں ہاتھ نہ باندھے۔

(ردالمحتار: جز:2، ص:230)

ثناء و تعوذ و تسمیہ آمین کہنا اور ان سب کا آہستہ ہونا سنت ہے۔ پہلے ثناء پڑھے پھر تعوذ پھر تسمیہ پڑھے اور ہر ایک کے بعد دوسرے کو فوراً پڑھے وقفہ نہ کرے۔ تکبیر تحریمہ کے بعد فوراً ثناء پڑھے اور ثناء میں وجل ثناؤك غیر جنازہ میں نہ پڑھے اور دیگر اذکار جو احادیث مبارکہ میں وارد ہیں وہ سب نفل کے لئے ہیں۔ (بہار شریعت: ج:1، ص:522 تا 523)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

امام نے بالجہر قرأت شروع کر دی تو مقتدی ثناء نہ پڑھے اگرچہ بوجہ دور ہونے یا بہرے ہونے کے امام کی آواز نہ سنتا ہو جس طرح کہ جمعہ و عیدین میں پچھلی صف کے مقتدی کہ بوجہ دور ہونے کے قرأت نہیں سنتے۔ (فتاویٰ عالمگیری: جز:1، ص:90)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

امام آہستہ پڑھتا ہو تو پڑھ لے۔ (ردالمحتار: جز:2، ص:232)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام کو رکوع یا پہلے سجدہ میں پایا تو اگر غالب گمان ہے کہ ثناء پڑھ لے گا تو پڑھے اور قعدہ یا دوسرے سجدہ میں پایا تو بہتر یہ ہے کہ بغیر ثناء پڑھے شامل ہو جائے۔ (درمختار و ردالمختار: جز:2،ص:232)

مسئلہ

علامہ محمد ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

اگر ثناء و تعوذ و تسمیہ پڑھنا بھول گیا اور قرأت شروع کر دی تو اعادہ نہ کرے کہ ان کا محل ہی فوت ہو گیا یونہی اگر ثناء پڑھنا بھول گیا اور تعوذ شروع کر دیا تو ثناء کا اعادہ نہیں۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:233)

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

مسبوق شروع میں ثناء نہ پڑھ سکا تو جب اپنی باقی رکعت پڑھنا شروع کرے تو اس وقت پڑھ لے۔ (غنیۃ المستملی :ص:304)

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

فرائض کے بعد تکبیر سے پہلے یا بعد انی وجهت...... الخ نہ پڑھے اور پڑھے تو اس کے آخر میں وانا اوّل المسلمین کی جگہ وانا من المسلمین کہے۔ (غنیۃ المستملی :ص:303)

☆ **قوله وانا عبدك ظلمت نفسي و اعترفت بذنبي فاغفرلي ذنوبي...... الخ**

نبی کریم ﷺ نے دعا کرتے وقت فرمایا اور میں تیرا بندہ ہوں میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں پس میرے تمام گناہوں کو معاف فرما دے کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخشنے والا نہیں۔

عصمت کی تحقیق

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ سے جو الفاظ منقول ہیں یہ تواضع تعلیم اور ترغیب امت کے لئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے گناہوں سے معصوم بنایا ہے لہٰذا مناسب سمجھتا ہوں کہ عصمت کی تحقیق بیان کر دی جائے۔

عصمت کے متعلق اقوال علماء کرام

عصمت کے متعلق علماء کرام کے چند اقوال بیان کیے جاتے ہیں۔

علامہ میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے اجتناب کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔ (کتاب التعریفات: ص:107)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 791ھ لکھتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے۔ اسی کے قریب یہ تعریف ہے۔ عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو اچھے کاموں پر ابھارتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے باوجود اس کے کہ بندہ کو گناہ پر اختیار ہوتا ہے تا کہ بندہ کا مکلّف ہونا صحیح رہے۔

اس لیے شیخ امام ابو منصور ماتریدی نے فرمایا:

عصمت مکلّف ہونے کو زائل نہیں کرتی۔ ان تعریفوں سے ان لوگوں کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ عصمت نفس انسان یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صدور محال ہو تو اس کا مکلّف کرنا صحیح ہو گا نہ اس کو اجر و ثواب دینا صحیح ہو گا۔ (شرح عقائد نسفی: ص:109)

علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 870ھ لکھتے ہیں:

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کے ملکہ کو عصمت کہتے ہیں۔ (حاشیۃ الخیالی: ص:146)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

جمہور اس نظریہ کے قائل ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے کسب اور اختیار سے اللہ تعالیٰ کی طرف معصوم ہوتے ہیں۔

اس کے برخلاف حسین النجار نے یہ کہا ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں۔ (الشفاء: جز:2، ص:125)

علامہ قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ حنفی کا قول

علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 881ھ لکھتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ کو پیدا نہ کرے۔

(شرح المسائرۃ: ص:290)

علامہ میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک عصمت کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام میں گناہ پیدا نہ کرے اور حکماء کے نزدیک عصمت ایک ملکہ ہے جو معاصی کی قباحت اور عبادت کی فضیلت کے علم کی وجہ سے ان کو گناہوں سے روکتی ہے اور عبادت پر برانگیختہ کرتی ہے اور اوامر اور نواہی کی مسلسل وحی کی وجہ سے یہ صفت اور راسخ ہو جاتی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام سے جو سہو اور بعض کے نزدیک عمداً صغائر صادر ہوتے ہیں یا وہ کسی اولیٰ اور افضل کام کو ترک کر دیتے ہیں اس سے ان کی عصمت پر اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ صفات نفسانیہ ابتداءً غیر راسخ ہوتی ہیں پھر بتدریج راسخ ہو جاتی ہیں اور ایک قوم (علماء شیعہ) نے عصمت کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ کسی انسان کی روح یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور ممتنع ہوتا ہے۔ یہ تعریف اس لیے باطل ہے کہ اگر ان سے گناہوں کا صدور محال ہو تو وہ گناہوں کے ترک پر دنیا میں مدح اور آخرت میں ثواب کے مستحق نہ ہوں کیونکہ جو چیز محال ہو اس کے ترک سے تعریف ہوتی ہے نہ ثواب۔ کیونکہ اس کا کرنا قدرت اور اختیار میں نہیں ہے۔ نیز اس پر اجماع منعقد ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو گناہوں کے ترک سے ثواب ہوتا ہے اور وہ گناہوں کے ترک کرنے کے مکلف ہیں اور اگر ان سے گناہوں کا صدور محال ہوتا تو ان کو مکلف نہ کیا جاتا نہ ثواب دیا جاتا کیونکہ محال کو ترک کرنے کا مکلف نہیں کیا جاتا نہ اس پر ثواب دیا جاتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آپ فرما دیجئے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو امور بشریت کی طرف راجع ہیں آپ ان میں تمام بشروں کی مثل ہیں اور آپ کا امتیاز صرف وحی سے ہے۔ اس لیے جس طرح اور بشروں سے گناہوں کا صدور محال نہیں ہے انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی گناہوں کا صدور محال نہیں ہوگا۔ (شرح المواقف: جز:8،ص:281)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے زمانہ نبوت میں یقینی طور پر کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا نہ کبیرہ نہ صغیرہ۔ (تفسیر کبیر: جز:1،ص:302)

قاضی عبد النبی بن عبد الرسل الاحمد نگری کا قول

قاضی عبد النبی بن عبد الرسل الاحمد نگری لکھتے ہیں۔

عصمت کی تعریف یہ ہے۔

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے اجتناب کا ملکہ۔

اور اس کی دوسری تعریف یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ میں ایک ایسی قوت جو بندہ میں گناہوں پر قدرت اور اختیار کے باوجود اس کو گناہوں اور مکروہات کے فعل سے روکتی ہے۔

گناہوں سے اجتناب کے ملکہ کی تعریف کی گئی ہے کہ

یہ بندہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی صفت ہے جو اس کو خیر اور نیکی پر ابھارتی ہے اور اس کو شر اور برائی سے روکتی ہے اس کے باوجود کہ بندہ میں گناہ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے تاکہ اس میں امتحان اور ابتلاء کا معنیٰ متحقق ہو۔ اسی وجہ سے شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عصمت آزمائش اور مکلف ہونے کی صفت کو زائل نہیں کرتی۔ اس تحقیق سے یہ واضح ہو گیا کہ شیعہ اور معتزلہ کی عصمت کی بیان کردہ تعریف فاسد اور باطل ہے۔ انہوں نے یہ تعریف کی ہے کہ کسی شخص کے نفس ناطقہ میں ایسی خاصیت یا اس کے بدن میں ایسی صفت ہو جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور محال ہو اس کو عصمت کہتے ہیں۔ یہ تعریف اس لیے باطل ہے کہ اگر بندہ سے گناہوں کا صدور محال ہو تو اس کو گناہوں کے ترک کرنے کا مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا اور نہ اس کو گناہوں کے ترک کرنے پر ثواب عطا کرنا صحیح ہوگا۔ علامہ تفتازانی نے شرح العقائد میں اسی طرح لکھا ہے اور جنہوں نے عصمت کی تعریف یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ میں گناہ کو پیدا نہ کرنا، اس کے باوجود کہ بندہ میں گناہ پر قدرت اور اختیار باقی ہو۔ اس تعریف کا مآل بھی وہی ہے کیونکہ عصمت کی حقیقت صرف گناہوں سے بچنے کا ملکہ ہے۔

(دستور العلماء: جز: 2، ص 233 تا 234)

علامہ عصام الدین کا قول

علامہ عصام الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اہل سنت کے نزدیک عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ پیدا نہ کرے۔

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح المواقف میں لکھا ہے کہ

جب عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کے ساتھ کی جائے گی تو یہ لازم نہیں آئے گا کہ غیر معصوم گناہ گار ہو چہ جائیکہ ظالم ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علامہ خیالی نے عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کے ساتھ اسی وجہ سے کی ہو تاکہ یہ جواب دیا جا سکے۔ (حاشیۃ العصام علی شرح العقائد: ص: 328)

علامہ جمال الدین منظور افریقی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

کلام عرب میں عصمت کا معنیٰ ہے روکنا، محفوظ رکھنا اور جب اللہ تعالیٰ کی عصمت کا بندہ سے تعلق ہو تو اس کا معنیٰ ہے بندہ کو ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچانا۔ (لسان العرب: جز: 12، ص: 403)

علامہ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

عصمت کا معنیٰ ہے روک لینا، محفوظ رکھنا، عاصم کا معنی ہے محفوظ رکھنے والا، حمایت کرنے والا، اعتصام کا معنیٰ ہے کسی شیء کو مضبوطی سے پکڑنا، باز رکھنا۔ (نہایہ: ج:3،ص:249)

علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

عصمت انبیاء کرام علیہم السلام کا معنیٰ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات کی خصوصیات کی حفاظت کرنا پھران کے جسمانی اور روحانی فضائل کی حفاظت کرنا پھران کی مدد کرنا اوران کو ثابت قدم رکھنا پھران پر سکینہ نازل کر کے ان کے دلوں کو محفوظ رکھنا اوران کو توفیق دینا۔ (المفردات:ص:337)

علامہ سہاب الدین خفاجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

متکلمین کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی میں کوئی گناہ پیدانہیں فرماتا اور حکماء کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک ملکہ جو گناہوں سے روکتا ہے یہ ملکہ نیکیوں اور برائیوں کے علم سے حاصل ہوتا ہے یہی علم برائیوں سے باز رکھتا ہے اور نیکیوں پر ابھارتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں وحی الٰہی عزوجل سے یہ علم اور مؤکد ہو جاتا ہے۔

(نسیم الریاض: ج:4،ص:36)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

شیخ ابومنصور ماتریدی نے کہا:

عصمت سے مکلف ہونا زائل نہیں ہوتا یہ بات نہیں ہے کہ عصمت سے کسی کے نفس شخص یا اس کے ہاتھوں یا اس کی زبان پر کوئی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور ممتنع ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی شخص سے گناہوں کا صدور ممتنع ہو تو اس کو گناہوں کے ترک کرنے کے ساتھ مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا جس طرح اندھے کو دیکھنے سے منع نہیں کیا جاتا اور کپکپانے والے کو سکون سے نہیں منع کیا جاتا کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے۔ (شرح فقہ اکبر: ص:147)

عصمت انبیاء کرام علیہم السلام پر چند دلائل

انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں جس طرح کہ دلائل سے ثابت ہے۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام کفر وشرک اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو جیسے کذب وخیانت وجہل وغیرہا صفات ضمیمہ سے، نیز ایسے افعال جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں، قبل نبوت اور بعد نبوت بالا جماع معصوم ہیں اور سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ (روح البیان: جز:8،ص:45)

نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔

(مسخ الارض الازہر: ص:56)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1349ھ سے سوال کیا گیا کہ

ایک شخص کہتا ہے کہ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام وملائکہ عظام علیہم السلام معصوم ہیں دوسرا شخص کہتا ہے کہ سوائے پنجتن پاک کے کوئی معصوم نہیں؟

آپ رحمۃ اللہ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ

پہلے شخص کا قول حق وعقیدہ اہل سنت اور دوسرے کا قول صریح گمراہی ورفض وکلمہ کفر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:29،ص:333)

اب یہاں پر عصمت انبیاء کرام علیہم السلام پر چند دلائل بیان کیے جاتے ہیں۔

1- اگر انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہ صادر ہو جائے تو ان کی اتباع حرام ہو گی حالانکہ ان کی اتباع کرنا واجب ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط (آل عمران:31)

آپ فرما دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

2- جس سے گناہ صادر ہوں اس کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا جائز نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (الحجرات:6)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا واجب ہے۔

3- فاسق نبوت کا اہل نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ○ (البقرہ:124)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچتا۔

اور کبھی بھی کوئی نبی فاسق نہیں ہوا۔

4- اگر نبی سے گناہ صادر ہو جائے تو ان کو (العیاذ باللہ) ملامت کرنا جائز ہوگا اور اس سے نبی کو ایذاء پہنچے گی اور انبیاء کرام علیہم السلام کو ایذاء پہنچانا حرام ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ (الاحزاب:57)

بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

5- انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاذۡكُرۡ عِبٰدَنَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَ اِسۡحٰقَ وَ يَعۡقُوۡبَ اُولِى الۡاَيۡدِىۡ وَالۡاَبۡصَارِo اِنَّاۤ اَخۡلَصۡنٰهُمۡ (ص:45،46)

اور ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو یاد فرمائیے جو قوت اور نگاہ بصیرت والے ہیں ہم نے ان کو مخلص کر دیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مخلص کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَo اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَo (ص:82،83)

ابلیس نے کہا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا سوا تیرے مخلص بندوں کے۔

6- گناہ گار لائق مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت افزائی کی ہے۔

ارشاد فرمایا:

وَاِنَّهُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَيۡنَ الۡاَخۡيَارِo (ص:47)

اور بے شک وہ ہماری بارگاہ میں ضرور پسندیدہ بندوں میں سے ہیں۔

7- انبیاء کرام علیہم السلام لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اگر وہ خود گناہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوگا۔

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا۔

كَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَo (الصف:3)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات سخت ناراضگی کی موجب ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام سے ہمیشہ کے لئے راضی ہے۔

عٰلِمُ الۡغَيۡبِ فَلَا يُظۡهِرُ عَلٰى غَيۡبِهٖۤ اَحَدًاo اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰى مِنۡ رَّسُوۡلٍ (جن:26،27)

وہ عالم الغیب ہے تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا بجز ان کے جن سے وہ راضی ہے اور اس کے رسول ہیں۔

اس آیت کریمہ میں واضح فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ سب رسولوں سے راضی ہے اور نیکی کا حکم دے کر خود عمل نہ کرنے والے سے وہ راضی نہیں ہے۔

8- اگر معاذ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوتا تو وہ مستحق عذاب ہوتے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًاO (جن:23)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو لاریب اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام جہنم سے محفوظ اور مامون ہیں اور ان کا مقام جنت خلد ہے۔

9- انبیاء کرام علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں اور فرشتوں سے گناہ صادر نہیں ہوتے تو انبیاء کرام علیہم السلام سے بطریق اولیٰ گناہ صادر نہیں ہوں گے۔ فرشتوں سے افضلیت کی دلیل یہ ہے کہ فرشتے عالمین میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو تمام عالمین پر فضیلت دی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَO (آل عمران:33)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔

اور حضور انور ﷺ کے لئے ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَO

اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔

اشکال

قرآن مجید میں ہے وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ

اس آیت کریمہ میں اشکال وارد کیا گیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں آپ کی طرف گناہ کی نسبت کی گئی ہے حالانکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں خصوصاً ہمارے نبی مکرم نور مجسم ﷺ تو خطاء اجتہادی سے بھی معصوم ہیں پھر آپ ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کرنے کے کیا معنیٰ ہیں؟

جواب

اس اشکال کے علماء کرام نے چند جوابات دیئے ہیں اور ان کی مختلف توجیہات کی ہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ کے حسب ذیل جواب ہیں۔

1- اس آیت کریمہ میں خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور مراد مومنین ہیں اور یہ جواب بعید ہے کیونکہ مومنین اور مومنات کا الگ سے ذکر کیا گیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ "لـذنبك" سے مراد ہے آپ اپنے اہل بیت کے لئے استغفار کیجئے اور عام مومنین اور مومنات کے لئے استغفار کیجئے جو آپ کے اہل بیت سے نہیں ہیں۔

2- اس آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی استغفار کا حکم دینا مراد ہے اور ذنب سے مراد ترک افضل (خلاف اولیٰ) ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی بلندی کے اعتبار سے ذنب ہے اور ذنب کی حقیقت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بری الذمہ ہیں اور بہت دور ہیں۔

3- اس کا بہترین جواب یہ ہے کہ

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیک عمل کرنے اور برے عمل سے اجتناب کی توفیق طلب کریں اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ استغفار کا معنیٰ ہے۔ مغفرت کو طلب کرنا اور مغفرت کا معنیٰ ہے۔ برے کام پر پردہ ڈالنا اور جو معصوم ہوتا ہے اس کی بری خواہشوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اور اب مغفرت طلب کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ تو ہمیں شرمندہ نہ کرنا اور یہ مرتبہ کبھی عصمت سے حاصل ہوتا ہے پس وہ شخص گناہ نہیں کرتا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ درجہ حاصل ہے اور کبھی گناہ ہونے کے بعد اس پر مغفرت کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے جس طرح مومنین اور مومنات کو یہ درجہ حاصل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ اپنے عصمت پر ثبات اور دوام کو طلب کیجئے اور وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ کا معنی یہ ہے کہ آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیجئے۔ (تفسیر کبیر: ج:10،ص:52)

علامہ قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔

1- اگر (بالفرض) آپ سے گناہ صادر ہو جائے تو آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں۔

2- آپ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو گناہوں سے بچائے رکھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

چونکہ اس سے پہلی آیتوں میں آپ کے لئے کافروں اور مومنوں کا حال بیان کیا گیا تھا اس لیے آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ ایمان پر ثابت قدم رہیں یعنی آپ توحید اور استغفار پر جمے رہیں اور ان کاموں سے احتراز کریں جن کے ارتکاب پر استغفار

کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔
اور ایک قول یہ ہے کہ
اس آیت میں بہ ظاہر آپ کو خطاب ہے اور مراد آپ کی امت ہے اور اس قول کی وجہ سے انسان پر واجب ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کے لئے استغفار کرے۔
ایک قول یہ ہے کہ
کفار اور منافقین کے کفر سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا تھا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔یعنی آپ کو جو غم ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا سو آپ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے ساتھ اپنے دل کا تعلق نہ رکھیں۔
ایک قول یہ ہے کہ
اس آیت کریمہ میں تعلیم امت کے لئے آپ کو استغفار کا حکم دیا گیا ہے تاکہ آپ ﷺ کی امت آپ ﷺ کی اقتداء کرے۔

نیز اس آیت کریمہ میں فرمایا: اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے لئے استغفار کیجئے۔
اس کا معنیٰ ہے۔
ان کے گناہوں کے لئے استغفار کیجئے۔اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کو شفاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ
حضرت عبداللہ بن سرجسی مخزومی سے روایت ہے کہ
میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گیا اور آپ ﷺ کے طعام سے کھایا۔
پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔
میرے شاگرد نے کہا: کیا نبی کریم ﷺ نے تمہارے لیے استغفار کیا؟
میں نے کہا: ہاں! پھر یہ آیت کریمہ پڑھی۔
وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ
پھر میں واپس مڑا تو میں نے آپ کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی اس پر مسوں کی طرح تل جمع تھے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:16،ص 221 تا 222)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:
1- اس آیت کریمہ میں استغفار کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے تواضع، انکسار اور تقصیر کا اعتراف یعنی

بندے میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کما حقہ شکر ادا کر سکے اور یہ معافی استغفار کرنے کو لازم ہے۔

2-اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حقیقت استغفار مراد ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہ کثرت استغفار کرتے تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک میرے دل پر حجاب چھا جاتا ہے اور میں ہر روز سو بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2702)

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم شمار کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں سو بار یہ دعا کرتے تھے اے میرے رب عزوجل! میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول فرما، بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3434)

3-اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مرتبہ کے اعتبار سے ذنب سے مراد ہے ترک اولیٰ اور یہ ہوسکتا ہے کہ ایک کام ایک شخص کے اعتبار سے نیکی ہو اور دوسرے کے اعتبار سے گناہ ہو۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ **حسنات الابرار سیئات المقربین** اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہر لحظہ پہلے مقام سے زیادہ بلند مقام ہوتا ہے۔

4-''**وللمومنین و المومنات**'' میں حرف جر کے اعادہ میں یہ اشارہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذنب سے مراد ہے ترک اولیٰ اور عام مومنوں کے ذنوب سے مراد معاصی صغیرہ اور کبیرہ یعنی دونوں ذنوب میں تغایر ہیں حرف جر کے اعادہ سے اسی کو ظاہر کیا ہے۔ (روح المعانی: جز:26، ص:84)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے جواب

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

8- استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے آریہ بیچارہ کیا کھا کر اس سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔

نباشد بہ آئین تحقیق دال

کچوری و پوری و بھجیا و دال

شرط تماتی استدلال قطع پر احتمال ہے علم کا قاعدہ مسلمہ ہے۔ ''**اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال**'' سورہ مومن و سورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آیات کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے کہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مومن میں تو اتنا ہے وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ (محمد:19) اے شخص! اپنی کی معافی چاہ، کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں۔

قرآن عظیم تمام جہان کی ہدایت کے لئے اترا نہ صرف اس وقت کے موجود دین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ

خطاب فرماتا ہے۔ اقیموا الصلوٰۃ، نماز برپا رکھو۔ یہ خطاب جیسا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیام قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔ اسی قرآن عظیم میں ہے: لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ط (الانعام:19) کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے "بدان اسعدك الله تعالیٰ" میں کوئی خاص شخص مراد نہیں۔

خود قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا:

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى o عَبْدًا اِذَا صَلّٰى o اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى o اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى o (العلق:9تا12)

ابوجہل لعین نے حضور اقدس ﷺ کو نماز سے روکنا چاہا، اس پر یہ آیات کریمہ اتریں کہ کیا تو نے دیکھا اسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے بھلا دیکھ تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیز گاری کا حکم فرمائے۔ یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ﷺ ہیں اور غائب کی ضمیریں حضور انور ﷺ کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف۔ بلکہ فرماتا ہے فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ o (التین:7) ان روشن دلیلوں کے بعد کیا چیز تجھے روز قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے۔ یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ و ہنود سے۔ یوں ہی دونوں سورہ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لئے ہے کہ اے سننے والے! اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ 9- بلکہ آیت محمد ﷺ میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں۔ اس کی ابتداء یوں ہے "فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط" (محمد:19) جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی معافی چاہ، تو یہ خطاب اس سے ہے جو ابھی "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" نہیں جانتا ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اے سننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ۔ تتمہ آیت میں اس عموم کو واضح فرمادیا کہ "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰكُمْ o" (محمد:19) اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو اور جہاں تم سب کا ٹھکانہ ہے، اگر "فَاعْلَمْ" میں تاویل کرے تو "ذَنْۢبِكَ" میں تاویل سے کون مانع ہے اور اگر "ذَنْۢبِكَ" میں تاویل نہیں کرتا تو "فَاعْلَمْ" میں تاویل کیسے کرسکتا ہے۔ دونوں پر ہمارا مطلوب حاصل اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔

10- دونوں آیت کریمہ میں صیغہ امر ہے اور امر انشاء ہے اور انشاء وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بغرض وقوع استغفار واجب نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا جیسے کسی سے کہنا "اکرم ضیفك" اپنے مہمان کی عزت کرنا اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئے گا ہی۔ بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔

11- ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ (طٰہٰ:121) آدم نے اپنے رب کی معصیت کی، حالانکہ خود فرماتا ہے فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا o (طٰہٰ:115) آدم بھول گئے ہم نے اس کا قصد نہ پایا لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مواخذہ، خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی۔

"رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا" (البقرہ:286) اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔

12- جتنا قرب زائد اس قدر احکام کی شدت زیادہ۔ ع

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہر گز شہریوں سے پسند نہ کرے گا، شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لیے وارد ہوا "حسنت الابرار سیئات المقربین" نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہر گز گناہ نہیں۔

13- آریہ بیچارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سنا اگر نہ جانے تو ہر ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لئے ادنیٰ ملابست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی، سب زبانوں میں رائج ہے۔ مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یوں ہی کرایہ دار کی طرف یوں ہی جو عاریۃً لے کر بس رہا ہے اس کے پاس ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا۔ تمہارا کھیت کتے جریب ہوا یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریت اور اضافت موجود، یوں ہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی۔ باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے ہاں سے یہ عطا ہوا تھا تو 'ذَنْبِكَ' سے مراد اہل بیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے بعد 'وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ' تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمائیے اپنے اہل بیت کرام اور سب مسلمان مردوں عورتوں کے لئے۔ اب آریہ کے اس جنون کا بھی علاج ہو گیا کہ پیروؤں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے تعمیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ (نوح:28) اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔

(فتاویٰ رضویہ: ج:9، ص66 تا 78)

اس طویل کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جس جس مقام پر نبی کریم ﷺ نے اپنی مغفرت چاہی وہ تعلیم امت کے لئے تھی کیونکہ نبی کریم ﷺ تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے منزہ ہیں۔

☆ قوله عن انس بن مالك رضى الله عنه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے خاص خادم تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر حدیث مبارکہ مروی ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے۔

انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ انصاری خزرجی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے خود کو خادم رسول کہلواتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوحمزہ تھی یہ کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ
مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے۔
ایک قول یہ ہے کہ
ورس سے بالوں کو رنگتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں گئے۔ اس وقت یہ کم سن تھے اور میدان جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے تھے جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی۔
ایک قول یہ ہے کہ
نو سال تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دعا دی آپ رضی اللہ عنہ کے باغ میں سال میں دو بار پھل لگتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے باغ کے پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا مبارک تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ موت کے بعد اس عصا کو ان کے ساتھ دفن کر دیا جائے سو اس کو ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں کثرت مال اور کثرت اولاد کی دعا کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی صلب سے اسی لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سو بیس کے قریب تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ
آپ رضی اللہ عنہ نے 91ھ میں وصال فرمایا۔
ایک قول یہ ہے کہ
آپ رضی اللہ عنہ نے 92ھ میں وصال فرمایا۔
ایک قول یہ ہے کہ
آپ رضی اللہ عنہ نے 93ھ میں وصال فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے 90ھ میں وصال فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اس وقت ایک سو تین سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

ایک سو دس سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

ایک سو سات سال تھی۔ (اسد الغابہ: جز:1، ص:128)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام انس بن مالک ابن نضر ہے کنیت ابو حمزہ ہے خزرجی انصاری ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص (تھے) آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو جناب انس رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک دس سال تھی۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ بیس سالہ تھے دس سال تک مسلسل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ خلافت فاروقی میں آپ رضی اللہ عنہ بصرہ منتقل ہو گئے وہاں ہی آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی آپ رضی اللہ عنہ بصرہ کے آخری صحابی ہیں 91ھ میں وفات ہوئی۔ ایک سو تین سال عمر ہوئی۔

بعض نے فرمایا کہ

99 ننانوے سال عمر ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد اسی 80 یا ایک سو دس 110 ہے۔ اٹھہتر لڑکے اور لڑکیاں یعنی اولاد در اولاد آپ رضی اللہ عنہ سے بہت مخلوق نے روایات لیں۔

خلاصہ میں ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ ایک ہزار دو سو چھیاسی ہیں جن میں سے ایک سو اڑسٹھ احادیث مبارکہ متفق علیہ ہیں اور تراسی 83 احادیث مبارکہ بخاری کی، 71 اکہتر مسلم کی۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8، ص513 تا 514)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ رَاٰی الِاسْتِفْتَاحَ بِسُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

باب: جن کے نزدیک سبحانك اللهم وبحمدك سے استفتاح کرے

یہ باب نماز کو سبحانك اللهم وبحمدك سے استفتاح کے حکم میں ہے۔

658 حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ الرِّفَاعِيِّ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرَكَ ثُمَّ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثَلَاثًا ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا ثَلَاثًا أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ ثُمَّ يَقْرَأُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا الْحَدِيثُ يَقُولُونَ هُوَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا الْوَهْمُ مِنْ جَعْفَرٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر سبحانك اللهم وبحمدك و تبارك اسمك وتعالٰى جدك ولا اله غيرك کہتے۔ پھر لا اله الا الله کہتے تین بار، پھر تین بار الله اكبر كبيرا اعوذ بالله السميع العليم من الشيطن الرجيم من همزه و نفخه و نفثه کہتے پھر قرأت کرتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث مبارکہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ علی بن علی نے حسن سے مرسلاً روایت کیا ہے جعفر کو وہم ہوا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 658)

659 حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ الْمُلَائِيُّ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرَكَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَهَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِالْمَشْهُورِ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ لَمْ يَرْوِهِ إِلَّا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ وَقَدْ رَوَى قِصَّةَ الصَّلَاةِ عَنْ بُدَيْلٍ جَمَاعَةٌ لَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ شَيْئًا مِنْ هَذَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کی ابتداء فرماتے تو فرماتے سبحانك اللهم وبحمدك و تبارك اسمك وتعالٰى جدك ولا اله غيرك۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عبدالسلام بن حرب سے یہ حدیث مشہور نہیں ہے اس کو طلق بن غنام کے علاوہ کسی نے روایت نہ کیا اور نماز کے قصہ کو بدیل سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے انہوں نے اس میں اس کا ذکر نہیں کیا۔

(مستدرک: جز:1، ص:360، سنن ابن ماجہ: جز:3، ص:31، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:33، سنن ترمذی: جز:1، ص:410)

تشریح:

اس باب میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ثناپڑھنے کے بارے میں دواحادیث مبارکہ ذکر کی ہیں۔ 1-ایک تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے،2-اوردوسری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے۔پہلی حدیث مبارکہ سنن اربعہ میں موجود ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ سنن ثلاثہ کی روایت ہے۔امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تخریج نہیں کی البتہ حاکم نے اس کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا استفتاح میں صرف ایک ہی دعا ذکر فرمائی جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ان میں جوالفاظ کے اندر فرق اس کو بھی بیان کیا جس طرح کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ولا الٰہ غیرك کے بعد اور بھی اضافہ ہے جس طرح کہ سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے وہ اضافہ یہ ہے ثم یقول اللہ اکبر کبیرا ثم یقول اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم من ھمزہ و نضخہ و نفثہ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بعض اہل علم نے اس مکمل دعا کو اختیار فرمایا ہے مگر اکثر اہل علم نے صرف اس قدر حصہ کو اختیار کیا جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدی مبارکہ میں یعنی ولا الٰہ غیرك تک مگر بعض محدثین نے جن میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں انہوں نے ان دونوں روایتوں پر کلام کیا۔

ثنایعنی سبحانك اللھم پڑھنا نماز میں سنت ہے۔باقی کلام گزشتہ باب میں ملاحظہ فرمالیجئے وہاں بحث کردی ہے۔

☆ قولہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مبارکہ اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا کے گھر میں وحی نازل ہوتی تھی اور آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سب سے مشہور اور محبوب ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر بن عویمر ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے دوسال پہلے آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

تین سال پہلے کیا۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں واحد کنواری خاتون تھیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارکہ چھ سال تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

سات سال تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی آپ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت نو سال کی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شادی کیوں نہیں کر لیتے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کس سے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو کنواری سے کرلیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو بیوہ سے کرلیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کنواری کون ہے؟

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جاؤ! ان دونوں سے میرا ذکر کرو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئیں اور حضرت رومان رضی اللہ عنہا سے کہا: اے ام رومان رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کے گھر کیسی خیر اور برکت نازل کی ہے۔

انہوں نے کہا: وہ کس طرح۔

اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام دے کر بھیجا ہے۔

انہوں نے کہا:

اس کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح نکاح ہوسکتا ہے حالانکہ وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے؟ تم ٹھہرو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والے ہیں میں ان سے مشورہ کرلوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ پیغام سن کر کہا وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے۔ پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ عرض کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جاؤ جاکر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہو کہ وہ میرے دین اسلام میں بھائی ہیں اور ان کی بیٹی کا مجھ سے نکاح جائز ہے۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں۔

انہوں نے کہا:

رسول اللہ ﷺ کو بلاؤ۔ حضور انور ﷺ تشریف لے آئے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال کی تھی۔

عروہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیئے اور تحفے اس دن پیش کرتے تھے جس دن حضور انور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

پھر میری سوکنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں اور کہا:

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہدیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن پیش کرتے ہیں اور ہم بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح خیر چاہتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے یہ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں سے فرمائیں کہ میں جس گھر میں بھی ہوں وہ اپنے ہدیے پیش کر دیا کریں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

حضور انور ﷺ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ میں نے دوبارہ ذکر کیا۔ آپ نے دوبارہ اعراض فرمایا جب میں نے تیسری بار ذکر کیا۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا! مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملہ میں اذیت مت دو کیونکہ بخدا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا تم میں سے کسی زوجہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا۔

میں نے واپسی میں حضور انور ﷺ کے پاس جا کر کہا۔

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا)

میں نے پوچھا: مردوں میں کون؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (حضرت) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کا باپ۔

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے بارے میں سوال کرتے تھے۔

عطاء بن رباح فرماتے ہیں کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں اور عام مسائل میں آپ رضی اللہ عنہا کی رائے سب سے زیادہ درست ہوتی تھی۔

عروہ نے کہا:

میں نے فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں دیکھا۔ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں صرف قصہ افک ہی ہوتا تو وہی کافی تھا کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق قرآن مجید میں آیات نازل ہوئیں جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔ سترہ رمضان المبارک 57ھ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔

ایک قول یہ ہے کہ 58ھ میں ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا ان کو رات کے وقت بقیع میں دفن کر دیا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہا کے پانچ بھانجوں اور بھتیجوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا تو اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ (اسد الغابہ: جز: 5، ص 501 تا 504)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر آپ رضی اللہ عنہا کی ماں ام رومان بنت عامر ابن عویمر ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح کا پیغام دیا نبوت کے دسویں سال مکہ معظمہ میں آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا یعنی ہجرت سے تین سال پہلے 2 دو ہجری شوال میں مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف صرف نو برس تھی۔ نو سال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال تھی آپ رضی اللہ عنہا کے سواء کسی کنواری بیوی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہیں کیا۔ بے مثال عالمہ، فقیہ، فصیحہ، فاضلہ تھیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث مبارکہ روایت فرمائیں۔ تاریخ عرب پر بڑی خبر تھی۔ اشعار عرب پر بڑی نظر تھی۔ مدینہ منورہ میں 17 سترہ رمضان المبارک منگل کی رات وفات ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی تھی کہ

مجھے رات میں دفن کیا جاوے آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مروان بن حکم کی طرف سے اس وقت مروان مدینہ کے حاکم تھے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت تھا۔

مترجم کہتے ہیں کہ

صرف آپ رضی اللہ عنہا کے بستر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کرتے تھے آپ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا تو سورہ نور کی قریباً اٹھارہ آیتیں آپ رضی اللہ عنہا کی برأت میں نازل ہوئیں یعنی حضرت مریم اور حضرت یوسف علیہ السلام کو

بہتان لگا تو بچے گواہ مگر محبوبہ محبوب رب العالمین کو بہتان لگا تو خود رب تعالیٰ گواہ رضی اللہ عنہا۔

یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ
ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

خلاصہ تہذیب میں ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس احادیث مبارکہ مروی ہیں جن میں ایک سو چوہتر متفق علیہ ہیں یعنی بخاری، مسلم دونوں کی روایات اور چون احادیث مبارکہ صرف بخاری کی ہیں اڑسٹھ احادیث مبارکہ صرف مسلم کی۔

عروہ فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو اشعار کا عالم نہ پایا۔ (مرآۃ المناجیح: ج: 8، ص: 588)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب السَّكْتَةِ عِنْدَ الِافْتِتَاحِ

باب: افتتاح نماز کے وقت سکتہ کرنا

یہ باب افتتاح نماز کے وقت سکتہ کرنے کے حکم میں ہے۔

660 حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ سَمُرَةُ حَفِظْتُ سَكْتَتَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ الْاِمَامُ حَتّٰى يَقْرَاَ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ عِنْدَ الرُّكُوعِ قَالَ فَاَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ قَالَ فَكَتَبُوْا فِيْ ذٰلِكَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ اِلٰى اُبَيٍّ فَصَدَّقَ سَمُرَةَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ كَذَا قَالَ حُمَيْدٌ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَائَةِ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ اَشْعَثَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَسْكُتُ سَكْتَتَيْنِ اِذَا اسْتَفْتَحَ وَاِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَائَةِ كُلِّهَا فَذَكَرَ مَعْنٰى حَدِيْثِ يُوْنُسَ

حسن سے روایت ہے کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے نماز کے اندر دو سکتے حفظ رہے ایک وہ جب امام تکبیر کہے حتیٰ کہ قرأت کرے یا سکتہ کرے اور دوسرا وہ جب فاتحہ اور سورت رکوع کے وقت پڑھے۔ فرمایا کہ حضرت عمران بن حصین نے اس پر انکار فرمایا تو آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف مکتوب لکھا حضرت ابی کی جانب تو حضرت

ابی رضی اللہ عنہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی تصدیق فرمائی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اسی طرح حمید نے اس کے متعلق کہا ہے اور سکتہ ہے جب قرأت سے فارغ ہو جاتے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو جگہ پر سکتے فرماتے ایک جب ابتداء فرماتے دوسرا جب نماز سے کلی طور پر فراغت پا لیتے۔ یونس نے حدیث کا معناً ذکر کیا ہے۔

(معجم الکبیر: ج:7،ص:226، سنن ابن ماجہ: ج:3،ص:80، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:196، سنن دار قطنی: ج:3،ص:412)

661 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ وَعِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ تَذَاكَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ اَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَائَةِ (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ) فَحَفِظَ ذٰلِكَ سَمُرَةُ وَاَنْكَرَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَتَبَا فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ فِيْ كِتَابِهِ اِلَيْهِمَا اَوْ فِيْ رَدِّهِ عَلَيْهِمَا اَنَّ سَمُرَةَ قَدْ حَفِظَ

حسن سے روایت ہے کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے مذاکرہ فرمایا پس حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے حفظ کیے ہیں۔ ایک جب تکبیر کہتے اور سکتہ کرتے دوسرا جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی قرأت سے فراغت پا لیتے۔ یہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو حفظ تھا اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار فرمایا پس دونوں بزرگوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مکتوب روانہ کیا تو انہوں نے ان دونوں کی جانب لکھا کہ بے شک سمرہ کو تحقیق حفظ ہے۔

(معجم الکبیر: ج:18،ص:146، سنن البیہقی الصغریٰ: ج:1،ص:330)

662 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ بِهٰذَا قَالَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ سَكْتَتَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْهِ قَالَ سَعِيدٌ قُلْنَا لِقَتَادَةَ مَا هَاتَانِ السَّكْتَتَانِ قَالَ اِذَا دَخَلَ فِيْ صَلَاتِهِ وَاِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَائَةِ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ وَاِذَا قَالَ (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے حفظ کیے ہیں فرمایا کہ اس کے متعلق سعید نے کہا ہم نے قتادہ سے کہا کہ وہ کون سے سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک جب نماز کو شروع کیا جائے اور دوسرا جب قرأت سے فراغت پا لی جائے پھر فرمایا کہ جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہہ لینے کے بعد۔

(معجم الکبیر: ج:7،ص:211، سنن ابن ماجہ: ج:3،ص:79، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:196، صحیح ابن حبان: ج:5،ص:112)

663 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِی شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ ح و حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عُمَارَةَ الْمَعْنٰى عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَبَّرَ فِی الصَّلٰوةِ سَكَتَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَالْقِرَائَةِ فَقُلْتُ لَهٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَرَاَيْتَ سُكُوْتَكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَالْقِرَائَةِ اَخْبِرْنِیْ مَا تَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِیْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللّٰهُمَّ اَنْقِنِیْ مِنْ خَطَايَایَ كَالثَّوْبِ الْاَبْيَضِ مِنَ الدَّنَسِ اللّٰهُمَّ اغْسِلْنِیْ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے واسطے تکبیر فرما لیتے تو تکبیر اور قرأت کے مابین سکتہ فرماتے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جائیں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکبیر اور قرأت کے مابین خاموش ملاحظہ کرتا ہوں مجھے خبر دیجئے تو آپ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **اللهم باعد بينی وبين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب اللهم انقنی من خطاياى كالثوب الابيض من الدنس اللهم اغسلنی بالثلج والماء والبرد۔**

(سنن ابن ماجہ: جز:3،ص:30،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:329،سنن النسائی: جز:1،ص:109،صحیح ابن حبان: جز:5،ص:76)

تشریح:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سکتہ عند الافتتاح نہیں ہے اسی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ دعا استفتاح کے قائل نہیں جس طرح کہ گزشتہ ابواب میں بحث کر دی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو سکتے ہیں جن میں پہلا سکتہ دعا افتتاح کے واسطے ہے اور دوسرا سکتہ فاتحہ کے بعد ہے مگر دوسرا سکتہ کی جس حالت سے شافعیہ قائل ہیں اس سے ان کا مقصد پورا نہیں ہوتا اس وجہ سے ان کے نزدیک تو یہ دوسرا سکتہ امام اس وجہ سے ہے تا کہ مقتدی فاتحہ کی قرأت کر سکیں مگر اس کے واسطے تو لمبا سکتہ ضرورت پڑے گا جس کا روایات سے کوئی اثبات نہیں۔ اور احناف کے نزدیک سکتہ امام صرف آمین کہنے کے واسطے ہے کیونکہ ہمارے نزدیک آمین سری آواز سے کہنا ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن سمره رضى الله عنه**

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ حافظ قرآن تھے آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ مروی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ انصار کے حلیف تھے حافظ قرآن تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے فیوض پائے۔ 59 انسٹھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8، ص:384)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ لَمْ يَرَ الْجَهْرَ بِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

باب: جن کے نزدیک بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ جہر سے نہیں پڑھنا

یہ باب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ جہر سے نہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

664 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَانُوْا يَفْتَتِحُونَ الْقِرَاءَةَ بِ (الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے قرأت کی ابتداء فرماتے۔

(معجم الاوسط: ج:2، ص:16، سنن ابن ماجہ: ج:3، ص:41، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2، ص:52، سنن ترمذی: ج:1، ص:416)

665 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ اَبِي الْجَوْزَاءِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ بِ (الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) وَكَانَ اِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَاْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلٰكِنْ بَيْنَ ذٰلِكَ وَكَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّاتُ وَكَانَ اِذَا جَلَسَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عَقِبِ الشَّيْطٰنِ وَعَنْ فَرْشَةِ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلٰوةَ بِالتَّسْلِيمِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر سے نماز کی ابتداء فرماتے اور قرأت کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے ساتھ اور جس وقت رکوع فرماتے تو سر اقدس کو اونچا نہ رکھتے نہ نیچا رکھتے بلکہ درمیانی حالت میں رکھتے اور جب رکوع سے سر اقدس اٹھاتے تو سجدہ نہ فرماتے جب تک سیدھا کھڑے نہ ہو جاتے اور جب سجدہ سے سر اقدس اٹھا لیتے تو سجدہ دوسرا نہ فرماتے جب تک سیدھی حالت میں بیٹھ نہ جاتے اور ہر دو رکعات کے بعد

التحیات پڑھتے جب بیٹھتے تو الٹے پاؤں کو بچھا دیتے اور سیدھے پاؤں کو کھڑا کر لیتے اور شیطان کی مانند بیٹھنے سے منع فرماتے اور جانوروں کی مانند بازوؤں کو بچھانے سے منع فرماتے اور نماز کا اختتام سلام کے ساتھ کرتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:113،صحیح ابن حبان: ج:5،ص:65،صحیح مسلم: ج:3،ص:57،مسند احمد: ج:49،ص:59)

666 حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ اٰنِفًا سُوْرَةٌ فَقَرَاَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ حَتّٰى خَتَمَهَا قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْكَوْثَرُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهُ نَهْرٌ وَّعَدَنِيْهِ رَبِّيْ فِي الْجَنَّةِ

مختار بن فلفل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھ پر ابھی ابھی سورت کا نزول ہوا ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ حتیٰ کہ اس کو ختم فرمایا۔ فرمایا کہ تم کیا جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ارشاد فرمایا: وہ ایک نہر ہے جنت میں جس کا میرے رب عزوجل نے وعدہ فرمایا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:245،شعب الایمان: ج:4،ص:11)

667 حَدَّثَنَا قَطَنُ بْنُ نُسَيْرٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الْاَعْرَجُ الْمَكِّيُّ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَذَكَرَ الْاِفْكَ قَالَتْ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ وَقَالَ اَعُوْذُ بِالسَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (اِنَّ الَّذِيْنَ جَآئُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ) الْاٰيَةَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ قَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ جَمَاعَةٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ لَمْ يَذْكُرُوْا هٰذَا الْكَلَامَ عَلٰى هٰذَا الشَّرْحِ وَاَخَافُ اَنْ يَّكُوْنَ اَمْرُ الْاِسْتِعَاذَةِ مِنْ كَلَامِ حُمَيْدٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے واقعہ افک ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے اور چہرہ انور سے کپڑا ہٹا کر تلاوت فرمائی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ان الذين جاء وا بالافك عصبة منكم الایۃ۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے تحقیق اس حدیث کو زہری سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے اس کلام و شرح کا ذکر نہیں فرمایا۔ میں خوف رکھتا ہوں کہ استعاذہ کا امر حمید کے کلام سے ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:43)

یہاں پر چند ابحاث کی جاتی ہیں جو کہ بسم اللہ کے متعلق ہیں۔

بحث اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کے معانی

بائے بسم اللہ متعدد معانی کے لئے آتی ہے۔

علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری متوفی 467ھ لکھتے ہیں:

بسم اللہ میں با مصاحبت اور ملابست کے لئے ہے یعنی شروع کرنے کا فعل اللہ تعالیٰ کے نام ملابس ہے اور اس کے نام کے ساتھ شروع ہے جیسے کہتے ہیں کتبت بالقلم میں نے قلم کے ساتھ لکھا یا اس کا معنیٰ ہے متبر کا بسم اللہ اقراء۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے میں پڑھتا ہوں یا شروع کرتا ہوں۔ (کشاف: جز:1،ص:5)

علامہ بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

تحقیق یہ ہے کہ یہ باء استعانت کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کی مدد سے میں شروع کرتا ہوں۔

(انوار التنزیل علی ہامش عنایۃ القاضی: جز:1،ص:38)

لفظ اللہ کا معنیٰ کیا ہے اور اس کے وصف یا علم ہونے کے متعلق تحقیق یہ ہے۔

علامہ مکی بن ابی طالب لکھتے ہیں۔

لفظ اللہ اصل میں ''الاہ'' ہے پھر اسی پر الف لام داخل کیا گیا تو ''الالاہ'' ہو گیا پھر تخفیف الف کو حذف کیا اور اس کی حرکت پہلے لام پر داخل کر دی اور پہلے لام کا دوسرے لام میں ادغام کر دیا تو یہ لفظ ''اللہ'' ہو گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ اصل میں ''لاہ'' ہے اس پر الف لام داخل کیا اور لام کا لام میں ادغام کیا تو یہ لفظ ''اللہ'' ہو گیا۔

اور خلیل سے منقول ہے کہ

اس کی اصل ''ولاہ'' ہے۔ (مشکل اعراب القرآن)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

''الہ'' کا معنیٰ ہے حیرت زدہ ہونا، کیونکہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال میں غور کرتا ہے تو حیرت زدہ ہو جاتا ہے اور ''لاہ'' سریانی زبان کا لفظ ہے جو چیز بلند اور محجوب ہو اس کو ''لاہ'' کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسانی آنکھوں سے محجوب ہے اور جو چیز اس کے لائق نہ ہو اس سے بلند ہے اور ''ولاہ'' کا معنیٰ ہے بچہ کا خوف زدہ ہو کر ماں کی طرف لپکنا اور تمام مخلوق اپنے مصائب اور پریشانیوں میں گھبرا کر اللہ تعالیٰ کی طرف لپکتی ہے ان وجوہ سے کہا جاتا ہے کہ لفظ اللہ ''الہ'' سے ''لاہ'' سے یا ''ولاہ'' سے بنا ہے۔

ابن اثیر نے کہا:

یہ ''الہ'' سے بنا ہے۔
اور منذری نے کہا:
یہ ''الالہ'' سے بنا ہے۔ (لسان العرب: جز:13، ص:369)
علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی 817ھ لکھتے ہیں:
سیبویہ نے کہا کہ
لفظ اللہ کا ''لاہ'' سے بننا جائز ہے اس کا معنیٰ بلندی اور ارتفاع ہے۔ (قاموس: جز:4، ص:416)
علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی 1205ھ لکھتے ہیں:
زیادہ صحیح یہ ہے کہ لفظ اللہ ذات واجب الوجود کے لئے علم ہے جو کہ تمام صفات کمال کی جامع ہے اور یہ لفظ مشتق نہیں ہے۔
ابن العربی نے کہا:
یہ علم ہے اور الہ حق پر دلالت کرتا ہے اور یہ تمام اسماء حسنیٰ الٰہیہ احدیہ کا جامع ہے۔ (تاج العروس: جز:1، ص:374)
علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:
علامہ سعدالدین تفتازانی اور علامہ عصام الدین نے کہا ہے کہ
لفظ اللہ اس ذات کے لئے علم ہے جو واجب الوجود ہے اور تمام صفات محمودہ کی جامع ہے۔
اور علامہ میر سید شریف نے کہا:
جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک کرنے سے انسان کی عقل حیران اور عاجز و درماندہ ہے اسی طرح کی ذات پر دلالت کرنے والے اسم کی حقیقت کو پانے سے بھی عقلیں حیران اور پریشان ہیں۔
کسی نے کہا: یہ لفظ سریانی ہے۔
کسی نے کہا: یہ عربی ہے۔
کسی نے کہا: یہ وصف اور مشتق ہے۔
کسی نے کہا: علم ہے۔
اور جمہور کا موقف یہ ہے کہ
لفظ اللہ عربی ہے اور علم مرتجل ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام خلیل رحمۃ اللہ علیہ کا یہی نظریہ ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم یہی اسم ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کثیر علماء اور عارفین کا یہی قول ہے۔ (ردالمحتار: جز:1، ص:5)

رحمٰن اور رحیم کے معنیٰ یہ ہیں۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

رحمت اس رقت قلب کو کہتے ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ مرحوم پر احسان کیا جائے۔ کبھی یہ لفظ رقت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی صرف احسان کے معنیٰ میں اور جب رحمت اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو پھر اس کا معنیٰ صرف احسان اور افضال ہے نہ کہ رقت قلب اور جب رحمت آدمیوں کی صفت ہو تو پھر اس کا معنیٰ رقت اور شفقت ہے۔ رحمان کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رحمان کا معنیٰ ہے وہ ذات جس کی رحمت ہر چیز کو محیط ہو اور اس معنیٰ کا مصداق اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اور رحیم کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے غیر پر بھی ہوسکتا ہے کیونکہ رحیم کا معنیٰ ہے جو بہت رحم کرتا ہو، قرآن مجید میں رحیم کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہے اور رسول اللہ ﷺ پر بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌO (الحج:65)

بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر نہایت مہربان اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اور سیدنا محمد ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌO (التوبہ:128)

بے شک تمہارے پاس تمہی میں سے ایک عظیم رسول آئے جن پر تمہارا مشقت میں مبتلا ہونا سخت دشوار ہے وہ تمہاری بھلائی پر بہت حریص ہیں اور مومنوں پر نہایت مہربان اور بہت رحم فرمانے والے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ دنیا میں رحمٰن ہے کیونکہ دنیا میں اس کا احسان مومنوں اور کافروں دونوں پر ہے اور آخرت میں رحیم ہے کیونکہ آخرت میں احسان صرف مومنوں پر ہوگا کافروں پر نہیں ہوگا۔ (المفردات: ص:192)

بحث ثانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آیت قرآنی ہے یا نہیں

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سورہ نمل کی یہ آیت "اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO" (النمل:30) قرآن مجید کا جز ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے جو آیت کریمہ نازل ہوئی

وہ اقرا بسم ربك الذی خلق ہے۔

مسعودی نے حارث کلبی سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ پہلے مکاتیب کی ابتداء میں باسمك اللھم لکھتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا ط (ھود:41) تو آپ بسم اللہ لکھنے لگے پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط (الاسراء: 110) تو آپ بسم اللہ الرحمٰن لکھنے لگے۔

سنن ابوداؤد میں روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کو اس وقت تک نہیں لکھا جب تک کہ سورہ نمل نازل نہیں ہوئی اور جب نبی کریم ﷺ نے صلح نامہ حدیبیہ لکھوایا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: لکھو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو سہیل نے کہا:

"باسمك اللھم" لکھو کیونکہ ہمارے نزدیک رحمٰن معروف نہیں ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پہلے قرآن مجید میں نہیں تھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سورہ نمل میں نازل کیا۔ (احکام القرآن: ج:1،ص:8)

بحث ثالث

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سورہ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سورہ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں۔ قراء کوفیہ نے اس کو سورہ فاتحہ کی ایک آیت قرار دیا ہے اور قراء بصریہ نے اس کو سورہ فاتحہ کی آیات سے شمار نہیں کیا۔ ہمارے اصحاب (احناف) سے یہ تصریح منقول نہیں ہے کہ یہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے۔ البتہ ہمارے شیخ ابوالحسن کرخی نے فقہاء احناف کا یہ مذہب نقل کیا ہے کہ بسم اللہ کو نماز میں جہراً نہیں پڑھا جائے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ فقہاء احناف کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت نہیں ہے ورنہ اس کو بھی جہراً پڑھا جاتا جیسے سورہ فاتحہ کی باقی آیات کو جہراً پڑھا جاتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

میرے اور میرے بندے کے درمیان صلوٰۃ کو نصف نصف تقسیم کر دیا گیا ہے نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندہ کے لئے ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے۔ پس جب بندہ کہتا ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بندہ نے میری حمد کی اور جب بندہ کہتا ہے "الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بندہ نے میری تعظیم کی یا میری ثنا کی اور جب بندہ کہتا ہے کہ "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ نے خود کو میرے حوالے کر دیا اور جب بندہ کہتا ہے "اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے پھر میرا بندہ کہتا ہے "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" اخیر سورت تک، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ کے لئے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے۔ (احکام القرآن: جز:1، ص8 تا 9)

علامہ موفق الدین ابن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے اس لیے نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو آہستہ پڑھا جائے گا اور جہراً قرأت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے شروع کی جائے گی۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بسم اللہ سورت فاتحہ کا جز ہے اس لیے جہری نماز میں بسم اللہ کو بھی الحمد کے ساتھ بلند آواز سے پڑھا جائے گا۔ (المغنی: جز:1، ص:285)

نیز اسی باب کی حدیث نمبر 665 امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر واضح دلیل ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھا جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہری نماز میں قرأت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے شروع کرتے تھے۔ اس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نماز اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے شروع کرتے تھے۔

(صحیح بخاری: جز:1، ص:103)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس حدیث مبارکہ کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے مراد سورہ فاتحہ ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرأت سورۃ فاتحہ سے شروع کرتے تھے اور بسم اللہ چونکہ سورہ فاتحہ کی جز ہے تو قرأت بسم اللہ سے شروع کرتے تھے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی میں صراحۃً بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے سے منع کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میرے والد محترم نے نماز میں مجھ سے بسم اللہ کو جہراً سنا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اے بیٹے بدعت سے بچو اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ بدعت کو برا جانتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں اور میں نے ان میں سے کسی سے بسم اللہ کو پڑھتے نہیں سنا جب تم نماز پڑھو تو بسم اللہ نہ پڑھا کرو بلکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے قرأت شروع کرو۔

(جامع ترمذی: جز:1،ص:57)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو نماز میں آہستہ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کو جہری نماز میں بلند آواز سے پڑھنا چاہئے جس کے ثبوت میں یہ احادیث مبارکہ ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی اور میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا کہ انہوں نے بلند آواز سے بسم اللہ پڑھی ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ

وہ سب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو آہستہ پڑھتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو آہستہ پڑھا کرتے تھے۔ (المغنی: جز:1،ص 284 تا 285)

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ نماز سری ہو یا جہری ہر حال میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آہستہ آواز میں پڑھیں گے اور جہری نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر قرأت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے پڑھیں گے اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو آہستہ پڑھنا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کو بلند آواز سے پڑھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔

بحث رابع

ہر سورت کے اول میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ جز ہے یا نہیں

اس بارے میں فقہاء کرام وعلماء کرام کے مذاہب بیان کیے جاتے ہیں۔

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی متوفی 885ھ لکھتے ہیں:

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ کے سوا ہر سورت اول میں بسم اللہ اس سورت کا جز نہیں ہے۔

(الانصاف: جز:2،ص:48)

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی مالکی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:

اس پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ سورہ نمل میں بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کتاب اللہ کی آیت ہے اور ہر سورت کی ابتداء میں اس کے آیت ہونے میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ ہر سورت کی ابتداء میں یہ آیت نہیں ہے اس کو اس لیے ذکر کیا گیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں سے سورت شروع ہوئی ہے۔

(احکام القرآن: جز:1،ص:5)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص نے یہ قول نہیں کیا کہ بسم اللہ سورہ کوثر کی آیت ہے اور نہ اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:157)

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اوائل سورہ میں بسم اللہ قرآن کا جز ہے کیونکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سوئے ہوئے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے سر اقدس اٹھایا۔

ہم نے استفسار کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس بات پر ہنس رہے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَo فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْo اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُo

(الکوثر) (شرح للنواوی: جز:1،ص:172)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا اوائل سورہ میں بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ان سورتوں کی ایک آیت ہے یا نہیں؟ ہمارے نزدیک ہر سورت کے اول میں جو "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" ہے وہ اس سورت کی آیت نہیں ہے کیونکہ اس سورت کے ساتھ بسم اللہ کو جہراً نہیں پڑھا جاتا۔ نیز جب یہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے تو اسی طرح باقی سورتوں کی بھی جز نہیں ہے کیونکہ یہ کسی کا

قول نہیں ہے کہ یہ سورۂ فاتحہ کی جز نہیں ہے اور باقی سورتوں کی جز ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ

ہر سورت سے پہلے ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' اس سورت کی ایک آیت ہے اور ان سے پہلے یہ قول کسی نے نہیں کیا۔ اس سے پہلے صرف یہ اختلاف تھا کہ یہ سورہ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں۔ اوائل سورہ سے پہلے ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کے جز نہ ہونے کے یہ دلائل ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

اس کا کیا سبب ہے کہ آپ نے سورہ توبہ اور سورہ انفال کو سات بڑی سورتوں میں رکھا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے دو سورتوں کے درمیان بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہیں لکھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی آیات نازل ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لکھنے والے کو بلاتے اور ارشاد فرماتے۔

اس آیت کو فلاں سورت میں رکھو اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یا دو آیتیں نازل ہوتیں تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح فرماتے۔ سورہ انفال اس وقت نازل ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع شروع مدینہ منورہ میں آئے تھے اور سورہ توبہ قرآن کی آخری سورتوں میں سے ہے اور سورہ انفال کا مضمون سورہ توبہ کے مضمون کے مشابہ تھا تو میں نے یہ گمان کیا کہ یہ اس کے ساتھ لاحق ہے اس لیے میں نے ان دونوں کو سات بڑی سورتوں میں رکھا اور ان کے درمیان ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کی سطر نہیں لکھی۔

اس حدیث مبارکہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ تصریح کی ہے کہ ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کسی سورت کا جز نہیں ہے اور وہ سورت سے پہلے بسم اللہ کو صرف دو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے لکھتے تھے۔ نیز اگر ہر سورت سے پہلے بسم اللہ اس سورت کا جز ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے ہر شخص کو اس کا علم ہوتا جیسا کہ دوسری آیات کا سب کو بغیر کسی نزاع کے علم ہے۔

دوسری دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قرآن عظیم میں ایک سورت کی تیس آیتیں ہیں جو اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہیں گی حتیٰ کہ اس کی مغفرت کر دی جائے گی ''تبارک الذی بیدہ الملک'' اور تمام قراء وغیرہ کا اس پر اتفاق ہے کہ سورہ ''تبارک الذی'' میں ''بِسْمِ اللّٰہِ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ " کے علاوہ تیس آیتیں ہیں، اگر بسم اللہ اس سورت کا جز ہو تو اس سورت کی اکتیس آیتیں بن جائیں گی اور یہ نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کے خلاف ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ

تمام قراء اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ سورہ کوثر کی تین اور سورہ اخلاص کی چار آیتیں ہیں۔ اگر بسم اللہ کو ان سورتوں کا جز مانا جائے تو پھر ان کی آیتوں کی تعداد چار اور پانچ ہو جائے گی اور یہ ان کے اتفاق کے خلاف ہے۔

(احکام القرآن: جز:1، ص9 تا11)

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ نے سورہ فاتحہ سے پہلے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو نماز میں جہراً نہیں پڑھا تو ثابت ہو گیا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا یا کسی بھی سورت کا جز نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سورت کا جز ہوتی تو آپ سورۃ سے پہلے اس کو جہراً پڑھتے۔ کیا یہ معلوم نہیں کہ سورہ نمل میں جو بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مذکور ہے اس کو جہر سے پڑھنا واجب ہے اور یہ ثابت ہے کہ جس طرح نماز میں ثناء اور اعوذ باللہ کو آہستہ پڑھا جاتا ہے اسی طرح بسم اللہ کو بھی آہستہ پڑھا جاتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو جہاں بھی لکھا جائے وہ قرآن مجید کی آیت ہے اس کے باوجود وہ ہر سورت کا جز نہیں ہے بلکہ ہر سورت کے شروع میں ایک آیت لکھی گئی ہے اور ہر سورت سے پہلے ایک الگ آیت کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ آپ نے اس وقت بسم اللہ کی تلاوت کی جب آپ پر اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ نازل ہوئی۔

اس بناء پر شیخ حافظ الدین نسفی نے کہا ہے کہ

یہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل ہوئی ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کسی سورت کا فصل اس وقت پہچانتے تھے جب آپ پر بسم اللہ نازل ہوتی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ

آپ کسی سورت کا اختتام اسی وقت پہچانتے تھے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم نے شیخین کی شرط پر روایت کیا ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی کریم ﷺ کا سورہ کوثر سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ وہ سورت کی جز ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سورت کے اول میں بسم اللہ ہے بلکہ یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ ایک الگ آیت ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حدیث بدء الوحی میں ہے۔ فرشتہ نے نازل ہو کر آپ سے تین بار کہا۔

پڑھے پھر کہا "اقرأ باسم ربك الذی خلق" اگر بسم ہر سورت سے پہلے ایک آیت ہوتی تو فرشتہ آپ سے کہتا پڑھے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اقرأ باسم ربك الذی خلق ۔ نیز اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قرآن مجید کی ایک سورت نے ایک شخص کی شفاعت کی حتیٰ کہ اس کی مغفرت کردی گئی اور وہ ہے تبارك الذی بیدہ الملك۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

یہ حدیث مبارکہ حسن ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اپنی سند میں اور امام ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اگر بسم اللہ ہر سورہ کے اول میں ہوتی تو آپ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تبارك الذی بیدہ الملك فرماتے۔ (عمدۃ القاری: جز:5،ص:292)

بحث خامس

بسم اللہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رمز اور اشارہ

علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

الف بسیط اور مطلق ہے اور وہ اپنی بساطت اور اطلاق کی وجہ سے اللہ عزوجل کی ذات مطلقہ پر دلالت کرتا ہے اور الف کے بعد باء ہے اور یہ تمام تعینات پر مقدم ہے سو باء اپنے تعین اول کے لحاظ سے حقیقت محمدی پر دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح بسم اللہ کی باء میں ذات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف اشارہ ہے اور باء پر کسرہ ہے اور اس سے آپ کی صف رحمت کی طرف اشارہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۝ (الانبیاء:107)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے صرف بہ طور رحمت بھیجا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ۝ (التوبہ:128)

اور مومنوں پر نہایت مہربان اور بہت رحم فرمانے والے ہیں۔

اس میں یہ رمز ہے کہ جن پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں اگرچہ وہ

صاحب خلق عظیم ہیں اوران کا ہر وصف اعلیٰ ہے لیکن ان پر صفت رحمت کا غلبہ ہے وہ رَءُوفٌ رَّحِیمٌ ہیں اور جس کی طرف وہ دعوت دے رہے ہیں وہ الرحمٰن الرحیم ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی ہر سورت سے پہلے بسم اللہ ہے اور اس میں آپ کی صفت رحمت کی طرف اشارہ ہے سورۂ توبہ کی ابتداء میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی وہ براءۃ سے شروع ہے اور باء سے آپ کی ذات اور باء کی فتح سے آپ کی صفت جلال کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ ایک سو تیرہ سورتوں میں بسم اللہ کے ذکر سے آپ کی رحمت کی طرف اشارہ ہے اور ایک سورت میں براۃ کی نصب سے آپ کے غضب کی طرف اشارہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر سورت کی لوح جبیں پر حقیقت محمدی کی طرف رمز ہے ایک سو تیرہ سورتوں میں آپ کے جمال کی طرف اور ایک سورت میں آپ کے جلال کی طرف اشارہ ہے۔ (روح المعانی: جز: 1، ص 51 تا 52)

بحث سادس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے فوائد اور حکمتیں واحکام

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی انگوٹھی دی اور ارشاد فرمایا:

اس میں "لا الہ الا اللہ" لکھواؤ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نقاش سے کہا:

اس میں "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھ دو۔

جب نبی کریم ﷺ کو وہ انگوٹھی پیش کی تو اس میں لکھا ہوا تھا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق ۔

آپ ﷺ نے پوچھا:

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ زیادہ (کس طرح لکھا ہوا ہے)؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ! میں نے آپ ﷺ کے نام کو اللہ تعالیٰ کے نام سے جدا کرنا پسند نہیں کیا اور باقی میں نے نہیں لکھوایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس پر شرمندہ تھے۔

تب حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا:

یارسول اللہ ﷺ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام میں نے لکھا ہے کیونکہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ محمد (مصطفیٰ) ﷺ کے نام کو

اللہ عزوجل کے نام سے جدا کرنے پر راضی نہ تھے تو اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جدا کرنے پر راضی نہ تھا اور اس میں یہ نکتہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کو گوارا نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کا مرکز بن جاتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے اس کے نام سے فراق نہ گوارا کرے اور ہر کام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لے وہ کب اللہ تعالیٰ کی عنایات سے محروم ہوگا۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا کہا تو طوفان سے نجات پالی حالانکہ بسم اللہ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کا نصف ہے تو جب ایک بار نصف بسم اللہ کے پڑھنے سے طوفان سے نجات مل گئی تو جو شخص ساری عمر بسم اللہ پڑھتا رہے وہ نجات سے کیسے محروم ہوگا۔

☆ قیصر روم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ اس کے سر میں درد رہتا ہے جس سے افاقہ نہیں ہوتا۔ میرے لیے کوئی دوا بھیج دیجیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس ایک ٹوپی بھیجی وہ اس ٹوپی کو پہن لیتا تو آرام آجاتا اور اس ٹوپی کو اتار دیتا تو پھر سر میں درد شروع ہو جاتا وہ حیران ہوا اور ایک دن اس نے ٹوپی کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک کاغذ تھا جس میں لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

☆ بعض کفار نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا:

آپ ہمیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں آپ ہمیں اسلام کی صداقت پر کوئی نشانی دکھائیے تاکہ ہم بھی اسلام لے آئیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زہر منگوایا اور "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھ کر کھالیا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے صحیح سالم کھڑے رہے۔

مجوس نے کہا:

واقعی یہ دین حق ہے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ عذاب کے فرشتے ایک مردہ کو عذاب دے رہے ہیں جب اپنے کام سے واپس لوٹے تو اس قبر میں رحمت کے فرشتوں کو دیکھا جن کے پاس نور کے طباق تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس سے تعجب ہوا۔ انہوں نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام)! یہ شخص گناہ گار تھا اور جب یہ مرا تو عذاب میں مبتلا ہوگیا۔ مرتے وقت اس کی بیوی حاملہ تھیں اس کے ہاں بچہ ہوا اس نے اس کو پالا حتیٰ کہ وہ بڑا ہوگیا اس نے اس کو مکتب میں داخل کیا وہاں اس کو معلم نے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھائی تو مجھے حیا آئی کہ جو بچہ زمین کے اوپر میرا نام لے رہا ہے اس کے باپ کو میں زمین کے نیچے عذاب میں مبتلا رکھوں۔

☆ سورہ توبہ میں قتال کا ذکر ہے لہذا اس سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھی گئی اور ذبح سے پہلے بسم اللہ، اللہ اکبر کہا جاتا ہے "بِسْمِ

اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ''نہیں کہا جاتا کیونکہ ذبح کے وقت رحمت کا ذکر مناسب نہیں ہے تو جو شخص ہر روز سترہ مرتبہ فرض نمازوں میں ''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ '' پڑھے گا وہ کب عذاب میں مبتلا ہوگا۔ (تفسیر کبیر: ج:1،ص 87 تا 89)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

کھانے پینے، ذبح کرنے، جماع کرنے، وضو کرنے، کشتی میں سوار ہونے غرض ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَکُلُوۡا مِمَّا ذُکِرَ اسۡمُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ (الانعام:118)

تو اس سے کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔

وَ قَالَ ارۡکَبُوۡا فِیۡہَا بِسۡمِ اللّٰہِ مَجۡرٖہَا وَ مُرۡسٰہَا (ھود:41)

اور نوح نے کہا: اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور رکنا اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دروازہ بند کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو، چراغ گل کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو، برتن ڈھانکتے ہوئے بسم اللہ پڑھو اور مشک کا منہ بند کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھو۔

اور ارشاد فرمایا:

اگر تم میں سے کوئی شخص عمل تزویج کے وقت کہے۔ اے اللہ عزوجل! ہم کو شیطان سے محفوظ رکھ اور جو ہم کو عطا فرمائے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ تو اگر اس عمل میں ان کے لئے اولاد مقدر کی جائے گی تو اس کو شیطان کبھی ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔

اور آپ نے عمر بن ابی سلمہ سے ارشاد فرمایا:

اے بیٹے! بسم اللہ پڑھو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا:

شیطان ہر کھانے کو حلال کر لیتا ہے ماسوا اس کھانے کے جس پر بسم اللہ پڑھی گئی ہو۔

حضرت عثمان بن ابی العاص نے آپ سے شکایت کی کہ جب سے وہ اسلام لائے ہیں ان کے جسم میں درد رہتا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

تین بار بسم اللہ پڑھو اور سات بار یہ پڑھو۔

اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد و احاذر

یہ تمام احادیث مبارکہ صحیح ہیں۔

اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب بنو آدم بیت الخلاء میں داخل ہوں تو ان کی شرم گاہوں اور شیاطین کے درمیان بسم اللہ حجاب ہے۔

اور امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تو پہلے بسم اللہ پڑھتے پھر اپنے ہاتھوں پر پانی ڈالتے۔ (جز:1،ص97تا98)

☆ ہر نیک اور صحیح کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی انسان کو عادت پڑ جائے تو پھر اس کا برے کاموں سے باز رہنا زیادہ متوقع ہوگا کیونکہ اگر وہ کسی وقت خواہش نفس سے مغلوب ہو کر برائی میں ہاتھ ڈالے گا تو عادۃً اس کے منہ سے بسم اللہ نکلے گی اور پھر اس کا ضمیر اس کو سرزنش کرے گا۔

☆ انسان اسی کا نام بار بار لیتا ہے جس سے اس کو محبت ہوتی ہے اس لیے جو انسان ہر صحیح کام کے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے یہ اس کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی دلیل ہے۔

☆ علامہ قرطبی راقم ہیں کہ

سعید بن ابی سکینہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" لکھتے دیکھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اس کو خوبصورت لکھو کیونکہ ایک شخص نے بسم اللہ کو خوبصورت لکھا تو اس کو بخش دیا گیا۔

☆ سعید بن ابی سکینہ نے روایت کیا ہے کہ

ایک شخص نے کاغذ کو دیکھا اس میں "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" لکھی ہوئی تھی اس نے اس کو اٹھا کر بوسہ دیا اور اس کو اپنی آنکھوں پر رکھا تو اس کو بخش دیا گیا۔

☆ بشر حافی پہلے ایک ڈاکو تھے انہوں نے راستہ میں ایک کاغذ دیکھا جو لوگوں کے پیروں تلے آرہا تھا۔ انہوں نے اس کاغذ کو اٹھایا تو اس میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا تھا۔ انہوں نے بہت قیمتی خوشبو خریدی اور اس کاغذ پر وہ خوشبو لگائی اور اس کو حفاظت کے ساتھ رکھ دیا۔ رات کو خواب میں انہوں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا اے بشر! تم نے میرے نام کو خوشبو میں رکھا ہے میں تم کو دنیا اور آخرت میں خوشبودار رکھوں گا اس کے بعد انہوں نے توبہ کی اور ولی کامل بن گئے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جو شخص چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کے انیس فرشتوں سے نجات دے وہ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھے تاکہ اللہ تعالیٰ بسم اللہ کے ہر حرف کے بدلہ اس کو جہنم کے ایک فرشتہ سے محفوظ رکھے کیونکہ بسم اللہ کے انیس حرف ہیں۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:1،ص91تا92)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ کو مقدم کرکے ہمیں یہ ادب سکھایا ہے کہ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے تمام اقوال، افعال اور مہمات کو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے شروع کیا کریں۔ (جامع البیان: جز: 1،ص:38)

علامہ سید احمد طحطاوی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے احکام شرعیہ کے بیان میں راقم ہیں۔

1-ذبح کرتے وقت، شکار کی طرف تیر پھینکتے وقت اور شکاری کتا چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔

البحر الرائق میں لکھا ہے کہ

بسم اللہ کہنا ضروری نہیں ہے صرف اللہ تعالیٰ کا نام لینا شرط ہے۔

اور بعض کتب میں ہے:

''الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ '' نہ کہے کیونکہ ذبح کے وقت رحمت کا ذکر مناسب نہیں ہے۔

2-قنیہ میں لکھا ہے کہ

ہر رکعت میں ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ '' پڑھنا واجب ہے اور اس کے ترک سے سجدہ سہو کرنا لازم ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ سنت ہے۔

3-وضو کی ابتداء میں ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ '' پڑھنا سنت ہے، استنجاء سے پہلے اور بعد بھی۔ لیکن حالت استنجاء اور حمل نجاست میں نہ پڑھے۔ اگر وضو کے شروع میں ''بسم اللہ'' پڑھنا بھول گیا تو دوران وضو جب بھی یاد آئے بسم اللہ پڑھ لے۔ وضو کے اول میں ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' پڑھنا سنت ہے اور درمیان میں پڑھنا مستحب ہے۔

4-کھانے کی ابتداء میں ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ '' پڑھنا سنت ہے اگر بھول گیا تو درمیان میں پڑھنا بھی سنت ہے اور درمیان میں یوں پڑھے۔

بسم اللہ اولہ و اخرہ

5-سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔

6-کسی کتاب کے شروع میں اور ہر نیک اور اہم کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔

7-قرآن مجید کی تلاوت سے پہلے ''اعوذ باللہ'' کے بعد ''بسم اللہ'' پڑھنا مستحب ہے۔

8-مشتبہ چیز کھاتے وقت ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ '' پڑھنا مکروہ ہے۔ جمہور کے نزدیک تمباکو نوشی کے وقت بھی بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے۔

9-سورہ انفال کے بعد سورہ توبہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر سورہ توبہ سے ہی پڑھنا شروع کیا ہے تو پھر بعض مشائخ کے نزدیک بسم اللہ مکروہ نہیں ہے۔

10- اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور دیگر کاموں کے وقت بسم اللہ پڑھنا مباح ہے۔

11- خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ

اگر کسی شخص نے شراب پیتے وقت یا حرام کھاتے وقت یا زنا کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو وہ کافر ہو جائے گا یہاں حرام سے مراد حرام قطعی ہے کیونکہ کسی کام کے شروع میں اللہ تعالیٰ سے استعانت اور برکت حاصل کرنے کے لئے بسم اللہ پڑھی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد اسی کام میں حاصل کی جائے گی جس کام کو اس نے جائز کیا ہو اور اس پر وہ راضی ہو اس لیے کسی حرام کام پر بسم اللہ پڑھنا اس کو حلال قرار دینے کے مترادف ہے اور حرام کو حلال قرار دینا کفر ہے۔

12- جنبی اور حائض کے لئے بہ طور قرآن "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پڑھنا حرام ہے البتہ بطور ذکر اور برکت حاصل کرنے کے لئے پڑھنا جائز ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: جز:1 ص 5 تا 6)

بحث سابع

نماز میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سراً پڑھی جائے گی یا جہراً؟

نماز میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سراً پڑھی جائے گی یا جہراً اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے لہٰذا یہاں پر فقہاء کرام کا اختلاف بیان کیا جاتا ہے۔

فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ میں یہ دلیل ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ہے اور آخری تین آیات میں بندہ کے سوال اور دعا ہیں اور ایک آیت درمیان میں ہے: اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ o اور اسی طرح یہ سات آیات ہیں۔ اگر بسم اللہ بھی سورہ فاتحہ میں ہوتی تو ثناء کی چار آیات ہوتیں اور بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سورۃ فاتحہ نصف نصف تقسیم نہ ہوتی حالانکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ سورہ فاتحہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان نصف تقسیم کی گئی ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ

بندہ کہتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ نے میرا ذکر کیا۔

یہ محمد بن سمعان کی روایت ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس نے اس زیادتی میں تمام حفاظ اور ثقات کی مخالفت کی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: جز:2، ص:150)

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

نماز میں قرأت کے افتتاح کے وقت بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ نے فرض نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور سورت سے پہلے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنے سے منع کیا ہے آہستہ سے نہ بلند آواز سے، اور نفلی نمازوں میں جائز کہا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ، ثوری اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے کہ

سورہ فاتحہ کے ساتھ ہر رکعت میں پست آواز سے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا:

جہری نمازوں میں جہر سے بسم اللہ پڑھے اور سری نمازوں میں آہستہ سے بسم اللہ پڑھے۔

ان کے نزدیک یہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ، ابوثور اور ابوعبید کے نزدیک بھی یہ ایک آیت ہے۔آیا امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک یہ سورت کی ایک آیت ہے یا یہ صرف سورہ نمل اور سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے اس میں ان کے دو قول ہیں۔اس کے بعد علامہ ابن رشد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ سے بسم اللہ کے سورہ فاتحہ کے جز نہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔اس کے بعد انہوں نے لکھا ہے کہ قاضی نے امام شافعی رحمۃ اللہ کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ سورہ نمل کے علاوہ بھی اگر بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کسی سورت کا جز ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بیان کر دیتے کیونکہ قرآن مجید تواتر سے منقول ہے اور یہ حجت قاطعہ ہے۔بہرحال بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قرآن مجید کی آیت ہے اور سورہ نمل کا جز ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کا قرآن مجید کا جز ہونا مختلف فیہ ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ اور امام مالک رحمۃ اللہ کے نزدیک جز نہیں ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ اور امام احمد رحمۃ اللہ کے نزدیک جز ہے۔(بدایۃ المجتہد: ج:1،ص89 تا90)

فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک نماز میں سورہ فاتحہ اور ہر سورت سے پہلے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا پڑھنا مشروع ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ یہ کہتے ہیں کہ

نمازی سورہ فاتحہ کی ابتداء میں بسم اللہ نہ پڑھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میرے والد محترم نے مجھے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے ہوئے سنا تو ارشاد فرمایا:

اے بیٹے! یہ بدعت ہے اور تم بدعت سے بچو اور میں نے اپنے والد سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

میں سے کسی کو بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا۔

میرے والد نے کہا:

میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو نماز میں بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا تم بھی نہ پڑھا کرو۔ میں جب نماز پڑھتا ہوں تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ کہتا ہوں۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ نعیم مجمر نے کہا کہ

میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو پڑھا پھر سورہ فاتحہ کو پڑھا پھر کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ نماز پڑھا رہا ہوں۔

اور ابن منذر نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین سے بسم اللہ کو جہراً نہیں سنا وہ بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے اور اس کی صراحت شعبہ اور شیبان کی حدیث میں ہے وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی جہراً بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں پڑھتا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

وہ سب آہستہ سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے تھے۔

اور ابن شاہین نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سراً بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے تھے اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی روایت کا بھی یہی محمل ہے تا کہ احادیث مبارکہ میں تطبیق ہو۔ (المغنی: جز:1،ص:284)

علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی متوفی 885ھ لکھتے ہیں:

بسم اللہ کو نماز میں جہراً نہ پڑھا جائے خواہ ہم اس کو سورہ فاتحہ کا جز کہیں یا نہ کہیں۔ یہی صحیح قول ہے۔ مجد نے اپنی شرح میں اس کی تصحیح کی ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ ترک جہر کی روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ خواہ ہمارے نزدیک یہ سورہ فاتحہ کا ج

ہے۔

ابن حمدان، ابن تمیم، ابن جوزی اور زرکشی وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور اس قول کو مقدم رکھا ہے اور یہی جمہور کا مؤقف ہے۔ابن حامد اور ابوالخطاب نے ایک روایت جہر کی بیان کی ہے بہ شرطیکہ بسم اللہ کو سورہ فاتحہ کا جز کہا جائے۔ابن عقیل نے بھی اس کا ذکر کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

مدینہ منورہ میں جہر کیا جائے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

نفل میں جہر کیا جائے۔

اور شیخ تقی الدین کا مختار یہ ہے کہ

بسم اللہ، اعوذ باللہ اور سورہ فاتحہ کو نماز جنازہ وغیرہ میں کبھی کبھی جہر سے پڑھا جائے۔(الانصاف:جز:2،ص48تا49)

فقہاء شافعیہ کا مؤقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

جو فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے ان کی یہ سب سے واضح دلیل ہے کیونکہ بالاجماع سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں پہلی تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور آخری تین آیتوں میں بندہ کی دعا ہے اور درمیانی آیت بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے اور اس کو شروع اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o سے کیا ہے اگر بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جز ہوتی تو اس سے شروع کیا جاتا۔(شرح للنواوی:جز:1،ص:170)

مزید راقم ہیں۔

سنت یہ ہے کہ جہری نماز میں سورہ فاتحہ اور اس کے بعد کی سورت سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو جہراً پڑھا جائے۔(شرح للنواوی:جز:1،ص:348)

فقہاء احناف کا مؤقف

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی 370ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب (احناف) اور ثوری نے یہ کہا ہے کہ

نماز میں ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' کو آہستہ پڑھا جائے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

بسم اللہ کو نماز میں جہراً پڑھے۔

یہ اختلاف اس وقت ہے جب امام نماز میں جہراً قرأت کرے، اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔

حضرت عمر بن ذر اپنے والد محترم سے روایت فرماتے ہیں کہ

میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بلند آواز سے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی۔

حماد نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے پھر سورہ فاتحہ جہر سے پڑھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

ابراہیم نے کہا کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھتے تھے جہر سے نہیں پڑھتے تھے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھتے تھے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اور مغیرہ نے حضرت ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ

نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا بدعت ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا اعرابیوں کا طریقہ ہے۔

اسی طرح عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

ابووائل بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو جہر سے پڑھتے تھے نہ اعوذ باللہ کو نہ آمین کو۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز میں بسم اللہ کو آہستہ سے پڑھتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ جہر سے بسم اللہ پڑھنے کو بدعت کہتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو اللہ اکبر اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○" کی قرأت سے شروع کرتے تھے اور سلام سے ختم

کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فرض میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو جہراً نہیں پڑھا نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے۔ (احکام القرآن: ج:1، ص16 تا17)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو آہستہ سے پڑھنے والی صرف دو احادیث مبارکہ ہیں 1- ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، 2- دوسری حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اس کے برعکس نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے والی احادیث مبارکہ بہ کثرت ہیں جو تقریباً بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہیں۔ نیز آہستہ پڑھنے والی احادیث مبارکہ ایک واقعہ کی نفی کی احادیث ہیں اور جہر سے پڑھنے والی احادیث مبارکہ ایک واقعہ (جہر) کے اثبات کی احادیث مبارکہ ہیں اور جب نفی اور اثبات تعارض ہو تو اثبات کو نفی پر ترجیح ہوتی ہے۔

اور تیسرا اعتراض یہ ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آہستہ پڑھنے کا انکار بھی منقول ہے کیونکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ سعید بن زید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ پڑھتے تھے۔

تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا:

تم نے مجھ سے ایسی چیز کا سوال کیا ہے جو مجھے یاد نہیں ہے یا کہا جس کا تم سے پہلے کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اس حدیث مبارکہ کی سند صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کثرت اسانید کا اعتبار اس وقت ہوتا ہے جب دلیل صحیح ہو اور بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے اس کے برعکس اخفاء سے متعلق صحیح اور صریح احادیث مبارکہ ہیں۔ نیز احناف کی ایک جماعت کثرت روایات کی وجہ سے حدیث مبارکہ کو ترجیح نہیں دیتے۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ

بسم اللہ کو آہستہ سے پڑھنے والی احادیث مبارکہ بھی مثبت ہیں اور ان کی حقیقت اثبات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ سے بسم اللہ پڑھتے تھے اگرچہ صورۃً نفی ہے کہ آپ جہر سے نہیں پڑھتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ قاعدہ بھی مختلف فیہ ہے۔

اور تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے انکار کی حدیث مبارکہ صحیح بخاری کی حدیث مبارکہ کے پائے کی نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دار قطنی کی روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بڑھاپے کی روایت ہو اور بڑھاپے میں انسان بعض باتیں بھول جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری: ج:5،ص290 تا291)

مزید احناف کے موقف پر دلائل درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر:1

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کہتے ہیں کہ میرے والد محترم نے مجھ سے نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے ہوئے سن لیا انہوں نے مجھ سے کہا اے بیٹے یہ بدعت ہے۔ تم بدعت سے بچو اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو بھی اپنے والد محترم سے زیادہ بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا۔

انہوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں میں نے ان میں سے کسی کو بھی نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ سو تم نماز میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہ پڑھا کرو جب تم نماز شروع کرو تو کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ یہ حدیث حسن ہے اس پر خلفاء راشدین اور اکثر اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔ (جامع ترمذی: ص:63)

دلیل نمبر:2

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان میں سے کسی کو نہ سنا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے ہوں۔ (صحیح ابن خزیمہ: رقم الحدیث:494)

دلیل نمبر:3

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں، ان میں سے کسی کو بھی اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھتے نہیں سنا۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1799)

دلیل نمبر:4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ سے قرأت شروع

فرماتے تھے۔(مسند احمد: رقم الحدیث:12156)

دلیل نمبر:5

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:2598)

دلیل نمبر:6

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ سے قرأت شروع فرماتے تھے۔(سنن الدارمی: رقم الحدیث:1240)

دلیل نمبر:7

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ الحمد للہ سے قرأت شروع فرماتے تھے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہ قرأت کے شروع میں ذکر کرتے تھے نہ قرأت کے آخر میں۔(سنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث:2242)

دلیل نمبر:8

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اوراعوذ باللہ اور ربنا لک الحمد آہستہ پڑھا کرتے تھے۔(جامع الرضوی: المعروف بصحیح البہاری: ج:2،ص:378)

دلیل نمبر:9

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

چار چیزوں کو امام آہستہ پڑھے۔

1-بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

2-سبحانک اللھم

3-اعوذ باللہ

4-اور آمین۔(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:2597)

دلیل نمبر:10

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تکبیر سے شروع فرماتے تھے اور قرأت الحمد للہ سے۔(مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:25202)

دلیل نمبر:11

ابوفاختہ سے روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ بسم اللہ اونچی آواز سے نہ پڑھتے تھے الحمد للہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:25201)

دلیل نمبر:12

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ،حضرت ابوبکر،حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o سے شروع فرماتے تھے۔
(صحیح البخاری:جز:1،ص:103)

الحمد للہ عزوجل! احناف کا مؤقف ان دلائل سے بذریعہ اتم ثابت ہوتا ہے اور یہی عقل کا تقاضا ہے کہ بسم اللہ بلند آواز سے نہ پڑھی جائے کیونکہ سورتوں کے اول میں جو بسم اللہ لکھی ہوئی ہے وہ ان سورتوں کا جز نہیں فقط سورتوں میں فصل کرنے کے لئے لکھی گئی۔لہٰذا نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھا جائے گا۔

بحث ثامن

ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھی جائے گی یا نہیں اور سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

اس بارے میں فقہاء کرام کا مؤقف درج ذیل ہے۔
امام ابوبکر احمد بن علی رازی بصاص متوفی 370ھ لکھتے ہیں:
اس میں اختلاف ہے کہ آیا ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھی جائے یا نہیں۔
اسی طرح سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے یا نہیں؟
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ
ہر رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھے۔
اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورت سے پہلے دوبارہ بسم اللہ نہ پڑھے۔
اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بن زیاد نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

جب پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لی ہے تو اب اس نماز میں سلام پھیرنے تک اس پر بسم اللہ پڑھنے کا حکم نہیں ہے اور اگر اس نے ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ پڑھ لی تو مستحسن ہے۔

حسن بن زیاد نے کہا:

اگر وہ مسبوق ہے تو اس کی پہلی رکعت میں اس پر بسم اللہ پڑھنا ضروری نہیں ہے کیونکہ امام پہلی رکعت میں بسم اللہ پڑھ چکا ہے اور امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ (احکام القرآن، جز:1،ص:13)

سوال

نماز میں اعوذ باللہ پڑھنا کیسا؟

جواب

نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جس کو یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

فقہاء شافعیہ کا مسلک

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

دعا استفتاح (ثناء) کے بعد اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا مستحب ہے۔

ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السمیع العلیم مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھے اور ہر اس لفظ کا پڑھنا جائز ہے جس سے یہ معنیٰ حاصل ہو اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نماز سری ہو یا جہری اس کو سراً پڑھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

جہری نماز میں جہراً پڑھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

پڑھنے والے کو اختیار ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

مستحب یہ ہے کہ قطعاً آہستہ پڑھے۔ نیز مذہب یہ ہے کہ ہر رکعت میں اعوذ باللہ پڑھے اور پہلی رکعت میں پڑھنا زیادہ مؤکد ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ (روضۃ الطالبین: جز:1،ص:346)

فقہاء مالکیہ کا مسلک

علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی متوفی 1197ھ لکھتے ہیں:

نفل نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا جائز ہے اور فرض نماز میں مکروہ ہے۔

(الشرح الکبیر: جز: 1، ص: 251)

فقہاء حنبلیہ کا مسلک

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

نماز میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا سنت ہے۔ حسن، ابن سیرین، عطاء، ثوری، اوزاعی، شافعی اور اصحاب رائے کا یہی نظریہ ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

نماز میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ نہ پڑھے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ سے شروع فرماتے تھے۔ (المغنی: جز: 1، ص: 346)

فقہاء احناف کا مسلک

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

نماز میں ثناء کے بعد اعوذ باللہ پڑھنا جمہور علماء کرام کے نزدیک سنت ہے۔

ثوری اور عطا نے یہ کہا ہے کہ

یہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید پڑھنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

ان کا یہ قول اجماع کے خلاف ہے۔ اعوذ باللہ پڑھنے کے محل میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا محل ثناء کے بعد ہے اور یہ قرأت کے تابع نہیں ہے لہٰذا جو شخص بھی ثناء پڑھے گا وہ اعوذ باللہ پڑھے گا کیونکہ اعوذ باللہ دفع وسوسہ کے لئے ہے اور دفع وسوسہ کے سب محتاج ہیں۔ لہٰذا امام اور منفرد جس طرح ثناء کے بعد اعوذ باللہ پڑھیں اسی طرح مقتدی بھی پڑھے اور عید کی نماز میں بھی امام اس کو ثناء کے بعد پڑھے نہ کہ تکبیرات کے بعد۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اعوذ باللہ پڑھنا قرأت کے تابع ہے لہٰذا جو شخص تلاوت قرآن کرے گا وہی اعوذ باللہ پڑھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شَيْطٰنِ الرَّجِيْمِ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

اور مقتدی چونکہ قرأت نہیں کرتا اس لیے وہ اعوذ باللہ نہیں پڑھے گا اور امام اور منفرد چونکہ قرأت کرتے ہیں اس لیے وہ اعوذ

باللہ پڑھیں گے اسی طرح عید کی نماز میں چونکہ قرأت تکبیرات کے بعد شروع ہوتی ہے اس لیے تکبیرات کے بعد اعوذ باللہ پڑھی جائے گی۔ فتاویٰ قاضی خاں، ہدایہ اس کی شروح، کافی، اختیار اور اکثر کتابوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح دی گئی ہے کہ اعوذ باللہ پڑھنا قرأت کے تابع ہے اور ہمارا بھی یہی مختار ہے۔ (غنیۃ المستملی: ص:304)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جب نماز میں قرأت شروع کرے تو اعوذ باللہ پڑھے اگر سورہ فاتحہ مکمل پڑھنے کے بعد اس کو اعوذ باللہ پڑھنا یاد آیا تو اب اس کو چھوڑ دے گا اور اگر سورہ فاتحہ کے دوران اس کو یاد آیا تو اعوذ باللہ پڑھے اور از سر نو سورہ فاتحہ پڑھے اور جب شاگرد استاد کو قرآن مجید سنائے تو اس وقت اعوذ باللہ نہ پڑھے یعنی اس وقت پڑھنا سنت نہیں ہے۔ جب مسبوق اپنی بقیہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو قرأت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھے۔ امام عید کی نماز میں تکبیرات عید کے بعد اعوذ باللہ پڑھے کیونکہ تکبیرات عید کے بعد قرأت شروع ہوتی ہے۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار: جز:1، ص:329)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

اگر سورہ فاتحہ کے دوران اس کو اعوذ باللہ پڑھنا یاد آیا تو اب سورہ فاتحہ کو دوبارہ اعوذ باللہ کے ساتھ پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ سنت کی وجہ سے فرض کو چھوڑ دیا جائے۔ نیز اس سے واجب کا ترک کرنا بھی لازم آئے گا کیونکہ سورہ فاتحہ یا اس کے اکثر حصہ کو دوبارہ پڑھنا سجدہ سہو کا موجب ہے۔ اور فقیہ ابوجعفر نے نوادر میں ذکر کیا ہے کہ نمازی نے اللہ اکبر پڑھنے کے بعد اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھی اور ثناء پڑھنا بھول گیا تو اب ثناء نہ پڑھے۔ اسی طرح اگر اس نے اللہ اکبر کے بعد قرأت شروع کر دی اور ثناء اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو اب ان کو دوبارہ نہ پڑھے کیونکہ ان کا محل فوت ہو گیا اور اس پر سجدہ سہو نہیں ہے۔ اس کو زاہدی نے ذکر کیا ہے۔

ذخیرہ میں یہ مذکور ہے کہ

اگر کوئی شخص بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھے اور اس سے اس کا مقصد قرآن مجید کی تلاوت ہو تو اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھے اور اگر حصول برکت کے لئے بسم اللہ پڑھتا ہے تو پھر اس سے پہلے اعوذ باللہ نہ پڑھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب کوئی شخص شکر ادا کرنے کی نیت سے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o پڑھتا ہے تو پھر اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر قرآن مجید کی تلاوت کا قصد کرتا ہے تو پھر اس سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنا ضروری ہے۔ یہ قاعدہ پڑھنے کے اعتبار سے ہے افعال کے لئے یہ قاعدہ نہیں ہے اس لیے بیت الخلاء جانے سے پہلے اعوذ باللہ من الخبث والخبائث پڑھنا اس قاعدے کے منافی نہیں ہے۔ (ردالمحتار: جز:1، ص:329)

کیا دوسری رکعت میں اعوذ باللہ پڑھے گا؟

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

دوسری رکعت میں نہ ثناء پڑھے گا نہ اعوذ باللہ پڑھے گا کیونکہ ان کا محل اول صلوٰۃ اور اول قرأت ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ نہ پڑھنے سے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ہوتی ہے کہ اعوذ باللہ پڑھنا ثناء کے تابع ہے اور جب دوسری رکعت میں ثناء نہیں پڑھی جائے گی تو اعوذ باللہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ اگر یہ قرأت کے تابع ہوتی جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے تو دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے اعوذ باللہ کو بھی پڑھا جاتا۔ سو اس طریقہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل ہے حالانکہ تمہارے نزدیک امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول مختار ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

جب نمازی نے ایک مرتبہ قرأت سے پہلے اعوذ باللہ کو پڑھ لیا اور قرأت کے درمیان میں کسی اجنبی فعل کو داخل نہیں کیا تو اس کے لئے دوبارہ اعوذ باللہ پڑھنا سنت نہیں ہے اور افعال نماز، قرأت کے حق میں اجنبی نہیں ہیں کیونکہ نماز کے اعتبار سے تمام افعال واحد ہیں لہٰذا اس کی قرأت کے دوران کوئی اجنبی فعل خلل انداز نہیں ہوا اس لیے اب اعوذ باللہ کا تکرار مسنون نہیں ہے۔ (غنیۃ المستملی: ص: 324)

☆ **قوله وهذا حديث منكر**

اس حدیث کے منکر ہونے کی دو وجوہات ہیں۔

1- ایک وجہ یہ ہے کہ حمید راوی اس میں کشف وجہ کا ذکر کر رہا ہے حالانکہ دیگر روایات میں کشف وجہ کا ذکر نہیں ہے۔

2- دوسری وجہ اس روایت میں تعوذ کا ذکر ہے باقی روایتوں میں نہیں ہے۔

اشکال

حمید تو ثقہ راوی ہے منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس میں ضعیف ثقاۃ کی مخالفت کرے۔

جواب

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے منکر فرما کر شاذ مراد لیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

حمید اکثر علماء کے نزدیک تو ثقہ ہے مگر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ضعیف کہا ہے اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد کے فرمان کے مطابق روایت کو منکر فرما دیا۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ جَهَرَ بِهَا

باب: جس نے بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھا

اس باب میں بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھنے کی روایات درج کی گئی ہیں۔

668 اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَوْفٍ عَنْ يَزِيْدَ الْفَارِسِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مَا حَمَلَكُمْ اَنْ عَمَدْتُمْ اِلٰى بَرَائَةَ وَهِيَ مِنَ الْمِئِيْنَ وَاِلَى الْاَنْفَالِ وَهِيَ مِنَ الْمَثَانِيْ فَجَعَلْتُمُوْهُمَا فِي السَّبْعِ الطِّوَالِ وَلَمْ تَكْتُبُوْا بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ عُثْمَانُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَنَزَّلُ عَلَيْهِ الْآيَاتُ فَيَدْعُو بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ لَهُ وَيَقُوْلُ لَهُ ضَعْ هٰذِهِ الْآيَةَ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا وَتَنْزِلُ عَلَيْهِ الْآيَةُ وَالْآيَتَانِ فَيَقُوْلُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَكَانَتِ الْاَنْفَالُ مِنْ اَوَّلِ مَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَتْ بَرَائَةُ مِنْ اٰخِرِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيْهَةً بِقِصَّتِهَا فَظَنَنْتُ اَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ هُنَاكَ وَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطِّوَالِ وَلَمْ اَكْتُبْ بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِيْ ابْنَ مُعَاوِيَةَ اَخْبَرَنَا عَوْفٌ الْاَعْرَابِيُّ عَنْ يَزِيْدَ الْفَارِسِيِّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ بِمَعْنَاهُ قَالَ فِيْهِ فَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا اَنَّهَا مِنْهَا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ الشَّعْبِيُّ وَاَبُوْ مَالِكٍ وَقَتَادَةُ وَثَابِتُ بْنُ عُمَارَةَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْتُبْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حَتّٰى نَزَلَتْ سُوْرَةُ النَّمْلِ هٰذَا مَعْنَاهُ

یزید فارسی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو سورہ برأت جو مئین سے ہے اس پر کون سی وجہ سے آمادہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو سورہ انفال سے پیچھے کر دیا حالانکہ وہ مثانی میں سے ہے اور اس کو سات طویل سورتوں میں ملا دیا اور ان کے درمیان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی سطر کو تحریر نہیں کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آیات کا نزول ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی لکھنے والے کو بلا کر ان کو ارشاد فرماتے کہ اس کو اس آیت کو فلاں لکھ دو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یا دو آیات کا نزول ہوتا تو اسی طرح فرماتے۔ سورہ انفال کا مدینہ منورہ میں پہلے نزول ہوا اور سورت برأت کا آخر میں نزول قرآن سے ہے اور ان دونوں کے قصے میں تشبیہ ہے پس میں نے گمان کیا کہ یہ اسی سے ہے۔ میں نے اس کو

سات طویل سورتوں میں رکھا اور ان دونوں کے مابین بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی سطر تحریر نہیں کی۔ یزید فارسی سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے معناً بیان کیا ہے۔ اس میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری پردہ ہو گیا اور ہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ سورہ برأت سورہ انفال سے ہے۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شعبی، ابو مالک، قتادہ اور ثابت بن عمارۃ نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورہ نمل کے نزول تک بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تحریر نہیں فرماتے تھے۔ یہ اس کا معنیٰ ہے۔

(مستدرک: جز:2، ص:241، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:42، سنن ترمذی: جز:10، ص:353، مسند احمد: جز:1، ص:473)

669 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ وَابْنُ السَّرْحِ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُتَيْبَةُ فِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْرِفُ فَصْلَ السُّورَةِ حَتّٰى تَنَزَّلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ السَّرْحِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فصل سورت نہیں جانتے تھے حتیٰ کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا نزول ہوا یہ لفظ ابن سرح ہیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:669)

تشریح:

سورہ فاتحہ کے بعد پہلی سات سورتیں جن میں ایک سو یا اس سے زیادہ آیتیں ہیں ان کو اسبع الطوال کہا جاتا ہے وہ یہ ہیں۔
1-البقرہ، 2-آل عمران 3-النساء، 4-المائدۃ
5-الانعام، 6-الاعراف 7-اور الانفال۔
اور جن سورتوں میں ایک سو آیتیں ہیں ان کو ذوات المئین کہتے ہیں اور جن میں اس سے کم آیتیں ہیں ان کو مثانی کہتے ہیں اور ان کے بعد مفصل ہیں۔ سورہ حجرات سے سورہ بروج تک طوال مفصل ہیں اور سورہ بروج سے سورہ بینہ تک اوساط مفصل ہیں اور سورہ بینہ سے آخر قرآن تک قصار مفصل ہیں۔ (درمختار و ردالمحتار: جز:1، ص:363)
ہجرت کے بعد اوائل مدینہ منورہ میں الانفال نازل ہوئی اور سورۃ براء یا التوبہ قرآن مجید کی آخری سورت ہے یہ سورت نو ہجری میں نازل ہوئی جس سال غزوہ تبوک ہوا اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آخری سورت جو مکمل نازل ہوئی وہ سورۃ التوبہ ہے اور جو آخری آیت نازل ہوئی وہ آیت الکلالہ ہے۔

(جامع الاصول: رقم الحدیث:8861)

سورۃ برأت نزول کے اعتبار سے آخری سورت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق یہ سورت سورۃ الفتح کے بعد نازل ہوئی اور بہ اعتبار نزول کے اس کا نمبر 114 ہے۔ روایت ہے کہ یہ سورت اوائل شوال 9 ہجری میں نازل ہوئی۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ ذوالقعدہ 9 ہجری میں نازل ہوئی اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ کر چکے تھے اور جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت الانعام کی طرح مکمل یکبارگی نازل ہوئی ہے اور بعض علماء کرام نے یہ ذکر کیا ہے کہ اس سورت کی بعض آیات مختلف اوقات میں نازل ہوئی ہیں اور مکمل یکبارگی نازل ہونے کی یہ توجیہ ہے کہ اس سورت کے نزول کے دوران کوئی اور سورت درمیان میں نازل نہیں ہوئی ہے۔

امام عبدالملک بن ہشام متوفی 218ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

غزوہ موتہ کی طرف لشکر بھیجنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الآخرۃ اور رجب تک قیام فرمایا پھر 8ھ میں بنو بکر نے بنو خزاعہ کے ایک شخص کو قتل کر کے اس کا مال لوٹ لیا اور قریش نے بھی رات کو چھپ کر بنو بکر کے ساتھ مل کر قتال کیا حتیٰ کہ بنو خزاعہ نے حرم میں پناہ لی لیکن قریش اور بنو بکر نے حرم کا بھی احترام نہیں کیا۔

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

جب قریش اور بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور ان کا مال لوٹ لیا اور انہوں نے اس معاہدہ کو توڑ دیا جو ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا۔ تب عمرو بن سالم الخزاعی اور بنو کعب کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عمرو بن سالم تمہاری امداد کر دی گئی ہے۔ قریش نے پھر معاہدہ کی تجدید کے لئے ابوسفیان کو مدینہ منورہ بھیجا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کی تجدید نہیں کی۔ (سیرۃ النبویہ لابن ہشام مع الروض الانف: جز:4، ص:149)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور 8ھ میں مکہ مکرمہ فتح کر لیا پھر 8ھ میں ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس سے زیادہ راتوں تک طائف کا محاصرہ کیا اور ان سے بہت شدید قتال کیا۔ تیروں اور منجنیق سے ان پر حملہ کیا اور طائف کو فتح کر لیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم 9ھ میں غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ تھا اور سورت برأت کی اکثر آیات اسی غزوہ میں نازل ہوئی ہیں۔ (سیرۃ النبویہ لابن ہشام مع الروض الانف: جز:4، ص:320)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ جب آیت نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاتب کو فرماتے اس کو فلاں سورت میں فلاں جگہ لکھ دو جب کوئی سورت مکمل ہو جاتی اور نئی سورت اترنا شروع ہوتی تو بسم اللہ بھی نازل ہوتی۔ سورتوں میں امتیاز پیدا ہو جاتا

لیکن سورہ توبہ یعنی برأت سب سے آخر میں اتری۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا کہ یہ مستقل سورت کا حصہ ہے اس کے ساتھ بسم اللہ نازل بھی نہیں ہوئی اب اس میں دو احتمال ہو گئے ہم نے دونوں احتمالات کا لحاظ رکھا اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی سورت کا حصہ ہونے کے احتمال کو مدنظر رکھ کر اور بیاض چھوڑ دیا مستقل سورت ہونے کے احتمال کو ملحوظ رکھ کر پھر سورہ انفال اور توبہ کو اس واسطے جوڑا کہ ان کے مضامین آپس میں ملتے ہیں۔ پھر انفال سے اگر توبہ کو مقدم کرتے تو سورہ اعراف کے ساتھ جڑ جاتی۔ مضامین اس کے ساتھ نہیں ملتے تو یہ اجتہاد کے خلاف ہوتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

ترتیب نزول کے بھی خلاف ہوتی کیونکہ انفال پہلے نازل ہوئی ہے اور توبہ بعد میں نازل ہوئی ہے۔

☆ **قوله ان النبی ﷺ لم یکتب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حتی نزلت سورة النمل .**

یعنی آپ ﷺ سورتوں کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھواتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ پر سورۂ نمل کا نزول ہوا اس کے بعد آپ ﷺ نے سورتوں کے شروع میں بسم اللہ لکھوانا شروع فرمایا سورۂ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس خط کا تذکرہ ہے جو آپ علیہ السلام نے بلقیس کے نام لکھا تھا جس کے شروع میں **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝ (النمل:30)

بے شک وہ مکتوب سلیمان کی جانب سے ہے اور بے شک وہ اللہ ہی کے نام سے ہے جو بہت بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مکتوب لکھ کر اس پر مشک لگا کر اس کو بند کیا پھر اس پر مہر لگائی اور وہ خط ہدہد کو دے دیا جب وہ خط لے کر اس کے محل میں پہنچا تو وہ سوئی ہوئی تھی اس نے دروازے بند کر کے چابیاں اپنے سرہانے رکھی ہوئی تھیں ہدہد روشن دان سے کمرے میں داخل ہوا اور وہ مکتوب اس کے سینہ کے اوپر پھینک دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

ہدہد نے چونچ مار کر اس کو جگایا تو وہ گھبرا کر اٹھ گئی جب اس نے خط پر مہر لگی ہوئی دیکھی تو وہ کانپنے لگی بلقیس عربی پڑھی ہوئی تھی اس نے مہر توڑ کر خط نکال کر پڑھ لیا۔ (روح المعانی: ج:19 ص:290)

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے پہلے اپنا نام کیوں لکھا؟ اس کی تحقیق کیا ہے۔

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی 754ھ لکھتے ہیں:

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہی اپنے نام کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پر مقدم کیا ہوتا کہ مکتوب کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام بلقیس کے ہاتھوں بے ادبی سے محفوظ رہے کیونکہ اس وقت بلقیس کافرہ تھی تا کہ ظاہر میں مکتوب کا عنوان حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام ہو اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل میں مکتوب کا عنوان اللہ تعالیٰ کا نام ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مکتوب میں پہلے بسم اللہ لکھی ہوئی ہو اور بلقیس نے مکتوب پڑھتے وقت پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام پڑھ کر لوگوں کو یہ بتایا ہو کہ یہ مکتوب کس کی جانب سے آیا ہے۔ (البحر المحیط: ج:4،ص:235)

اشکال

اس حدیث پر یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہیں لکھواتے تھے حتیٰ کہ سورہ نمل نازل ہوئی، پر اشکال یہ ہے کہ اس کے بعد آنے والی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں یہ ہے کہ

کان النبی لا یعرف فصل السورۃ حتی تنزل علیہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ نازل ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی سورت کے شروع ہونے کا علم ہی نزول بسم اللہ سے ہوتا تھا کہ اب یہاں سے سورت شروع ہو رہی ہے؟

جواب

اس پہلی حدیث مبارکہ میں کتابت بسملہ کی نفی ہے نزول کی نفی نہیں سو ہوسکتا ہے کہ بسم اللہ نازل تو ہوتی ہو مگر سورت کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لکھنے کا حکم نہ فرماتے ہوں اور سورہ نمل کے نزول کے بعد کتابت کا حکم فرمانے لگے تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

لم یکتب سے مراد سورتوں کے شروع میں نہیں ہے بلکہ خطوط اور تحریروں کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ نمل کے نزول سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھواتے تھے اور اس سورت کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطوط کے شروع میں بسم اللہ لکھوانے لگے تھے۔ خطوط اور تحریروں میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ لکھواتے تھے وہ یہ ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے:

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خط میں لکھوایا)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث:7)

اور سنن ترمذی میں ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، یہ مکتوب محمد رسول اللہ کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام ہے جو ہدایت کا پیروکار

ہے اس کو سلام ہو اس کے بعد واضح ہو کہ میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام قبول کرلو، سلامتی کے ساتھ رہو گے، اللہ تم کو دوگنا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے پیروکاروں کا بھی تم پر گناہ ہوگا۔

قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (آل عمران:64)

آپ فرما دیجئے! اے اہل کتاب اس بات کو قبول کرلو، جو ہمارے اور تمہارے درمیان اتفاقی ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور ہم میں سے کوئی بھی کسی کو اس کے سوا عبادت کا مستحق نہیں قرار دیں گے اگر وہ اس سے اعراض کریں تو آپ فرمائیے کہ تم گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2717)

اس خط کے اخیر میں مہر لگانے کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب لکھایا مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا آپ سے کہا گیا کہ وہ لوگ صرف اسی مکتوب کو پڑھتے ہیں جس پر مہر لگی ہوئی ہو، سو آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنالی جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقش تھا گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 65)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

مکاتیب کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو لکھنا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ یہ اس آیت کے نزول کے بعد ہے۔

اور یہ کہا گیا ہے کہ

اس آیت کے نزول سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مکتوب کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو نہیں لکھا۔

امام عبد الرزاق وغیرہ نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ

اہل جاہلیت باسمك اللهم لکھتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ (ھود:41) پھر آپ نے بسم اللہ لکھا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ (بنی اسرائیل:110) تب آپ نے لکھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ پھر یہ آیت نازل ہوئی، اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ (النمل:30) آپ نے لکھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ الاتقان میں لکھتے ہیں کہ

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی کون سی آیت نازل ہوئی۔ اس میں کئی اقوال ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اقْرَاْ

بِاسْمِ رَبِّكَ (العلق:1) سب سے پہلے نازل ہوئی۔

دوسرا قول ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ (المدثر:1)

تیسرا قول ہے۔

سورہ فاتحہ

چوتھا قول ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پھر حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میرے نزدیک یہ کوئی الگ قول نہیں ہے کیونکہ ہر سورت کے نزول سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نازل ہوئی لہٰذا جو آیت علی الاطلاق سب سے پہلے نازل ہوئی وہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے اور یہ بات ہمارے موقف کو تقویت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب بھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے شروع ہوتی ہے اور یہی آیت سب سے پہلے نازل ہوئی ہے لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء نبوت میں ہی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا علم ہو گیا تھا۔ اس لیے صحیح یہ ہے کہ آپ ابتداء ہی سے مکاتیب سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھواتے تھے۔

اور جس شخص نے یہ کہا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء نبوت میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا علم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم ہو گیا ہو کہ مکاتیب کی ابتداء میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنا مشروع ہے تو وہ شخص ضرور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ اور مقام سے جاہل ہے۔ (روح المعانی: ج:19، ص291 تا 292)

قوله عن يزيد الفارسي قال سمعت ابن عباس رضي الله عنهما...... الخ

امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ نے فرمایا:

یہ حدیث مبارکہ حسن صحیح ہے اور ہمارے علم کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث مبارکہ کو صرف یزید فارسی نے روایت کیا ہے، نیز امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یزید فارسی یزید بن ہرمز ہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3097)

حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف المزی متوفی 742ھ لکھتے ہیں:

امام عبد الرحمٰن بن ابی حاتم نے کہا ہے کہ

اس میں اختلاف ہے کہ یزید بن ہرمز، یزید فارسی ہے یا نہیں۔

عبد الرحمٰن بن مہدی نے کہا ہے

یزید فارسی ہی ابن ہرمز ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان نے اس کا انکار کیا ہے کہ یہ دونوں ایک ہیں۔ انہوں نے کہا یہ شخص امراء کے ساتھ ہوتا تھا۔

ابوالبلال نے کہا:

یہ شخص عبیداللہ بن زیاد کا منشی تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ

یزید بن ہرمز، یزید فارسی نہیں ہے۔ (تہذیب الکمال: جز:20،ص:394)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

یزید فارسی یزید بن ہرمز نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب: جز:11،ص:321)

سند پر بحث کے علاوہ اس حدیث مبارکہ کا متن بھی مخدوش ہے۔

اعتراض

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ

اگر اس بات کو جائز قرار دیا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں بتایا تھا کہ سورہ توبہ کو سورہ انفال کے بعد رکھا جائے اور بعض سورتوں کی ترتیب وحی کے موافق نہیں کی گئی بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہاد سے ان میں ترتیب قائم کی تھی تو باقی سورتوں میں بھی یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ ان کی ترتیب بھی وحی سے نہ کی گئی ہو بلکہ ایک سورت کی آیات میں بھی یہ احتمال ہوگا کہ ان آیتوں کی ترتیب بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی رائے سے قائم کی ہو اور اس سے رافضیوں کے اس عقیدہ کو تقویت ہوگی کہ قرآن مجید میں زیادتی اور کمی کا ہونا جائز ہے اور پھر قرآن مجید حجت نہیں رہے گا اس لیے صحیح یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وحی سے مطلع ہوکر خود یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اس سورت کو سورہ انفال کے بعد رکھا جائے اور خود نبی کریم ﷺ نے وحی سے مطلع ہوکر سورت کی ابتداء بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ کو نہ لکھنے کا حکم فرمایا تھا۔ (تفسیر کبیر: جز:5،ص:521)

اور بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف تھا کہ الانفال اور التوبہ الگ سورتیں ہیں یا دونوں مل کر ایک سورت ہیں کیونکہ مجموعی طور پر ان کی آیات دوسو چھ (206) ہیں اور یہ طوال میں سے ایک ہیں اور ان دونوں سورتوں میں قتال اور مغازی کا مضمون ہے۔ اس اختلاف کی بناء پر انہوں نے ان دونوں سورتوں کے درمیان خالی جگہ رکھی تا کہ اس سے ان لوگوں کے قول پر تنبیہ ہو جو کہتے ہیں کہ یہ دو سورتیں ہیں اور سورۃ توبہ سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نہیں لکھی تا کہ ان لوگوں کے قول پر تنبیہ ہو جو یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں مل کر ایک سورت ہیں تو انہوں نے ایسا عمل کیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس اختلاف اور اشتباہ پر دلالت کرتا ہے اور ان کا یہ عمل اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دین کو منضبط کرنے میں اور قرآن مجید کو تغییر اور تحریف سے

محفوظ رکھنے میں بہت متشدد تھے۔ اس سے رافضیوں کا قول باطل ہو جاتا ہے۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ

سورۃ التوبہ اور سورۃ الانفال دونوں مل کر ایک سورت ہیں ان کے قول کی اس سے تائید ہوتی ہے کہ سورۃ الانفال کے آخر میں ہے مومن ایک دوسرے کے ولی اور وارث ہیں اور وہ کفار سے بالکل منقطع ہیں۔ سورۃ التوبہ بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ سے شروع ہوتی ہے اور التوبہ کی ابتداء الانفال کے آخر کی تاکید ہے کیونکہ برأت کا معنیٰ ہے عصمت اور حفاظت کا منقطع ہونا تو الانفال کا آخر اور التوبہ کا اول دونوں کا حاصل مسلمانوں کا مشرکین کی ولایت اور ان کی حفاظت کو منقطع کرنا ہے۔

(غرائب القرآن ورغائب الفرقان: جز:3،ص:428)

قوله عن ابن عباس رضی الله عنهما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے تھے آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے وفور علم کی وجہ سے البحر اور حبر الامۃ کا لقب عطا فرمایا گیا۔ باقی حالات و واقعات پیچھے بیان کر دیئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب تَخْفِيفِ الصَّلٰوةِ لِلْاَمْرِ يَحْدُثُ

باب: کوئی حادثہ عارض آنے پر نماز کو تخفیف کرنا

یہ باب کسی حادثہ کی وجہ سے نماز کو تخفیف کرنے کے حکم میں ہے۔

670 حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي قَتَادَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي لَاَقُومُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاَنَا اُرِيدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِيهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهِ

عبداللہ بن ابو قتادہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نماز کے واسطے قیام کرتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں اس کو طوالت دوں گا تو میں کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی والدہ کا شاق ہونا مجھے پسند نہیں ہے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:3،ص:262، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:118، صحیح البخاری: جز:3،ص:126، مسند احمد: جز:46،ص:97)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ کا مطلب واضح ہے۔

بعض علماء کرام نے اس حدیث مبارکہ سے ایک اور مسئلہ پر استدلال کیا ہے وہ اطالتہ الرکوع للجائی چنانچہ علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام کو رکوع کی حالت میں اگر یہ محسوس ہو کہ کوئی شخص نماز میں شرکت کے لئے آ رہا ہے تو امام رکعت کو پانے کے لئے رکوع کو بڑھا سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک دنیاوی مصلحت کی بناء پر نماز کو خفیف کر سکتے ہیں تو دینی مصلحت کے لئے اس کو کیوں طول نہیں دے سکتے۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کرام جس طرح کہ شعبی اور حضرت حسن بصری، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے اس کے طول کو جائز قرار دیا ہے اور اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و اسحاق بن راہویہ اور ابوثور فرماتے ہیں مگر وہ ایک قید کے ساتھ فرماتے ہیں وہ قید ہے مالم یشق علی اصحابہ اور جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس طرح کرنا جائز نہیں۔ شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں شافعیہ کے نزدیک اختلاف اور تفصیل ہے۔ جمہور کی طرف سے علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال بے محل اور قیاس مع الفارق ہے یعنی طوالت کو تخفیف پر قیاس کرنا۔ آئمہ کرام تو تخفیف کے پہلے ہی مامور و مکلف ہیں پھر طوالت کو اس پر کس طرح قیاس کیا جا سکتا ہے۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

کسی نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لئے امام کا قرأت کو لمبا کرنا یا رکوع کو لمبا کرنا مکروہ تحریمی ہے جب کہ وہ پہچان لے کہ فلاں شخص آ رہا ہے اور اگر اس کو معلوم نہ ہو کہ کون ہے تو پھر مکروہ نہیں ہے اور اگر وہ محض اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس طرح کرے تو بالاتفاق مکروہ نہیں ہے لیکن یہ نادر ہے اور اس کا نام مسئلہ ریا رکھا گیا ہے اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ (درمختار، جز:1، ص:462)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

بدائع اور ذخیرہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ

میں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ابی لیلیٰ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو ان دونوں نے اس کو مکروہ کہا۔

اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مجھے ایسے امام کے بارے میں بڑے گناہ یعنی شرک کا خدشہ ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو مکروہ کہا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول جدید میں بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ بعض لوگوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا یہ مطلب لیا کہ وہ شخص حقیقتاً مشرک ہے اور اس کا خون مباح ہے لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کی اس سے مراد شرک فی العمل ہے کیونکہ اس کے رکوع کا اول حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا اور اس کے رکوع کا آخری حصہ آنے والے نمازی کے لئے، اس کی تکفیر

نہیں کی جائے گی کیونکہ اس امام نے اس نمازی کے لئے تذلل اور عبادت کا ارادہ نہیں کیا۔ اگر امام کو علم نہ ہو کہ کون آرہا ہے اور وہ عبادت پر اعانت کے قصد سے رکوع کو لمبا کردے تو کوئی حرج نہیں ہے بہ شرطیکہ اپنی عادت سے صرف ایک یا دو تسبیحیں زیادہ پڑھے تاکہ باقی نمازیوں پر دشوار نہ ہو تاہم افضل یہی ہے کہ اس طرح نہ کرے کیونکہ یہ عبادت میں ایسا کام کرنا ہے جس میں عدم اخلاص کا شبہ ہے اور بلاشبہ اس کا ترک افضل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کام میں شبہ ہو تو اس کو ترک کردو اور وہ کام کرو جس میں شبہ نہ ہو کیونکہ اگرچہ اس میں بہ ظاہر عبادت پر معاونت ہے مگر اس میں حقیقتاً نماز میں سستی اور بروقت جماعت میں شامل نہ ہونے اور جماعت میں ملنے کے اہتمام نہ کرنے پر معاونت ہے اس لیے اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔

بعد میں آنے والی نمازی کو رکعت میں شامل کرنے کے لئے رکعت کو لمبا کرنا شرط مذکور کے ساتھ جائز ہے خصوصاً فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو لمبا کرنا بالاتفاق مستحب ہے اور باقی نمازوں میں اختلاف ہے کیونکہ صبح کا وقت نیند اور غفلت کا ہوتا ہے اس لیے پہلی رکعت میں زیادہ قرأت کی جائے تاکہ زیادہ لوگ شامل ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی رسول اللہ ﷺ کے افعال سے یہی سمجھا ہے۔

عبداللہ بن مبارک، اسحاق، ابراہیم اور ثوری سے منقول ہے کہ

امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ پانچ تسبیحات پڑھے تاکہ اس کے ساتھ ملنے والا تین تسبیحات پڑھ سکے۔ اس اعتبار سے بعد میں آنے والے نمازی کی مدد کرنے کا قصد کرنا افضل ہے بہ شرطیکہ اس کے دل میں اس کی محبت کا خیال یا اس سے حیاء کا خیال نہ آئے۔

اسی وجہ سے معراج میں لکھا ہے کہ

اس کو اجر ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

تعاونوا علی البر والتقویٰ

نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

اور منتقی میں لکھا ہے کہ

مؤذن کو دیر سے اقامت کہنا اور امام کا لوگوں کو شامل کرنے کے لئے لمبی قرأت کرنا حرام ہے یہ اس وقت ہے جب وہ دنیاداروں کو راضی کرنے کے لئے اس طرح کرے اور دوسرے نمازیوں پر یہ تاخیر دشوار ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ

نیک اور صالح آدمیوں کے لئے معمولی تاخیر کرنا مکروہ نہیں ہے۔ (ردالمحتار، ج:1، ص:462)

اشکال

اشکال یہ ہے کہ اس باب کی حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے عذر کی وجہ سے نماز کو تخفیف کردیا جبکہ ایک اور حدیث

مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مغرب میں لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے؟ جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

مروان بن الحکم فرماتے ہیں کہ

مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

تم مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں کیوں پڑھتے ہو؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب کی نماز میں لمبی لمبی سورتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس نے کہا:

وہ لمبی لمبی سورتیں کون سی تھیں۔

انہوں نے کہا:

ایک اعراف اور دوسری انعام، اور میں نے ابن ابی ملیکہ سے سوال کیا تو انہوں نے اپنی طرف سے سورۂ مائدہ اور سورۂ اعراف بتایا۔ (سنن ابوداؤد: حدیث مبارکہ: 689)

جواب

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھتے تو اس کے سننے میں سننے والوں کو ایسا کیف اور سرور آتا تھا اور ان پر اس طرح وجد طاری ہوتا تھا کہ کمزوروں کو اپنی کمزوری بھول جاتی تھی۔ بیماروں کو بیماری بھول جاتی تھی اور کام والوں کو کام بھول جاتے تھے اور ان کی یہ تمنا ہوتی تھی کہ کاش ان کو قیامت تک کی عمر بھی ملے تو وہ یوں ہی آپ ﷺ کے پیچھے اس نماز میں گزر جائے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيْ تَخْفِيفِ الصَّلٰوةِ

باب: نماز تخفیف کرنا

یہ باب نماز کو تخفیف کر کے پڑھانے کے حکم میں ہے۔

671 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَسَمِعَهُ مِنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّنَا قَالَ مَرَّةً ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُصَلِّي بِقَوْمِهِ فَاَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً الصَّلٰوةَ وَقَالَ مَرَّةً الْعِشَآءَ فَصَلّٰى مُعَاذٌ مَعَ النَّبِيِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَ يَؤُمُّ قَوْمَهُ فَقَرَأَ الْبَقَرَةَ فَاعْتَزَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَصَلّٰى فَقِيْلَ نَافَقْتَ يَا فُلَانُ فَقَالَ مَا نَافَقْتُ فَاَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ مُعَاذًا يُصَلِّي مَعَكَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِنَّمَا نَحْنُ اَصْحَابُ نَوَاضِحَ وَنَعْمَلُ بِاَيْدِيْنَا وَاِنَّهُ جَاءَ يَؤُمُّنَا فَقَرَاَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اقْرَاْ بِكَذَا اقْرَاْ بِكَذَا قَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى فَذَكَرْنَا لِعَمْرٍو فَقَالَ اُرَاهُ قَدْ ذَكَرَهُ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا طَالِبُ بْنُ حَبِيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَابِرٍ يُحَدِّثُ عَنْ حَزْمِ بْنِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّهُ اَتٰى مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَهُوَ يُصَلِّي بِقَوْمٍ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ فِي هٰذَا الْخَبَرِ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ لَا تَكُنْ فَتَّانًا فَاِنَّهُ يُصَلِّي وَرَائَكَ الْكَبِيْرُ وَالضَّعِيْفُ وَذُو الْحَاجَةِ وَالْمُسَافِرُ

عمرو سے روایت ہے کہ انہوں نے اس کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھتے پھر واپس آ کر اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی نماز کو مؤخر فرما دیا اور ایک بار ارشاد فرمایا عشا کے اندر۔ پس حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز ادا کی پھر واپس پلٹ کر اپنی قوم کی امامت کروائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے قوم سے علیحدہ نماز پڑھ لی کہا گیا کہ اے فلاں! کیا تم منافق ہو گئے ہو۔ اس نے کہا میں منافق نہیں ہوا تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھتے ہیں پھر واپس لوٹ کر ہماری امامت کرواتے ہیں اور ہم محنت کرنے والے اور اپنے ہاتھوں سے کام کرنے والے اصحاب ہیں انہوں نے ہمارے پاس آ کر امامت کروائی تو سورۃ بقرہ تلاوت فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اے معاذ کیا تو فتنے میں ڈالنے والا ہے؟ اس قدر پڑھو، اس قدر پڑھو۔ ابوالزبیر نے کہا سبح اسم ربك الاعلى والليل اذا يغشى، تو ہم نے عمرو سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا مجھے خیال ہے کہ اس کا ذکر کیا ہے۔

حضرت حزم بن ابی کعب سے روایت ہے کہ وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس حال میں کہ آپ رضی اللہ عنہ قوم کو نماز پڑھا رہے تھے۔ اس خبر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے معاذ فتنے میں ڈالنے والے نہ ہو جاؤ کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے، ضعیف، حاجت روا اور مسافر نماز پڑھا کرتے ہیں۔

(صحیح ابن حبان: جز:6، ص:159، مسند احمد: جز:24، ص:336)

672 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ

صَالِحٍ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ كَيْفَ تَقُوْلُ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ اَتَشَهَّدُ وَاَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْاَلُكَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ اَمَا اِنِّي لَا اُحْسِنُ دَنْدَنَتَكَ وَلَا دَنْدَنَةَ مُعَاذٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَهَا نُدَنْدِنُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرٍ ذَكَرَ قِصَّةَ مُعَاذٍ قَالَ وَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْفَتٰى كَيْفَ تَصْنَعُ يَا ابْنَ اَخِي اِذَا صَلَّيْتَ قَالَ اَقْرَاُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَاَسْاَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِهٖ مِنَ النَّارِ وَاِنِّي لَا اَدْرِي مَا دَنْدَنَتُكَ وَلَا دَنْدَنَةُ مُعَاذٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي وَمُعَاذًا حَوْلَ هَاتَيْنِ اَوْ نَحْوَ هٰذَا

ابوصالح نے نبی کریم ﷺ کے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کوارشاد فرمایا: تو نماز میں کیا کہتا ہے۔اس نے عرض کیا میں کہتا ہوں کہ اے اللہ عزوجل میں تیری ذات مقدسہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے پناہ طلب کرتا ہوں۔مگر مجھے آپ ﷺ کی دعا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی دعا کا معلوم نہیں ہوتا۔تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم بھی اس کے آس پاس دعا مانگا کرتے ہیں۔عبیداللہ بن مقسم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے قصہ معاذ رضی اللہ عنہ ذکر کر کے فرمایا نبی کریم ﷺ نے نوجوان سے ارشاد فرمایا: اے بھتیجے! تو نماز میں کس طرح کرتا ہے اس نے عرض کیا! میں سورہ فاتحہ تلاوت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے اس کی پناہ طلب کرتا ہوں، اور میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کیا طلب فرماتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اور معاذ ان دونوں کے گرداگرد کرتے ہیں۔یا اسی کی مثل فرمایا۔

(سنن ابن ماجہ: ج:3،ص:158، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:282، صحیح ابن حبان: ج:3،ص:149، صحیح ابن خزیمہ: ج:1،ص:358)

673 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ وَاِذَا صَلَّى لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف سے پڑھائے کیونکہ اس میں ضعیف، بیمار اور بوڑھے بھی ہوا کرتے ہیں اور جب خود نماز پڑھے تو جس قدر چاہے پڑھ لے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3،ص:117، سنن النسائی: ج:3،ص:326، شرح السنۃ: ج:1،ص:204، صحیح ابن حبان: ج:5،ص:56)

674 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ السَّقِيْمَ وَالشَّيْخَ الْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کیونکہ اس میں بیمار، زیادہ بوڑھے اور حاجت روا بھی ہوا کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم: جز:2،ص:496، مسند البزار: جز:2،ص:372، مصنف عبدالرزاق: جز:2،ص:362)

تشریح:

اس باب میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر فرمایا ہے یہی حدیث ابواب الامامۃ میں گزر چکی ہے اور اس کی تشریح وہیں پر بیان کردی ہے مگر جو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے باب نماز کو تخفیف کرنے کا باندھا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ جب مقتدی بیمار، زیادہ بوڑھے اور حاجت روا ہوں تو امام کو چاہئے کہ نماز کو تخفیف سے پڑھائے تاکہ ان پر شاق نہ ہو ہاں اگر وہ علیحدہ یا اکیلا پڑھ رہا ہے تو پھر جس قدر پڑھے پڑھ سکتا ہے۔

☆ **قوله حدثنا احمد بن حنبل حدثنا سفيان عن عمرو بن دينار ...... الخ**

اس حدیث مبارکہ میں سفیان کے استاد عمرو بن دینار ہیں اور عمرو بن دینار کی روایت میں سورتوں کی تعیین نہیں ہے مگر سفیان کو یہ روایت ابوالزبیر سے بھی پہنچی تھی اور ان کی روایت میں سورتوں کی تعیین تھی اس وجہ سے سفیان نے عمرو بن دینار سے کہا کہ ہمارے ایک اور استاد ابوالزبیر نے تو سورتوں کی تعیین فرمائی ہے اور آپ نے نہیں فرمائی تو پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے خیال میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ان سورتوں کے نام بھی لئے تھے۔

قوله عن ابى هريره رضى الله عنه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ باقی حالات جاننے کے لئے سابقہ اوراق کی طرف رجوع فرمائیے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم ۔

بَاب مَا جَاءَ فِيْ نُقْصَانِ الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں نقص آنا

یہ باب نماز میں نقص آنے کے حکم میں ہے۔

675 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ بَكْرٍ يَّعْنِيْ ابْنَ مُضَرَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَنَمَةَ الْمُزَنِيِّ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهٗ اِلَّا عُشْرُ صَلَاتِهٖ تُسْعُهَا ثُمْنُهَا سُبْعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبْعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک کوئی شخص نماز سے فراغت پالے تو اس کے لئے نہیں لکھا جاتا نماز کا ثواب مگر دسواں، نواں، آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھا، تیسرا اور نصف حصہ۔

(شعب الایمان: جز:3، ص:136، صحیح ابن حبان: جز:5، ص:210، مسند البزار: جز:1، ص:359)

تشریح:

اس حدیث مبارکہ کا مطلب واضح ہے کہ جس قدر خشوع وخضوع ہوگا اس قدر نماز کا ثواب ملے گا لہٰذا بعض کے لئے دسواں ثواب کا حصہ لکھا جاتا ہے، بعض کے لئے نواں حصہ، بعض کے لئے آٹھواں حصہ لکھا جاتا، تو بعض کے لئے ساتواں حصہ، بعض کے لئے چھٹا حصہ لکھا جاتا ہے تو بعض کے لئے پانچواں حصہ، بعض کے لئے چوتھا حصہ لکھا جاتا ہے تو بعض کے لئے تیسرا حصہ اور بعض کے لئے نصف حصہ لکھا جاتا ہے۔ لہٰذا نماز میں خشوع وخضوع ضروری ہے۔

مناسب ہے کہ یہاں پر خشوع وخضوع کی تحقیق کردی جائے۔

خشوع وخضوع کے معانی

علامہ راغب رحمۃ اللہ علیہ متوفی 502ھ لکھتے ہیں:

الخشوع کا معنیٰ ہے عاجزی اور انکساری کرنا۔ اس کا اطلاق زیادہ تر ظاہری اعضاء سے عاجزی اور انکسار پر ہوتا ہے اور ضراعت کا اطلاق دل کی عاجزی اور انکسار پر ہوتا ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب دل میں عاجزی ہو تو ظاہری اعضاء میں خشوع ہوتا ہے۔

زجاج نے کہا:

جو بستی اجڑی ہوئی ہو اور اس میں کوئی ٹھہرتا نہ ہو اس کو الخاشعہ کہتے ہیں اور جو زمین خشک ہو اور اس میں بارش نہ ہو اس کو بھی خاشعہ کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ (حم السجدہ:39)

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تم زمین کو سوکھا ہوا اور خشک دیکھتے ہو پھر ہم اس پر بارش نازل کرتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر بڑھنے لگتی ہے (یعنی سرسبز ہوتی ہے) (المفردات: جز:1 ص:197)

ابن فارس نے کہا:

خشوع کا صرف ایک معنیٰ ہے جھکنا اور پست ہونا۔ جب کوئی شخص جھک جائے اور سر کو جھکائے تو کہا جاتا ہے خشع فلان، اور یہ لفظ خضوع کے قریب المعنیٰ ہے مگر بدن کے ساتھ عاجزی اور ذلت کے ساتھ اطاعت اور فرمانبرداری کرنے کو خضوع کہتے ہیں اور خشوع بدن، آواز اور بصر سب میں عام ہے، بدن کو جھکانا، پست آواز سے بات کرنا، نظریں جھکانا یہ سب خشوع ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ (القلم:43)

درآں حالیکہ ان کی نظریں جھکی ہوئی ہیں۔

اور قرآن مجید میں ہے:

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (طٰہٰ:108)

رحمٰن کے لئے آوازیں پست ہو گئیں۔

ابن درید نے کہا:

رکوع کرنے والے کو الخاشع کہتے ہیں۔ (مقاییس اللغۃ لابن فارس: جز:2 ص:182)

علامہ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری متوفی 465ھ لکھتے ہیں:

الخشوع کا معنیٰ ہے حق کی اطاعت کرنا اور التواضع کا معنیٰ ہے حق کو ماننا اور اس کو تسلیم کرنا اور کسی حکم پر اعتراض نہ کرنا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

تمہارے دین سے جو چیز سب سے پہلے گم ہو گی وہ خشوع ہے۔

محمد بن علی الترمذی نے کہا:

الخاشع وہ شخص ہے جس کی شہوت کی آگ بجھ گئی ہو اور اس کے سینہ میں غضب کا دھواں ٹھنڈا ہو چکا ہو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا نور روشن ہو اور اس کے اعضاء سے تواضع ظاہر ہو۔

حضرت حسن بصری نے کہا:
الخشوع اس خوف کو کہتے ہیں جو دل میں ہمیشہ لازم رہے۔
حضرت جنید بغدادی سے الخشوع کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا:
علام الغیوب کے لئے دلوں کا نرم اور ذلیل ہونا۔
روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلتے ہوئے دیکھا۔
تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔
ایک قول یہ ہے کہ
نماز میں خشوع یہ ہے کہ اس کو نماز میں یہ پتہ نہ چلے کہ اس کے دائیں جانب کون ہے اور بائیں جانب کون ہے۔
(الرسالۃ القشیریہ: ص181 تا182)

علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں:
حق یہ ہے کہ الخشوع ایسا معنیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اس کی محبت اور اس کی جناب میں ذلت اور انکسار کے مجموعہ سے مرکب ہے۔ (مدارج السالکین: ج:1: ص:559)
علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:
نفس کی وہ حالت جس کا اثر ظاہری اعضاء میں سکون اور تواضع سے ظاہر ہوتا ہے اس کو خشوع کہتے ہیں۔
حضرت قتادہ نے کہا:
دل میں خوف اور نماز میں نظر نیچی رکھنے کو خشوع کہتے ہیں۔
زجاج نے کہا:
جس پر ذلت کے آثار دکھائی دیں وہ خشوع کرنے والا ہے۔
ابراہیم نخعی نے کہا:
سوکھی روٹی کھانے، سخت اور موٹے کپڑے پہننے اور سر جھکانے سے خشوع نہیں ہوتا۔ خشوع یہ ہے کہ حق بات میں تمہارے نزدیک معزز اور حقیر برابر ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی تم پر فرض کی ہے اس کی اطاعت میں جھک جاؤ۔
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سر جھکائے دیکھا تو ارشاد فرمایا:
سر اٹھاؤ خشوع صرف تمہارے دل میں ہے:

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

خشوع دل میں ہوتا ہے اور یہ کہ مسلمانوں کے لئے تمہارے ہاتھ ملائم ہوں اور نماز میں ادھر ادھر التفات نہ کرو جس نے اپنے دل سے زیادہ خشوع کو ظاہر کیا اس نے نفاق کو ظاہر کیا۔

سہل بن عبداللہ نے کہا:

خشوع اس وقت ہوگا جب خوف خدا عزوجل سے تمہارے بدن کا ہر رونگٹا کھڑا ہو جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ج (الزمر:23)

(قرآن سننے سے) ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

سلف صالحین اپنے خشوع کے اثرات کو چھپانے کی کوشش کرتے تھے ایسا خشوع محمود ہے اور خشوع مذموم یہ ہے جیسے جاہل لوگ تکلف سے روتے ہیں اور سر جھکاتے ہیں تا کہ لوگ ان کو نیک اور بزرگ جانیں یہ نفس کا فریب اور شیطان کا گمراہ کرنا ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:1، ص:375)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

خشوع کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے خشوع کو افعال قلوب سے قرار دیا ہے۔ جیسے خوف اور ڈر، بعض نے خشوع کو اعضاء ظاہرہ سے قرار دیا ہے مثلاً جسم کو ساکن رکھنا اور ادھر ادھر التفات نہ کرنا اور بعض نے کہا کہ خشوع ان دونوں چیزوں کو شامل ہے اور یہی تعریف راجح اور اولیٰ ہے۔ (تفسیر کبیر: جز:8، ص:259)

قرآن مجید میں خشوع کا اطلاق

قرآن مجید میں خشوع کا اطلاق ان معانی پر ہے۔

آیت نمبر:1

خشوع بمعنی خوف۔ جسے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق ارشاد فرمایا:

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ط وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ O (الانبیاء:90)

وہ رغبت اور خوف کے ساتھ ہماری عبادت کرتے ہیں اور وہ ہم سے ڈرنے والے ہیں۔

آیت نمبر:2

خشوع کا اطلاق تواضع پر بھی کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا:

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ O (البقرہ:45)

بے شک یہ نماز ضرور بھاری ہے سوا ان پر جو تواضع اور عاجزی کرنے والے ہیں۔

آیت نمبر:3

خشوع کا اطلاق سوکھی اور خشک چیز پر بھی کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً (حم السجدہ:39)

تم زمین کو سوکھی ہوئی اور خشک دیکھتے ہو۔

آیت نمبر:4

خشوع معنی ذلت، عاجزی اور انکسار، جس طرح کہ ارشاد فرمایا:

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (طٰہٰ:108)

اور رحمان کے سامنے تمام آوازیں پست ہو جائیں گی۔

آیت نمبر:5

اعضاء کا پرسکون اور مؤدب رہنا، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ (المومنون:2)

اور جو لوگ سکون اور ادب کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

خشوع کے متعلق احادیث مبارکہ

خشوع کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس طرح ہے اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے جس طرح روزہ رکھنے والا، نماز میں قیام کرنے والا، خشوع کرنے والا، رکوع کرنے والا اور سجدہ کرنے والا ہے۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث:3127)

حدیث مبارکہ:2

حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سے

ایسی آواز آرہی تھی جیسے چکی چلنے کی آواز آتی ہے۔(سنن النسائی:رقم الحدیث:305)

حدیث مبارکہ:3

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز استسقاء کے متعلق سوال کیا گیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر زینت کے عام لباس میں باہر آئے، عاجزی کرتے ہوئے اور گڑگڑاتے ہوئے حتیٰ کہ عیدگاہ پہنچے پھر تمہارے خطبوں کی طرح خطبہ نہیں دیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرنے، آہ وزاری کرنے اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے میں مصروف رہے اور اس طرح نماز پڑھی جس طرح عید کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ:رقم الحدیث:1186)

حدیث مبارکہ:4

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے سامنے قرآن مجید پڑھو۔

میں نے عرض کیا:

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرآن پڑھوں! حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو خود قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن سنوں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۃ النساء پڑھی جب میں اس آیت پر پہنچا"فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۝"

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رک جاؤ، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے۔(صحیح بخاری:رقم الحدیث:4582)

حدیث مبارکہ:5

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو مسلمان بھی اچھے طریقہ سے وضو کرتا ہے پھر اس طرح کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے کہ وہ دو رکعتوں کی طرف اپنے دل اور چہرہ سے متوجہ ہوتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔(صحیح مسلم:رقم الحدیث:234)

حدیث مبارکہ:6

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:4143)

حدیث مبارکہ:7

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بندہ اپنے رب عزوجل کے سب سے زیادہ قریب رات کو ہوتا ہے اگر تم اس وقت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر سکتے ہو تو کرو۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث:3579)

حدیث مبارکہ:8

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میری توجہ صرف سامنے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی قسم مجھ پر تمہارا نہ رکوع مخفی ہوتا ہے اور نہ تمہارا خشوع مخفی ہوتا ہے اور بے شک میں تم کو ضرور اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:741)

حدیث مبارکہ:9

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
جس مسلمان شخص پر فرض نماز کا وقت آئے تو وہ اس کا اچھی طرح وضو کرے اور نماز میں اچھی طرح خشوع اور رکوع کرے تو وہ نماز اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ سلسلہ تمام دہر تک رہے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:228)

خشوع کے مدارج

علامہ ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں:
خشوع کے حسب ذیل مدارج ہیں۔

1- حکم کے سامنے سرنگوں ہونا، حکم کو تسلیم کرنا اور نظر حق کے لئے عاجزی کرنا، حکم کے سامنے سرنگوں ہونے کا معنیٰ ہے عاجزی کے ساتھ حکم کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا اور اپنے ضعف اور ہدایت کی احتیاج کو ظاہر کرتے ہوئے اپنے ظاہر اور باطن کے ساتھ حکم کی موافقت کرنا اور حکم کو تسلیم کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ حکم شرعی کے بالمقابل اپنی رائے اور خواہش کا اظہار نہ کرنا اور اس پر غضب اور کراہت کا اظہار نہ کرنا اور اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرنا اور نظر حق کے لئے عاجزی کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ دل کو اور اعضاء کو نظر حق کے لئے جھکا دینا۔

2- نفس اور عمل کی آفات کا انتظار کرنا اور ہر صاحب فضل کی فضیلت کو دیکھنا اور یہ اس وقت ہوگا جب تم اپنے نفس اور عمل کے نقائص اور عیوب کے ظہور کا انتظار کرو اور جب تم اپنے نفس کے نقائص اور عیوب کا انتظار کرو گے اور اپنے فخر اور تکبر اور صدق کے ضعف اور یقین کی کمی اور نیت کے پختہ نہ ہونے کا مطالعہ کرو گے تو لامحالہ اس سے تمہارا دل خشوع کرنے والا ہو جائے گا اور رہا ہر صاحب فضل کی فضیلت میں غور و فکر کرنا تو اس کی وجہ سے تم لوگوں کے حقوق کی رعایت کرو گے اور ان کو ادا کرو گے اور اگر کوئی شخص تمہارے حقوق کی ادائیگی میں کمی کرتا ہے تو تم اس سے بدلہ نہ لینا کیونکہ یہ نفس کی رعونت اور اس کی حماقت ہے۔

3- جب کسی چیز کا کشف ہو جائے تو اس کی حفاظت کرنا اور دل کو مخلوق کے دکھاوے سے صاف رکھنا اور عاجزی اور انکسار کے ساتھ دل کو منضبط رکھنا۔ (مدارج السالکین: جز:1 ص559 تا 560)

خشوع کے متعلق اقوال صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم

خشوع کے متعلق صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے کثیر اقوال ہیں جن میں چند دلائل کے لئے پیش کیے جاتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی 405ھ سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دل میں خشوع یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے لئے نرم ہو اور نماز میں ادھر ادھر التفات نہ کرو۔ (مستدرک: جز:1 ص:393)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول

علامہ ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص گردن جھکا کر نماز پڑھ رہا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے گردن والے اپنی گردن اوپر اٹھاؤ خشوع گردنوں میں نہیں ہوتا خشوع دل میں ہوتا ہے۔

(مدارج السالکین: جز:1 ص:559)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی 807ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لئے خشوع کرتے ہوئے عاجزی کی اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سربلند کرے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے تکبر کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو سرنگوں کرے گا۔ (مجمع الزوائد: جز:10،ص:223)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نفاق کے خشوع سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

ان سے پوچھا گیا۔

نفاق کا خشوع کس طرح ہوتا ہے؟

انہوں نے کہا:

جسم خوف خداعزوجل سے کانپ رہا ہو اور دل میں خوف خداعزوجل نہ ہو۔ (کتاب الزہد:ص:182)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے ایام مرض میں کہا۔

میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکھی ہوئی ایک امانت ہے وہ تم تک پہنچا رہا ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تم میں سے کوئی شخص نماز میں التفات نہ کرے (ادھر ادھر مڑ کر نہ دیکھے) اگر ضرور ایسا کرنا ہو تو فرائض کے غیر میں کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث:4544)

مزید راقم ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم نماز پڑھ رہے ہوتے ہو تو تمہارا رب تمہارے سامنے ہوتا ہے اور تم اس سے مناجات کر رہے ہوتے ہو۔ پس تم ادھر ادھر التفات نہ کرو۔

اور عطاء نے کہا:

مجھے یہ حدیث مبارکہ پہنچی ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو کس کی طرف التفات کر رہا ہے؟ میں تیرے لئے اس سے بہتر ہوں جس کی طرف تو التفات کر رہا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4538)

حضرت عبداللہ بن منقذ رضی اللہ عنہ کا قول

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن منقذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب بندہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب وہ ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اس سے اعراض کر لیتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 4540)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو یوں لگتا تھا جیسے لکڑی کا ستون کھڑا ہو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ نماز میں ان کا خشوع تھا۔ (درمنثور: جز: 6، ص: 87)

مزید خشوع کے متعلق یہ روایات ہیں۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنی نمازوں میں آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بہت سختی کی اور فرمایا وہ لوگ اس سے باز آ جائیں ورنہ ان کی آنکھیں چھین لی جائیں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6316)

مزید راقم ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جولوگ نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں وہ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں واپس نہیں آئیں گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6318)

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں ادھر ادھر التفات کے متعلق پوچھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ شیطان کا اچکنا اور چھیننا ہے۔ بندہ کی نماز سے اتنا حصہ شیطان اچک لیتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 751)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جولوگ نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں وہ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں واپس نہیں آئیں گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 6318)

امام ابوعبداللہ محمد الحکیم الترمذی متوفی 320ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نفاق کے خشوع سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفاق کا خشوع کیا ہوتا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بدن میں خشوع ہوتا ہے اور دل میں نفاق ہوتا ہے۔ (نوادر الاصول: جز: 2: ص: 172)

کیا نماز میں خشوع وخضوع واجب ہے؟

نماز میں خشوع وخضوع واجب ہے اس کے درج ذیل دلائل ہیں۔

قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا O (محمد:24)

کیا لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔

قرآن مجید میں تدبر اسی وقت ہوگا جب نماز میں قرآن مجید کے معانی پر غور کرے گا اور نماز میں قرآن مجید کے معانی پر غور کرنا ہی خشوع ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ O (طٰہٰ:14)

اور مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم رکھو۔

نماز غفلت سے پڑھنا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے منافی ہے اور یاد رکھنے کا امر ہے اور امر حقیقتاً وجوب کے لئے آتا ہے پس نماز میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہونا واجب ہے اور یہی خشوع ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ O (الاعراف:205)

اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔

اس آیت کا تقاضا ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رہنا حرام ہے اور یہی خشوع کا معنیٰ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَاتَقُوْلُوْنَ (النساء:43)

(تم اس وقت تک نماز کے قریب نہ جاؤ) حتیٰ کہ تم جان لو کہ تم نماز میں کیا پڑھ رہے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص دنیا کے افکار میں ڈوبا ہوا ہو اور نماز میں قرآن مجید کے معانی کی طرف متوجہ نہ ہو وہ اس وقت تک نماز نہ پڑھے جب تک دنیا کی مہمات اور افکار سے فارغ نہ ہو اور نماز کی طرف پوری طرح متوجہ نہ ہو۔ نہ پڑھنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ پورا دن نہ پڑھے۔ مطلب یہ ہے کہ جب دنیا کے افکار میں ڈوبا ہوا ہو تھوڑی دیر کے بعد پڑھ لے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں خشوع کرنا واجب ہے۔

احادیث مبارکہ سے دلائل

کثیر احادیث مبارکہ سے خشوع سے نماز پڑھنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس شخص کی نماز میں خشوع نہیں ہوتا اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی۔ (زہر الفردوس: ج:4، ص:239)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص کی نماز اس کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے نہ منع کرے وہ اللہ تعالیٰ سے صرف دور ہی رہتا ہے۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11025)

ایک اور روایت میں ہے:
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
جس شخص کی نماز اس کو نیکی کا حکم نہ دے اور اس کو برائی سے نہ روکے وہ اللہ تعالیٰ سے صرف دور ہی رہتا ہے۔
(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8543)

اور جو شخص بغیر خشوع کے غفلت سے نماز پڑھتا ہے اس کو نماز نیکی کا حکم نہیں دیتی اور برائی سے نہیں روکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ خشوع کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 505ھ روایت کرتے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کتنے ہی نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جن کو نماز پڑھنے سے سوائے تھکاوٹ اور درد کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔
اس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مراد غافل کی نماز ہے۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
نماز میں بندہ کا اتنا ہی حصہ ہے جو اس نے سمجھ کر پڑھا ہے۔ (احیاء العلوم: جز: 1، ص: 153)
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ احادیث مبارکہ معناً روایت کی ہیں۔ ان احادیث مبارکہ کے الفاظ اس طرح ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بہت سے روزے دار ایسے ہیں جن کو روزے رکھنے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے رات کو نماز میں قیام کرنے والے ایسے ہیں جن کو قیام سے سوائے جاگنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔
(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1690)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو نماز کی اطاعت نہ کرے اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ نماز اس کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے نہ روکے۔ (زہر الفردوس: جز: 4، ص: 240)

ان احادیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ نمازی نماز میں اپنے رب عزوجل سے چپکے چپکے باتیں کرتا ہے یعنی اس کی حمد اور ثناء بیان کرتا ہے اس سے صراط مستقیم کا سوال کرتا ہے۔اس کی پاکیزگی بیان کرتا ہے اس کی بارگاہ میں اپنی عبادات کے تحائف پیش کرتا ہے اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرتا ہے، صلاۃ پڑھتا ہے اور اپنے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہے اور آخر میں دائیں بائیں فرشتوں کو سلام کرتا ہے۔یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب وہ خضوع اور خشوع سے نماز پڑھے اور جو کچھ زبان سے کہے دل اس کی طرف متوجہ ہو اور دل اور دماغ حاضر ہو اگر وہ غفلت، بے توجہی اور غائب دماغی کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ مناجات اور رب عزوجل کے ساتھ کلام نہیں ہوسکے گا۔اس لیے کہتا ہوں کہ غفلت اور بے توجہی سے نماز پڑھنا منع ہے اور خضوع وخشوع کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے۔

نماز میں خشوع کے وجوب کا مطلب

میں نے جو یہ کہا کہ نماز خشوع کے ساتھ پڑھنا واجب ہے یہ نماز کے ظاہری اجزاء کے اعتبار سے واجب نہیں ہے لہٰذا اس کے ترک سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔یہ نماز کی صورت اور ظاہر کا متمم نہیں ہے بلکہ یہ نماز کے باطن کا متمم ہے، خشوع کو ترک کرنے سے نماز کے ظاہر میں نقص نہیں ہوگا بلکہ نماز کے باطن اور اس کی حقیقت میں نقص ہوگا اور جس طرح نماز کی قبولیت میں کمال ضروری ہے اسی طرح اس کا کمال باطن بھی ضروری ہے۔خشوع نہ کرنے سے نماز کی فرضیت ساقط ہوجائے گی سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوگا لیکن اس نماز پر کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوگا اور نماز پڑھنے سے جو نورانیت الٰہی عزوجل، تقویٰ اور طہارت اور صالحیت پیدا ہوتی ہے وہ حاصل نہیں ہوگی۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے نماز میں خشوع کو واجب کہا ہے۔

(احیاء العلوم: جز:1، ص:153)

مگر دونوں نے وجوب فقہی اور ظاہری اور وجوب سری اور باطنی میں فرق نہیں کیا۔

نماز میں خشوع وخضوع کرنے والوں کی امثال

نماز میں خشوع وخضوع کرنے والوں کی امثال بے شمار ہیں مگر حصول رضا الٰہی عزوجل کی خاطر چند امثال بیان کی جاتی ہیں۔

مثال نمبر:1

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں گئے۔مسلمانوں میں سے کسی شخص نے کسی مشرک کی بیوی کو قتل کر دیا۔اس مشرک نے قسم کھائی وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک کہ سیدنا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا خون نہیں بہائے گا۔وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کرتے ہوئے نکلا۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ پر قیام کیا۔

آپ ﷺ نے پوچھا:
رات کو کون شخص ہمارا پہرہ دے گا۔
ایک شخص مہاجرین میں سے اور ایک شخص انصار میں سے اٹھا اور انہوں نے رات کو پہرہ دینے کی ذمہ داری قبول کی۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
تم دونوں گھاٹی کے منہ پر پہرہ دینا جب وہ دونوں گھاٹی کے منہ پر پہنچے تو مہاجرین لیٹ گیا اور انصاری کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پیچھا کر رہا تھا وہ بھی پہنچ گیا۔ جب اس نے انصاری کو دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ قوم کا پہرہ دار ہے۔ اس نے انصاری کو تاک کر تیر مارا اور لگاتار تین مارے وہ اسی طرح رکوع وسجود کرتے رہے پھر ان کا مہاجر ساتھی بیدار ہو گیا۔ جب اس مشرک نے دیکھا کہ یہ خبردار ہو گئے ہیں تو وہ بھاگ گیا۔ جب مہاجر نے انصاری کے جسم سے خون بہتے ہوئے دیکھا۔
تو انہوں نے کہا:
جب تمہیں پہلا تیر لگا تو تم نے مجھے کیوں نہیں اٹھایا؟
اس نے کہا:
میں نماز میں جس سورت کی تلاوت کر رہا تھا اس کو منقطع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 198)

مثال نمبر: 2

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 852ھ لکھتے ہیں:
ابوبکر بن منیر سے روایت ہے کہ
ایک دن امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھی۔ بھیڑ (ڈیبو) نے ان کی پیٹھ پر سترہ جگہ پر ڈنک لگائے اور انہوں نے اپنی نماز منقطع نہیں کی۔
نماز پوری کرنے کے بعد انہوں نے شاگردوں سے کہا:
ذرا دیکھو تو یہ کیا چیز ہے جو نماز میں مجھے اذیت پہنچا رہی تھی۔ انہوں نے دیکھا تو ان کی پیٹھ سترہ جگہ سے سوجی ہوئی تھی اور انہوں نے نماز منقطع نہیں کی۔
محمد بن ابی حاتم وراق نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا۔ انہوں نے اس واقعے کے آخر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نماز نہ توڑنے کے متعلق بتایا میں جس آیت کی تلاوت کر رہا تھا میں چاہتا تھا کہ اس آیت کو پورا کر لوں۔ (ہدی الساری: ص: 667)

مثال نمبر: 3

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

عبادت میں مشغول ہونا جہان غرور سے جہان سرور کی طرف منتقل ہونا ہے اور مخلوق کو چھوڑ کر خالق کے دربار میں پہنچنا ہے اور اس سے لذت اور خوشی کا کمال پیدا ہوتا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک سانپ چھت سے گر گیا لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نماز میں مشغول تھے انہیں کچھ پتہ نہیں چلا۔ (تفسیر کبیر: جز:1،ص:313)

مثال نمبر:4

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے کسی عضو میں زخم ہو گیا اور اس زخم کے زہر کو پھیلنے سے روکنے کے لئے اس عضو کو کاٹنا ضروری تھا۔ جب حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھنا شروع کی تو لوگوں نے اس عضو کو کاٹ لیا اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کو اس عضو کے کٹنے کا مطلقاً پتہ نہیں چلا۔ (تفسیر کبیر: جز:1،ص:313)

مثال نمبر:5

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سے ایسی آواز آتی تھی جیسے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز آتی ہے اور جو شخص ان مثالوں کو مستبعد سمجھتا ہو اس کو اس آیت کی تلاوت کرنی چاہئے۔

فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ (یوسف:31)

جب مصر کی عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو ان کو بہت بڑا جانا اور (پھل کے بجائے) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔

جب مصر کی عورتوں کے دلوں پر حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا غلبہ ہوا اور یہ غلبہ اس حد کو پہنچا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ان کو پتہ نہ چلا تو جب بشر کے حق میں یہ بے خودی اور سرشاری ممکن ہے تو جس کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال اور ان کی عظمتوں کا غلبہ ہو اس کا اس طرح بے خود، سرشار اور مستغرق ہونا تو بدرجہ اولیٰ ممکن ہے۔ (تفسیر کبیر: جز:1،ص:314)

مثال نمبر:6

علامہ محمد بن یحییٰ حلبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 963ھ لکھتے ہیں:

حضرت احمد بن صالح الجیلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

میں حضرت سیدنا الشیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کے مدرسہ نظامیہ میں تھا آپ کے پاس فقراء اور فقہاء بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ان کے سامنے قضاء اور قدر کے موضوع پر خطاب فرما رہے تھے۔ اچانک ایک بہت بڑا سانپ چھت سے گرا تو آپ کی مجلس میں جتنے لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ سب بھاگ گئے اور سوائے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اور کوئی بیٹھا نہ رہا وہ سانپ آپ کے کپڑوں کے نیچے داخل ہو گیا اور آپ کے جسم میں پھرتا رہا پھر وہ آپ کی گردن میں لپٹ گیا اس کے باوجود آپ نے اپنا

خطاب منقطع نہیں کیا اور نہ ہی اپنی نشست میں کوئی تغیر وتبدل کیا وہ سانپ پھر زمین پر اترا اور آپ کے سامنے اپنی دم پر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے کچھ کلام کیا جس کو ہم سمجھ نہیں سکے پھر وہ سانپ چلا گیا اور پھر لوگ آپ کے پاس حجرہ میں آ گئے۔

اور آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

سانپ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کیا کہا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا کیا جواب دیا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سانپ نے مجھ سے کہا میں نے بہت سے اولیاء اللہ کو آزمایا لیکن آپ جیسا استقامت والا اور عالی ہمت کسی کو نہیں پایا۔ میں نے اس سانپ سے کہا جس وقت تم چھت سے مجھ پر گرے تھے میں اس وقت قضاء وقدر کے مسئلہ پر خطاب کر رہا تھا اور تم تو صرف ایک سانپ ہو اور تم کو حرکت دینے والی اور ٹھہرانے والی چیز تو تقدیر ہے اور تقدیر سے کوئی شخص بھاگ نہیں سکتا تو میں نے یہ چاہا کہ میرا فعل میرے قول کے خلاف نہ ہو۔

اور سیدی عبدالرزاق ابن سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد محترم سے سنا کہ انہوں نے ارشاد فرمایا:

میں ایک رات جامع المنصوری میں نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے کسی چیز کے چلنے کی آہٹ سنی پس اچانک ایک بہت بڑا زہریلا سانپ آیا اور وہ میرے سجدے کی جگہ پر اپنا پھن کھول کر بیٹھ گیا۔ جب میں نے سجدہ کا ارادہ کیا تو اس کو اپنے ہاتھ سے ہٹا دیا اور سجدہ کر لیا۔ جب میں تشہد میں بیٹھا تو وہ میرے زانوں پر سے چلتا ہوا میری گردن تک پہنچا۔ پھر گردن میں لپٹ گیا جب میں نے سلام پھیرا تو وہ نظر نہیں آیا دوسرے روز میں ظاہر الجامع کے کھنڈر میں گیا وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا اس کی آنکھیں طول میں پھٹی ہوئی تھیں میں نے جان لیا کہ وہ جن ہے اس نے مجھ سے کہا: میں ہی وہ زہریلا سانپ ہوں جس کو تم نے گزشتہ کل دیکھا تھا اور میں نے جس طرح آپ کو آزمایا ہے اس طرح میں نے بہت سے اولیاء اللہ کو آزمایا سو ان میں کوئی بھی آپ کی طرح ثابت قدم نہیں رہا اور ان کا باطن مضطرب رہا اور میں نے آپ کو دیکھا کہ میری وجہ سے نماز میں آپ کا ظاہر مضطرب ہوا نہ باطن پھر اس نے ہاتھ پر توبہ کرنے کی درخواست کی اور میں نے اس کو توبہ کرائی۔ (قلائد الجواہر: ص: 33)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

☆ عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے کی وجہ سے بہت دکھ دیئے گئے اور تکالیف پہنچائی گئیں مگر آپ رضی اللہ عنہ ثابت قدم رہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ عنسی ہیں بنی مخزوم قبیلہ کے آزاد کردہ آپ رضی اللہ عنہ کے والد یاسر اپنے دو بھائیوں حارث اور مالک کے ساتھ اپنے

چوتھے بھائی کی تلاش میں مکہ معظمہ آئے حارث اور مالک تو یمن چلے گئے یاسر مکہ معظمہ رہ گئے اور انہوں نے ابو حذیفہ ابن مغیرہ سے حلف کرلیا ابو حذیفہ نے اپنی لونڈی سمیہ کا نکاح یاسر سے کر دیا۔ عمار پیدا ہوئے ابو حذیفہ نے ان کو آزاد کر دیا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ پرانے مومنین سے ہیں اسلام کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ والوں نے بہت ہی دکھ دیئے تاکہ اسلام چھوڑ دیں ایک بار آپ رضی اللہ عنہ کو آگ میں زندہ ڈال دیا۔ اتفاقاً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے آگ سے فرمایا اے آگ عمار رضی اللہ عنہ پر اسی طرح ٹھنڈی سلامتی والی ہو جا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ رضی اللہ عنہ مہاجرین اولین سے ہیں بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام طیب مطیب رکھا یعنی صاف ستھرے۔ جنگ صفین میں آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اس میں قتل ہوئے یعنی 37 میں ترانوے سال عمر پائی۔ (مراۃ المناجیح: جز:8،ص:536)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا جَاءَ فِي الْقِرَائَةِ فِي الظُّهْرِ

باب: ظہر کی قرأت کے متعلق

یہ باب ظہر کی نماز میں قرأت کے حکم میں ہے۔

676 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ وَعُمَارَةَ بْنِ مَيْمُوْنٍ وَحَبِيبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ فِي كُلِّ صَلوٰةٍ يُقْرَأُ فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا أَخْفٰى عَلَيْنَا أَخْفَيْنَا عَلَيْكُمْ

عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر نماز میں قرأت کی جاتی پس جو بھی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سناتے ہم وہ تم کو سنا دیتے ہیں اور جو ہم سے مخفی پڑھا وہ میں تم پر مخفی پڑھتا ہوں۔

(معجم الصغیر: جز:2،ص:279، سنن النسائی: جز:4،ص:56، صحیح ابن حبان: جز:5،ص:163، صحیح البخاری: جز:3،ص:329)

677 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ ح و حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ الْحَجَّاجِ وَهٰذَا لَفْظُهُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى وَأَبِي سَلَمَةَ ثُمَّ اتَّفَقَا عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا فَيَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يُطَوِّلُ الرَّكْعَةَ الْأُوْلٰى مِنَ الظُّهْرِ وَيُقَصِّرُ الثَّانِيَةَ وَكَذٰلِكَ فِي

الصُّبحِ قَالَ اَبُو دَاوُدَ لَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ وَّاَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي قَتَادَةَ عَنْ اَبِيهِ بِبَعْضِ هٰذَا وَزَادَ فِي الْاُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَزَادَ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى مَا لَا يُطَوِّلُ فِي الثَّانِيَةِ وَهٰكَذَا فِي صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَهٰكَذَا فِي صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي قَتَادَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ فَظَنَنَّا اَنَّهُ يُرِيدُ بِذٰلِكَ اَنْ يُّدْرِكَ النَّاسُ الرَّكْعَةَ الْاُوْلٰى

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن مثنیٰ اور ابی سلمہ نے فرمایا پھر دونوں متفق ہو گئے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز پڑھایا کرتے تو پہلی دو رکعات میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں تلاوت فرماتے اور ہم کو ایک آیت سنا دیا کرتے اور ظہر کی پہلی رکعت کو طول دیتے اور دوسری کا قصر کرتے اسی طرح صبح میں کیا کرتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مسدد نے سورہ فاتحہ اور ایک سورت کا ذکر نہیں فرمایا۔ عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے والد محترم سے اس کے بعض حصہ کو روایت کر کے فرمایا اور آخری دو میں زیادہ کیا سورہ فاتحہ کو۔ اور زیادہ کیا ہمام سے کہ پہلی رکعت کو لمبا فرماتے دوسری کو لمبا نہ فرماتے اسی طرح عصر کی نماز میں کیا کرتے اور اسی طرح صبح کی نماز میں۔ عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے گمان کیا کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہوتا کہ پہلی رکعت کو پالیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 677)

678 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ ذَاكَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ

حضرت ابی معمر سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قرأت فرمایا کرتے تھے ارشاد فرمایا ہاں۔ ہم نے کہا آپ کس طرح جان لیتے تھے؟ ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارکہ ہلنے کی وجہ سے۔

(معجم الکبیر: ج:4، ص:73، سنن ابن ماجہ: ج:3، ص:57، شرح السنۃ: ج:1، ص:151، شرح معانی الآثار: ج:1، ص:208)

679 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفٰى اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُومُ فِي الرَّكْعَةِ

الْأُوْلٰى مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ حَتّٰى لَا يُسْمَعَ وَقْعُ قَدَمٍ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کی پہلی رکعت میں قیام میں رہتے حتیٰ کہ قدموں کی آواز سنائی نہ دیا کرتی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:6،ص:66)

تشریح:

نماز میں قرأت جمہور اور آئمہ اربعہ کے نزدیک رکن اور فرض ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام رکعات میں، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اکثر رکعات میں، اور احناف کے نزدیک پہلی دو رکعات میں، اور امام زفر اور حضرت حسن بصری کے نزدیک ایک رکعت میں فرض ہے۔ اور ابن علیہ کے نزدیک نماز میں قرأت فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

فجر و مغرب وعشاء کی دو پہلی رکعات میں اور جمعہ وعیدین وتراویح اور وتر رمضان کی سب رکعات میں امام پر جہر واجب ہے اور مغرب کی تیسری رکعت میں اور عشاء کی تیسری چوتھی یا ظہر وعصر کی تمام رکعتوں میں آہستہ پڑھنا واجب ہے۔

(درمختار: جز:2،ص:305)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جہر (آہستہ) کے یہ معنی ہیں کہ دوسرے لوگ یعنی وہ کہ صف اول میں ہیں سن سکیں یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ کے لیے کوئی حد مقرر نہیں اور آہستہ یہ کہ خود سن سکیں۔ (درمختار: جز:2،ص:308)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جہری نماز میں منفرد کو اختیار ہے اور افضل جہر ہے جبکہ ادا پڑھے اور جب قضا ہے تو آہستہ پڑھنا واجب ہے۔

(درمختار: جز:2،ص:306)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

چار رکعتی فرض کی پہلی دونوں رکعتوں میں سورت بھول گیا تو پچھلی رکعتوں میں پڑھنا واجب ہے اور ایک میں بھول گیا

ہے تو تیسری یا چوتھی میں پڑھے اور مغرب کی پہلی دونوں میں بھول گیا تو تیسری میں پڑھے اور ایک رکعت کی قرأت سورت جاتی رہی اور ان سب صورتوں میں فاتحہ کے ساتھ پڑھے۔ جہری نماز ہو تو فاتحہ وسورت جہراً پڑھے ورنہ آہستہ اور سب صورتوں میں سجدہ سہو کرے اور قصداً چھوڑی تو اعادہ کرے۔ (درمختار: جز:2،ص:306)

مسئلہ

مطلقاً ایک آیت پڑھنا فرض کی دو رکعتوں میں اور وتر و نوافل کی ہر رکعت میں امام و منفرد پر فرض ہے اور مقتدی کو کسی نماز میں قرأت جائز نہیں نہ فاتحہ نہ آیت نہ آہستہ کی نماز میں نہ جہر کی میں۔ امام کی قرأت مقتدی کے لئے بھی کافی ہے۔

(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: ص:51)

امام ظہر میں اخفاء کرے

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

امام ظہر اور عصر میں اخفاء کرے اگرچہ عرفہ میں ہو کیونکہ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ دن کی نماز گونگی ہے یعنی ان کی نمازوں میں ایسی قرأت نہیں جو سنی جائے اور مقام عرفہ میں امام مالک رحمۃ اللہ کا خلاف ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ کے خلاف حجت وحدیث ہے جس کو ہم نے روایت کیا۔ (ہدایہ:138)

ظہر اور عصر کی نماز میں امام پر اخفاء واجب ہے یعنی آہستہ قرأت کرنا واجب ہے لہٰذا جب جماعت کی حالت میں جو موجب جہر ہے اخفاء کرنا واجب ہے تو منفرد پر بدرجہ اولیٰ ظہر اور عصر میں اخفاء واجب ہوگا دلیل وہی ہے جو بیان کر دی گئی یعنی دن کی نمازوں میں ایسی قرأت نہیں جو سنی جائے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ

☆ قولہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کے آخری صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کے وصال سے کوفہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کے والد اوفی کا نام علقمہ ابن قیس ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلمی ہیں۔ صلح حدیبیہ اور غزوہ خیبر اور ان کے بعد والے غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور انور ﷺ کی وفات تک مدینہ منورہ میں رہے پھر کوفہ چلے گئے آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سے کوفہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہو گیا۔ ستاسی سال عمر ہوئی امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:563)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب تَخْفِيفِ الْأُخْرَيَيْنِ

باب: آخری دو رکعات کو تخفیف سے پڑھنا

یہ باب نماز کی آخری دو رکعات کو تخفیف سے پڑھنے کے حکم میں ہے۔

680 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ أَبِي عَوْنٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ قَدْ شَكَاكَ النَّاسُ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي الصَّلٰوةِ قَالَ أَمَّا أَنَا فَأَمُدُّ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ وَلَا آلُو مَا اقْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا لوگ آپ کا ہر چیز میں شکوہ کرتے ہیں حتیٰ کہ نماز کی بھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں پہلی دو رکعات کو طویل کرتا ہوں اور آخری دو کو مختصر کرتا ہوں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح پڑھی نماز میں غفلت نہیں برتتا۔
فرمایا کہ آپ سے یہی حسن ظن ہے۔

(سنن النسائی: جز:4، ص:109، مسند احمد: جز:3، ص:438)

681 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ يَعْنِي النُّفَيْلِيَّ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ حَزَرْنَا قِيَامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً قَدْرَ الم تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلٰى قَدْرِ الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا ظہر اور عصر میں اندازہ لگایا تو ہم کو اندازہ ہوا کہ ظہر کی پہلی دو رکعات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تیس آیتوں کی مقدار سوہ الم السجدہ کی مقدار تھا اور آخری دو رکعات میں اس سے نصف پر تھا اور ہم نے اندازہ لگایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصر کی پہلی دو رکعات کا قیام ظہر کی آخری دو رکعات کی مقدار ہوتا اور عصر کی آخری دو رکعات کا قیام اس سے آدھا ہوا کرتا۔

(صحیح ابن خزیمہ: جز:1، ص:356، مسند احمد: جز:23، ص:309)

تشریح:

جمہور علماء اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک آخری دو رکعات میں فاتحہ کے بعد سورت نہیں ملائیں گے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم بھی اسی طرح ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قول جدید کے مطابق آخری دو رکعات میں فاتحہ کے بعد سورت ملانا مستحب ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ پہلی دو رکعات میں فاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب ہے یا سنت۔ احناف اور بعض مالکیہ جیسے ابن کنانہ کے نزدیک پہلی دو رکعات میں فاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب ہے اور باقی آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مستحب ہے۔

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

ظہر کی نماز میں اسی کے مثل پڑھے (یعنی فجر کے) کیونکہ دونوں گنجائش وقت میں برابر ہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط میں کہا ہے یا فجر سے کم پڑھے کیونکہ ظہر کا وقت کاموں میں مشغول ہونے کا وقت ہے اسی لیے فجر سے کم کردی جائے اکتاہٹ سے بچاؤ کے پیش نظر۔ (ہدایہ:142)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

☆ عن جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں بہت ساری احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ عامری ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں کوفہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی۔ 74 میں وفات ہے ایک جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لیں۔ (مرآۃ المناجیح:ج:8،ص:525)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب قَدْرِ الْقِرَائَةِ فِي صَلوٰةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

باب: ظہر اور عصر میں قرأت کی مقدار

یہ باب ظہر اور عصر میں قرأت کی مقدار کے حکم میں ہے۔

682 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ وَنَحْوِهِمَا مِنَ السُّوَرِ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں طارق، بروج اور اس کی مثل سورت پڑھتے تھے۔

(معجم الاوسط: جز:4،ص:175، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:391، سنن الترمذی: جز:2،ص:16، سنن الدارمی: جز:1،ص:335)

683 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَحَضَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ وَقَرَاَ بِنَحْوٍ مِنْ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالْعَصْرَ كَذٰلِكَ وَالصَّلَوَاتِ كَذٰلِكَ اِلَّا الصُّبْحَ فَاِنَّهُ كَانَ يُطِيْلُهَا

سماک نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھل جاتا تو ظہر کی نماز ادا فرماتے اور سورت واللیل اذا یغشی کے برابر کوئی سورت پڑھا کرتے اور اسی طرح عصر اور صبح کے علاوہ نمازوں میں طویل قرأت فرماتے۔ (معجم الکبیر: جز:2،ص:218)

684 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَيَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَهُشَيْمٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اُمَيَّةَ عَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِیْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ فَرَاَيْنَا اَنَّهُ قَرَاَ تَنْزِيْلَ السَّجْدَةِ قَالَ ابْنُ عِيْسٰى لَمْ يَذْكُرْ اُمَيَّةَ اَحَدٌ اِلَّا مُعْتَمِرٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں سجدہ کیا پھر قیام کیا پس رکوع کیا تو ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ تنزیل السجدہ تلاوت فرمائی۔ ابن عیسیٰ نے کہا معتمر کے علاوہ امیہ کا کسی نے بھی ذکر نہ کیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:684)

685 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ مُوْسَى بْنِ سَالِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ شَبَابٍ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ فَقُلْنَا لِشَابٍّ مِنَّا سَلِ ابْنَ عَبَّاسٍ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَقَالَ لَا لَا فَقِيْلَ لَهُ فَلَعَلَّهُ كَانَ يَقْرَاُ فِیْ نَفْسِهِ فَقَالَ خَمْشًا هٰذِهِ شَرٌّ مِنَ الْاُوْلٰى كَانَ عَبْدًا مَاْمُوْرًا بَلَّغَ مَا اُرْسِلَ بِهِ وَمَا اخْتَصَّنَا دُوْنَ النَّاسِ بِشَیْءٍ اِلَّا بِثَلَاثِ خِصَالٍ اَمَرَنَا اَنْ نُسْبِغَ الْوُضُوْءَ وَاَنْ لَا نَاْكُلَ الصَّدَقَةَ وَاَنْ لَا نُنْزِیَ الْحِمَارَ عَلَى الْفَرَسِ

عبداللہ بن عبیداللہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بنی ہاشم کے نوجوانوں کے ساتھ گیا ہم میں سے ایک نوجوان نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیجئے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قرأت فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ ان سے کہا گیا کہ شاید دل میں قرأت کرتے ہوں۔ ارشاد فرمایا: تیرا منہ نوچ لیا جائے یہ پہلی بات سے بھی بری ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بندے تھے جو کہ اللہ تعالیٰ کے فرامین پہنچانے پر مامور تھے اور ہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگوں سے خاص نہیں فرمایا سوائے تین باتوں کے، پورا وضو کرنا، صدقہ نہ کھانا اور گدھے کو گھوڑی پر نہ چڑھانا۔

(سنن النسائی: جز:6،ص:224، مسند احمد: جز:4،ص:108)

686 حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا أَدْرِي أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ أَمْ لَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے پتہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قرأت فرماتے تھے یا نہیں۔

(معجم الکبیر: جز:12،ص:139)

تشریح:

☆**قولہ عن جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کان یقرأ فی الظھر والعصر بالسماء والطارق والسماء ذات البروج**

یہ روایت سنن نسائی اور ترمذی بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں سورہ بروج اور سورہ طارق کے برابر سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

اب یہاں یہ بات جاننا ضروری ہے کہ طوال مفصل واوساط وقصار کی سورتیں کون سی ہیں اور آئمہ اربعہ کے نزدیک نماز میں قرأت مستحبہ کتنی ہے؟

احناف کے نزدیک طوال مفصل کی ابتداء سورہ حجرات سے آخری سورت بروج تک ہے اور اوساط مفصل کی ابتداء سورہ طارق سے لم یکن کے آخر تک ہے اور قصار اذا زلزلت سے والناس تک ہے۔ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک طوال مفصل کی ابتداء حجرات سے ہے اور حنابلہ کے نزدیک سورہ ق سے ہے۔ پھر شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عم یتساءلون تک اور مالکیہ کے نزدیک والنازعات تک ہے پھر اس سے آگے واللیل تک ہے تینوں آئمہ کرام کے نزدیک اوساط مفصل ہیں اور والضحیٰ سے آخر تک قصار ہے۔

رہا دوسرا مسئلہ تو اس پر تو سب کا اتفاق ہے نماز میں کسی سورت کی تخصیص واجب نہیں مگر مستحب تخصیص کے اکثر قائل ہیں۔

صبح میں طوال مفصل اور مغرب میں قصار کا پڑھنا مستحب ہے اور ظہر میں دو قول ہیں طوال مفصل یا اوساط اور عصر و عشاء میں جمہور کے نزدیک اوساط مفصل اور مالکیہ کے نزدیک عصر میں مغرب کی طرح قصار کا پڑھنا اولیٰ ہے۔

مسئلہ

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

عصر اور عشاء دونوں برابر ہیں ان دونوں میں اوساط مفصل پڑھے اور مغرب میں اس سے کم، مغرب کی نماز میں قصار مفصل پڑھے اور اصل اس بارے میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ظہر اور فجر میں طوال مفصل پڑھو اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل اور یہ اس وجہ سے کہ مغرب کی بنیاد جلدی پر ہے اور جلد کے مناسب تخفیف ہے اور عصر اور عشاء میں تاخیر مستحب ہے اور تطویل سے کبھی یہ دونوں وقت غیر مستحب میں واقع ہو جائیں گی پس ان دونوں میں اوساط مفصل کے ساتھ تحدید کی جائے گی۔ (ہدایہ:143)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

حضر میں جبکہ وقت تنگ نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں طوال مفصل پڑھے اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل اور ان سب صورتوں میں امام و منفرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ (درمختار:جز:2،ص:317)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سورتوں کا معین کر لینا کہ اس نماز میں ہمیشہ وہی سورت پڑھا کرے مکروہ ہے مگر جو سورتیں احادیث مبارکہ میں وارد ہیں ان کو کبھی کبھی پڑھ لینا مستحب ہے مگر مداومت نہ کرے کہ کوئی واجب نہ گمان کر لے۔ (درمختار:جز:2،ص:325)

مسئلہ

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

دونوں رکعات میں ایک ہی سورت کی تکرار مکروہ تنزیہی ہے جبکہ کوئی مجبوری نہ ہو اور مجبوری ہو تو بالکل کراہت نہیں مثلاً پہلی رکعت میں پوری قل اعوذ برب الناس پڑھی تو اب دوسری میں بھی یہی پڑھے یا دوسری میں بلاقصد وہی پہلی سورت شروع کر دی یا دوسری سورت یاد نہیں ہوتی تو وہی پہلی پڑھے۔ (ردالمحتار:جز:2،ص:329)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ

☆ قولہ عن عکرمہ رضی اللہ عنہ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ تابعی بزرگ ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں کنیت ابوعبداللہ ہے بربر کے رہنے والے ہیں۔ فقہاء مکہ مکرمہ سے ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے ایک مخلوق نے روایات لی ہیں۔ 80 اسی سال عمر ہوئی۔ 107 ایک سو سات میں وفات پائی۔ کسی نے سعید ابن جبیر سے پوچھا کہ کیا کوئی آپ سے بڑا عالم ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

عکرمہ (رضی اللہ عنہ) (مرآۃ المناجیح: جز:8، ص:548)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب قَدْرِ الْقِرَائَةِ فِي الْمَغْرِبِ

باب: مغرب میں قرأت کی مقدار

یہ باب مغرب کی نماز میں قرأت کی مقدار کے حکم میں ہے۔

687 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَاُ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَائَتِكَ هٰذِهِ السُّورَةِ اِنَّهَا لَاٰخِرُ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے ان کو سورہ مرسلات کی قرأت کرتے ہوئے سن کر فرمایا اے بیٹے! آپ نے مجھے یہ سورت قرأت کر کے یاد کروا دیا یہ آخری سورت ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مغرب میں اس کی قرأت فرماتے سنا۔

(مسند احمد: جز:54، ص:308)

688 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ بِالطُّوْرِ فِي الْمَغْرِبِ

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں سورہ طور کی قرأت کرتے ہوئے سنا۔

(معجم الکبیر: جز:2،ص:41، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:194، سنن دارمی: جز:1،ص:336، سنن النسائی: جز:4،ص:85)

689 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا لَكَ تَقْرَاُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَقَدْ رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الْمَغْرِبِ بِطُولَى الطُّولَيَيْنِ قَالَ قُلْتُ مَا طُولَى الطُّولَيَيْنِ قَالَ الْاَعْرَافُ وَالْاُخْرَى الْاَنْعَامُ قَالَ وَسَاَلْتُ اَنَا ابْنَ اَبِي مُلَيْكَةَ فَقَالَ لِي مِنْ قِبَلِ نَفْسِهِ الْمَائِدَةُ وَالْاَعْرَافُ

مروان بن حکم سے روایت ہے کہ مجھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ مغرب میں قصار مفصل پڑھتے ہو جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ مغرب میں دو طویل سورتیں پڑھتے۔ فرمایا کہ میں نے کہا کہ دونوں طویل سورتیں کون سی ہیں؟ فرمایا کہ اعراف اور دوسری انعام اور میں نے ابن ابی ملیکہ سے سوال کیا کہ تو انہوں نے اپنی جانب سے کہا کہ مائدہ اور اعراف ہے۔

(معجم الکبیر: جز:5،ص:122)

تشریح:

فجر کی نماز میں طوال اور مغرب کی نماز میں قصار قرأت ہے مگر مغرب میں بھی علماء کرام کا اختلاف ثابت ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض سلف کی ایک جماعت سے طوال نقل کیا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مغرب میں طوال کو مکروہ سمجھتے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مگر میں اس کو مکروہ نہیں سمجھتا بلکہ مستحب سمجھتا ہوں کہ ان سورتوں کو بھی مغرب میں پڑھا جائے اس پر حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرح السنہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح استحباب نقل کیا ہے مگر شافعیہ کے نزدیک معروف یہ ہے کہ ان طویل سورتوں کے پڑھنے میں نہ تو کراہت ہے نہ استحباب۔ حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مغرب میں قصار مفصل کی تخصیص مجھے کسی حدیث مرفوع میں نہیں مل سکی سوائے ابن ماجہ کی ایک حدیث مبارکہ کے جو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ مغرب میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھا کرتے تھے اور ایک وہ حدیث مبارکہ بھی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے جس کی تخریج امام نسائی اور ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہما نے فرمائی ہے۔ جس میں ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کو فلاں کے علاوہ کسی کے مشابہ نہیں دیکھا۔ سلیمان نے کہا صبح کی نماز میں طوال مفصل اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ اور صاحب بدائع نے فرمایا ہے کہ نماز میں قرأت کا مقدار وقت کی گنجائش اور قوم کی رعایت پر ہے

یعنی نمازیوں کی رعایت زیادہ اہم اور مقدم ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ جو قوم کا امام بنے اس کو چاہئے کہ تخفیف سے نماز پڑھائے۔لہٰذا امام کے لئے مناسب یہ ہے کہ اتنی قرأت کرے کہ قوم پر گراں نہ ہو۔

مسئلہ

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

عصر اور عشاء دونوں برابر ہیں ان دونوں میں اوساط مفصل پڑھے اور مغرب میں اس سے کم، مغرب کی نماز میں قصار مفصل پڑھے اور اصل اس بارے میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ظہر اور فجر میں طوال مفصل پڑھو اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل اور اس لیے کہ مغرب کی بنیاد جلدی پر ہے اور جلد کے مناسب تخفیف ہے۔(ہدایہ:143)

مغرب کی نماز میں قصار مفصل کے ساتھ قرأت کرنے کی دلیل وہ حدیث مبارکہ بھی ہے کہ جس میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز میں معوذتین کی قرأت فرمائی۔اور عقلی دلیل اس میں یہ ہے کہ مغرب کی بنیاد عجلت پر ہے اور عجلت کے مناسب تخفیف ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

حضر میں جب کہ وقت تنگ نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر وظہر میں طوال مفصل پڑھے اور عصر وعشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل اور ان صورتوں میں امام ومنفرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔(درمختار،ج:2،ص:317)

مروان بن حکم

☆ قوله عن مروان بن الحكم

مروان حکم کا بیٹا ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

مروان ابن حکم سلمی ہے قرشی اموی ہے عبدالملک کا والد اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا دادا ہے 2ھ یا خندق کے سال پیدا ہوا۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ حکم کو مدینہ منورہ سے طائف کی طرف جلاوطن کر دیا یہ ساتھ گیا اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکا لہٰذا صحابی نہیں۔خلافت عثمانیہ میں حکم کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت ملی تب یہ بھی ساتھ آیا۔765 میں دمشق میں فوت ہوا اس نے حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہما سے روایات کیں اور اس سے عروہ ابن زبیر، امام زین العابدین نے روایات لیں۔

مترجم کہتا ہے کہ

جس جرم کی بناء پر حضور انور ﷺ نے حکم کو مدینہ منورہ سے نکالا اس نے توبہ کر لی تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے واپس بلایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بھی اس کو مدینہ منورہ سے نہ نکالا لہٰذا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له یہ بات خیال میں رہے۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8، ص:602)

بَاب مَنْ رَاَی التَّخْفِیفَ فِیهَا

باب: مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھنا

یہ باب مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھنے کے حکم میں ہے۔

690 حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ اَنَّ اَبَاهُ کَانَ یَقْرَاُ فِی صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ بِنَحْوِ مَا تَقْرَئُوْنَ وَالْعَادِیَاتِ وَنَحْوِهَا مِنَ السُّوَرِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ هٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ ذَاکَ مَنْسُوْخٌ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَهٰذَا اَصَحُّ

ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ آپ کے والد محترم مغرب کی نماز میں آپ جیسا پڑھتے سورہ عادیات اس کی طرح کوئی سورت، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے یہ منسوخ ہے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ اصح ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 690)

691 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِیْدٍ السَّرْخَسِیُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحٰقَ یُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهٗ قَالَ مَا مِنَ الْمُفَصَّلِ سُوْرَةٌ صَغِیْرَةٌ وَّلَا کَبِیْرَةٌ اِلَّا وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَؤُمُّ النَّاسَ بِهَا فِی الصَّلٰوةِ الْمَکْتُوْبَةِ

عمرو بن شعیب والد محترم دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی مفصل سورت یا چھوٹی یا بڑی نہیں مگر تحقیق میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نماز لوگوں کی امامت فرماتے اسی کو پڑھتے۔

(سنن البیہقی الکبری: ج:2، ص:388)

692 حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنِ النَّزَّالِ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ اَنَّهٗ صَلّٰی خَلْفَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ الْمَغْرِبَ فَقَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

عثمان نہدی سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں مغرب کی نماز پڑھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے سورہ قُلْ ھُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ o تلاوت فرمائی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:692)

تشریح:

☆ قوله حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل قال ابو داؤد هذا یدل علی ان ذاك منسوخ

اس بات سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مغرب کی نماز میں طویل سورتیں پڑھنا منسوخ ہے کیونکہ راوی حدیث حضرت عروہ رضی اللہ عنہ خود مغرب کی نماز میں چھوٹی سورتوں کو پڑھنے لگ گئے تھے۔ جس سے معلوم ہوا لمبی سورتیں پڑھنا منسوخ ہوگئیں مگر راجح یہ ہے کہ منسوخ نہیں لمبی سورتیں پڑھنا بھی جائز ہے۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مغرب کی نماز میں والمرسلات تلاوت فرمائی تھی۔ جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز تھی۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

حضر میں جب کہ وقت تنگ نہ ہو سنت یہ ہے کہ فجر وظہر میں طوال مفصل پڑھے اور عصر وعشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل اور ان سب صورتوں میں امام ومنفرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ (درمختار: ج:2، ص:317)

حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ

☆ قوله عن عمرو بن شعیب رضی الله عنه

حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ اس باب کی حدیث مبارکہ کے راوی ہیں اس حدیث مبارکہ کے علاوہ کثیر حدیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

عمرو ابن شعیب ابن محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سہمی ہیں آپ نے اپنے والد شعیب، ابن مسیّب، طاؤس وغیرہم سے روایت لی۔ بخاری، مسلم نے ان کی کوئی حدیث نہ لی کیونکہ ان کی روایت میں عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم آتا ہے خبر نہیں ہوئی کہ جدہ سے ان کے اپنے دادا محمد مراد ہیں یا والد شعیب کے دادا ابن عمرو ابن عاص مراد ہیں محمد تابعی ہیں۔ اور عبداللہ ابن عمرو صحابی ہیں تو پتہ نہیں لگتا کہ حدیث متصل ہے یا مرسل نیز شعیب نے اپنے دادا عبداللہ ابن عمرو سے ملاقات نہیں کی لہٰذا ان کی احادیث میں تدلیس ہے اس وجہ سے بخاری، مسلم نے ان کی احادیث نہ لیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:545)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب الرَّجُلِ يُعِيدُ سُورَةً وَاحِدَةً فِي الرَّكْعَتَيْنِ

باب: جوایک ہی سورت کا دورکعات میں تکرار کرے

یہ باب ایک ہی سورت کونماز کی دورکعات میں دہرانے کے حکم میں ہے۔

693 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو عَنِ ابْنِ اَبِیْ هِلَالٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْجُهَنِیِّ اَنَّ رَجُلًا مِنْ جُهَيْنَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِی الصُّبْحِ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ فِی الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا فَلَا اَدْرِیْ اَنَسِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْ قَرَاَ ذٰلِكَ عَمْدًا

معاذ بن عبداللہ جہنی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اس کوخبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کواس نے صبح کی ہر رکعت میں سورہ اذا زلزلت الارض کی قرأت کرتے ہوئے سنا پس میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ سے بھول ہوئی یا اس طرح جان کرقرأت کی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:390)

تشریح:

ایک ہی سورت کونماز کی دورکعات میں دہرانا حنابلہ کے نزدیک جائز ہے اور شافعیہ کے نزدیک خلاف اولیٰ ہے اور مالکیہ اوراحناف کے نزدیک مکروہ ہے۔

مسئلہ

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

دونوں رکعات میں ایک ہی سورت کی تکرار مکروہ تنزیہی ہے جبکہ کوئی مجبوری نہ ہواور مجبوری ہوتو بالکل کراہت نہیں مثلاً پہلی رکعت میں پوری قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ o پڑھی تواب دوسری میں بھی یہی پڑھی دوسری میں بلاقصد وہی پہلی سورت شروع کردی یادوسری سورت یادنہیں آتی تووہی پہلی پڑھے۔(ردالمحتار: جز:2،ص:329)

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

نوافل کی دونوں رکعات میں ایک ہی سورت کومکرر پڑھنا یا ایک رکعت میں اسی سورت کو بار بار پڑھنا بلاکراہت جائز

ہے۔(غنیۃ المستملی:ص:494)

نبی کریم ﷺ کے نسیان کی تحقیق

قولہ فلا ادری انسی رسول اللہ ﷺ...... الخ

میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کو نسیان لاحق ہوگیا تھا یا آپ ﷺ نے عمداً اس طرح پڑھا۔

یہ تو تھا حدیث مبارکہ کے جز کا ترجمہ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو نسیان ہوا ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب سے پہلے نسیان کے معنی بیان کیے جاتے ہیں بعد میں نبی کریم ﷺ کے نسیان ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق بیان کی جاتی ہے۔

نسیان کا معنی

جو چیز انسان کی قوت حافظہ میں ہو اور اس کی طرف سے توجہ ہٹ جائے تو اس کو سہو اور ذہول کہتے ہیں اور جب وہ چیز حافظہ سے نکل جائے تو اس کو نسیان کہتے ہیں اور نسیان کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کا یاد نہ رہنا اور اس کو بھول جانا۔

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کو نماز میں سہو ہوتا تھا نسیان نہیں ہوتا تھا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ سہو اور نسیان میں فرق ہے۔

حافظ العلائی نے کہا ہے کہ

نسیان غفلت اور آفت ہے اور سہو کسی چیز میں دل کے مشغول ہونے سے ہوتا ہے نبی کریم ﷺ کو نماز میں سہو تو ہوتا تھا لیکن آپ ﷺ نماز سے غافل نہیں ہوتے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں تمہاری مثل بشر ہوں جس طرح تم بھولتے ہو اسی طرح میں بھولتا ہوں اور آئمہ لغت نے ان دونوں کو مساوی قرار دیا ہے کیونکہ دونوں کی تفسیر یہ ہے کہ غفلت دل سے کسی چیز کا نکل جانا۔

علامہ راغب نے کہا ہے کہ

غفلت سے کسی چیز میں خطا کرنا سہو ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

1- ایک قسم وہ ہے جس میں انسان کی تقصیر نہیں ہوتی یہ وہ ہے جس کا سبب اس سے صادر نہ ہو۔

2- دوسری قسم وہ ہے جس میں اس نے سبب صادر کیا ہو مثلاً اس نے کوئی نشہ آور چیز قصداً استعمال کی جس کی وجہ سے غافل ہوا غفلت کی یہ قسم مذموم ہے۔ تہذیب، صحاح اور محکم میں اسی طرح مذکور ہے۔

اور النہایہ میں مذکور ہے کہ

بغیر علم کے کسی چیز کو ترک کر دینا سہو ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کا سہو علم کے باوجود کسی چیز کو ترک کرنا ہے اور نبی کریم ﷺ کو جو سہو نماز میں ہوا وہ اسی قسم کا ہے۔

اور میں یہ کہتا ہوں کہ

سہو اور نسیان میں بلاشبہ فرق ہے جو چیز قوت حافظہ میں ہو اس سے معمولی غفلت سہو ہے حتیٰ کہ ادنیٰ تنبیہ سے انسان اس چیز پر متنبہ ہو جائے اور نسیان یہ ہے کہ وہ چیز قوت حافظہ سے بالکلیہ زائل ہو جائے۔ (نسیم الریاض: جز:3،ص:161)

نبی کریم ﷺ کو نسیان نہیں ہوا؟

اس بارے میں علماء کرام و آئمہ کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کو نماز میں سہو ہوتا تھا نسیان نہیں ہوتا تھا۔ (الشفاء: جز:2،ص:123)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

اس کی وجہ یہ ہے کہ سہو اور نسیان میں فرق ہے۔

حافظ العلائی نے کہا ہے کہ

نسیان غفلت اور آفت ہے اور سہو کسی چیز میں دل کے مشغول ہونے سے ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو نماز میں سہو تو ہوتا تھا لیکن آپ ﷺ نماز سے غافل نہیں ہوتے تھے۔ (نسیم الریاض: ج:3،ص:161)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ متوفی 179ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک میں بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ میرا فعل سنت بنایا جائے۔ (مؤطا امام مالک: رقم الحدیث:228)

حافظ ابو عمرو یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابو عمرو یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

آپ ﷺ کی مراد یہ ہے کہ میں اپنی امت کے لئے اس چیز کو سنت قرار دوں کہ جب ان کو سہو ہو جائے تو وہ کس طرح عمل کریں تا کہ وہ میری اقتداء کریں اور میرے فعل کی اتباع کریں۔ (الاستذکار: جز:2،ص:402)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

اکثر فقہاء اور متکلمین کا یہ مذہب ہے کہ افعال تبلیغیہ اور اعمال شرعیہ میں نبی کریم ﷺ سے بلاقصد اور سہواً مخالفت کا واقع ہونا جائز ہے جیسا کہ نماز میں آپ کے سہو سے متعلق حدیث ہے اور اقوال تبلیغیہ میں آپ ﷺ سے سہو کا واقع ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اقوال میں آپ ﷺ کے صدق پر معجزہ قائم ہے اور اس میں مخالفت کا واقع ہونا معجزہ کے خلاف ہے اور افعال میں سہو کا واقعہ ہونا معجزہ کے خلاف نہیں ہے اور نہ نبوت میں طعن اور اعتراض کا موجب ہے بلکہ یہ دل پر غفلت طاری ہونے اور فعل میں غلطی واقع ہونے کے قبیل سے ہے جو کہ بشری تقاضا ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں صرف بشر ہوں (یعنی خدا نہیں ہوں) اور جس طرح تم بھولتے ہو اسی طرح میں بھول جاتا ہوں پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو۔ بلکہ نبی کریم ﷺ کے حق میں سہو اور نسیان کا طاری ہونا علم کا فیضان کرنے اور شریعت کو مقرر کرنے کا سبب ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا: میں اس لیے بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں کہ میں کسی فعل کو سنت کروں بلکہ یہ بھی مروی ہے کہ میں بھولتا نہیں ہوں لیکن میں بھلا دیا جاتا ہوں۔ بلکہ سہو اور نسیان کی حالت تبلیغ میں اضافہ ہے اور نعمت کو مکمل کرنا ہے اور نقص اور اعتراض سے بہت دور ہے کیونکہ علماء نبی کریم ﷺ کے سہو کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ رسولوں کو سہو اور غلطی پر برقرار نہیں رکھا جاتا بلکہ ان کو فوراً تنبیہ کر دی جاتی ہے اور وہ فی الفور صحیح حکم کو پہچان لیتے ہیں اور صوفیہ کی ایک جماعت کا یہ مسلک ہے کہ نبی کریم ﷺ پر سہو، نسیان اور غفلت کا طاری ہونا بالکل جائز نہیں ہے اور جن احادیث مبارکہ میں نماز میں سہو کا واقع ہونے کا ذکر ہے ان کی انہوں نے اپنے طور پر تشریح کی ہے۔ (الشفاء: جز:1،ص131 تا132)

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی متوفی 494ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ اس فعل کو میں سنت بنا دوں۔ اس حدیث میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ میں بیداری میں بھولتا ہوں اور نیند میں بھلا دیا جاتا ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا دل نہیں سوتا تھا اگر چہ نماز یا کسی اور کام کے وقت آپ ﷺ کو نیند ہوتی تھی۔ آپ ﷺ نے بیداری میں بھولنے کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ اس وقت میں آپ لوگوں کے ساتھ معاملات میں مشغول ہوتے تھے اور نیند کی حالت میں آپ ﷺ نے اپنے بھولنے کی نسبت اپنے غیر کی طرف کی کیونکہ

اس حال میں آپ ﷺ کی لوگوں کے ساتھ مشغولیت نہیں ہوتی تھی اور اس میں دوسرا احتمال یہ ہے کہ میں اسی طرح بھولتا ہوں جس طرح نسیان میں کسی چیز سے سہو اور ذہول ہوتا ہے اور اس سے توجہ ہٹ جاتی ہے یا کسی چیز کو یاد ہونے اور اس کی طرف متوجہ ہونے کے باوجود میں اس کو بھول جاتا ہوں پس آپ ﷺ نے بھولنے کی ایک صورت کو اپنی طرف منسوب کیا اور دوسری صورت کو اپنے غیر کی طرف منسوب کیا کیونکہ ایک صورت میں کسی سبب سے بھولنا ہے اور دوسری صورت میں بغیر کسی سبب کے اضطراری طور پر بھولنا ہے۔ (المنتقی: ج:1،ص:182)۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم (خیبر سے واپسی کے موقع پر) ایک رات کو سفر کررہے تھے۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ! اگر ہم رات کے آخری حصہ میں یہاں قیام کرلیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم سوتے رہو گے اور فجر کی نماز کے لئے نہیں اٹھ سکو گے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں آپ سب کو بیدار کردوں گا پس وہ سب لیٹ گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری سے ٹیک لگالی۔ ان پر نیند کا غلبہ ہوا اور وہ سو گئے جب نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے تو سورج کی بھوں طلوع ہوچکی تھی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم نے جو کہا تھا اس کا کیا ہوا؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا:

آج سے پہلے مجھے کبھی اتنی گہری نیند نہیں آئی تھی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو قبض کرلیتا ہے اور جب چاہتا ہے تمہیں وہ روحیں لوٹا دیتا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے بلال (رضی اللہ عنہ)! تم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوکر اذان دو۔

پھر آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور جب سورج بلند ہوکر سفید ہوگیا تو آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر نماز پڑھائی۔

(صحیح البخاری:595)

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام آدمیوں کی طرح سو جاتے تھے اور ایسا بہت کم ہوتا تھا تا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پوری ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے ایک ایسی سنت قائم ہو جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی رہے اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے کہ میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تا کہ میں کسی کام کو سنت کروں۔

اور علاء بن خباب کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر اللہ تعالیٰ ہمیں بیدار کرنا چاہتا تو بیدار کرتا لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ تمہارے بعد والوں کے لئے یہ سنت ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا جو طبعی، فطری اور معروف طریقہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی، وہ یہ ہے کہ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا کہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس معمول کو مطلقاً بیان فرمایا ہے اور کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں فرمایا۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ

ہم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارے دل نہیں سوتے۔

اس حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا یہی معمول ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صف میں مل کر کھڑے ہو کیونکہ میں تم کو اپنے پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔ سو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبلت فطرت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ہے۔ باقی رہا سفر میں نماز کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوتے ہوئے رہ جانا تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کے خلاف تھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے قضاء نماز کی سنت کا عمل قائم ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو یہ تعلیم دیں کہ جو شخص نماز کے وقت سوتا رہا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا اس پر کیا کرنا واجب ہے اور وہ کس طرح کرے گا اور اس وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے تعلیم کا سبب بنا دیا۔ (التمہید: ج:6،ص 385 تا 393)

مزید راقم ہیں۔

اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صبح کی نماز کے وقت طلوع آفتاب تک سوتے رہنا، یہ وہ امر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت اور طبیعت سے خارج ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل نہیں سوتا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اس لیے تھی کہ یہ امر سنت ہو جائے اور مسلمانوں کو یہ امر معلوم ہو جائے کہ جو شخص نماز کے وقت سوتا رہے یا نماز پڑھنا بھول جائے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور یہ اس قبیل سے ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک میں بھول جاتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ کوئی کام سنت ہو جائے۔

اور نبی کریم ﷺ کی فطرت اور عادت یہ تھی کہ نیند آپ ﷺ کے دل کو نہیں ڈھانپتی تھی اور یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا، اور یہ حکم عام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ہم گروہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ نبی کریم ﷺ کی امت کو قضاء نماز کا طریقہ تعلیم فرمائے تو اس نے آپ ﷺ کی روح کو قبض کر لیا اور جو مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ تھے ان کی روحوں کو بھی نیند میں قبض فرما لیا اور سورج طلوع ہونے کے بعد ان سب کی روحوں کو لوٹا دیا تاکہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے اللہ تعالیٰ ان پر اپنی مراد بیان فرمائے۔ فقہاء اور محدثین نے اس حدیث مبارکہ کی یہی تاویل کی ہے اور یہ بالکل واضح ہے اور اس کی مخالفت کرنے والا بدعتی ہے۔ (التمہید: جز:5،ص:209)

مزید راقم ہیں۔

امام مالک از ابن شہاب، از عبدالرحمٰن اعرج، از عبداللہ بن بحینہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ بیٹھے بغیر کھڑے ہو گئے لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ ﷺ نے پوری نماز پڑھ لی تو ہم آپ ﷺ کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے۔ آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور بیٹھ کر سلام سے پہلے دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ مخلوق میں سے کوئی شخص بھی وہم اور نسیان سے محفوظ نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ پر جو نسیان طاری ہوتا ہے وہ امت کے نسیان کی طرح نہیں ہوتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ سنت ہو جائے۔ (التمہید: جز:10،ص:184)

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 543ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کو جو نمازوں میں سہو ہوا ہے وہ اس غفلت کی مثل ہے جو آپ ﷺ کو نیند میں ہوتی ہے اور یہ کسی آفت کی وجہ سے آپ ﷺ پر نسیان نہیں ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی توجہ افعال نماز سے ہٹا دیتا ہے تاکہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ احکام شریعہ بیان فرمائے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آپ ﷺ یہ احکام زبانی بیان فرما دیتے۔ لیکن کوئی کام کر کے دکھانا زبانی بیان کرنے سے زیادہ قوی ہے اور اس میں لوگوں کی زیادہ تسلی ہے۔ (القبس فی شرح مؤطا ابن انس: جز:1،ص:241)

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1122ھ لکھتے ہیں:

جب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں بھولتا ہوں تو اس کا محمل یہ ہے کہ بھولنے کی صفت آپ ﷺ کے ساتھ قائم ہے۔

اور جب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے بھلا دیا جاتا ہے تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ بھولنا آپ ﷺ کی طبیعت کا تقاضا نہیں ہے اور نہ یہ آپ ﷺ کی ایجاد سے ہے اس کا موجد صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (شرح زرقانی للموطا: جز:1،ص:315)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

آئمہ کرام نے فرمایا ہے کہ

جب انبیاء کرام علیہم السلام پر نسیان طاری ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس نسیان پر برقرار نہیں رکھتا بلکہ ان کو اس پر متنبہ فرما دیتا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کو علی الفور متنبہ فرماتا ہے یا تاخیر سے۔ قاضی ابوبکر اور اکثر علماء اول الذکر کے قائل ہیں اور ابوالمعالی ثانی الذکر کے قائل ہیں۔ علماء کرام کی ایک جماعت نے افعال بلاغیہ اور عبادات شرعیہ میں سہو کو منع کیا ہے اور اقوال تبلیغیہ میں سہو اتفاقاً ممنوع ہے۔

اور فرقہ باطنیہ نے یہ کہا ہے کہ

نبی کریم ﷺ پر سہو اور نسیان جائز نہیں ہے۔ آپ ﷺ قصداً اور عمداً نسیان کی صورت کرتے ہیں تا کہ احکام شرعیہ مسنون ہو جائیں۔ ایک بہت بڑے امام ابوالمظفر الاسفرائنی نے بھی اپنی کتاب الاوسط میں یہی لکھا ہے مگر یہ نظریہ صحیح نہیں ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:7،ص:15)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہے کہ شیطان کا نبی کریم ﷺ کے دل میں وسوسے ڈال کر سہو اور نسیان پیدا کرنا محال ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

بلاشبہ حق یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی کسی بھی خبر میں غلطی واقع ہونا محال ہے۔ خواہ سہواً ہو یا عمداً، تندرستی میں یا بیماری میں، خوشی میں یا غضب میں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت، آپ ﷺ کے اقوال اور آپ ﷺ کے افعال جن کے مجموعہ سے ہر موافق و مخالف و مومن اور منکر واقف ہے ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کوئی غلط بات نہیں فرمائی نہ آپ ﷺ کو کبھی کسی بات یا کسی کلمہ میں وہم ہوا۔ اگر ایسا ہوا تو یہ منقول ہوتا جیسا کہ نماز میں آپ ﷺ کا سہو واقع ہونا منقول ہے البتہ دنیاوی معاملات میں بعض مرتبہ آپ ﷺ نے اپنی رائے سے رجوع فرمایا جیسے کھجوروں میں پیوند لگانے کا واقعہ ہے۔

(روح المعانی: جز:7،ص:183)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْقِرَائَةِ فِی الْفَجْرِ

باب: فجر میں قرأت کرنا

یہ باب فجر میں قرأت کرنے کے حکم میں ہے۔

694 حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ اَخْبَرَنَا عِيسٰى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ عَنْ اِسْمٰعِيلَ عَنْ اَصْبَغَ مَوْلٰى عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ كَاَنِّي اَسْمَعُ صَوْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي صَلٰوةِ الْغَدَاةِ فَلَا اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِي الْكُنَّسِ

عمرو بن حریث سے روایت ہے کہ گویا کہ میں نبی کریم ﷺ کی آواز کو سن رہا ہوں آپ ﷺ صبح کی نماز میں قرأت فرما رہے ہیں۔

فلا اقسم بالخنس الجوار اللنس۔

(مسند ابو یعلیٰ: ج:3،ص:45)

تشریح:

سورہ شمس احناف کے نزدیک طوال مفصل ہے اور جمہور کے نزدیک اوساط میں سے ہے۔ مستدرک کی روایت میں سورہ واقعہ پڑھنے کا ذکر ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بالصّفت آیا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں فجر کی نماز میں ساٹھ یا سو آیتوں کا ذکر ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

حضر میں جبکہ وقت تنگ نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر وظہر میں طوال مفصل پڑھے اور عصر وعشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل اور ان سب صورتوں میں امام ومنفرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ (درمختار: ج:2،ص:317)

مسئلہ

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی 1162ھ لکھتے ہیں:

سفر میں اگر امن وقرار ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر وظہر میں سورہ بروج یا اس کی مثل سورتیں پڑھے اور عصر وعشاء میں اس سے چھوٹی اور مغرب میں قصار مفصل کی چھوٹی سورتیں اور جلدی ہو تو ہر نماز میں جو چاہے پڑھے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:1،ص:77)

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عمرو بن حريث رضى الله عنه

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور دعائے برکت فرمائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر بارہ سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ ذہین وفطین تھے کوفہ کے حاکم بھی رہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ قرشی مخزومی ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت فرمائی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ بارہ سال کے تھے کوفہ کے حاکم رہے 85 پچاسی میں وفات پائی کوفہ میں دفن ہوئے۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 8، ص: 537)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ تَرَكَ الْقِرَائَةَ فِيْ صَلَاتِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب: جو نماز میں سورۃ فاتحہ کو پڑھنا چھوڑ دے

یہ باب نماز میں سورہ فاتحہ کو نہ پڑھنے کے حکم کے متعلق ہے۔

695 حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيدٍ قَالَ اُمِرْنَا اَنْ نَقْرَاَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا تَيَسَّرَ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو حکم فرمایا گیا ہے کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ جو میسر ہو پڑھیں۔

(صحیح ابن حبان: جز: 5، ص: 92)

696 حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسَى الرَّازِىُّ اَخْبَرَنَا عِيسٰى عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُوْنِ الْبَصْرِىِّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِىُّ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْرُجْ فَنَادِ فِى الْمَدِيْنَةِ اَنَّهُ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِقُرْاٰنٍ وَلَوْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَمَا زَادَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: جاؤ مدینہ منورہ میں اعلان کر دو کہ قرآن کریم کے علاوہ نماز نہیں ہوتی اگرچہ سورہ فاتحہ اور جو کچھ زیادہ ہو۔

(مسند اسحاق بن راہویہ: جز:1،ص:179)

697 حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُنَادِيَ اَنَّهُ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَمَا زَادَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم ارشاد فرمایا کہ سورہ فاتحہ اور کچھ زیادہ پڑھنے کے علاوہ نماز نہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:37،معرفۃ السنن والاثار للبیہقی: جز:2،ص:415)

698 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا السَّائِبِ مَوْلٰى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَاْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ فَهِيَ خِدَاجٌ فَهِيَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ

علاء بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوالسائب مولیٰ ہشام بن زہرہ سے سنا وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی نماز پڑھے اور سورہ فاتحہ کی قرأت نہ کرے وہ ناقص ہے وہ ناقص وہ ناقص مکمل نہیں ہے۔

(سنن الترمذی: جز:2،ص:25،سنن النسائی: جز:3،ص:465،سنن سعید بن منصور: جز:2،ص:505،شرح السنۃ: جز:1،ص:148)

699 قَالَ فَقُلْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اِنِّيْ اَكُوْنُ اَحْيَانًا وَرَاءَ الْاِمَامِ قَالَ فَغَمَزَ ذِرَاعِيْ وَقَالَ اقْرَاْ بِهَا يَا فَارِسِيُّ فِيْ نَفْسِكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ نِصْفَيْنِ فَنِصْفُهَا لِيْ وَنِصْفُهَا لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوْا يَقُوْلُ الْعَبْدُ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ يَقُوْلُ (الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ يَقُوْلُ الْعَبْدُ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ يَقُوْلُ الْعَبْدُ (اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ) يَقُوْلُ اللّٰهُ هٰذِهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ يَقُوْلُ الْعَبْدُ (اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ) يَقُوْلُ اللّٰهُ فَهٰؤُلَاءِ لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ

میں نے عرض کیا اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! میں کسی وقت امام کے پیچھے بھی ہوا کرتا ہوں آپ رضی اللہ عنہ نے میری کلائی کو دبا کر ارشاد فرمایا: اے فارسی! اپنے قلب میں پڑھا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: نماز کو میں نے اپنے اور اپنے بندے کے مابین آدھا آدھا تقسیم کرلیا ہے۔ آدھی میرے

واسطے ہے اور آدھی میرے بندے کے واسطے ہے اور میرے بندے کے لئے وہی ہے جو اس نے سوال کیا۔ پڑھو بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی بندہ کہتا ہے الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثناء کی۔ بندہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ بندہ کہتا ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے مابین ہے اور میرے بندے کے واسطے ہے جو اس نے سوال کیا۔ بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ اور یہ میرے واسطے ہے اور میرے بندے کے واسطے وہی ہے جو اس نے سوال کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:39، سنن الترمذی: ج:10،ص:210، سنن دارقطنی: ج:1،ص:312، سنن النسائی: ج:3،ص:466)

700 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ السَّرْحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا قَالَ سُفْيَانُ لِمَنْ يُّصَلِّي وَحْدَهُ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مقدسہ پہنچا کہ اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ اور کچھ زیادہ قرأت نہ کرے۔ سفیان نے کہا یہ حکم اس کے لئے جو اکیلا نماز پڑھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:374، سنن النسائی: ج:3،ص:469، صحیح ابن حبان: ج:5،ص:87، مسند احمد: ج:46،ص:233)

701 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَقَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاۗئَةُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ خَلْفَ اِمَامِكُمْ قُلْنَا نَعَمْ هٰذًّا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَاِنَّهُ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت فرمائی تو قرأت فرمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثقل عارض ہوا پس جب فراغت پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شاید تم امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا: ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس طرح نہ کیا کرو مگر سورہ فاتحہ کے کیونکہ اس کی نماز نہیں جو اس کی قرأت نہ کرے۔

(سنن الترمذی: ج:2،ص:23، شرح السنۃ: ج:1،ص:153، صحیح ابن حبان: ج:5،ص:958، مسند احمد: ج:46،ص:230)

702 حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَزْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ نَافِعٌ اَبْطَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فَاَقَامَ اَبُوْ نُعَيْمٍ الْمُؤَذِّنُ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى اَبُوْ نُعَيْمٍ بِالنَّاسِ وَاَقْبَلَ عُبَادَةُ وَاَنَا مَعَهُ حَتّٰى صَفَفْنَا خَلْفَ اَبِي نُعَيْمٍ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ فَجَعَلَ عُبَادَةُ يَقْرَاُ اُمَّ الْقُرْآنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ لِعُبَادَةَ سَمِعْتُكَ تَقْرَاُ بِاُمِّ الْقُرْآنِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ يَجْهَرُ قَالَ اَجَلْ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ الصَّلَوَاتِ الَّتِي يَجْهَرُ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ قَالَ فَالْتَبَسَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ وَقَالَ هَلْ تَقْرَئُوْنَ اِذَا جَهَرْتُ بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ بَعْضُنَا اِنَّا نَصْنَعُ ذٰلِكَ قَالَ فَلَا وَاَنَا اَقُوْلُ مَا لِي يُنَازِعُنِي الْقُرْآنُ فَلَا تَقْرَئُوْا بِشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ اِذَا جَهَرْتُ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنِ ابْنِ جَابِرٍ وَسَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَلَاءِ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ عُبَادَةَ نَحْوَ حَدِيثِ الرَّبِيعِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالُوْا فَكَانَ مَكْحُولٌ يَقْرَاُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالصُّبْحِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ سِرًّا قَالَ مَكْحُولٌ اقْرَاْ بِهَا فِيمَا جَهَرَ بِهِ الْاِمَامُ اِذَا قَرَاَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسَكَتَ سِرًّا فَاِنْ لَمْ يَسْكُتِ اقْرَاْ بِهَا قَبْلَهُ وَمَعَهُ وَبَعْدَهُ لَا تَتْرُكْهَا عَلٰى كُلِّ حَالٍ

نافع بن محمود بن ربیع انصاری سے روایت ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نماز فجر میں دیر سے پہنچے تو ابونعیم موذن نے اقامت کہی اور ابونعیم لوگوں کو نماز پڑھانے لگ گئے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ آگے تشریف لے گئے اور میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا حتیٰ کہ ہم نے ابونعیم کے پیچھے صف بنالی۔ اور ابونعیم جہر سے قرأت کرنے لگے تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سورہ فاتحہ پڑھنے لگ گئے جب فارغ ہوئے تو میں نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو سورہ فاتحہ قرأت کرتے ہوئے سنا ہے اور ابونعیم جہراً قرأت کر رہے تھے۔ فرمایا کہ بات اس طرح ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری معیت میں بعض نماز پڑھی جس کے اندر جہراً قرأت کرتے ہیں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرأت کا التباس ہوا جب فراغت پالی تو ہماری طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا: جب میں جہراً قرأت کرتا ہوں کیا تم بھی قرأت کرتے ہو۔ ہم میں سے کسی نے عرض کیا ہم ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس طرح نہ کیا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے کیا ہو گیا کہ مجھ سے قرآن مجید چھینا جارہا ہے۔ قرآن مجید سے کچھ نہ قرأت کیا کرو جب جہراً پڑھا جائے مگر سورہ فاتحہ کے۔ مکحول نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ربیع بن سلیمان کی حدیث کی مثل

روایت کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ مکحول مغرب اور عشاء اور صبح کی ہر رکعت میں سرا سورہ فاتحہ قرأت کرتے۔مکحول نے فرمایا کہ جب امام جہراً فاتحہ قرأت کرے تو سکتہ کے دوران سراً پڑھا کرو اگر سکتہ نہ کرے تو اس سے اور اس کے ساتھ یا اس کے بعد پڑھو۔کسی حال میں ترک نہ کرو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:164)

تشریح:

☆ قوله امرنا ان نقرأ بفاتحة الكتاب وماتيسر

ہمیں فرمایا گیا ہے کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ جو قرآن مجید سے میسر آئے پڑھ لیا کریں۔

سورہ فاتحہ کے بعد فرض کی دو رکعتوں میں مطلقاً ایک آیت کا پڑھنا اور وتر و نوافل کی ہر رکعت میں پڑھنا امام و منفرد پر فرض ہے اور تین آیتوں کا پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

مطلقاً ایک پڑھنا فرض کی دو رکعتوں میں اور وتر و نوافل کی ہر رکعت میں امام و منفرد پر فرض ہے اور مقتدی کو کسی نماز میں قرأت جائز نہیں نہ فاتحہ نہ آیت نہ آہستہ کی نماز میں، نہ جہر کی میں۔امام کی قرأت مقتدی کے لئے بھی کافی ہے۔

(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح:ص:51)

مسئلہ

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

چھوٹی آیت جس میں دو یا دو سے زائد کلمات ہوں پڑھ لینے سے فرض ادا ہو جائے گا اور اگر ایک ہی حرف کی آیت ہو جیسے ص، ن، ق کہ بعض قرأتوں میں ان کو آیت مانا ہے تو اس کے پڑھنے سے فرض ادا نہ ہوگا اگرچہ اس کی تکرار کرے۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:69)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

1-الحمد پڑھنا یعنی اس کی ساتوں آیتیں کہ ہر ایک آیت مستقل واجب ہے۔ان میں ایک آیت بلکہ ایک لفظ کا ترک بھی ترک واجب ہے۔

2-سورت ملانا یعنی ایک چھوٹی سورت جیسے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ٥ یا تین چھوٹی آیتیں جیسے ثم نظر ثم عبس و

بسر ثم ادبر و استکبر یا ایک یا دو آیتیں تین چھوٹی کے برابر پڑھنا۔

3-الحمد اور اس کے ساتھ سورت ملانا فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نفل و وتر کی ہر رکعت میں واجب ہے۔

4-ہر الحمد کا سورت سے پہلے ہونا۔

5-ہر رکعت میں سورت سے پہلے ایک ہی بار الحمد پڑھا۔ (درمختار: جز:2،ص:184)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

نماز میں اٹھارہ چیزیں واجب ہیں۔

(جن میں سے یہ واجبات بھی ہیں) 1-سورہ فاتحہ کا پڑھنا۔

2-فرض نماز کی دو غیر مقرر رکعتوں اور وتروں اور نفلوں کی تمام رکعتوں میں ایک (چھوٹی) سورت یا تین آیات ملانا۔3-قرأت کے لئے پہلی دو رکعتوں کا تعین کرنا۔4-سورہ فاتحہ کو سورت سے مقدم کرنا۔ (نورالایضاح:ص:111)

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

جس نے عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورت پڑھی اور سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو بعد کی دو رکعتوں میں فاتحہ کا اعادہ نہ کرے اور اگر اس نے فاتحہ پڑھی اور اس پر زیادہ نہیں کیا تو بعد کی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورہ دونوں پڑھے اور جہر کرے اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دونوں میں سے کسی کی قضاء نہ کرے کیونکہ واجب جب اپنے وقت سے فوت ہو گیا تو بغیر دلیل کے اس کی قضا نہیں کی جاتی اور طرفین کی دلیل وہ ہے کہ دو وجہوں کے درمیان فرق ہے کہ فاتحہ کا پڑھنا ایسے طور پر مشروع ہوا ہے کہ سورۃ اس پر مرتب ہو پس اگر فاتحہ کے بعد کی دو رکعتوں میں قضاء کی تو سورت پر فاتحہ مرتب ہو جائے گی اور یہ خلاف موضوع ہے اس کے برخلاف جب اولیین میں سورت کو چھوڑا ہے کیونکہ سورت کی قضاء کرنا مشروع طریقہ پر ممکن ہے۔ پھر یہاں وہ لفظ ذکر کیا جو وجوب پر دلالت کرتا ہے اور مبسوط میں لفظ استحباب کے ساتھ ہے اس لیے کہ سورت اگر مؤخر ہے تو وہ فاتحہ کے ساتھ متصل نہ رہی پس اس کے موضوع کی رعایت من کل وجہ ممکن نہیں ہے اور سورت اور فاتحہ دونوں کا جہر کرے یہ بھی صحیح ہے کیونکہ جہر اور اخفاء کا ایک رکعت میں جمع کرنا برابر ہے اور نفل کا متغیر کرنا اور وہ فاتحہ اولیٰ ہے......اور قرأت کی ادنیٰ مقدار جو نماز میں کفایت کر جاتی ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک آیت ہے اور صاحبین نے کہا تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت ہے کیونکہ اس سے کم قرأت کرنے والا نہیں کہلائے گا پس یہ مادون الآیت کی قرأت کے مشابہ ہو گیا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل باری تعالیٰ کا قول فاقرؤا ما تیسر من القرآن بغیر کسی تفصیل کے ہے مگر یہ کہ ایک آیت سے کم خارج ہے اور پوری آیت اس کے معنیٰ میں نہیں ہے۔ (ہدایہ: جز:1،ص139 تا 141)

☆ قولہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعداً

اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے۔

یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو اکیلا نماز پڑھے یعنی امام کے پیچھے نہ ہو، اگر امام کے پیچھے ہوگا تو وہ امام کے پیچھے نہ سورت فاتحہ پڑھے گا اور نہ ہی کوئی سورت ملائے گا کیونکہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

مذاہب اربعہ!

اب اس میں اختلاف ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرے گا یا نہیں؟ تو اس بارے میں فقہاء کرام کے مذہب بیان کیے جاتے ہیں۔

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:
قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ
اشہب مالکی، ابن وہب مالکی اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں قرأت نہ کی جائے۔
صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
سورہ فاتحہ کے بغیر ناقص ہے۔
ان سے کہا گیا کہ بعض اوقات ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں۔
تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
اس وقت اپنے دل میں پڑھو۔
اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ جب امام قرأت کرے تو اس کے معانی میں تدبر کرو۔
تابعین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ
امام کے پیچھے کسی حال میں قرأت نہ کی جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ صرف ہونٹ ہلاتے جائیں اور خود کو بھی آواز نہ آئے اور جس نے خود کو سنایا اس نے اچھا کیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے عام اصحاب اور بہت سے متقدمین نے یہ کہا ہے کہ امام کے پیچھے سری اور جہری دونوں نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس میں تین قول ہیں۔ ایک قول کوفیین کی طرح ہے، ایک قول امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہے اور ایک قول جمہور صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کی مثل ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد ظاہری کے نزدیک سورہ فاتحہ کا سری نمازوں میں پڑھنا فرض ہے۔ ہمارے نزدیک اس میں اختلاف ہے ایک قول سنت ہے اور ایک قول مستحب ہے۔

(اکمال اکمال المعلم: ج:2،ص:150)

علامہ نووی اس حدیث ''جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی'' کے تحت لکھتے ہیں۔

فقہاءِ شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے موافقین کے مذہب پر دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ امام، مقتدی اور منفرد سب پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا: ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو کیا کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سورہ فاتحہ کو دل میں پڑھو۔

اس کا معنیٰ ہے اس کو چپکے چپکے پڑھو، جس کو تم خود سنو اور بعض مالکیہ وغیرہم نے جو اس کا یہ محمل بیان کیا ہے کہ سورہ فاتحہ کے معانی میں تدبر کرو یہ غیر مقبول ہے کیونکہ قرأت کا اطلاق صرف زبان کی حرکت پر ہوتا ہے جو سنائی دے۔ اسی وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ جنبی اور حائض اگر زبان کی حرکت کے بغیر قرآن مجید کے معانی میں تدبر کریں تو اس پر قرأت کا اطلاق نہیں ہوگا۔

(شرح للنواوی: جز:1، ص:70)

فقہاءِ حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام کے لئے مستحب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد کچھ دیر خاموش رہے اور آرام کرے تا کہ اس وقفہ میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ لیں تا کہ مقتدی سورہ فاتحہ پڑھنے میں امام کے ساتھ کھینچا تانی نہ کریں۔ یہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق کا مذہب ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب رائے نے اس کو مکروہ کہا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے یاد رکھے ہیں ایک سکتہ تکبیر تحریمہ کے بعد اور ایک سکتہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ٥ کی قرأت کے بعد، عمران نے اس کا انکار کیا ہے اور ان دونوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا انہوں نے جواب دیا کہ سمرہ کو یہ حدیث مبارکہ محفوظ ہے۔

اور ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا:

امام کے لئے دو سکتے ہیں ان میں سورہ فاتحہ کی قرأت کو غنیمت جانو۔ ایک سکتہ نماز کے شروع کے وقت ہے اور ایک سکتہ جب وہ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے۔

عروہ بن زبیر نے کہا:

میں امام کے ان دوسکتوں کو غنیمت جانتا ہوں۔ جب وہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ کہتا ہے تو میں اس وقت سورہ فاتحہ پڑھ لیتا ہوں اور جب وہ سورت ختم کرتا ہے تو میں رکوع سے پہلے قرأت کر لیتا ہوں۔ یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا ان کے نزدیک معروف تھا۔ (المغنی: جز:1،ص:291)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں تمام نمازیوں کو قرأت کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد فرمایا:

فاقرء وا ماتیسر منه

جس قدر قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو۔

اور رسول اللہ ﷺ کا حکم بھی ہے کہ کوئی نماز قرآن مجید پڑھے بغیر نہیں ہوتی۔

لیکن جب حدیث صحیح میں وارد ہے۔

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے تو اس آیت اور حدیث کے عموم کی تخصیص کرنا واجب ہے جیسا کہ آئمہ ثلاثہ کا قاعدہ ہے اس لیے مقتدی اس حکم کے عموم سے خارج ہے۔ نیز اس پر اجماع ہے کہ رکوع میں نماز کو پانے والا نماز کی رکعت کو پالیتا ہے حالانکہ اس رکعت میں اس نے قرأت نہیں کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مدرک رکوع بھی قرأت کے عمومی حکم سے خارج ہے۔ اسی طرح جس حدیث مبارکہ میں ہے ''اللہ اکبر کہو پھر تم کو جس قدر قرآن مجید یاد ہے پڑھو'' کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے، اگر مقتدی نے قرأت کی تو ایک نماز میں دو قرأتیں ہو جائیں گی یہ حدیث متعدد اسانید سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔

امام دارقطنی، امام بیہقی اور امام ابن عدی نے کہا ہے کہ

اس حدیث کا مرفوع ہونا ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل متعدد راویوں نے اس حدیث کو ارسال سے بیان کیا ہے۔ ایک سند سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو مرسلاً روایت کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے اور اس سے صرف نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سند صحیح کے ساتھ اس حدیث کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے۔ امام محمد بن الحسین نے اپنی مؤطا میں روایت کیا ہے امام ابوحنیفہ، ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشہ، عبداللہ بن شداد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو بے شک امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

اس حدیث کو سفیان، شریک، جریر اور ابوالزبیر نے اپنی اپنی اسانید صحیحہ کے ساتھ اپنی اپنی مسانید میں مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور سفیان کی سند امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ اس لیے مخالفین کا اس حدیث کو مرسل قرار دینے پر اصرار کرنا باطل ہے کیونکہ اگر ثقہ راوی کسی حدیث میں متفرد ہو تو اس کو قبول کرنا واجب ہے اور رفع ارسال پر زیادتی ہے اور ثقہ اگر متفرد ہو تب بھی اس کی زیادتی مقبول ہوتی ہے چہ جائیکہ یہاں چار سے زائد ثقہ راوی اس حدیث کو مرفوعاً روایت کر رہے ہیں اور ثقہ راوی کبھی حدیث کی ایک سند کو ارسال سے بیان کرتا ہے اور کبھی اتصال سے، امام عبداللہ حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک شخص قرأت کر رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی اس کو نماز میں قرأت سے روکتے رہے، جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس نے اس صحابی سے کہا: کیا تم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں قرأت کرنے سے منع کرتے ہو؟ وہ دونوں تکرار کرنے لگے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت سے بیان کیا ہے کہ

ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے قرأت کی تو اس کو ایک صحابی نے منع کیا، اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی اصل یہ واقعہ ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کبھی پورا واقعہ بیان فرمایا اور کبھی صرف اس کا حکم بیان کر دیا اور کبھی امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت کو بیان کیا۔ اس حدیث کے معارض یہ روایت ہے۔ مجھ سے قرآن کیوں کھینچا جا رہا تھا اگر کسی مقتدی نے ضرور قرآن پڑھنا ہو تو وہ صرف سورہ فاتحہ پڑھے۔ اسی طرح امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید پڑھنا دشوار ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پڑھ رہے تھے۔ ہم نے کہا! ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سوا سورہ فاتحہ کے اس طرح نہ کرو کیونکہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

جس حدیث میں امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے اس کی سند زیادہ قوی ہے اور اس میں ممانعت علی الاطلاق ہے اس لیے قوت سند اور عموم کی وجہ سے وہ حدیث ان احادیث مبارکہ پر مقدم ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث دیگر احادیث سے مؤید ہے ہر چند کہ ان کی اسانید ضعیف ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مذاہب سے بھی مؤید ہے حتیٰ کہ صاحب ہدایہ نے یہ کہا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے پر اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے۔

وہ احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں۔

☆ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مؤطا میں نافع اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے اور جب وہ تنہا نماز پڑھے تو قرأت کرے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

☆ امام دارقطنی نے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ کہا اس کا مرفوع ہونا راوی کا وہم ہے لیکن یہ حکماً مرفوع ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے۔

☆ امام ابن عدی نے کامل میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی سند میں اسماعیل ضعیف راوی ہے اس کا کوئی متابع نہیں ہے۔ امام ابن عدی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ اسماعیل کا متابع ہے نضر بن عبداللہ، امام طبرانی نے معجم اوسط میں نضر بن عبداللہ نے حضرت حسن سے روایت کیا ہے اور حسن سے سنداً اور متناً یہی روایت ہے۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے مگر اس میں کلام ہے۔

☆ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح معانی الآثار میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مقاسم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا۔
تو انہوں نے فرمایا:
کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

☆ امام محمد بن حسن نے اپنی مؤطا میں اپنی سند کے ساتھ ابووائل سے روایت کیا ہے کہ
انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے متعلق سوال کیا۔
تو انہوں نے کہا:
خاموش رہو، نماز میں صرف ایک شغل ہے اور تمہارے لیے امام کافی ہے اور اسی کتاب میں حضرت سعد کے بعض بیٹوں سے روایت کیا ہے کہ
حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں انگارے ڈال دوں۔ اس کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے مگر ان کی روایت میں ہے میں اس کے منہ میں پتھر ڈال دوں۔

☆امام محمد نے اپنی مؤطا میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا:

جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے کاش اس کے منہ میں پتھر ہوتے۔ اس اثر کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔

☆امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ابوحمزہ سے روایت کیا ہے کہ

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔

کیا میں امام کے ہوتے ہوئے قرأت کروں؟

انہوں نے کہا:

نہیں!

☆امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

امام کے پیچھے قرأت نہ کرو خواہ جہری نماز ہو یا سری۔

☆امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت میں خطا کی۔

☆امام نسائی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔

کیا ہر نماز میں قرأت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں۔

انصار کے ایک شخص نے کہا:

قرأت واجب ہوگئی۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا:

جب امام کسی قوم کو نماز پڑھائے تو اس کی قرأت قوم کے لئے کافی ہے اگر مؤخر الذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہ ہو بلکہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا کلام ہو تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کریں کہ ہر نماز میں قرأت ہے۔ پھر امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت قرار دیں۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کو یہ علم ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کی قرأت کو

امام کی قرأت قرار دیا ہے۔اسی (80) کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت منقول ہے۔ان میں حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے اسماء شامل ہیں۔اور محدثین نے ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء کو ضبط کیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ

قرأت نماز کا ایک رکن ہے اور اس میں امام اور مقتدی دونوں مشترک ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ

دونوں مشترک ہیں لیکن مقتدی کا حصہ قرآن مجید سننا اور خاموش رہنا ہے کیونکہ قرأت سے مطلوب تدبر اور تفکر ہے اور اس پر عمل کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ (ص:29)

یہ مبارک کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں غور کریں۔

اور یہ مقصد اس وقت حاصل ہوگا جب وہ قرآن مجید کو سنیں گے جیسے جمعہ کا خطبہ وعظ اور تذکیر کے لئے مشروع کیا گیا ہے تو اس کا سننا واجب ہے تاکہ ان کا فائدہ حاصل ہو یہ نہیں کہ ہر شخص اپنے نفس کو خطبہ دینے لگے۔اس کے برخلاف باقی ارکان خشوع کے لئے مشروع کیے گئے ہیں اور خشوع رکوع اور سجود سے حاصل ہوتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

یہ وجہ تو صرف جہری نماز میں درست ہوسکتی ہے اور قرأت خلف الامام کا اختلاف تو سری نماز میں بھی ہے۔اس میں یہ فائدہ کس طرح حاصل ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

قرآن مجید میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے سننے کا اور خاموش رہنے کا۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (الاعراف:204)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں دو چیزوں کا حکم ہے۔ سننے کا اور خاموش رہنے کا اور جب امام زور سے قرأت نہ کرے اور اس کے لئے سنن ممکن نہ ہو تو اس کے لئے خاموش رہنا تو ممکن ہے۔

محیط میں مذکور ہے کہ

مقتدی سے قرأت ساقط نہیں ہوئی لیکن امام کی قرأت اس کی قرأت ہے حتیٰ کہ وہ امام کے ساتھ قیام میں شریک ہو جائے جو قرأت کا محل ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

ہم یہ نہیں مانتے کہ مقتدی کے لئے بھی قرأت رکن ہے کیونکہ اگر مقتدی کو رکعت فوت ہونے کا خوف ہو تو اس کی نماز جائز ہے خواہ وہ بالکل قرأت نہ کرے اور اس کے جواز پر اجماع ہے مثلاً جب ایک شخص امام کو رکوع میں پائے اور اگر مقتدی کے لئے بھی قرأت رکن ہوتی تو اس عذر کی وجہ سے اس سے قرأت ساقط نہ ہوتی۔ جیسے رکوع اور سجود اس سے ساقط نہیں ہوتے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ

کیا رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ سے قیام ساقط نہیں ہوتا۔

تو ہم کہیں گے کہ

نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص رکوع کی حالت میں اللہ اکبر کہے تو یہ جائز نہیں ہے بلکہ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہے البتہ قیام کا امتداد رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے اور قیام کا فرض ادنیٰ قیام سے حاصل ہو جاتا ہے جیسے رکوع مطلقاً جھکنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ (فتح القدیر: جز:1، ص294 تا 297)

احناف کے مزید دلائل

امام کے پیچھے مقتدی خاموش رہے گا اس پر مزید دلائل بیان کیے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر:1

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ص:61)

دلیل نمبر:2

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ (مؤطا امام محمد: ص:323)

دلیل نمبر:3

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز میں سورہ **سبح اسم ربك الاعلیٰ** پڑھی۔

نبی کریم ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا۔

تم میں سے سورہ **سبح اسم ربك الاعلیٰ** کس نے پڑھی تھی۔

لوگ خاموش رہے آپ ﷺ نے تین بار پوچھا اور وہ ہر بار خاموش رہا۔

پھر ایک شخص نے کہا:

میں نے پڑھی تھی!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے معلوم تھا کہ تم میں سے کوئی شخص مجھے خلجان میں مبتلا کر رہا ہے۔ (سنن دار قطنی: جز:1، ص:325)

دلیل نمبر:4

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے قرأت کر رہا تھا۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے اپنی سورت کی قرأت سے کون الجھا رہا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے امام کے پیچھے قرأت سے منع کر دیا۔

(سنن دار قطنی: جز:1، ص:327)

دلیل نمبر:5

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی آپ ﷺ کے پیچھے ایک شخص نماز میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے اس کو منع کیا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ دونوں بحث کرنے لگے۔

اس نے کہا:

کیا تم مجھے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہو؟

وہ بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تک یہ خبر پہنچی۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔(سنن دار قطنی: جز:1،ص:325)

دلیل نمبر:6

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔(سنن دار قطنی: جز:1،ص:326)

دلیل نمبر:7

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔

میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا خاموش رہوں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خاموش رہو۔امام کی قرأت تمہیں کافی ہے۔(سنن دار قطنی: جز:1،ص:330)

دلیل نمبر:8

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

امام نماز میں سراً قرأت کرے یا جہراً تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔(سنن دار قطنی: جز:1،ص:330)

دلیل نمبر:9

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا۔

کیا ہر نماز میں قرأت ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہاں!

انصار کے ایک شخص نے کہا:

یہ قرأت واجب ہوگئی، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا درآں حالیکہ میں حضور انور ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرا گمان صرف یہ ہے کہ امام کی قرأت قوم کے لئے کافی ہے۔(سنن دارقطنی: جز:1،ص:333)

دلیل نمبر:10

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔(سنن دارقطنی: جز:1،ص:333)

دلیل نمبر:11

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

امام کے پیچھے وہ شخص قرأت کرتا ہے جو فطرت پر نہ ہو۔(سنن دارقطنی: جز:1،ص:333)

دلیل نمبر:12

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطاء کی۔(سنن دارقطنی: جز:1،ص:332)

دلیل نمبر:13

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔(سنن دارقطنی: جز:1،ص:330)

دلیل نمبر:14

ابووائل سے روایت ہے کہ

ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا:

آیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا نہیں؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:

نماز میں صرف ایک مشغولیت ہے اور اس کے لئے تمہیں امام کافی ہے۔(المصنف: جز:1،ص:376)

دلیل نمبر:15

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے میں چاہتا ہوں اس کے منہ میں انگارے ہوں۔(المصنف:ج:1،ص:376)

دلیل نمبر:16

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔(المصنف:ج:1،ص:376)

دلیل نمبر:17

حضرت نافع اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔(المصنف:ج:1،ص:376)

دلیل نمبر:18

حضرت اسود نے فرمایا:

امام کے پیچھے قرأت کرنے سے انگارے چبانا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔(المصنف:ج:1،ص:376)

دلیل نمبر:19

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔(المصنف:ج:1،ص:376)

دلیل نمبر:20

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے خواہ وہ جہراً قرأت کرے یا سراً۔(المصنف:ج:1،ص:376)

دلیل نمبر:21

ابو بشر نے فرمایا:

میں نے سعید بن جبیر سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا۔

انہوں نے کہا:

امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔ (المصنف: ج:1، ص:377)

دلیل نمبر:22

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر وہ شخص جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ (المصنف: ج:1، ص:377)

دلیل نمبر:23

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا۔

انہوں نے کہا:

ہمارے شیوخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی اور یہ کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے تھے۔

(المصنف: ج:1، ص:139)

دلیل نمبر:24

ابواسحاق سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ (المصنف: ج:1، ص:140)

دلیل نمبر:25

عبیداللہ نے فرمایا:

میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔

کیا آپ ظہر اور عصر میں امامؑ کے پیچھے قرأت کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

نہیں۔ (المصنف: ج:1، ص:141)

دلیل نمبر:26

حضرت عطاء ابن یسار سے روایت ہے کہ

انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ صحابی سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے متعلق پوچھا۔
تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام کے ساتھ بالکل قرأت جائز نہیں۔ (مسند ابوعوانہ: رقم الحدیث: 1951)

دلیل نمبر: 27

ابوبکر نے سلمان سے پوچھا کہ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ کیسی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
بالکل صحیح ہے یعنی یہ حدیث مبارکہ کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو بالکل صحیح ہے۔
(سنن الکبریٰ للبیہقی: رقم الحدیث: 2709)

دلیل نمبر: 28

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
جو کوئی نماز پڑھے اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس نے نماز ہی نہ پڑھی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 3621)

دلیل نمبر: 29

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
امام اس واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے تو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث: 921)

دلیل نمبر: 30

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس کا امام ہو تو امام کی تلاوت اس کی تلاوت ہے۔
محمد بن منیع اور امام ابن ہمام نے فرمایا:
یہ اسناد صحیح ہے اور مسلم اور بخاری کی شرط پر ہے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7903)

دلیل نمبر: 31

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس کا کوئی امام ہوتو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ (شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 217)

دلیل نمبر: 32

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر متوجہ ہوئے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

امام کی قرأت کی حالت میں تم تلاوت کرتے ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ سوال فرمایا۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

ہاں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آئندہ اس طرح نہ کرنا۔ (شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 217)

دلیل نمبر: 33

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جو امام کے پیچھے تلاوت کرے وہ دین فطرت پر نہیں۔ (شرح معانی الآثار: جز: 1، ص: 219)

دلیل نمبر: 34

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے ماسوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے ہو۔

(کتاب القرأۃ للبیہقی: ص: 135)

دلیل نمبر: 35

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

جو امام کے پیچھے تلاوت کرے کاش اس کے منہ میں پتھر ہو۔ (مؤطا امام مالک: ص: 102)

دلیل نمبر: 36

امام محمد بن یزید ابو عبداللہ ابن متوفی 275ھ روایت کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے وہیں سے قرأت شروع فرمائی جہاں تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قرأت فرما چکے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1235)

دلیل نمبر: 37

امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے سورت کے اس مقام سے قرأت شروع کی جہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرأت کر چکے تھے۔

(مسند احمد: رقم الحدیث: 1785)

دلیل نمبر: 38

امام احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ روایت کرتے ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے قرآن کے اس حصہ سے قرأت شروع کی جس تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرأت فرما چکے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: رقم الحدیث: 4857)

دلیل نمبر: 39

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ایک جہری نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا:

کیا تم میں سے کسی نے اب میرے ساتھ قرأت کی تھی؟

ایک شخص نے عرض کیا:

جی ہاں! یا رسول اللہ ﷺ۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں بھی کہہ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے کہ مجھ سے قرآن میں جھگڑا کیا جا رہا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں۔

یہ سننے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ جہری نمازوں میں قرأت سے رک گئے تھے۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث: 919)

دلیل نمبر: 40

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ قعدہ میں ہو تو تم پہلے التحیات پڑھا کرو۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 847)

دلیل نمبر: 41

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب مقتدی کی قرأت کے بارے میں سوال کیا کہ کیا مقتدی بھی امام کے پیچھے قرأت کرے گا۔

تو انہوں نے فرمایا:

جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قرأت کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو خود قرأت کرے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ (موطا امام مالک: رقم الحدیث: 192)

دلیل نمبر: 42

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو کوئی ایک تمہارا امام بن جائے اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔

(مسند احمد: ج: 4، ص: 415)

دلیل نمبر: 43

امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ

میرے علم کے مطابق امام کے پیچھے قرآن پڑھنا سنت نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 3794)

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہوئی کہ امام کے پیچھے مقتدی خاموش رہ کر امام کی قرأت سنے گا۔

کیا امام کے پیچھے مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے؟

امام کے پیچھے مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا جائز نہیں بلکہ خاموش رہنا واجب ہے۔

یہ احناف کا موقف ہے آئمہ اربعہ کا موقف اور دلائل یوں ہیں۔

فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن الخرشی مالکی متوفی 1101ھ لکھتے ہیں:

فرض نماز اور نفل نماز میں امام پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور مقتدی پر واجب نہیں ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔ البتہ سری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے۔

(حاشیۃ الخرشی علی مختصر سیدی خلیل: جز:1،ص:269)

فقہاء شافعیہ کا مؤقف

امام ابواسحاق ابراہیم بن علی الفیروزآبادی الشیرازی شافعی متوفی 455ھ لکھتے ہیں:

آیا مقتدی پر بھی سورہ فاتحہ کی قرأت واجب ہے اس میں غور کیا جائے گا اگر وہ ایسی نماز ہے جس میں آہستہ قرأت کی جاتی ہے تو مقتدی پر سورہ فاتحہ کی قرأت واجب ہے اور اگر وہ ایسی نماز ہے جس میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے تو اس میں دو قول ہیں۔

کتاب الام اور البویطی میں مذکور ہے کہ

اس میں مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے کیونکہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرأت دشوار ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا میں دیکھ رہا تھا کہ تم اپنے امام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے۔ ہم نے کہا! اللہ تعالیٰ کی قسم ہاں! ہم ایسا کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سورہ فاتحہ کے سوا اس طرح نہ کیا کرو۔ کیونکہ جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قدیم قول یہ ہے کہ جہری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے قرأت کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی تھی۔ ایک شخص نے کہا! ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اسی لیے) تو میں یہ سوچ رہا تھا کہ میری تلاوت میں دشواری کیوں ہو رہی ہے۔ جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تو جن نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے قرأت کرتے تھے۔ ان نمازوں میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرأت کرنا ترک کر دیا۔ (المہذب: جز:1،ص:72)

فقہاء حنبلیہ کا مؤقف

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا (الاعراف:204) (الکافی: جز:1،ص:246)

علامہ شمس الدین محمد بن مفلح المقدسی حنبلی متوفی 763ھ لکھتے ہیں:

اثرم نے نقل کیا ہے کہ

مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

ابن الزاغوانی نے شرح الخرقی میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور ہمارے اکثر اصحاب اس کے وجوب کو نہیں پہچانتے۔ اس کو نوادر میں نقل کیا ہے اور یہی قول زیادہ ظاہر ہے۔

ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ

ایک قول یہ ہے کہ جس نماز میں آہستہ قرأت ہوتی ہے اس میں مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے۔

ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ

ہر رکعت میں جب امام بلند آواز سے قرأت کرے تو مقتدی اس کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے اور انہوں نے کہا کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا کفایت کرے گا اور سری نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب ہے اور سکتات میں پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

(کتاب الفروع: جز:1، ص:427)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی حنفی متوفی 587ھ لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ٥ (الاعراف:204)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو غور سے سننے اور خاموش رہنے کا حکم دیا ہے اور جن نمازوں میں آہستہ قرأت کی جاتی ہے ان میں اگرچہ سننا ممکن نہیں ہے لیکن خاموش رہنا ممکن ہے۔ پس اس سے ظاہر نص کے اعتبار سے ان نمازوں میں خاموش رہنا واجب ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کو ترک کر دیا اور امام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پس ظاہر ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے قرأت کو ترک کیا تھا اور حدیث مشہور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے امام کو اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو تم اس سے اختلاف نہ کرو جب وہ تکبیر پڑھے تو تم تکبیر پڑھو اور جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو۔ اس حدیث میں امام کی قرأت کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک بغیر قرأت کے کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی اور مقتدی کی نماز بغیر قرأت کے نہیں ہے بلکہ یہ نماز قرأت کے ساتھ ہے اور وہ امام کی قرأت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

(بدائع الصنائع: جز:1، ص:524)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

☆ قولہ عن عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے عقبہ کی دونوں بیعتوں میں شرکت فرمائی تھی تمام غزوات میں شریک ہوئے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو الولید ہے انصاری سالمی ہیں نقیب انصار تھے۔عقبہ کی دونوں بیعتوں میں شریک ہوئے پھر بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو شام کا قاضی اور معلم بنا کر بھیجا۔آپ رضی اللہ عنہ حمص میں مقیم رہے پھر وہاں سے فلسطین چلے گئے رملہ یا بیت المقدس میں وفات پائی۔بہتر (72) سال عمر پائی۔34 چونتیس میں وفات ہوئی مشہور صحابی ہیں۔(مرأۃ المناجیح:ج:8،ص:533)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ كَرِهَ الْقِرَائَةَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اِذَا جَهَرَ الْاِمَامُ

باب: جس نے سورہ فاتحہ کی قرأت کو مکروہ کہا جب امام جہر سے پڑھے

یہ باب امام کے جہر سے پڑھنے کے وقت مقتدی کا سورہ فاتحہ کی قرأت کرنے کے متعلق مکروہ کے حکم میں ہے۔

703 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ اُكَيْمَةَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوةٍ جَهَرَ فِيْهَا بِالْقِرَائَةِ فَقَالَ هَلْ قَرَاَ مَعِيَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اٰنِفًا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّيْ اَقُوْلُ مَالِيْ اُنَازَعُ الْقُرْآنَ قَالَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَائَةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا جَهَرَ فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِرَائَةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوٰى حَدِيْثَ ابْنِ اُكَيْمَةَ هٰذَا مَعْمَرٌ وَّيُوْنُسُ وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَلٰى مَعْنٰى مَالِكٍ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَّاَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِيْ خَلَفٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ وَابْنُ السَّرْحِ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعْتُ ابْنَ اُكَيْمَةَ يُحَدِّثُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ صَلّٰى بِنَا

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً نَظُنُّ اَنَّهَا الصُّبْحُ بِمَعْنَاهُ اِلٰى قَوْلِهٖ مَا لِيْ اُنَازَعُ الْقُرْآنَ قَالَ مُسَدَّدٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ مَعْمَرٌ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَائَةِ فِيْمَا جَهَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَ ابْنُ السَّرْحِ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَانْتَهَى النَّاسُ وَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ مِنْ بَيْنِهِمْ قَالَ سُفْيَانُ وَتَكَلَّمَ الزُّهْرِيُّ بِكَلِمَةٍ لَمْ اَسْمَعْهَا فَقَالَ مَعْمَرٌ اِنَّهٗ قَالَ فَانْتَهَى النَّاسُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَانْتَهٰى حَدِيْثُهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ مَا لِيْ اُنَازَعُ الْقُرْآنَ وَرَوَاهُ الْاَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ فِيْهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَاتَّعَظَ الْمُسْلِمُوْنَ بِذٰلِكَ فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَقْرَئُوْنَ مَعَهٗ فِيْمَا جَهَرَ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ قَالَ قَوْلُهٗ فَانْتَهَى النَّاسُ مِنْ كَلَامِ الزُّهْرِيِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز سے فراغت پائی جس کے اندر قرأت آواز کے ساتھ کی جاتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی۔ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تبھی تو میں کہتا ہوں کہ مجھے کیا ہوا کہ مجھ سے قرآن مجید میں نزاع کیا جا رہا ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگ قرأت کرنے سے باز آگئے جس نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہر سے قرأت فرماتے۔ جب انہوں نے اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ابن اکیمہ کی اس حدیث مبارکہ کو معمر اور یونس اور اسامہ بن زید نے زہری سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مثل معناً روایت فرمایا ہے۔ زہری سے روایت ہے کہ میں نے ابن اکیمہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ سعید بن مسیّب نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی۔ مجھے لگتا ہے وہ صبح کی نماز تھی۔ اس قول تک معناً روایت کیا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے کہ مجھ سے قرآن مجید کے متعلق نزاع کیا جا رہا ہے۔ فرمایا کہ مسدد کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ معمر نے زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پس لوگ باز آگئے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہر سے قرأت کرتے تھے۔ اور ابن سرح نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ معمر نے زہری سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ باز آگئے۔ اور عبداللہ بن محمد زہری نے من بینھم فرمایا۔ سفیان فرماتے ہیں کہ زہری نے کوئی کلمہ کہا جس کو میں سن نہ سکا۔ معمر نے فرمایا کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگ باز آگئے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو عبدالرحمٰن بن اسحاق نے زہری سے روایت کیا ہے اور اس کو حدیث کے اس قول پر ختم فرمایا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ مجھ سے قرآن کریم کے متعلق نزاع کیا جا رہا

ہے اور اوزاعی نے زہری سے روایت کر کے فرمایا کہ اس میں کہا کہ زہری نے فرمایا! پس مسلمانوں کو اس سے نصیحت مل گئی تو وہ آپ ﷺ کے ساتھ قرأت نہیں کیا کرتے تھے جس میں آپ ﷺ جہر کے ساتھ تلاوت فرماتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محمد نے محمد بن یحییٰ بن فارس سے سنا کہ پس لوگ باز آ گئے۔ زہری کا کلام ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:164، سنن دارقطنی: ج:3،ص:349)

شرح:

اس باب سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ یہ ثابت فرمانا چاہتے ہیں کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں نہیں پڑھنا چاہئے۔ اور میں نے یہ اختلاف پچھلے باب میں بیان کر دیا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

☆ **قوله فانتهى الناس عن القراة مع رسول الله ﷺ فيما جهر فيه**

اس سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ جب آپ ﷺ نے منع فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کو پڑھنا چھوڑ دیا تھا۔

یہ حدیث مبارکہ شافعیہ کے خلاف ہے اسی وجہ سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ پہلا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں یہ جملہ مدرج ہے زہری کا کلام ہے۔

ہم نے اس کا جواب یہ دیا کہ

اس میں روایات مختلف ہیں بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ زہری کا کلام ہے یا کسی اور راوی کا کلام ہے اور بعض سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے اور اصل یہ ہے کہ ادراج نہیں ہے۔ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ یہ کلام زہری سے ہے تب بھی کیا اشکال ہے جبکہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کے خلاف بات فرمارہے ہیں۔

دوسرا جواب امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ

محدثین کا اس حدیث مبارکہ کے ضعف پر اتفاق ہے کیونکہ اس میں ایک راوی ابن اکیمۃ ہے جو کہ مجہول ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس حدیث مبارکہ کی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تحسین فرمائی ہے اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی تصحیح فرمائی ہے پھر یہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کے ضعف پر اتفاق ہے۔

اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ابن اکیمہ لیثی کا نام عمارۃ ہے اور ان کو عمرو بن اکیمہ بھی کہا گیا ہے۔

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ان کے مختلف نام ہیں۔عمارہ،عمار اور عمرو اور عامر نام لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

ثقة من الثالثة

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق کوئی جرح نہیں فرمائی اور یہ سنن اربعہ کے راوی ہیں۔اور جو سنن اربعہ کا راوی ہو اس کے ضعف پر کس طرح اتفاق ہوسکتا ہے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ

قوله عن الزهری رحمة الله علیه

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے فقیہ اور محدث تابعی ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی جن سے احادیث مبارکہ لیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام محمد بن عبداللہ ابن شہاب ہے کنیت ابوبکر زہرہ ابن کلاب کے قبیلہ سے ہیں۔مدینہ منورہ کے علماء،فقہاء، محدثین میں سے ہیں۔بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ

میں نے کوئی عالم بالسنہ ان سے بہتر نہ دیکھا۔

کسی نے حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے بڑا عالم کس کو پایا۔

وہ بولے۔

امام زہری ابن شہاب رضی اللہ عنہ کو۔

پوچھا: پھر کون؟

ارشاد فرمایا: ابن شہاب۔

پوچھا: پھر کون؟

ارشاد فرمایا: ابن شہاب۔

ماہ رمضان المبارک (124) ایک سو چوبیس میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہے۔(مرأۃ المناجیح: ج:8،ص:580)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب مَنْ رَاَى الْقِرَائَةَ اِذَا لَمْ يَجْهَرِ الْاِمَامُ بِقِرَائَتِهٖ

جن کے نزدیک قرأت ہے جب امام قرأت جہر سے نہ کر رہا ہو

یہ باب جب امام قرأت جہر سے نہ کرے تو قرأت کرنے کے حکم کے متعلق ہے

704 حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ الْمَعْنٰى عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَرَاَ خَلْفَهُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ اَيُّكُمْ قَرَاَ قَالُوْا رَجُلٌ قَالَ قَدْ عَرَفْتُ اَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيهَا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ اَبُوْ الْوَلِيدُ فِي حَدِيثِهِ قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ اَلَيْسَ قَوْلُ سَعِيدٍ اَنْصِتْ لِلْقُرْآنِ قَالَ ذَاكَ اِذَا جَهَرَ بِهٖ قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ فِي حَدِيثِهِ قَالَ قُلْتُ لِقَتَادَةَ كَاَنَّهُ كَرِهَهُ قَالَ لَوْ كَرِهَهُ نَهٰى عَنْهُ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی ایک شخص آیا اس نے سبح اسم ربك الاعلیٰ قرأت کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کس نے پڑھا؟ انہوں نے کہا ایک آدمی نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے پتہ لگ گیا تھا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے نزاع کر رہا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابوالولید نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ شعبہ نے کہا میں نے قتادہ سے کہا کہ کیا یہ سعید کا قول نہیں ہے کہ خاموش رہو کہ قرآن مجید کے واسطے، ارشاد فرمایا یہ جہر کے وقت پڑھنے میں ہے۔ ابن کثیر نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ میں نے قتادہ سے کہا! گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا ارشاد فرمایا: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہ فرماتے تو روک دیتے۔

(معجم الکبیر: جز:18، ص:210، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:162، سنن دارقطنی: جز:3، ص:376، سنن النسائی: جز:3، ص:478)

705 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمُ الظُّهْرَ فَلَمَّا انْفَتَلَ قَالَ اَيُّكُمْ قَرَاَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا فَقَالَ عَلِمْتُ اَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيهَا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ جب فراغت پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے سبح اسم ربك الاعلیٰ کس نے قرأت کیا۔ ایک شخص نے عرض کیا: میں نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے پتہ لگ گیا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے نزاع کر رہا ہے۔

(معجم الکبیر: جز:18، ص:212، مسند ابی عوانہ: جز:1، ص:457)

تشریح:

یہ بات پیچھے بیان کر دی گئی ہے کہ
امام کے پیچھے مقتدی خاموش رہے گا لہٰذا یہ بحث وہاں دیکھ لیجئے۔

☆ **قوله عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیه وسلم صلی الظهر فجاء رجل وقرأ......** الخ

اس حدیث مبارکہ سے سری نمازوں میں قرأت نہ کرنا امام کے پیچھے ثابت ہو رہا ہے۔
امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس واقعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا نفس قرأت پر نہیں بلکہ جہر بالقرأت پر ہے۔ اس صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جہراً قرأت کی تھی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **ایکم قرأ بسبح اسم ربك الاعلیٰ** ۔تو اگر یہ صحابی جہراً قرأت نہ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو متعین سورت کا علم کس طرح ہوتا؟
اس کا جواب ہم نے یہ دیا کہ
یہ بات عجیب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو قرأت سراً کر رہے ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صحابی جہراً قرأت کرے اور حدیث مبارکہ میں صراحتاً ارشاد مقدسہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن عمران بن حصین رضی اللہ عنه**

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ غزوہ خیبر کے سال ایمان لائے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کثیر احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو نجید ہے خزاعی ہیں کعبی ہیں خیبر کے سال ایمان لائے تا وفات بصرہ میں رہے 52 باون میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تھے۔
مترجم کہتا ہے کہ
آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علم سکھانے کے لئے بصرہ بھیجا۔
ابن سیرین کہتے ہیں کہ
بصرہ میں کوئی صحابی آپ رضی اللہ عنہ سے افضل نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو فرشتے سلام کرتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:538)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ وہ مقدس صحابی ہیں جن کو فرشتے سلام کرتے تھے اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام سلام کرتے تھے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہوتے تھے۔ بہرحال فرشتوں کا سلام کرنا حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ سچی عقیدت و محبت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يُجْزِئُ الْاُمِّيَّ وَالْاَعْجَمِيَّ مِنَ الْقِرَائَةِ

باب: ان پڑھ اور غیر عربی کے لئے کتنی قرأت کفایت کرے گی

یہ باب ان پڑھ اور غیر عربی کے لئے قرأت کی مقدار کے حکم میں ہے۔

706 حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ حُمَيْدِ الْاَعْرَجِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقْرَاُ الْقُرْآنَ وَفِينَا الْاَعْرَابِيُّ وَالْاَعْجَمِيُّ فَقَالَ اقْرَئُوْا فَكُلٌّ حَسَنٌ وَّسَيَجِيْءُ اَقْوَامٌ يُقِيمُوْنَهُ كَمَا يُقَامُ الْقِدْحُ يَتَعَجَّلُوْنَهُ وَلَا يَتَاَجَّلُوْنَهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم رنجہ فرمایا اور ہم اس وقت قرآن مجید کی قرأت کر رہے تھے ہمارے اندر ان پڑھ اور غیر عربی بھی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرأت کرتے ہو تمام ہی اچھے ہو۔ جلد ہی ایسی اقوام آئیں گی جو اس کو اس طرح قائم کریں گی جس طرح تیر کو سیدھا کرتے ہیں قرأت کرنے میں جلدی کریں گے اور رکیں گے نہیں۔

(سنن سعید بن منصور: جز:1،ص:152،شرح السنۃ: جز:1،ص:154،شعب الایمان: جز:2،ص:538،مسند احمد: جز:30،ص:285)

707 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو وَابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ وَفَاءِ بْنِ شُرَيْحٍ الصَّدَفِيِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَّنَحْنُ نَقْتَرِئُ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ كِتَابُ اللّٰهِ وَاحِدٌ وَّفِيكُمُ الْاَحْمَرُ وَفِيكُمُ الْاَبْيَضُ وَفِيكُمُ الْاَسْوَدُ اقْرَئُوْهُ قَبْلَ اَنْ يَّقْرَاَهُ اَقْوَامٌ يُقِيمُوْنَهُ كَمَا

يُقَوِّمُ السَّهْمُ يُتَعَجَّلُ اَجْرُهُ وَلَا يُتَاَجَّلُهُ

حضرت سہل بن سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ہمارے پاس تشریف لے آئے اور ہم قرأت کررہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ایک ہے مگر تمہارے اندر سرخ اور تمہارے سفید اور تمہارے اندر سیاہ قسم کے لوگ ہیں اس کو پڑھو قبل اس کے کہ ایسی اقوام آئیں جو اس کو سیدھا کریں جس طرح کہ تیر کو سیدھا کرتے ہیں۔ اس کا اجر جلدی لیں گے اور اس کو مؤخر نہیں کریں گے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 707)

708 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ عَنْ اَبِىْ خَالِدٍ الدَّالَانِىِّ عَنْ اِبْرَاهِيمَ السَّكْسَكِىِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ اَوْفٰى قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّىْ لَا اَسْتَطِيعُ اَنْ اٰخُذَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَيْئًا فَعَلِّمْنِىْ مَا يُجْزِئُنِىْ مِنْهُ قَالَ قُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِىِّ الْعَظِيمِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمَا لِىْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِىْ وَارْزُقْنِىْ وَعَافِنِىْ وَاهْدِنِىْ فَلَمَّا قَامَ قَالَ هٰكَذَا بِيَدِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ مَلَاَ يَدَهُ مِنَ الْخَيْرِ

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں ایک آدمی آیا تو اس نے عرض کیا میں قرآن مجید سے کچھ یاد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وہ چیز تعلیم فرمایئے جو اس کی جگہ کافی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا! کہو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے میرے واسطے کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا! کہو! اللھم ارحمنی وارزقنی وعافنی واھدنی۔ پس جب وہ کھڑا ہوا تو اس نے اسی طرح ہاتھ سے کہا (یعنی اشارہ سے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: بہرحال اس نے اپنے کو خیر کے ساتھ بھرلیا۔

(معجم الکبیر: ج:3، ص:237)

709 حَدَّثَنَا اَبُوْ تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ يَعْنِى الْفَزَارِىَّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّى التَّطَوُّعَ نَدْعُو قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّنُسَبِّحُ رُكُوعًا وَّسُجُوْدًا حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ مِثْلَهٗ لَمْ يَذْكُرِ التَّطَوُّعَ قَالَ

كَانَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اِمَامًا اَوْ خَلْفَ اِمَامٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيُسَبِّحُ وَيُكَبِّرُ وَيُهَلِّلُ قَدْرَ ق وَالذَّارِيَاتِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نفلی نمازوں میں قیام وقعود میں دعا کر لیتے اور رکوع وسجود میں تسبیح پڑھتے۔ حماد نے حمید سے اسی کی مثل روایت کیا مگر نفلی نماز کا ذکر نہ فرمایا۔ فرمایا کہ حسن ظہر اور عصر کی امامت کے وقت یا امام کے پیچھے سورہ ق اور ذاریات کی مقدار سورہ فاتحہ، تسبیح، تکبیر اور تحلیل کر لیتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 709)

تشریح:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جس کو کچھ یاد نہ ہو وہ کیا کرے حنبلیہ اور شافعیہ کے نزدیک جس شخص کو سورہ فاتحہ یاد نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ فاتحہ کے علاوہ فاتحہ کی مقدار یعنی سات آیات کسی دوسری سورت میں سے پڑھ لے اور اگر وہ بھی یاد نہ ہوں تو حنبلیہ کے نزدیک ان کلمات کو پڑھنا واجب ہے جو حدیث مبارکہ میں ذکر کیے گئے ہیں۔ شافعیہ کی بھی ایک یہی روایت ہے مگر شافعیہ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ سات قسم کا ذکر پڑھنا واجب ہے ظاہر اسی وجہ سے کہ سورہ فاتحہ کی آیات سات ہی ہیں۔ اور مالکیہ کے نزدیک جو شخص ان پڑھ ہو اس پر واجب ہے کہ کسی شخص کی اقتداء میں نماز پڑھے تا کہ امام کی قرأت اس کی قرأت ہو جائے۔ جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ لہٰذا یہ شخص قرأت حقیقیہ پر تو قادر نہیں مگر قرأت حکمیہ پر تو قادر ہے۔ اور احناف کے نزدیک مذکورہ کلمات نہیں پڑھے گا کیونکہ یہ کلمات قرأت کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔

☆ قوله قوله انی لا استطع ان اخذ من القرآن شيئًا فعلمنی ما يجزئنی

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

تمام دعاؤں کی طرف سے یا روزانہ تلاوت قرآن مجید کی طرف سے کہ اس کے پڑھنے میں مجھے تلاوت کا ثواب مل جایا کرے یا نماز میں تلاوت قرآن مجید کی طرف سے، پہلے دو معنیٰ زیادہ قوی ہیں کیونکہ یہ سائل عربی ہیں قرآن مجید ان کی زبان میں ہے لہٰذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ جواز نماز کے بقدر بھی قرآن مجید یاد نہ کر سکیں نیز یہ دعا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی یہ بھی آیات قرآنیہ کے برابر ہی ہے جب یہ یاد ہو سکتی ہے تو بقدر ضرورت نماز قرآن بھی یاد ہو سکتا ہے (از اشعۃ اللمعات) اگر آخری معنیٰ مراد ہوں تو اس سے مسئلہ یہ معلوم ہوگا کہ نو مسلم جو ابھی قرآن مجید یاد نہ کر سکا یا گونگا وغیرہ اس کے لئے نماز کے افعال ہی کافی ہیں۔

☆ قوله سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر الخ

اس کی شرح میں راقم ہیں۔

یعنی اگر تم روزانہ تلاوت قرآن کریم نہ کرسکو تو یہ کلمات کہہ لیا کرو اس میں انشاء اللہ تلاوت کا ثواب پاؤ گے کیونکہ یہ خزائن الٰہیہ میں سے ہیں۔ ان کلمات کے بڑے فضائل آئے ہیں۔ نیز یہ متفرق کلمات قرآنیہ کے جامع ہیں اور رب کی واحدانیت اور صفات ثبوتیہ اور تنزیہہ کا مجموعہ ہیں۔

☆ **قوله قال يا رسول الله ﷺ هذه الله فما ذالي .**

اس کے تحت راقم ہیں۔

یعنی اس میں خداعزوجل کی حمد تو آگئی میرے لیے دعا کے الفاظ نہ آئے۔ اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روزانہ کی تلاوت یا وردوظیفوں کے متعلق سوال کررہے ہیں۔

☆ **قوله قال قل اللهم ارحمنى و عافنى وّاهدنى و ارزقنى الخ**

یعنی اس میں خداعزوجل کی حمد تو آگئی میرے لیے دعا کے الفاظ نہ آئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روزانہ کی تلاوت یا وردوظیفوں کے متعلق سوال کررہے ہیں۔

☆ **قوله فقال هكذا بيده!**

یعنی مجھ پر رحم کر میرے پچھلے گناہ معاف کردے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دے اور مجھے دین و دنیا کی آفتوں سے نجات دے۔ دین اسلام پر استقامت بخش اور احکام پر عمل کی ہدایت دے اور رزق حلال، مخلوق سے استغناء، حسن خاتمہ نصیب کر یہ دعا بہت جامع ہے بعض بزرگ دوسجدوں کے درمیان قعدے میں یہ پڑھا کرتے ہیں۔

☆ **قوله فقال رسول الله ﷺ اما هذا فقد ملا يديه من الخير**

اس کے تحت راقم ہیں۔

یعنی خوشی میں دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کرلیں کہ میں نے دونوں جہاں کی نعمتوں پر قبضہ کرلیا یہ قال بمعنی اشارہ ہے۔

(مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:63)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن سهل بن سعدى ساعدى رضى الله عنه**

حضرت سہل بن سعدی ساعدی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں آپ ﷺ نے ہی سہل نام رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے وصال سے مدینہ منورہ کی زمین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہوگئی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ ساعدی انصاری ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو العباس ہے آپ رضی اللہ عنہ کا نام پہلے حزن حضور انور ﷺ نے سہل رکھا۔ حضور انور ﷺ کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ پندرہ سال کے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات 91 میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

مدینہ منورہ میں آخری صحابی آپ رضی اللہ عنہ ہی فوت ہوئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سے مدینہ منورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خالی ہو گیا۔(مرآۃ المناجیح:ج:8،ص:583)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب تَمَامِ التَّكْبِيرِ

باب: تکبیر کس کس جگہ کہے؟

یہ باب نماز میں تکبیر کہنے کی جگہ کے حکم میں ہے کہ کہاں کہاں تکبیر کہے گا۔

710 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهم فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ كَبَّرَ وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا انْصَرَفْنَا أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِي وَقَالَ لَقَدْ صَلَّى هَذَا قَبْلُ أَوْ قَالَ لَقَدْ صَلَّى بِنَا هَذَا قَبْلُ صَلٰوةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مطرف سے روایت ہے کہ میں نے اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی جب انہوں نے سجدہ کیا تو تکبیر کہی اور جب رکوع کیا تو تکبیر کہی اور دو رکعات سے اٹھے تو بھی تکبیر کہی جب ہم نے فراغت پائی تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا اس طرح پہلے پڑھتے تھے یا ارشاد فرمایا کہ ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے قبل کسی نے اس طرح پڑھائی۔

(معجم الکبیر:ج:18،ص:125،سنن البیہقی الکبریٰ:ج:2،ص:134،سنن النسائی:ج:4،ص:239،صحیح البخاری:ج:3،ص:255)

711 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا أَبِي وَبَقِيَّةُ عَنْ شُعَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَأَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلٰوةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يَقُولُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي اثْنَتَيْنِ فَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلٰوةِ ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلٰوةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَتْ هٰذِهِ

لَصَلَاتُهُ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ هٰذَا الْكَلَامُ الْاٰخِيرُ يَجْعَلُهُ مَالِكٌ وَّالزُّبَيْدِيُّ وَغَيْرِهِمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَوَافَقَ عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ شُعَيْبَ بْنَ اَبِى حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ

زہری سے روایت ہے کہ مجھے ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور ابوسلمہ نے خبر دی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر فرض نماز اور اس کے علاوہ نماز میں تکبیر کہتے جب کھڑے ہوتے، پھر تکبیر کہتے جب رکوع کرتے پھر سمع الله لمن حمده کہتے پھر سجدہ کرنے سے قبل ربنا ولك الحمد کہتے پھر تکبیر کہتے پھر سجدے کے لئے جھکتے، پھر تکبیر کہتے جب اپنا سر اٹھاتے، پھر تکبیر کہتے جب دوسرا سجدہ کرتے، پھر تکبیر کہتے جب دوسری بار سر اٹھاتے پھر تکبیر کہتے جب دو رکعتوں کے بعد اٹھتے تو ہر رکعت میں ایسا ہی کیا کرتے حتیٰ کہ نماز سے فراغت پا لیتے پھر فرماتے جب فراغت پا لیتے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے میری نماز تم سے زیادہ مشابہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی نماز رہی حتیٰ کہ دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کو مالک اور زبیدی وغیرہما نے زہری سے آخری کلام قرار دیا اور وہ علی بن حسین کے موافق ہوئے، عبدالاعلیٰ نے معمر، شعیب، ابن ابی حمزہ سے روایت کیا انہوں نے زہری سے روایت کیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 711)

712 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عِمْرَانَ قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ الشَّامِيِّ و قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَسْقَلَانِيُّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَا يُتِمُّ التَّكْبِيرَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ مَعْنَاهُ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَاَرَادَ اَنْ يَّسْجُدَ لَمْ يُكَبِّرْ وَاِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ لَمْ يُكَبِّرْ

حسن بن عمران سے روایت ہے کہ ابن بشار شامی نے فرمایا ابوداؤد ابوعبداللہ عسقلانی نے ابن عبدالرحمٰن بن ابزی سے انہوں نے ان کے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھی اور وہ پوری تکبیر نہ کرتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کا معنیٰ ہے جب رکوع سے سر اٹھاتے اور سجدہ کرنے کا ارادہ کرتے تو تکبیر نہ کہتے اور جب سجود سے اٹھتے تو تکبیر نہ کہتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 712)

یہاں پر دو ابحاث ہیں۔ جو کہ اہم ہیں۔

بحث اوّل

تکبیرات انتقال مشروع ہے یا نہیں؟

بعض صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز وحسن بصری رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کوئی تکبیر مشروع نہیں اور بعض سلف سے منقول ہے کہ امام کے لئے مشروع ہے منفرد کے لئے مشروع نہیں ہے۔ مگر جمہور علماء سلف وخلف جن میں چاروں خلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اور آئمہ اربعہ بھی شامل ہیں ان کے نزدیک تکبیرات انتقال مشروع ہیں خواہ وہ نفل نماز ہو یا فرض نماز ہو جماعت کے ساتھ یا علیحدہ پڑھی جانے والی نماز ہو۔

بحث ثانی

نماز کی تکبیرات میں مذاہب اربعہ

فقہاء احناف کے نزدیک تکبیر تحریمہ فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ (مدثر:3)

اپنے رب کی تکبیر کہو۔

اور نماز کی باقی تکبیرات سنت ہیں۔ (فتح القدیر: جز:1،ص:239)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

امام کو تکبیرات تحریمہ اور تکبیرات انتقال سب میں جہر مسنون ہے۔ (رد المختار: جز:2،ص:208)

مزید راقم ہیں۔

اگر امام کی تکبیر کی آواز تمام مقتدیوں کو نہیں پہنچتی تو بہتر ہے کہ کوئی مقتدی بھی بلند آواز سے تکبیر کہے کہ نماز شروع ہونے اور انتقالات کا حال سب کو معلوم ہو جائے اور بلا ضرورت مکروہ وبدعت ہے۔ (رد المختار: جز:2،ص:209)

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

بہتر یہ ہے کہ اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع کو جائے یعنی جب رکوع کے لئے جھکنا شروع کرے تو اللہ اکبر شروع کرے اور ختم رکوع پر تکبیر ختم کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:74)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ واجب ہے اور باقی تکبیرات سنت ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام تکبیرات واجب ہیں۔ (شرح للنواوی: جز:1،ص:169) (اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:146)

☆ **قوله محمد بن بشار وابن المثنٰی...... عن الحسن بن عمران قال ابن بشار الشامی**

الشامی ابن بشار کی صفت نہیں بلکہ حسن بن عمران کی صفت ہے اس سند میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ کے دو استاذ ہیں۔

1-محمد بن بشار اور 2-ابن المثنیٰ۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ شعبہ کے استاد حسن بن عمران کی صفت الشامی میرے ایک استاذ یعنی ابن بشار نے ذکر فرمائی اور دوسرے استاد ابن المثنیٰ نے ذکر نہیں فرمائی۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب كَيْفَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ

باب: ہاتھوں سے پہلے گھٹنے کس طرح رکھے؟

یہ باب ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو رکھنے کے حکم میں ہے۔

713 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَحُسَيْنُ بْنُ عِيسٰى قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَاِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ ابْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ حَدِيْثَ الصَّلٰوةِ قَالَ فَلَمَّا سَجَدَ وَقَعَتَا رُكْبَتَاهُ اِلَى الْاَرْضِ قَبْلَ اَنْ تَقَعَ كَفَّاهُ قَالَ هَمَّامٌ وَّحَدَّثَنِيْ شَقِيْقٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ هٰذَا وَفِيْ حَدِيْثِ اَحَدِهِمَا وَاَكْبَرُ عِلْمِيْ اَنَّهُ فِيْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ وَاِذَا نَهَضَ نَهَضَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلٰى فَخِذِهِ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب اٹھتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔عبدالجبار بن وائل اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے نماز کی حدیث ذکر کر کے فرمایا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو اپنے دونوں گھٹنوں کو زمین پر اپنی ہتھیلیوں سے پہلے رکھتے۔ ہمام نے کہا مجھے شقیق نے بیان کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھے عاصم بن کلیب نے بیان کیا ہے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے انہوں نے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کیا ہے اور ان دونوں میں سے ایک حدیث میں میرے علم کے مطابق محمد بن جحادہ کی حدیث میں ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرمانے لگتے تو گھٹنوں پر اپنے رانوں کے سہارے سے اٹھا کرتے۔

(سنن الترمذی: جز:1ص:452)

714 حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَسَنٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھا کرے اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں سے قبل رکھا کرے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2ص:100، سنن دار قطنی: جز:1ص:344، سنن النسائی: جز:4ص:250، مسند احمد: جز:18ص:140)

715 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَسَنٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَيَبْرُكُ كَمَا يَبْرُكُ الْجَمَلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اپنی نماز میں یوں بیٹھتا ہے جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے۔

(سنن النسائی: جز:2ص:207، مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ: جز:5ص:394)

تشریح:

احناف کے نزدیک ایک سجدے میں جاتے وقت سنت یہ ہے کہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھا جائے اور اٹھتے وقت گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھائے جائیں اور زمین پر ہاتھ رکھ کر کھڑا نہ ہو بلکہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر ٹانگوں کے بل کھڑا ہو۔ جبکہ مالکیہ کے نزدیک پہلے ہاتھ زمین پر رکھے پھر گھٹنے رکھے۔

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

سجدہ میں جائے تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی اور جب سجدہ سے اٹھے تو اس کا عکس کرے یعنی پہلے پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1ص:75)

مسئلہ

جب دونوں سجدے کرے تو رکعت کے لئے پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھے یہ سنت ہے، ہاں کمزوری وغیرہ عذر کے سبب اگر زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھا جب بھی حرج نہیں۔ (درمختار: جز:2،ص:262)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:
دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھے اور اگر کسی عذر سے ایک ساتھ نہ رکھ سکتا ہو تو پہلے داہنا پھر بایاں رکھے۔
(ردالمحتار: جز:2،ص:255)

مالکیہ کا استدلال اور ان کا جواب

☆ اذا سجد احدکم فلا یبرك کما یبرك لبعیر ولیفح یدیه قبل رکبتیه

اس حدیث مبارکہ سے مالکیہ نے استدلال کیا ہے اس میں صراحت ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھنا چاہئے۔

اس کے متعدد جواب ہیں۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ اس حدیث مبارکہ سے اقوی ہے۔ اور علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کی دس وجوہات ترجیح کی ذکر فرمائی ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ سے منسوخ ہے جس میں ہے کہ ہم ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھتے تھے تو ہمیں حکم فرمایا گیا کہ گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے رکھا کریں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث مقلوب ہے کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی 235ھ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ اس کے خلاف ذکر کیے ہیں۔

اذا سجد احدکم فلیبدا برکبتیه قبل یدیه ولا یبرك کبروك الفحل

چوتھا جواب یہ ہے کہ

اس حدیث کا آخر اس کے اول کے معارض ہے کیونکہ ابتداء میں بروک ابل سے منع کیا جا رہا ہے اور اونٹ بیٹھتے وقت زمین پر پہلے ہاتھ رکھتا ہے تو اس سے منع کرنے کے بجائے آگے اس کا حکم فرما رہے ہیں کہ وہ گھٹنوں سے قبل ہاتھوں کو زمین پر

رکھے۔

☆ قوله عن ابی هريرة رضی الله عنه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات پیچھے بیان کر دیئے گئے لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب النُّهُوضِ فِي الْفَرْدِ

باب: رکعت اولیٰ اور رکعت ثالثہ سے اٹھنا

یہ باب رکعت اولیٰ اور رکعت ثالثہ سے اٹھنے کے احکام کے متعلق ہے۔

716 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ يَعْنِيْ ابْنَ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ جَائَنَا اَبُوْ سُلَيْمَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ اِلٰى مَسْجِدِنَا فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُصَلِّيْ بِكُمْ وَمَا اُرِيْدُ الصَّلٰوةَ وَلٰكِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُرِيَكُمْ كَيْفَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ قِلَابَةَ كَيْفَ صَلّٰى قَالَ مِثْلَ صَلٰوةِ شَيْخِنَا هٰذَا يَعْنِيْ عَمْرَو بْنَ سَلَمَةَ اِمَامَهُمْ وَذَكَرَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ الْاٰخِرَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى قَعَدَ ثُمَّ قَامَ

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری مسجد میں تشریف لائے تو ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں تمہیں نماز پڑھاؤں گا اور نماز پڑھانے سے میرا ارادہ صرف تمہیں یہ دکھانا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح نماز پڑھی ہے۔ میں نے ابوقلابہ سے عرض کیا کہ آپ نے کس طرح نماز پڑھائی۔ ارشاد فرمایا کہ ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی مانند امام کی مانند۔ اور ذکر کیا کہ وہ جب پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے اپنے سر کو اٹھاتے تو بیٹھتے پھر قیام فرمالیتے۔

(معجم الکبیر: جز: 19، ص: 287، صحیح البخاری: جز: 3، ص: 318، مسند احمد: جز: 31، ص: 195، مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ: جز: 50، ص: 9)

717 حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ جَائَنَا اَبُوْ سُلَيْمَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ اِلٰى مَسْجِدِنَا فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُصَلِّيْ وَمَا اُرِيْدُ الصَّلٰوةَ وَلٰكِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُرِيَكُمْ كَيْفَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَالَ فَقَعَدَ فِي الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى حِيْنَ رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ السَّجْدَةِ الْاٰخِرَةِ

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوسلیمان مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری مسجد میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم میں ضرور نماز پڑھاؤں گا اور نماز پڑھانے سے میرا ارادہ صرف یہ ہے کہ میں آپ لوگوں کو دکھاؤں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ فرمایا کہ پہلی رکعت میں بیٹھے جب اپنے سر کو دوسرے سجدے سے اٹھایا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 717)

718 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ فِیْ وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰی يَسْتَوِیَ قَاعِدًا

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ جب آپ اپنی نماز کی وتر میں ہوتے تو نہ اٹھتے حتیٰ کہ سیدھے نہ بیٹھ جاتے۔

(شرح السنۃ: ج:1، ص:482، صحیح ابن حبان: ج:5، ص:361)

تشریح:

دونوں جگہوں یعنی رکعت اولیٰ اور رکعت ثالثہ میں سجدہ سے فارغ ہو کر فوراً کھڑا ہو جائے یا جلسہ خفیفہ کرنے کے بعد کھڑا ہو اس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ شافعیہ کے نزدیک جلسۂ استراحت ہے اور احناف اور مالکیہ کے نزدیک جلسۂ استراحت نہیں۔ اور حنابلہ کے نزدیک دو روایتیں ہیں۔

☆ **قولہ عن ابی قلابۃ قال جائنا ابو سلیمان مالک بن الحویرث الی مسجدنا الخ**

اس حدیث مبارکہ سے جلسۂ استراحت ثابت ہوتا ہے۔ یہی حدیث مبارکہ صحیح بخاری میں ہے۔ جمہور علماء جو جلسۂ استراحت کے قائل نہیں ان کا استدلال حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات سے ہے جن میں آتا ہے "**کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینہض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ**" امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اکثر احادیث مبارکہ سے ایسے ہی معلوم ہوتا ہے۔ علامہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ انہ کان "**ینہض علی صدور قدمیہ و رکبتیہ**" اور علماء کرام نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ کسی علت اور عذر پر محمول ہے مثلاً ضعف وغیرہ پر کیونکہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات جلسہ استراحت کے ذکر سے خالی ہیں۔ صرف حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کے، لہٰذا اگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا معمول ہوتا تو تمام نماز کی صفات کو بیان فرما دیتے۔ اور عقلی بات بھی ہے کہ جلسۂ استراحت نماز کے خلاف ہے کیونکہ نماز کی وضع کا مقصد عبادت ہے اور استراحت اس کے مقصد کے خلاف ہے اور جبکہ یہاں اٹھنا ہوتا ہے سجدہ سے فوراً بعد مگر استراحت کرنا یہاں محل کے خلاف ہے۔

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ

☆ عن ابی قلابہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ تابعی ہیں اور شام کے علماء کرام میں سے ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن زید ہے جرمی ہیں مشہور تابعی ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ملاقات ہے شام کے علماء میں سے ہیں 106 ایک سو چھ میں شام میں وفات پائی۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:593)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْإِقْعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

باب: دوسجدوں کے مابین ایڑیوں پر بیٹھنا

یہ باب دوسجدوں کے مابین ایڑیوں پر بیٹھنے کے حکم میں ہے۔

719 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُوْلُ قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْإِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ فِي السُّجُوْدِ فَقَالَ هِيَ السُّنَّةُ قَالَ قُلْنَا اِنَّا لَنَرَاهُ جُفَاءً بِالرَّجُلِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن جریج سے روایت ہے کہ ابوالزبیر نے خبر دی ہے کہ انہوں نے طاؤس کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ سجدوں میں قدموں پر اقعاء ہے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا یہ سنت ہے، ہم نے عرض کیا ہمیں تو پاؤں پر جفاء دکھائی دیتی ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (مبارکہ) ہے۔

(معجم الکبیر: ج:11، ص:47، سنن الترمذی: ج:1، ص:476، صحیح ابن خزیمہ: ج:1، ص:338، صحیح مسلم: ج:3، ص:138)

تشریح: اقعاء کا معنیٰ

اقعاء کا معنیٰ ہے سرین کو ایڑیوں پر رکھ کر بیٹھنا، شافعیہ کے نزدیک ایک قول یہ ہے کہ دوسجدوں کے درمیان اسی طرح بیٹھنا افضل ہے اسی قول کی تائید اس باب سے ہوتی ہے۔ احناف کے نزدیک دوسجدوں کے درمیان اس طرح بیٹھنا سنت ہے کہ سیدھے پاؤں کو نصب کر کے الٹے پاؤں پر بیٹھے اور اقعاء کے طور پر نہیں بیٹھنا چاہئے اس کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے علی (رضی اللہ عنہ)! میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں اور تمہارے لیے وہی ناپسند کرتا ہوں جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہوں دو سجدوں کے درمیان اقعاء کے طور پر نہ بیٹھا کرو۔ (جامع ترمذی: ص:67)

مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ سنتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

دو سجدوں کے درمیان مثل تشہد کے بیٹھنا یعنی بایاں قدم بچھانا اور داہنا کھڑا رکھنا (سنت ہے)

(بہار شریعت: ج:1، ص:530)

نماز میں عورتوں کے سجدے اور بیٹھنے کا طریقہ مردوں سے مختلف ہے جس طرح کہ احادیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے۔

یزید بن ابی حبیب سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو کہ نماز پڑھ رہی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصے کو زمین سے لگایا کرو کیونکہ اس میں عورتیں مردوں کی طرح نہیں ہیں۔

(مراسیل ابوداؤد: ص:8)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھ لے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ چمٹائے یہ اس کے لئے زیادہ ستر ہے۔ (کنز العمال: جز:7، ص:549)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اقعاء کے متعلق دو باب قائم فرمائے ہیں۔

1- باب کراہیت الاقعاء

2- الرخصۃ فی الاقعاء

دوسرے باب میں اسی حدیث مبارکہ کو ذکر فرمایا اور پہلے باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع کو ذکر فرمایا جس کے الفاظ اس طرح ہیں "لا تقع بین السجدتین" مگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "واکثر اھل العلم یکرھون الاقعاء بین السجدتین" اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو جواز کا قول نقل فرمایا ہے اس کو اہل مکہ مکرمہ کی طرف منسوب فرمایا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالہ سے کوئی باب قائم نہیں فرمایا اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے "جواز الاقعاء علی العقبین" کے نام سے باب قائم فرمایا ہے۔

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ

قوله عن ابی جریج رحمۃ اللہ علیه

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں بہت بڑے عالم تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ مکی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالملک ابن عزیز ابن جریج ہے مکی ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میری طرح علم دوسروں نے جمع نہیں کیا۔ 150 ایک سو پچاس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8، ص:528)

واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم

بَاب مَا يَقُوْلُ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

باب: جب رکوع سے سر کو اٹھائے تو کیا کہے؟

یہ باب رکوع سے سر اٹھانے کے وقت تسبیح پڑھنے کے حکم میں ہے۔

720 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِي اَوْفٰى يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءُ الْاَرْضِ وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ عُبَيْدٍ اَبِي الْحَسَنِ هٰذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ فِيْهِ بَعْدَ الرُّكُوعِ قَالَ سُفْيَانُ لَقِينَا الشَّيْخَ عُبَيْدًا اَبَا الْحَسَنِ بَعْدُ فَلَمْ يَقُلْ فِيْهِ بَعْدَ الرُّكُوعِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ اَبِي عِصْمَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُبَيْدٍ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوعِ

عبید بن حسن سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر کو اٹھاتے تو ارشاد فرماتے: ''سمع اللہ لمن حمدہ اللھم ربنا لك الحمد ملء السموت وملء الارض وملء ماشئت من شیء'' امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سفیان ثوری اور شعبہ بن حجاج نے اس حدیث مبارکہ کو عبید بن حسن سے روایت کیا تو انہوں نے اس میں رکوع کے بعد کا ذکر نہیں کیا۔

سفیان فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک شیخ سے ملاقات کی جو کہ ابوالحسن کے غلام تھے تو انہوں نے اس میں رکوع کے بعد نہیں کہا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو شعبہ نے ابوعصمہ، اعمش، عبید سے روایت کیا ہے انہوں نے بعد الرکوع فرمایا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 720)

721 حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ ح و حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُسْهِرٍ ح و حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ كُلُّهُمْ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ قَزَعَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ حِيْنَ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاءِ قَالَ مُؤَمَّلٌ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ زَادَ مَحْمُوْدٌ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ ثُمَّ اتَّفَقُوْا وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وَقَالَ بِشْرٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ لَمْ يَقُلِ اللّٰهُمَّ لَمْ يَقُلْ مَحْمُوْدٌ اللّٰهُمَّ قَالَ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سمع الله لمن حمده فرماتے تب فرماتے اللهم ربنا لك الحمد ملء السماء ۔مؤمل فرماتے ہیں کہ " ملء السموٰت وملء الارض وملء ماشئت من شیء بعد اهل الثناء والمجد الحق ماقال العبد وكلنا لك عبد لا مانع لما اعطيت" محمود نے یہ فرمایا کیا "ولا معطی لما منعت" پھر تمام نے اتفاق کیا کہ "ولا ينفع ذا الجد منك الجد" اور بشر نے کہا ہے ربنا لك الحمد وہ اللهم نہیں کہا کرتے ۔محمود اللهم نہ کہتے ربنالك الحمد کہتے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 721)

722 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو

تم اللھم ربنا لك الحمد کہو کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:55، سنن الترمذی: جز:1،ص:468، سنن النسائی: جز:2،ص:196، شرح السنۃ: جز:1،ص:159)

723 حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا اَسْبَاطٌ عَنْ مُّطَرِّفٍ عَنْ عَامِرٍ قَالَ لَا يَقُوْلُ الْقَوْمُ خَلْفَ الْإِمَامِ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وَلٰكِنْ يَّقُوْلُوْنَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

عامر سے روایت ہے کہ قوم امام کے پیچھے "سمع الله لمن حمده" نہ کہا کریں لیکن ربنا لک الحمد کہا کریں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:723)

تشریح:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام و مقتدی رکوع سے سر اٹھاتے وقت کیا کہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام صرف سمع الله لمن حمده کہے اور مقتدی صرف ربنا لك الحمد کہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام اور مقتدی میں شرکت ہے کلاھما لکلیھما۔ ان کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں ہے کہ "ثم يقول سمع الله لمن حمده...... حين يرفع صلبه من الركعة ثم يقول وهو قائم ربنا ولك الحمد" اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام کے لئے دونوں تسبیحات اور مقتدی کے لئے ان دونوں میں سے صرف ایک ہے۔ ان کی دلیل ایک تو اسی باب کی حدیث مبارکہ ہے جو مقتدی کے حق میں ہے اور دوسری امام کے حق میں ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد اسانید سے روایت کی ہے جس میں ہے "كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال سمع الله لمن حمده قال اللهم ربنا ولك الحمد"

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

منفرد سمع الله لمن حمده کہتا ہوا رکوع سے اٹھے اور سیدھا کھڑا ہو کر اللهم ربنا ولك الحمد کہے۔

(درمختار: جز:2،ص:247)

مسئلہ

مفتی امجد علی اعظمی حنفی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

رکوع سے اٹھنے میں امام کے لئے سمع الله لمن حمده کہنا اور مقتدی کے لئے "اللهم ربنا ولك الحمد" کہنا اور منفرد کو دونوں کہنا سنت ہے۔

(بہار شریعت: ج:1،ص:527)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

ربنا ولك الحمد سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے مگر واؤ ہونا بہتر ہے اور اللهم ہونا اس سے بہتر اور سب میں بہتر یہ ہے کہ دونوں ہوں۔ (درمختار: جز: 2، ص: 246)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

بسمع الله لمن حمده کی "ہ" کو ساکن پڑھے اس پر حرکت ظاہر نہ کرے نہ دال کو بڑھائے۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 73)

اللہ تعالیٰ کی حمد

قوله اللهم ربنا لك الحمد ملء السموٰت وملء الارض...... الخ

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد بندے کے لئے ذریعہ نجات ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد چاہے نماز میں ہو یا غیر نماز میں بندے کے لئے دنیا و آخرت میں بہتری کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد بندہ جس قدر کرے کم ہے اللہ تعالیٰ کے بندے پر بے شمار احسانات ہیں اسی لیے بندہ کو چاہئے کہ ہر وقت ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا رہے۔ اب رضا الٰہی عزوجل کی خاطر حمد کا معنی اور حمد کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔

حمد کے معانی

حمد کے متعلق علماء کرام نے متعدد معانی بیان کیے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔

علامہ ابن منظور افریقی کا قول

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

حمد مذمت کی تنقیص ہے۔

ثعلب نے کہا:

حمد کا تعلق نعمت اور غیر نعمت دونوں سے ہے اور شکر کا تعلق صرف نعمت سے ہے۔

لحیانی نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی ثناء اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اخفش نے کہا:

الحمدللہ کا معنیٰ ہے الشکرللہ اور کہا الحمدللہ اللہ تعالیٰ کی ثناء اور اس کی تعریف ہے۔

ازہری نے کہا:

شکر صرف اس ثناء کو کہتے ہیں جو نعمت پر کی جاتی ہے اور حمد بعض اوقات کسی کام کے شکر کو کہتے ہیں اور کبھی ابتداءً نعمت کے بغیر کسی شخص کی ثناء کو حمد کہتے ہیں سو اللہ تعالیٰ کی حمد اس کی ثناء ہے اور اس کی ان نعمتوں کا شکر ہے جو سب کو محیط ہیں اور حمد شکر سے عام ہے۔ (لسان العرب: جز:3، ص:155)

علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی کا قول

علامہ مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی 817ھ لکھتے ہیں:

حمد کا معنیٰ ہے شکر رضا، جزاء اور حق کو ادا کرنا تحمید کے معنیٰ ہیں اللہ تعالیٰ کی بار بار حمد کرنا اور محمد کے معنیٰ ہیں جس کی بار بار حمد کی گئی ہو۔ (قاموس: جز:1، ص:563)

علامہ محمد بن اثیر جزری کا قول

علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

حمد اور شکر متقارب ہیں اور ان میں حمد زیادہ عام ہے کیونکہ تم انسان کی صفات ذاتیہ اور اس کی عطاء پر اس کی حمد کرتے ہو اور اس کی صفات ذاتیہ پر اس کا شکر نہیں ادا کرتے۔ حدیث مبارکہ میں ہے۔ حمد رئیس کا شکر ہے جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کی اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا۔ حمد شکر کی رئیس اس لیے ہے کہ اس میں نعمت کا اظہار اور اس کو مشہور کرنا ہے اور حمد شکر سے عام ہے۔ (نہایہ: جز:1، ص:437)

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری کا قول

علامہ اسماعیل بن حماد جوہری متوفی 398ھ لکھتے ہیں:

حمد ذم کی نقیض ہے۔ تحمید حمد سے زیادہ بلیغ ہے اور حمد شکر سے زیادہ عام ہے۔ جس شخص میں بہ کثرت خصال محمودہ ہوں اس کو محمد کہتے ہیں۔ (الصحاح: جز:2، ص:466)

علامہ سید شریف جرجانی کا قول

علامہ سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

حمد: کسی خوبی کی بطور تعظیم کرنا خواہ کسی نعمت کی وجہ سے ہو یا اس کے بغیر۔

حمد قولی: زبان سے اللہ تعالیٰ کی وہ تعریف کرنا جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام علیہم السلام کی زبانوں کے ذریعہ خود اپنی تعریف فرمائی ہے۔

حمد عرفی: منعم کے انعام کی وجہ سے کوئی ایسا فعل کرنا جس سے اس کی تعظیم ظاہر ہو عام ازیں کہ زبان سے ہو یا دیگر اعضاء سے۔ (کتاب التعریفات: ص: 42)

اللہ تعالیٰ کی حمد کے فضائل

اللہ تعالیٰ کی حمد کے کثیر فضائل ہیں جو کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں اور وہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ آسمان اور زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں۔ (صحیح مسلم: جز: 1، ص: 118)

حدیث مبارکہ: 2

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قرآن مجید کے بعد چار کلام افضل ہیں اور وہ بھی قرآن مجید سے ہیں۔ تم ان میں سے جس سے بھی ابتداء کرو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ 1- سبحان اللہ، 2- الحمد للہ، 3- لا الٰہ الا اللہ، 4- اور اللہ اکبر۔ (مسند احمد: جز: 5، ص: 20)

حدیث مبارکہ: 3

عمرو بن شعیب اپنے والد محترم اور وہ اپنے دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے سو بار صبح اور سو بار شام کو سبحان اللہ کہا اس نے گویا سو حج کیے اور جس نے سو بار صبح اور سو بار شام کو الحمد للہ کہا اس نے گویا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سو گھوڑے مہیا کیے۔ (جامع ترمذی: ص: 500)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ بندہ کی اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ وہ کچھ کھائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور کچھ پیئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز: 1، ص: 131)

حدیث مبارکہ:5

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کسی نعمت پر الحمد للہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے افضل نعمت عطا فرماتا ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن: جز:1،ص:131)

حدیث مبارکہ:6

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب ایک بندہ کا بچہ فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے۔ تم نے میرے بندہ کا بچہ اٹھالیا۔ وہ کہتے ہیں! ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم نے اس کے دل کا ٹکڑا اٹھالیا۔ وہ کہتے ہیں! ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔ (جامع ترمذی:ص:166)

حدیث مبارکہ:7

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کا کیسا نصیب رکھا ہے۔ اس کو اگر بھلائی پہنچتی ہے تو اپنے رب عزوجل کی حمد کرتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس کو مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے رب عزوجل کی حمد کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔

(مسند احمد: جز:2،ص:182)

حدیث مبارکہ:8

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھاتے یا پیتے تو دعا کرتے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا۔ (جامع ترمذی:ص:499)

حدیث مبارکہ:9

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے کھانا کھا کر کہا! تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھے بغیر کوشش اور طاقت کے یہ رزق دیا، تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (جامع ترمذی: ص:499)

حدیث مبارکہ:10

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے تھے!

جب تم میں سے کوئی شخص اپنا پسندیدہ خواب دیکھے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس پر الحمد للہ کہے۔

(صحیح بخاری: جز:2، ص:1034)

حدیث مبارکہ:11

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ جب کسی ٹیلے یا کسی بلندی پر چڑھتے تو ارشاد فرماتے:

اے اللہ عزوجل! ہر بلندی سے زیادہ بلندی تیرے واسطے ہے اور ہر حمد سے بالا حمد تیرے لیے ہے۔

(مسند احمد: جز:3، ص:127)

حدیث مبارکہ:12

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ کرتے تو دعا کرتے۔ اے اللہ عزوجل میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں اور جب بیدار ہوتے تو دعا کرتے! تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں جس نے میرے نفس پر موت وارد کرنے کے بعد اس کو زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔ (جامع ترمذی: ص:492)

حدیث مبارکہ:13

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو وہ الحمد للہ کہے۔ (صحیح بخاری: جز:2، ص:919)

حدیث مبارکہ:14

امام ابو جعفر محمد بن جریر متوفی 310ھ روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم کہتے ہو "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" تو تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہو اور وہ تم کو زیادہ نعمت دے گا۔

(جامع البیان: جز:1، ص:46)

حدیث مبارکہ:15

اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی حمد سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں ہے اس لیے اس نے اپنی حمد کی اور فرمایا "الحمدللہ" (جامع البیان: جز:1، ص:46)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد بیان کرتے تھے۔ جس قدر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اس قدر کسی نے بیان نہیں کی۔ کثیر احادیث مبارکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد کرنے کے متعلق ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بہت زیادہ پڑھتے تھے۔

"سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ"

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دیکھتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بہت زیادہ پڑھتے ہیں۔

سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے میرے رب عزوجل نے یہ خبر دی ہے کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا پس جب میں وہ علامت دیکھ لوں تو میں یہ کثرت پڑھوں۔

"سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ"

پس بے شک میں نے وہ علامت دیکھ لی ہے وہ علامت "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَ الْفَتْحُ o" یعنی فتح مکہ۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:220)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے مشائخ بدر میں داخل فرماتے تھے ان میں سے بعض مشائخ کو یہ ناگوار ہوتا تھا۔ انہوں نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہ ان کو ہمارے درمیان کیوں رکھتے ہیں حالانکہ ان کی عمر کے برابر تو ہمارے بیٹے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ اس حیثیت سے ہے جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ پھر ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا اور مشائخ بدر میں داخل کیا اور میرا یہی اندازہ تھا کہ آج حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان پر میری حیثیت واضح کر دیں گے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا! آپ لوگ "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ؕ" کے متعلق کیا بیان کرتے ہیں۔

ان میں سے بعض نے کہا:

ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ جب جنگ میں ہمیں فتح حاصل ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور جب ہمیں شکست ہو تو ہم اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں۔ اور دوسرے بعض مشائخ خاموش رہے اور انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے ابن عباس (رضی اللہ عنہما)! آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک کیا اس سورت کی یہی تفسیر ہے۔؟

میں نے کہا:

نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

پھر آپ رضی اللہ عنہ کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا:

اس سورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی تھی۔ "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ؕ" آپ کی وفات کی علامت تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس سورت کے متعلق مجھے اس سے زیادہ علم نہیں ہے جو آپ نے بتلایا۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 4970)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

سورہ "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ؕ" کے بعد جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی "سبحانك ربنا وبحمدك اللهم اغفرلي" (پڑھتے) تو سبحان ہے اے ہمارے رب اور تیری حمد کے ساتھ۔ اے اللہ عزوجل! تو میری مغفرت فرما۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4967)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

سورت نصر نازل ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے آخر میں تسبیح اور استغفار بہت زیادہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کھڑے ہوتے تو بیٹھتے یا آتے جاتے تو یہ پڑھتے تھے۔ "سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ" اور فرماتے! مجھے یہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر آپ نے سورت النصر مکمل پڑھی۔

بعض روایات میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پڑھا کرتے تھے۔

سبحانك اللھم وبحمدك استغفرك واتوب الیك۔ (جامع البیان: رقم الحدیث: 29578)

اللہ تعالیٰ کی حمد کام وکلام کرنے سے قبل نہ کرنے پر وعیدیں

اللہ تعالیٰ کی حمد کام وکلام کرنے سے قبل نہ کرنے پر سخت وعیدیں ہیں کہ وہ کام نا تمام رہے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس مہتم بالشان کام کی ابتداء الحمد للہ سے نہیں کی گئی وہ نا تمام رہے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ص: 136)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس کلام کی ابتداء الحمد للہ سے نہیں کی جائے گی وہ نا تمام رہے گا۔ (سنن ابوداؤد: جز: 2، ص: 309)

اللہ تعالیٰ کی مومنین اور صالحین کا آخرت میں چھ مقامات پر حمد کرنا

آخرت میں مومنین اور صالحین اللہ تعالیٰ کی چھ مقامات پر حمد کریں گے۔ وہ چھ مقامات حسب ذیل ہیں۔

1- پل صراط سے عافیت کے ساتھ گزرنے پر حمد

جب مومنین اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پل صراط سے عافیت کے ساتھ گزر جائیں گے تو کہیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ط (فاطر: 34)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا۔

2- فیصلہ ہونے کے بعد حمد کرنا

قیامت کے دن فیصلہ ہونے کے بعد فرشتے اور مومنین اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الزمر:75)

اور (اے محبوب) آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہوں گے اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

3- جنت کے قریب پہنچ کر جنت کو دیکھنے کے وقت حمد کرنا

جب مومن جنت کے قریب پہنچیں گے اور جنت کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا (الاعراف:43)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچا دیا۔

4- جنت میں داخل ہونے کے وقت

جب مومنین جنت میں داخل ہوں گے اور ملائکہ سلام تحیت کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے تو وہ کہیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ○ نِ الَّذِيْ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ○ (فاطر:34،35)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا، شکر کی بہت جزا دینے والا ہے۔ جس نے اپنے فضل سے ہم کو دائمی مقام کی جگہ میں ٹھہرایا جہاں ہم کو نہ کوئی تکلیف ہوگی نہ تھکاوٹ۔

5- جنت میں اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچنے کے وقت حمد کرنا

جب مومنین جنت میں اپنے اپنے ٹھکانوں میں پہنچ جائیں گے تو کہیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ (الزمر:74)

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں قیام کریں۔

6- جنت میں آخری جملہ حمد کرنا

جنت میں داخل ہونے کے بعد مومنین وصالحین کا آخری جملہ یہ ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ (یونس:10)

اور ان کا آخری جملہ یہ ہوگا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

☆ قوله عن ابی هریرة رضی الله عنه اذا قال الامام سمع الله لمن حمده...... الخ
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔
اس حدیث مبارکہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت میں امام صرف سمع الله لمن حمده کہے گا اور مقتدی صرف ربنا لك الحمد (کہے گا) دونوں کلمات کوئی نہ کہے گا۔ دوسرے یہ کہ ہماری حفاظت کرنے والے اور اعمال لکھنے والے فرشتے ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں تیسرے یہ کہ مقتدی کو ربنا ولك الحمد آہستہ کہنی چاہیے کہ فرشتوں کی موافقت ہو...... چوتھے یہ کہ اچھوں کی نقل بھی اچھی ہے ان کے طفیل برے بخشے جاتے ہیں۔

(مرآۃ المناجیح: جز:2،ص:69)

☆ قوله قال ابوداؤد قال سفیان الثوری و شعبة بن الحجاج عن عبید ابی الحسن
عبید جو کہ سند میں اعمش کے استاد محترم ہیں ان کی کنیت ابوالحسن ہے اور ان کے والد محترم کا نام حسن ہے۔ بعض راویوں نے عبید بن الحسن کہا ہے اور بعض راویوں نے عبید ابی الحسن کہا ہے۔ اس صورت میں ابی الحسن بدل ہوگا عبید سے اور یہ صرف لفظی اختلاف ہے۔ روایت پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب الدُّعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

باب: دوسجدوں کے درمیان کی دعا

یہ باب دوسجدوں کے درمیان کی دعا کے متعلق ہے۔

724 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا كَامِلٌ اَبُو الْعَلَاءِ حَدَّثَنِي حَبِيْبُ بْنُ اَبِي ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسجدوں کے درمیان کہتے، اے اللہ عزوجل! مجھے معاف فرما اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے عافیت عطا فرما اور مجھے ہدایت پر قائم فرما اور مجھے رزق دے۔

(مستدرک: جز:1،ص:3913، معجم الکبیر: جز:12،ص:25، سنن الترمذی: جز:1،ص:478)

تشریح:

احناف کے نزدیک باب کی مذکورہ دعا نوافل کے متعلق ہے اور شافعیہ کے نزدیک مطلقاً ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "وبه يقول الشافعي و احمد و اسحاق يرون هذا جائزا في المكتوبة والتطوع" اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو صرف جائز ہی نہیں بلکہ ان کے نزدیک قول مشہور میں دو سجدوں کے درمیان رب اغفرلی ایک بار پڑھنا واجب ہے اور یہی قول اسحاق بن راہویہ اور داؤد ظاہری کا ہے اور دوسری روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے عدم وجوب اور مستحب کی ہے۔

علامہ ابن قدامہ راقم ہیں۔

وهو قول اكثر الفقهاء لان النبي صلى الله عليه وسلم يعلمه المسيء في صلوته ۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

یہ دعا نوافل میں ہمیشہ کہتے تھے فرائض میں کبھی کبھی فرائض میں اختصار ہے نوافل میں آزادی۔

(مرقات) (مرآۃ المناجیح: جز:2، ص:82)

☆ قوله اللهم اغفرلي و ارحمني و عافني واهدني و ارزقني

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مذکورہ مقدسہ تعلیم امت کے لئے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے منزہ ہیں اور اس بارے میں سیر حاصل بحث پیچھے بیان کر دی گئی ہے۔

☆ قوله عن ابن عباس رضي الله عنهما

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور چچا زاد ہیں۔ بہت بڑے مفسر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیچیدہ مقدمات میں آپ رضی اللہ عنہ سے حل پوچھا کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل فرماتے تھے۔ علم، حلم، نسب میں فائق تھے۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام و نسب یہ ہے۔

عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ابو العباس القرشی الہاشمی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے وفور علم کی بناء پر البحر اور حبر الامۃ کا لقب دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں تھے اس دوران حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب مبارک سے آپ رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے دو بار حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور دو بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ چمٹا کر آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کی۔

اللهم علمه الحكمة

اے اللہ عزوجل اس کو حکمت کی تعلیم دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ہم شجرہ نبوت کے اہل بیت ہیں۔ ہمارے ہاں فرشتے آتے تھے۔ ہم اہل بیت رسالت اور اہل بیت رحمت اور معدن علم ہیں۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی پیچیدہ مقدمہ آتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہتے کہ ہمارے پاس ایک مشکل مسئلہ آیا ہے اور اس جیسے مسائل کو تم ہی حل کر سکتے ہو پھر اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کسی کو نہیں بلاتے تھے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کئی اوصاف میں دوسروں پر فائق تھے علم، حلم، نسب اور تاویل میں، میں نے آپ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا نہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو ان سے زیادہ کوئی جاننے والا تھا نہ کوئی ان سے زیادہ فقیہ تھا۔ شعر، عربیت، تفسیر قرآن، حساب اور وراثت کے مسائل کو بھی ان سے زیادہ جاننے والا کوئی اور نہیں تھا۔ ایک دن وہ مجلس میں صرف فقہی مسائل کو بیان کرتے۔ ایک دن صرف خواب کی تعبیر بیان کرتے، ایک دن صرف غزوات کا بیان کرتے۔ ایک دن صرف اشعار سناتے اور ایک دن صرف ایام عرب بیان کرتے جو عالم بھی آپ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آیا وہ آپ کے علم کا اعتراف کر کے اٹھا اور جس شخص نے بھی آپ رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا وہ آپ رضی اللہ عنہ سے جواب معلوم کر کے گیا۔

لیث بن ابی سلیم سے روایت ہے کہ
میں نے طاؤس سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر اس نوجوان صحابی کی مجلس کو کیوں اختیار کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب ان کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں یاد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد حاصل کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو اور یاد رکھو اگر ساری امت مل کر تم کو کوئی نفع پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہ نفع مقدر نہ کر دیا ہو تم اس نفع کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر ساری امت مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نقصان مقدر نہ کیا ہو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے قلم اٹھالئے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

امام محمد بن سعد سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالملک بن مروان کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن حنیفہ اپنے بال بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے پاس بیعت لینے کے لئے کسی کو بھیجا۔ ان دونوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور کہا آپ اپنا کام کیجئے ہم آپ سے یا کسی اور سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نہیں مانے اور بہت سختی کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ سے بیعت کا مطالبہ کیا بالآخر حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم بیعت کرو ورنہ میں تمہیں زندہ جلا دوں گا۔ پھر ان دونوں نے ابوالطفیل کو اپنے حامیوں کے پاس کوفہ روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں اس شخص سے امان نہیں ہے۔ ابوالطفیل چار ہزار سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور اللہ اکبر کے نعروں سے مکہ مکرمہ کے درو دیوار گونجنے لگے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے نعروں کی آوازیں سنیں تو دارالندوہ چلے گئے۔ ایک روایت ہے کعبہ کے پردوں میں چھپ گئے اور کہا میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں۔ ابوطفیل نے خانہ کعبہ کے چاروں طرف لکڑیاں چن دیں اور کہا ہم اس شخص کو زندہ جلا کر مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے مامون کر دیتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے لئے صرف ایک ساعت میں قتال حلال کیا تھا تم صرف میری حفاظت کرو۔ اس واقعہ کی وجہ سے جو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ان بن ہو گئی تھی اس وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما طائف چلے گئے۔ وہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے اور چند روز کے بعد وفات پا گئے۔ محمد بن الحنفیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی ایک سفید پرندہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کفن میں داخل ہو گیا اور دفن سے پہلے کفن سے نہیں نکلا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کی قبر پر مٹی ڈالی گئی ابن الحنفیہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! آج اس امت کا عالم اٹھ گیا۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تیرہ سال تھی۔ 68ھ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ستر سال کی عمر میں فانی دنیا کو خیر آباد فرما گئے۔ (اسد الغابہ: ج:3،ص192 تا195)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب رَفْعِ النِّسَآءِ اِذَا كُنَّ مَعَ الرِّجَالِ رُءُ وْسَهُنَّ مِنَ السَّجْدَةِ

باب: عورتیں جب مردوں کے ساتھ ہوں تو ان کا سجدہ سے سر اٹھانا

یہ باب عورتیں جب مردوں کے ساتھ نماز پڑھ رہی ہوں تو وہ سجدہ سے کس وقت اپنے سر کو اٹھائیں گی اس حکم میں ہے۔

725 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنْبَاَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ اَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ مَوْلًى لِاَسْمَاءَ ابْنَةِ اَبِي بَكْرٍ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ مِنْكُنَّ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا تَرْفَعْ رَاْسَهَا حَتّٰى يَرْفَعَ الرِّجَالُ رُءُ وْسَهُمْ كَرَاهَةَ اَنْ يَّرَيْنَ مِنْ عَوْرَاتِ الرِّجَالِ

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے سر کو نہ اٹھائے حتیٰ کہ مرد اپنے سر کو اٹھالیں اس ناپسندیدگی سے کہ عورتیں مردوں کا ستر دیکھیں۔

(معجم الکبیر: جز:24،ص:97،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:241)

تشریح:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں عورتیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں اور وہ عورتیں مردوں کے پیچھے ہوا کرتی تھیں ان عورتوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ وہ مردوں سے پہلے سر کو نہ اٹھائیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مردوں کا ستر کھل جائے اور ان کی اس پر نظر پڑ جائے۔

یہ حکم زمانہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا مگر اس پرفتن دور میں عورت کو جماعت کی حاضری جائز نہیں دن کی نماز ہو یا رات کی نماز ہو جمعہ ہو یا عیدین خواہ وہ جوان ہوں یا بڑھیا ہوں۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں دن کی نماز ہو یا رات کی، جمعہ ہو یا عیدین، خواہ وہ جوان ہوں یا بڑھیا یونہی وعظ کی مجالس میں بھی جانا ناجائز ہے۔ (درمختار: جز:2،ص:367)

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا

☆ **قوله عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنهما**

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ

مکرمہ سے ہجرت فرمائی تو آپ رضی اللہ عنہا اپنے آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا پہنچایا کرتی تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی ہیں بہت ساری احادیث مبارکہ کی روایت کرنے والی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا کا نام لقب ذات لطاقین یعنی دو کمر بند والی ہے کیونکہ ہجرت کی رات آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑے سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کا توشہ باندھا تھا دوسرا ٹکڑا اپنے استعمال میں رکھا یا دوسرے سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کا مشکیزہ باندھا۔آپ رضی اللہ عنہا حضرت بداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ ہیں۔مکہ مکرمہ میں ایمان لائیں آپ رضی اللہ عنہا سے پہلے صرف سترہ آدمی ایمان لائے تھے آپ رضی اللہ عنہا اٹھارویں مومنہ ہیں اپنی ہمشیرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی ہیں اپنے فرزند عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت سے دس دن بعد وفات ہوئی۔ان کے سولی سے اترنے کے بعد 100 سو برس عمر ہوئی۔73 تہتر میں مکہ معظمہ میں وفات ہوئی رضی اللہ عنہا۔(مرأۃ المناجیح: ج:8،ص:519)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب طُولِ الْقِيَامِ مِنَ الرُّكُوعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

رکوع سے قیام کر کے اور دو سجدوں کے مابین ٹھہرنا

یہ باب رکوع سے قیام کر کے اور دو سجدوں کے مابین کس قدر ٹھہرنا ہے کے حکم میں ہے۔

726 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ سُجُودُهُ وَرُكُوعُهُ وَقُعُودُهُ وَمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجود، رکوع، قعود اور دو سجدوں کے مابین تقریباً برابر ہوتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:122، سنن دارمی: ج:1،ص:352، سنن النسائی: ج:4،ص:212، صحیح ابن خزیمہ: ج:1،ص:309)

727 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ وَّحُمَيْدٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ رَجُلٍ اَوْجَزَ صَلٰوةً مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَمَامٍ وَكَانَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَوْهَمَ ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَسْجُدُ وَكَانَ يَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَوْهَمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کسی شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم اور مکمل ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ فرما کر قیام فرماتے حتیٰ کہ ہم کہا کرتے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول ہوگئی پھر تکبیر فرماتے اور سجدہ فرماتے اور دو سجدوں کے مابین بیٹھے رہتے حتیٰ کہ ہم کہا کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول ہوگئی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 727)

728 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَّاَبُوْ كَامِلٍ دَخَلَ حَدِيْثُ اَحَدِهِمَا فِي الْاٰخَرِ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ اَبِيْ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ رَمَقْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَبُوْ كَامِلٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ فَوَجَدْتُ قِيَامَهُ كَرَكْعَتِهِ وَسَجْدَتِهِ وَاعْتِدَالَهُ فِي الرَّكْعَةِ كَسَجْدَتِهِ وَجِلْسَتَهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَسَجْدَتَهُ مَا بَيْنَ التَّسْلِيْمِ وَالْاِنْصِرَافِ قَرِيْبًا مِنَ السَّوَاءِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ مُسَدَّدٌ فَرَكْعَتُهُ وَاعْتِدَالُهُ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ فَسَجْدَتُهُ فَجِلْسَتُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ فَسَجْدَتُهُ فَجِلْسَتُهُ بَيْنَ التَّسْلِيْمِ وَالْاِنْصِرَافِ قَرِيْبًا مِنَ السَّوَاءِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جان بوجھ کر دیکھا۔ ابوکامل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت میں تھے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکعت، سجدے کی مانند پایا اور رکوع میں ٹھہرنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدے کی مانند اور دو سجدوں کے مابین بیٹھنے اور سلام سے قبل سجدے کو تقریباً برابر پایا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسدد نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع دو رکعات کے مابین درمیانہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ دو سجدوں کے مابین جلسہ کرنا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا سجدہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ، سلام اور فارغ ہونا تقریباً برابر ہوا کرتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 123، سنن الدارمی: جز: 1، ص: 352، سنن النسائی: جز: 5، ص: 132، مسند ابوعوانہ: جز: 1، ص: 458)

تشریح:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ وغیرہ برابر ہوا کرتے نہ بہت زیادہ مختصر نہ بہت زیادہ دراز بلکہ درمیانے ہوا کرتے تھے یہ عام نمازوں کا ذکر ہے۔

☆ قوله اذا قال سمع الله لمن حمده قام حتی نقول قد اوهم...... الخ

رسول اللہ ﷺ جب سمع الله لمن حمده فرماتے کھڑے رہتے حتیٰ کہ ہم سمجھتے کہ آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ نوافل کا ذکر ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ نفل نماز میں رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسے میں طویل ذکر اور دعائیں پڑھتے تھے حتیٰ کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ شاید آپ ﷺ نے قومہ کو قیام سمجھ کر تلاوت شروع کر دی یا جلسہ کو قعدہ جان کر التحیات شروع کر دی۔

☆ قوله و اعتداله فی الرکعة لسجدته

یہاں پر فی الرکعة سے مراد بعد الرکوع ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن البراء بن عازب رضی الله عنه

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ انصاری ہیں آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل اور جنگ صفین میں بھی شریک ہوئے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمارہ ہے انصاری حارثی ہیں 24 چوبیس میں کوفہ پہنچے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل، صفین اور غزوہ نہروان میں شریک ہوئے۔ مصعب ابن زبیر کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی۔ (مراۃ المناجیح: جز: 8، ص: 521)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب صَلوٰةِ مَنْ لَّا يُقِيمُ صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

باب: رکوع اور سجود میں اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرنے والے کی نماز

یہ باب رکوع اور سجود میں پیٹھ سیدھی نہ کرنے والے نمازی کے حکم میں ہے۔

729 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِي مَعْمَرٍ عَنْ اَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجْزِئُ صَلوٰةُ الرَّجُلِ حَتّٰى يُقِيمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی نماز مکمل نہیں حتیٰ کہ اپنی

پیٹھ کو رکوع اور سجود میں سیدھا نہ کرے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 729)

730 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا اَنَسٌ يَعْنِيْ ابْنَ عَيَّاضٍ ح و حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ الرَّجُلُ فَصَلّٰى كَمَا كَانَ صَلّٰى ثُمَّ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَقَالَ الرَّجُلُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اُحْسِنُ غَيْرَ هٰذَا فَعَلِّمْنِيْ قَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَاْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ اجْلِسْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلَاتِكَ كُلِّهَا قَالَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَالَ فِيْ اٰخِرِهٖ فَاِذَا فَعَلْتَ هٰذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ وَمَا انْتَقَصْتَ مِنْ هٰذَا شَيْئًا فَاِنَّمَا انْتَقَصْتَهٗ مِنْ صَلَاتِكَ وَقَالَ فِيْهِ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَسْبِغِ الْوُضُوْءَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ عَنْ عَمِّهٖ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ قَالَ فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَا تَتِمُّ صَلٰوةٌ لِاَحَدٍ مِنَ النَّاسِ حَتّٰى يَتَوَضَّاَ فَيَضَعَ الْوُضُوْءَ يَعْنِيْ مَوَاضِعَهٗ ثُمَّ يُكَبِّرُ وَيَحْمَدُ اللّٰهَ جَلَّ وَعَزَّ وَيُثْنِيْ عَلَيْهِ وَيَقْرَاُ بِمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَرْكَعُ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَسْجُدُ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَيَرْفَعُ رَاْسَهٗ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَسْجُدُ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهٗ ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَيُكَبِّرُ فَاِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهٗ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ وَالْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَا حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمِّهٖ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ بِمَعْنَاهُ قَالَ فَقَالَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا لَا تَتِمُّ صَلٰوةُ اَحَدِكُمْ حَتّٰى يُسْبِغَ الْوُضُوْءَ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيَغْسِلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَيَمْسَحَ بِرَاْسِهِ وَرِجْلَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ يُكَبِّرَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَيَحْمَدَهُ ثُمَّ يَقْرَاَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا اَذِنَ لَهُ فِيْهِ وَتَيَسَّرَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ حَمَّادٍ قَالَ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَسْجُدُ فَيُمَكِّنُ وَجْهَهُ قَالَ هَمَّامٌ وَّرُبَّمَا قَالَ جَبْهَتَهُ مِنَ الْاَرْضِ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ وَتَسْتَرْخِيَ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَسْتَوِيْ قَاعِدًا عَلٰى مَقْعَدِهٖ وَيُقِيْمُ صُلْبَهُ فَوَصَفَ الصَّلٰوةَ هٰكَذَا اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ حَتّٰى تَفْرُغَ لَا تَتِمُّ صَلٰوةُ اَحَدِكُمْ حَتّٰى يَفْعَلَ ذٰلِكَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ يَّعْنِي ابْنَ عَمْرٍو عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ اِذَا قُمْتَ فَتَوَجَّهْتَ اِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَاْ بِاُمِّ الْقُرْآنِ وَبِمَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَقْرَاَ وَاِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ رَاحَتَيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ وَامْدُدْ ظَهْرَكَ وَقَالَ اِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِسُجُوْدِكَ فَاِذَا رَفَعْتَ فَاقْعُدْ عَلٰى فَخِذِكَ الْيُسْرٰى حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ يَحْيَى بْنِ خَلَّادِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمِّهٖ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ اِذَا اَنْتَ قُمْتَ فِيْ صَلَاتِكَ فَكَبِّرِ اللّٰهَ تَعَالٰى ثُمَّ اقْرَاْ مَا تَيَسَّرَ عَلَيْكَ مِنَ الْقُرْآنِ وَقَالَ فِيْهِ فَاِذَا جَلَسْتَ فِيْ وَسَطِ الصَّلٰوةِ فَاطْمَئِنَّ وَافْتَرِشْ فَخِذَكَ الْيُسْرٰى ثُمَّ تَشَهَّدْ ثُمَّ اِذَا قُمْتَ فَمِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى تَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِكَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوْسَى الْخُتَّلِيُّ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى ابْنُ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادِ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ قَالَ فِيْهِ فَتَوَضَّاْ كَمَا اَمَرَكَ اللّٰهُ جَلَّ وَعَزَّ ثُمَّ تَشَهَّدْ فَاَقِمْ ثُمَّ كَبِّرْ فَاِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَاْ بِهٖ وَاِلَّا فَاحْمَدِ اللّٰهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ وَقَالَ فِيْهِ وَاِنِ انْتَقَصْتَ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَصْتَ مِنْ صَلَاتِكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص بھی داخل ہوا اس نے نماز پڑھی پھر آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لوٹا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوٹ جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی تو وہ شخص لوٹ گیا تو اس نے نماز پڑھی جیسا کہ اس نے پڑھی تھی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سلام کا جواب دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوٹ جاؤ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ تین بار اسی طرح کیا

اس آدمی نے عرض کیا: اس ذات مقدسہ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا مجھے اس کے علاوہ اچھی نہیں آتی۔ پس آپ ﷺ مجھے سکھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز کے واسطے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر جو تم کو قرآن سے میسر ہو اس کو پڑھو پھر رکوع کرو حتیٰ کہ رکوع میں اطمینان حاصل ہو جائے تم اٹھو حتیٰ کہ معتدل کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ مطمئن ہو کر سجدہ کرو پھر بیٹھ جاؤ حتیٰ کہ اطمینان حاصل ہو جائے پھر اپنی تمام نماز میں اسی طرح کرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کے آخر میں فرمایا جب تم اس طرح کرو گے تو تم نے اپنی نماز کو پورا کرلیا اور ان میں سے کسی چیز کی کمی کرو گے تو اس قدر اپنی نماز میں کمی کرلی اور اس میں فرمایا کہ جب تم نماز کے واسطے کھڑے ہوا کرو تو کامل وضو کرو۔ علی بن یحییٰ بن خلاد اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ آگے اسی کی مثل ذکر کیا۔ اس میں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کی نماز پوری نہیں ہوتی حتیٰ کہ وضو نہ کرے یعنی اپنے اعضاء کو نہ درست دھوئے پھر تکبیر کہے اور اللہ تعالیٰ کی ثناء کرے اور قرآن مجید سے جس قدر چاہے تلاوت کرے پھر اللہ اکبر کہے پھر رکوع کرے حتیٰ کہ اس کے جوڑ اطمینان حاصل کرلیں پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہے حتیٰ کہ سیدھا کھڑا ہو جائے پھر اللہ اکبر کہے پھر سجدہ کرے حتیٰ کہ اس کے جوڑ اطمینان حاصل کرلیں۔ پھر اللہ اکبر کہے اور اپنے سر کو اٹھائے حتیٰ کہ سیدھا بیٹھ جائے پھر اللہ اکبر کہے پھر سجدہ کرے حتیٰ کہ اس کے جوڑ اطمینان حاصل کرلیں پھر اپنے سر کو اٹھائے تکبیر کہہ کر۔ پس جب اس نے اس طرح کیا تو تحقیق اپنی نماز کو پورا کرلیا۔

علی بن یحییٰ بن خلاد اپنے والد محترم، اپنے چچا محترم حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے اس کے معناً روایت کر کے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کی نماز پوری نہیں ہوتی حتیٰ کہ وضو مکمل کرے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ اپنا منہ دھوئے اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے اور اپنے سر کا مسح کرے اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھوئے پھر اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرے اور اس کی حمد کرے پھر قرآن مجید سے وہ پڑھے جس کا حکم فرمایا گیا ہے اور جس قدر میسر آئے پڑھے آگے حدیث حماد کی طرح ذکر کر کے فرمایا پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کرے اور اپنی پیشانی کو قرار پکڑائے۔ ہمام نے کہا بعض اوقات فرماتے کہ اپنی پیشانی کو زمین سے اٹھائے حتیٰ کہ اس کے جوڑوں کو اطمینان حاصل ہو جائے اور وہ ڈھیلے پڑ جائیں پھر تکبیر کہے تو بیٹھنے کی طرح بیٹھ جائے اور اپنی پیٹھ کو سیدھا کرلے پس ایسے ہی نماز کی چار رکعات کا وصف بیان فرمایا حتیٰ کہ فراغت تک تم میں سے کسی کی نماز مکمل نہیں ہوتی حتیٰ کہ وہ اس طرح نہ کرلے۔ رفاعہ بن رافع سے یہی قصہ روایت ہے کہ فرمایا جب تم کھڑے ہو تو قبلہ کی جانب متوجہ ہو کر تکبیر کہو پھر سورہ فاتحہ پڑھو اور اس کے ساتھ جو چاہو پڑھو اور جب رکوع کرو تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھو اور اپنی کمر کو سیدھا کرو اور فرمایا جب سجدہ کرو تو اپنے سجدے میں اطمینان حاصل

کرو۔ پس جب اٹھو تو اپنی الٹی ران پر بیٹھو۔ علی بن یحییٰ بن خلاد بن رافع اپنے والد محترم سے وہ اپنے چچا محترم رفاعہ بن رافع سے وہ نبی کریم ﷺ سے اس قصہ کو روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: جب تم نماز کے واسطے کھڑے ہو تو اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرو پھر قرآن مجید سے تم کو آسان ہو پڑھو اور اس میں فرمایا: پس جب تم نماز کے وسط میں بیٹھو تو اطمینان حاصل کرلو اور اپنی الٹی ران کو بچھا دیا کرو پھر تشہد پڑھو پھر جب تم کھڑے ہو تو اس کی مثل کیا کرو حتیٰ کہ اپنی نماز سے فراغت پالو۔ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اسی حدیث کو بیان کر کے اس میں فرمایا وضو کرو جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا ہے پھر تشہد پڑھے (پھر) کھڑا ہو جائے پھر تکبیر کہے۔ پس اگر قرآن مجید سے آتا ہو تو پڑھو ورنہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی کبریائی اور اس کی تہلیل بیان کرو۔ اس میں فرمایا اگر ان میں سے کسی چیز کی کمی کرو گے تو اپنی نماز میں کمی کرو گے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:3،ص:354، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:15، سنن الترمذی: جز:3،ص:10، سنن النسائی: جز:3،ص:424)

731 حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ الْحَكَمِ ح و حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ تَمِيمِ بْنِ مَحْمُودٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ وَافْتِرَاشِ السَّبُعِ وَاَنْ يُوَطِّنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوَطِّنُ الْبَعِيرُ هٰذَا لَفْظُ قُتَيْبَةَ

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوے کی مانند ٹھونگے مارنے، جانور کی طرح بازوؤں کو بچھانے اور کسی شخص کا مسجد میں جگہ مقرر کرنے سے روکا ہے جس طرح کہ اونٹ جگہ کو مقرر کرتا ہے۔ یہ قتیبہ کے لفظ ہیں۔

(مستدرک: جز:1،ص:352، سنن ابن ماجہ: جز:4،ص:355، سنن الدارمی: جز:1،ص:348، سنن النسائی: جز:4،ص:288)

732 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَالِمٍ الْبَرَّادِ قَالَ اَتَيْنَا عُقْبَةَ بْنَ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيَّ اَبَا مَسْعُودٍ فَقُلْنَا لَهٗ حَدِّثْنَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ بَيْنَ اَيْدِينَا فِي الْمَسْجِدِ فَكَبَّرَ فَلَمَّا رَكَعَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَجَعَلَ اَصَابِعَهٗ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ وَجَافٰى بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقَامَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ جَافٰى بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَجَلَسَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ

مِنْهُ فَفَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ اَيْضًا ثُمَّ صَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِثْلَ هٰذِهِ الرَّكْعَةِ فَصَلّٰى صَلَاتَهُ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ

عطاء بن سائب سے روایت ہے کہ سالم براد نے فرمایا کہ ہم عقبہ بن عمرو انصاری ابو مسعود کے پاس گئے۔ ہم نے ان سے عرض کیا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز بیان فرمائیے۔ پس انہوں نے مسجد میں ہمارے درمیان قیام فرمایا تو تکبیر کہی جب رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا اور اپنی انگلیوں کو اس کے نیچے رکھا اور اپنی کہنیوں کو الگ رکھا حتیٰ کہ ہر چیز اپنی جگہ استقرار پکڑ گئی پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا پھر قیام فرمایا حتیٰ کہ ہر چیز اپنے مقام پر استقرار پکڑ گئی پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا اور اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھ دیں اور اپنی کہنیوں کو الگ رکھا حتیٰ کہ ہر چیز اپنے مقام پر استقرار پکڑ گئی۔ پھر اسی طرح کیا پھر چار رکعات اس رکعت کی مثل پڑھیں پھر اپنی نماز مکمل فرما کر فرمایا اسی طرح ہم نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(معجم الاوسط: جز: 3، ص: 126، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 127، مسند احمد: جز: 34، ص: 445)

تشریح:

رکوع میں پیٹھ کو اس قدر سیدھا رکھے کہ اگر اس کی پیٹھ پر پیالہ بھی رکھ دیا جائے تو وہ ٹھہر جائے گرے نہ۔ یہ حکم مرد کے لئے ہے اور عورت کے لئے حکم ہے کہ صرف اتنا جھکے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں پیٹھ کو سیدھا نہ کرے اور نہ ہی گھٹنوں پر زور دے بلکہ صرف گھٹنوں پر ہاتھ رکھے۔

مسئلہ

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد متوفی 681ھ لکھتے ہیں:

رکوع میں پیٹھ خوب بچھی رکھے حتیٰ کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھہر جائے۔ (فتح القدیر: جز: 1، ص: 259)

مسئلہ

علامہ برہان الدین علی ابن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

رکوع میں نہ سر جھکائے نہ اونچا ہو بلکہ پیٹھ کے برابر ہو۔ (ہدایہ: جز: 1، ص: 50)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

عورت رکوع میں تھوڑا جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ پیٹھ سیدھی نہ کرے اور گھٹنوں پر زور نہ دے بلکہ محض ہاتھ رکھ دے اور ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی رکھے اور پاؤں جھکے ہوئے رکھے مردوں کی طرح خوب سیدھی نہ کر

دے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:74)

اس باب کی تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ تعدیل ارکان واجب ہیں اور یہ بحث پیچھے بیان کردی گئی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں یہاں پرصرف باب کی رو سے مسائل بیان کردیئے گئے ہیں۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ صَلٰوةٍ لَا يُتِمُّهَا صَاحِبُهَا تُتَمُّ مِنْ تَطَوُّعِهِ

باب: نبی کریم ﷺ کا فرمان مقدسہ کہ جس کی نماز مکمل نہ ہوئی تو اس کی نوافل سے مکمل کی جائے گی

اس باب میں اس شخص کے متعلق حکم بیان فرمایا گیا ہے کہ جس کی نماز مکمل نہ ہوئی تو اس کی نماز نوافل سے مکمل کی جائے گی۔

733 حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَنَسِ بْنِ حَكِيمٍ الضَّبِّيِّ قَالَ خَافَ مِنْ زِيَادٍ اَوِ ابْنِ زِيَادٍ فَاَتَى الْمَدِيْنَةَ فَلَقِيَ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ فَنَسَبَنِي فَانْتَسَبْتُ لَهُ فَقَالَ يَا فَتٰى اَلَا اُحَدِّثُكَ حَدِيْثًا قَالَ قُلْتُ بَلٰى رَحِمَكَ اللّٰهُ قَالَ يُوْنُسُ وَاَحْسَبُهُ ذَكَرَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ النَّاسُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ اَعْمَالِهِمُ الصَّلٰوةُ قَالَ يَقُوْلُ رَبُّنَا جَلَّ وَعَزَّ لِمَلَائِكَتِهِ وَهُوَ اَعْلَمُ انْظُرُوْا فِيْ صَلٰوةِ عَبْدِي اَتَمَّهَا اَمْ نَقَصَهَا فَاِنْ كَانَتْ تَامَّةً كُتِبَتْ لَهُ تَامَّةً وَاِنْ كَانَ انْتَقَصَ مِنْهَا شَيْئًا قَالَ انْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ فَاِنْ كَانَ لَهُ تَطَوُّعٌ قَالَ اَتِمُّوْا لِعَبْدِي فَرِيْضَتَهُ مِنْ تَطَوُّعِهِ ثُمَّ تُؤْخَذُ الْاَعْمَالُ عَلٰى ذَاكُمْ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ سَلِيطٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْمَعْنٰى قَالَ ثُمَّ الزَّكَاةُ مِثْلُ ذٰلِكَ ثُمَّ تُؤْخَذُ الْاَعْمَالُ عَلٰى حَسَبِ ذٰلِكَ

انس بن حکیم ضبی سے روایت ہے کہ زیاد کے یا ابن زیاد سے خوف کھا کر مدینہ منورہ آیا تو میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے نسب بیان کیا تو میرا نسب آپ رضی اللہ عنہ سے جاملا۔ پس آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اے

نوجوان! میں تم کو حدیث بتاتا ہوں میں نے عرض کیا کیوں نہیں اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ پر رحمت نازل فرمائے۔ یونس کہتے ہیں کہ مجھے گمان ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔ فرمایا کہ بروز قیامت لوگوں سے ان کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ ہمارا رب عزوجل ملائکہ سے ارشاد فرمائے گا حالانکہ وہی اعلم ہے دیکھو میرے بندے کی نماز کو کہ پوری ہے یا کم اگر پوری ہوئی تو پوری لکھی جائے اور اگر کم ہے تو دیکھو کہ کیا میرے بندے کے نوافل ہیں اگر اس کے نوافل ہیں تو میرے بندے کے نوافل سے فرائض کو مکمل کر دو پھر اسی طرح اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اس کی مثل روایت کی ہے۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اس کے معنا روایت کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ پھر زکوٰۃ اسی طرح پھر دوسرے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 394، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 386)

تشریح:

علامہ محمد بن عبداللہ ابن العربی متوفی 543ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس کے فرائض میں جو کمی رہ گئی ہے وہ نوافل سے پوری کر دی جائے گی اور یہ بھی احتمال ہے کہ فرائض کے خضوع اور خشوع میں جو کمی رہ گئی ہے وہ نوافل سے پوری کر دی جائے گی۔ میرے نزدیک پہلا احتمال راجح ہے۔ (عارضۃ الاحوذی: جز: 2، ص: 175)

شیخ محمد عبدالرحمٰن مبارک پوری متوفی 1353ھ لکھتے ہیں:

علامہ عراقی نے شرح ترمذی میں کہا ہے کہ

اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ نماز کی سنن، اس کے آداب، خشوع، اذکار اور دعاؤں میں جو کمی رہ گئی ہے اس کو نوافل سے پورا کر دیا جائے اور اس کو فریضہ میں اس کا ثواب مل جائے خواہ اس نے یہ امور فرض میں نہ کیے ہوں بلکہ نفل میں کیے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ نماز کے فرائض اور اس کی شروط میں جو کمی رہ گئی ہو اس کو نوافل سے پورا کر دیا جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے جو فرض نمازیں بالکل نہ پڑھی ہوں اس کی تلافی نفل نمازوں سے ہو جائے اور اللہ تعالیٰ فرض نمازوں کے عوض نوافل صحیحہ کو قبول فرمالے گا۔ (تحفۃ الاحوذی: جز: 2، ص: 477)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

اس کے فرائض کی مقدار اور اس کی تعداد میں جو کمی ہوگئی اس کے نوافل سے پورا کر لیا جائے گا اور جس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ بندہ کے نوافل اس وقت تک قبول نہیں ہوتے جب تک فرائض ادا نہ کر لیے جائیں وہ حدیث ضعیف ہے۔

(المرقات: جز: 3، ص: 218)

امام محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ اس بحث میں لکھتے ہیں۔

انسان کو نوافل بہت اخلاص سے پڑھنے چاہئیں کیونکہ اگر کسی وجہ سے اس کے فرائض ضائع ہو گئے تو نوافل سے فرائض کی کمی پوری ہو جائے گی لیکن اگر اس نے نوافل دکھاوے اور ریا کاری سے پڑھے ہیں تو پھر اس کی نجات کی کوئی صورت نہیں ہے اور انہوں نے انہی احادیث سے استدلال کیا ہے۔ (احیاء العلوم: جز:3، ص:293)

علامہ محمد بن محمد زبیدی متوفی 1205ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

امام حاکم نے الکنی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر جو چیز سب سے پہلے فرض کی ہے وہ پانچ نمازیں ہیں اور میری امت کے جو اعمال سب سے پہلے بلند کیے جائیں گے وہ پانچ نمازیں ہیں اور سب سے پہلے میری امت سے جس چیز کا سوال کیا جائے گا وہ پانچ نمازیں ہیں پس جس نے ان میں سے کوئی نماز ضائع کر دی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو میرے بندے کی کوئی نفل نماز ہے جس کے ساتھ تم اس کے فرض کی کمی کو پورا کر دو اور میرے بندے کے رمضان کے روزے دیکھو اگر اس نے ان میں سے کوئی روزہ ضائع کر دیا تو دیکھو میرے بندہ کا کوئی نفلی روزہ ہے جس سے تم اس کے روزے کی کمی کو پورا کر دو اور میرے بندے کی زکوٰۃ کو دیکھو اگر اس میں کوئی زکوٰۃ ضائع ہو گئی ہے تو دیکھو میرے بندہ کا کوئی نفلی صدقہ ہے جس کے ساتھ تم زکوٰۃ کی کمی کو پورا کر دو سو اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے عدل سے اس کے فرائض قبول ہوں گے اگر اس کے زائد عمل مل گئے تو ان کو میزان میں رکھ دیا جائے گا اور اس بندہ سے کہا جائے گا تم خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ اور اگر اس کا کوئی زائد عمل نہیں ملے تو دوزخ کے فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کو باندھ کر دوزخ میں پھینک دو۔ (اتحاف السادۃ المتقین: جز:8، ص:328)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

نفل سے فرض کی تلافی اس صورت میں ہو گی کہ ایک شخص پر فرض میں سجدۂ سہو تھا اور اس نے اس کو ادا نہیں کیا یا اس نے رکوع اچھی طرح نہیں کیا اور اس کو اس کا پتہ نہیں چلا لیکن جس شخص نے عمداً نماز کو ترک کیا یا جو نماز پڑھنا بھول گیا پھر اس کو یاد آیا اس کے باوجود اس نے عمداً نماز نہیں پڑھی اور وہ فرض ادا کرنے کے بجائے نوافل میں مشغول رہا حالانکہ اس کو یاد تھا کہ اس کے ذمہ فرض پڑھنا ہے تو اب نوافل سے اس کے فرائض کا تدارک نہیں ہوں گے۔ (التمہید: جز:10، ص:331)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ

☆ قوله قوله عن تمیم الداری رضی الله عنه

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نو ہجری میں اسلام لائے بہت زیادہ متقی تھے۔ ایک رکعت میں قرآن مجید ختم فرمایا کرتے تھے۔ سب سے پہلے مسجد نبوی میں چراغ سے روشنی کی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام تمیم بن اوس ہے قبیلہ بنی عبدالدار سے ہیں پہلے عیسائی تھے 9 نو میں اسلام لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرتے تھے کبھی ایک آیت بار بار پڑھتے تھے حتیٰ کہ ایک رکعت میں سویرا ہو جاتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک رات سو گئے حتیٰ کہ تہجد نہ پڑھ سکے تو اس کے کفارہ میں ایک سال تک نہ سوئے تمام رات عبادت ہی کرتے رہتے۔ اولاً مدینہ منورہ میں رہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شام منتقل ہو گئے وہاں ہی وفات پائی سب سے پہلے مسجد نبوی میں چراغ سے روشنی آپ رضی اللہ عنہ ہی نے کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دجال اور جساسہ کا واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 8، ص: 524)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب تَفْرِيعِ اَبْوَابِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ

باب: رکوع اور سجود کے ابواب کی تفریع اور دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنا

یہ باب ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنے کے حکم میں ہے۔

734 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي يَعْفُورٍ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَاسْمُهُ وَقْدَانُ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ صَلَّيْتُ اِلَى جَنْبِ اَبِي فَجَعَلْتُ يَدَيَّ بَيْنَ رُكْبَتَيَّ فَنَهَانِي عَنْ ذٰلِكَ فَعُدْتُ فَقَالَ لَا تَصْنَعْ هٰذَا فَاِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ فَنُهِينَا عَنْ ذٰلِكَ وَاُمِرْنَا اَنْ نَضَعَ اَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ

مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد محترم کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے مابین رکھا تو انہوں نے مجھے اس سے روکا۔ میں نے دوبارہ ایسے ہی کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا اس طرح نہ کرو کیونکہ ہم اسی طرح کرتے تھے تو ہم کو اس سے روک دیا گیا اور ہمیں حکم ارشاد فرمایا کہ اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے اوپر رکھا کریں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 83، صحیح ابن حبان: جز: 5، ص: 200، صحیح البخاری: جز: 3، ص: 261)

735 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِذَا رَكَعَ اَحَدُكُمْ فَلْيَفْرِشْ ذِرَاعَيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَلْيُطَبِّقْ بَيْنَ كَفَّيْهِ فَكَاَنِّي اَنْظُرُ اِلَى اخْتِلَافِ اَصَابِعِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو اپنی کلائیوں کو اپنی رانوں سے ملا لیا

کریں اور دونوں ہتھیلیوں کو جوڑ لیا کریں گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی انگلی مبارک کا اختلاف دیکھ رہا ہوں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 735)

تشریح:

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ شروع میں رکوع کی حالت میں تطبیق کی جاتی تھی پھر وہ منسوخ ہوگئی اور پھر ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ تطبیق اس طرح ہے کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو ملا کر ایک کی انگلیاں دوسرے میں داخل کر دی جائیں جس طرح کہ تشبیک میں ہوتا ہے اور پھر دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھ لیا جائے۔
جمہور علماء کرام کا مؤقف پہلی حدیث کے مطابق ہے کہ تطبیق منسوخ ہے۔ مگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے بعض اصحاب جس طرح کہ حضرت علقمہ اور حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہما تطبیق کے قائل تھے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کو نسخ کا علم نہ ہوسکا ہو تخییر کے قائل ہوں جس طرح کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انسان کو اختیار ہے کہ رکوع میں خواہ ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے خواہ تطبیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا تمہارے لیے گھٹنوں کو پکڑ لینا سنت ہے۔

مسئلہ

علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں۔
گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنا اور انگلیاں خوب کھلی رکھنا یہ حکم مردوں کے لئے ہے اور عورتوں کے لئے سنت گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا اور انگلیاں کشادہ نہ کرنا ہے آج کل اکثر مرد رکوع میں محض ہاتھ رکھ دیتے اور انگلیاں ملا کر رکھتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔

(بہار شریعت: ج:1، ص:525)

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ

☆ **قولہ عن مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ**

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ تابعی بزرگ ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایات لی ہیں۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
ابن ابی وقاص آپ رضی اللہ عنہ قرشی ہیں اپنے والد محترم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایات لیتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح: جز:8، ص:608)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ فِيْ رُكُوعِهِ وَسُجُوْدِهِ

باب: انسان رکوع اور سجدوں میں کیا کہے؟

یہ باب رکوع اور سجدوں میں تسبیحات پڑھنے کے حکم میں ہے۔

736 حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ اَبُوْ تَوْبَةَ وَمُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُوْسٰى قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ مُوْسَى بْنِ اَيُّوْبَ عَنْ عَمِّهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْهَا فِيْ رُكُوْعِكُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى) قَالَ اجْعَلُوْهَا فِيْ سُجُوْدِكُمْ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ يَعْنِيْ ابْنَ سَعْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى اَوْ مُوْسَى بْنِ اَيُّوْبَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ بِمَعْنَاهُ زَادَ قَالَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ قَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهِ ثَلَاثًا وَاِذَا سَجَدَ قَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَبِحَمْدِهِ ثَلَاثًا قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ نَخَافُ اَنْ لَّا تَكُوْنَ مَحْفُوْظَةً قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ انْفَرَدَ اَهْلُ مِصْرَ بِاِسْنَادِ هٰذَيْنِ الْحَدِيْثَيْنِ حَدِيْثِ الرَّبِيعِ وَحَدِيْثِ اَحْمَدَ بْنِ يُوْنُسَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب فسبح باسم ربك العظيم کا نزول ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے رکوع میں اس کو رکھ لیں پس جب سبح اسم ربك الاعلیٰ کا نزول ہوا تو ارشاد فرمایا اس کو اپنے سجود میں رکھ لیں۔ ایوب بن موسیٰ یا موسیٰ بن ایوب کی قوم کے ایک شخص نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے اس کو معنا روایت کر کے یہ زیادہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے تو تین بار سبحٰن ربی العظیم وبحمده کہا کرتے۔ اور جب سجدہ کیا کرتے تو تین بار سبحان ربی الاعلیٰ وبحمده کہا کرتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ اضافہ ہے ہم کو خدشہ ہے کہ یہ محفوظ نہ ہو۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اہل مصر ان دونوں احادیث، حدیث ربیع اور حدیث احمد بن یونس کے متعلق منفرد ہیں۔

(مستدرک: جز:1، ص:347، معجم الکبیر: جز:17، ص:322، سنن ابن ماجہ: جز:3، ص:129، سنن الدارمی: جز:1، ص:341)

737 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ قُلْتُ لِسُلَيْمَانَ اَدْعُوْ فِي الصَّلٰوةِ اِذَا مَرَرْتُ بِاٰيَةِ تَخَوُّفٍ فَحَدَّثَنِيْ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ مُسْتَوْرِدٍ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَفِيْ

سُجُودِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَمَا مَرَّ بِاٰيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا فَسَاَلَ وَلَا بِاٰيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا فَتَعَوَّذَ

شعبہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے سلیمان سے کہا کہ میں نماز میں دعا مانگتا ہوں جب آیت خوف پڑھا کرتا ہوں تو انہوں نے مجھے بیان کیا کہ سعد بن عبیدہ، مستورد، صلہ بن زفر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں سبحٰن ربی العظیم اور سجود میں سبحان ربی الاعلیٰ فرماتے اور رحمت کی آیت پر ٹھہر جاتے تو اس کا سوال کیا کرتے اور عذاب کی آیت پر ٹھہر جاتے پس پناہ طلب کرتے۔

(سنن النسائی الکبریٰ: جز:1، ص:345، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: جز:3، ص:12)

738 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهٖ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجود اور رکوع میں "سبوح قدوس رب الملائکة والروح" فرماتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:87، سنن دارقطنی: جز:3، ص:442، سنن النسائی: جز:4، ص:330، شرح السنۃ: جز:1، ص:453)

739 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ قُمْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَامَ فَقَرَاَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ لَا يَمُرُّ بِاٰيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ فَسَاَلَ وَلَا يَمُرُّ بِاٰيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ قَالَ ثُمَّ رَكَعَ بِقَدْرِ قِيَامِهٖ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ قِيَامِهٖ ثُمَّ قَالَ فِي سُجُودِهٖ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَامَ فَقَرَاَ بِاٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَرَاَ سُورَةً سُورَةً

عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ تلاوت فرمائی۔ رحمت کی آیت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر جاتے تو سوال کرتے اور عذاب کی آیت پر ٹھہر جاتے تو پناہ طلب کرتے۔ فرمایا کہ پھر قیام کی مقدار رکوع فرمایا اور رکوع میں فرمایا کرتے "سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة" پھر قیام کی مقدار سجدہ کیا پھر سجود میں اس کی مثل فرمایا کرتے۔ پھر قیام فرمایا

اور سورہ آل عمران تلاوت فرمائی پھر ایک ایک سورت تلاوت فرمائی۔

(معجم الکبیر: جز:18،ص:61،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:310)

740 حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ مَوْلَى الْاَنْصَارِ عَنْ رَّجُلٍ مِنْ بَنِيْ عَبْسٍ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهُ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثَلَاثًا ذُو الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ فَقَرَاَ الْبَقَرَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوْعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رُكُوْعِهٖ يَقُوْلُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهٗ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهٖ فَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ وَكَانَ يَقْعُدُ فِيْمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنْ سُجُوْدِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ فَصَلَّى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقَرَاَ فِيْهِنَّ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ وَالنِّسَآءَ وَالْمَائِدَةَ اَوِ الْاَنْعَامَ شَكَّ شُعْبَةُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اللہ اکبر، تین بار "ذوالملکوت والجبروت والکبریاء والعظمة" پھر سورہ فاتحہ تلاوت فرمانے کے بعد سورہ بقرہ تلاوت فرمائی پھر رکوع فرمایا تو رکوع قیام کی مقدار تھا اور رکوع میں "سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم" فرماتے، پھر رکوع سے سر اقدس اٹھایا اور قومہ رکوع کی مقدار تھا تو ربی الحمد فرماتے رہے پھر سجدہ فرمایا تو سجدہ قیام کی مقدار تھا سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ فرماتے پھر سجود سے سر اقدس اٹھایا اور دونوں سجدوں کے درمیان سجدہ کرنے کی مقدار بیٹھے رہے اور رب اغفر لی فرمایا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعات ادا فرمائیں ان میں سورہ بقرہ، آل عمران، النساء اور مائدہ یا انعام پڑھی۔ شعبہ نے شک کیا۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1،ص:267،شرح السنۃ: جز:1،ص:217،مسند ابی الجعد: جز:1،ص:29،شرح مشکل الآثار: جز:2،ص:189)

تشریح:

امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رکوع اور سجود میں تسبیحات پڑھنا سنت ہے مگر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان تسبیحات کو پڑھنا واجب ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:1،ص:206)

تسبیحات میں وبحمدہ کو زیادہ کرنا شافعیہ کے نزدیک مستحب ہے اور مالکیہ کے نزدیک بھی مستحب ہے اور علامہ ابن

قدامہ نے المغنی میں لکھا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص رکوع وسجود میں وبحمدہ کو زیادہ کرے تو امید یہی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ رکوع وسجود میں تسبیحات کم ازکم تین بار کہنا چاہئے اور زیادہ میں اختیار ہے چاہے پانچ کہے یا سات بار اورنوافل میں جتنا رکوع وسجود میں زیادہ کرے اتنا ہی بہتر ہے۔ خیال رہے کہ رکوع کے لئے جھکنا نماز میں فرض ہے اور وہاں کچھ ٹھہرنا یعنی اطمینان سے رکوع کرنا واجب اور اس میں تسبیح پڑھنا سنت ہے لہٰذا مکمل رکوع وہ ہے جس میں فرض وواجب اور سنت سب ادا ہوں۔ (مرأۃ المناجیح: جز:2،ص:72)

مسئلہ

علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ سنتوں کے بیان میں راقم ہیں۔

رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم کہنا (سنت ہے) (بہار شریعت: جز:1،ص:525)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

اگر "ظ" ادا نہ کر سکے تو سبحان ربی العظیم کی جگہ سبحان ربی الکریم کہے۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:239)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

سجدہ میں کم ازکم تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنا سنت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: جز:1،ص:75)

مسئلہ

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد متوفی 681ھ لکھتے ہیں:

تین بار تسبیح ادنیٰ درجہ ہے کہ اس سے کم میں سنت ادا نہ ہوگی اور تین بار سے زیادہ تو افضل ہے مگر ختم طاق عدد پر ہو۔ ہاں اگر یہ امام ہے اور مقتدی گھبراتے ہوں تو زیادہ نہ کرے۔ (فتح القدیر: جز:1،ص:259)

☆ قولہ حدثنا الربیع بن نافع...... الخ

اس حدیث مبارکہ میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے دو اساتذہ کرام ہیں۔

1-ربیع بن نافع ،2-موسیٰ بن اسماعیل

ان دونوں کے استاد ابن المبارک ہیں اور ان کے استاد موسیٰ بن ایوب ہیں۔ یہاں پر مطلب یہ ہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ربیع بن نافع نے عبداللہ بن مبارک کا صرف نام بیان کیا ہے اور صرف عن موسیٰ فرمایا اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے موسیٰ بن اسماعیل جن کی کنیت ابوسلمہ ہے انہوں نے عن موسیٰ ابن ایوب فرمایا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

☆ عن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ جہنی ہیں عتبہ بن ابی سفیان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔ 58 اٹھاون میں مصر میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے چند صحابہ کرام اورتابعین عظام رضی اللہ عنہم نے احادیث نقل کیں۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:535)

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ

☆ قولہ عن عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بہت ساری غزوات میں شریک ہوئے۔ اشجع کا جھنڈا فتح مکہ مکرمہ کے دن آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ اشجعی ہیں غزوہ خیبر اور اس کے بعد غزوات میں شریک ہوئے۔ بنی اشجع کا جھنڈا فتح مکہ مکرمہ کے دن آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ تھا۔ آخر میں شام میں رہے وہاں ہی 73 میں وفات پائی۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:538)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الدُّعَاءِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

باب: رکوع وسجود میں دعا کرنا

یہ باب رکوع وسجود میں دعا کرنے کے متعلق ہے۔

741 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَاَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ قَالُوْا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى اَبِي بَكْرٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَاَكْثِرُوا الدُّعَاءَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ اپنے رب عزوجل کے قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ کررہا ہو۔ پس کثرت سے دعا کرو۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 741)

742 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُحَيْمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السِّتَارَةَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ وَإِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا فَأَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا الرَّبَّ فِيهِ وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ہٹایا اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفوں میں کھڑے تھے پس ارشاد فرمایا: اے لوگو! لوگوں کی بشارتوں سے کچھ باقی نہیں بچا مگر اچھے خواب جس کو مسلمان دیکھے یا اس کے لئے دیکھے اور مجھے روک دیا گیا ہے کہ رکوع وسجود کی حالت میں قرأت کروں بہر حال رہے رکوع تو اس میں اپنے رب عزوجل کی بڑائی بیان کرو اور رہے سجود تو دعا کی کثرت کرو اپنے مستجاب الدعا کا یقین رکھ کر۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 87، سنن الدارمی: جز: 1، ص: 349، سنن النسائی: جز: 4، ص: 176، سنن سعید بن منصور: جز: 5، ص: 323)

743 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود میں کئی بار اس طرح فرماتے "سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفرلی" قرآن مجید کی اسی طرح تاویل فرماتے۔

(سنن ابن ماجہ: جز: 3، ص: 131، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 86، سنن النسائی: جز: 4، ص: 307، مسند احمد: جز: 49، ص: 190)

744 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ ح و حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ السَّرْحِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ دِقَّهُ وَجِلَّهُ وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ زَادَ ابْنُ السَّرْحِ عَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجود میں فرماتے "اللهم اغفرلی ذنبی كله دقه و

جله و اوله و اخره" ابن سرح نے اضافہ کیا کہ "علانیته و سره"

(مستدرک: جز:1 ص:395، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2 ص:110، شرح السنۃ: جز:1 ص:451، صحیح ابن حبان: جز:5 ص:257)

745 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَلَمَسْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا هُوَ سَاجِدٌ وَقَدَمَاهُ مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُوْلُ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے پاس موجود نہیں تھے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں پایا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرما رہے تھے اور قدمین شریفین کھڑے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے میں تیری رضا کی تیرے غصے سے پناہ طلب کرتا ہوں اور میں تیری معافی کی تیرے عذاب سے پناہ طلب کرتا ہوں اور میں پناہ لیتا ہوں تیری ذات اقدس سے، تیری ثناء کا کوئی شمار نہیں تو اپنی ثناء کے مطابق ہے۔

(مسند ابی عوانہ: جز:1 ص:489)

تشریح:

☆ **قوله كان النبى صلی اللہ علیہ وسلم يكثر ان يقول فى ركوعه و سجوده سبحانك اللهم......**

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔ یعنی وفات شریف کے قریب جب یہ آیت کریمہ اتری **فسبح بحمد ربك فستغفره** تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل خصوصاً تہجد کے رکوع سجدے میں یہ پڑھا کرتے تھے ظاہر یہی ہے کہ یہ دعائیں نوافل میں تھیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرائض مسجد میں پڑھاتے تھے اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت دور ہوتی تھیں، ہاں تہجد وغیرہ نوافل گھر میں پڑھتے تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہا بخوبی یہ سب کچھ سن لیتی تھیں۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لیے دعائے بخشش کرنا تعلیم امت کے لئے یا اس لیے کہ استغفار بھی عبادت ہے اور بلندی درجات کا ذریعہ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز:2 ص:68)

☆ **قوله اللهم اغفرلى .**

یہ قول تعلیم امت کے لئے ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں۔ اسی طرح احادیث مبارکہ میں جہاں جہاں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مغفرت طلب کرنے کا ذکر ہوا ہے وہ تواضعاً تھا یا تعلیم امت کے لئے تھا جس طرح کہ محدثین کے اقوال سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں دن میں ستر سے زائد بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6307)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ کا ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ مغفرت طلب کرتے تھے اور توبہ کا عزم کرتے تھے۔ ابوداؤد نے سند جید کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے جو زندہ ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔ آپ ﷺ مجلس میں کھڑے ہونے سے پہلے سو بار یہ دعا کرتے تھے اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

ہم گنا کرتے تھے نبی کریم ﷺ مجلس میں سو بار یہ دعا کرتے تھے۔ اے اللہ عزوجل! میری مغفرت فرما اور میری توبہ کو قبول فرما بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے:

میں دن میں ستر بار سے زائد استغفار کرتا ہوں۔

اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

میں ہر روز سو بار اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا:

اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو کیونکہ میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے سو بار توبہ کرتا ہوں۔

اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اغر مزنی سے روایت کیا ہے کہ

بے شک میرے دل پر غین (حجاب) چھا جاتا ہے اور میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے سو بار مغفرت طلب کرتا ہوں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

غین سے مراد وہ سستی ہے جو دائماً ذکر کرنے سے مانع ہے اور آپ ﷺ جب کسی سستی یا کسی اور وجہ سے ذکر نہ کر سکتے تو اس کو گناہ قرار دیتے اور اس پر مغفرت طلب کرتے۔

ایک قول یہ ہے کہ

اس حجاب سے مراد دنیاوی کاموں کے منصوبے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

اس سے مراد وہ سکون ہے جو آپ ﷺ کے دل پر چھا جاتا ہے اور آپ ﷺ اظہار عبودیت کے لئے استغفار کرتے تھے یا خوف خدا عزوجل کے غلبہ سے استغفار کرتے تھے۔

محاسبی نے کہا:

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ڈرتے تھے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے کہا:

آپ ﷺ کے دل پر حجاب کا آنا نقص نہیں ہے بلکہ کمال ہے۔

نبی کریم ﷺ کے استغفار کرنے پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ معصوم ہیں اور استغفار معصیت کے وقوع کا تقاضا کرتا ہے اس کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

1-آپ ﷺ کے دل پر جو حجاب چھا جاتا تھا آپ ﷺ اس کی وجہ سے استغفار کرتے تھے۔

2-ابن جوزی نے کہا:

بشری کمزوریوں سے کوئی خالی نہیں، انبیاء کرام علیہم السلام اگرچہ گناہ کبیرہ سے معصوم ہیں مگر گناہ صغیرہ سے معصوم نہیں ہیں، تاہم یہ جواب صحیح نہیں ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کبائر اور صغائر دونوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

3-ابن بطال نے کہا:

انبیاء کرام علیہم السلام کو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی ہے اور وہ سب سے زیادہ عبادت میں کوشش کرتے ہیں اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں پھر بھی اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہیں۔

ان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ

وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق واجبہ ادا کرنے کی وجہ سے اور مباح امور مثلاً کھانے پینے، جماع کرنے، سونے آرام کرنے، مسلمانوں سے باتیں کرنے، ان کی مصلحتوں میں غور وفکر کرنے، دشمنوں سے جنگ کی تدبیر کرنے اور ایسے دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس سے دعا اور اس کا مشاہدہ اور مراقبہ نہیں کر پاتے اور آپ ﷺ اپنے عظیم مقام کی وجہ سے اس کو بھی گناہ خیال فرماتے تھے کیونکہ آپ ﷺ کا مقام عالی تو یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر رہیں۔

4-آپ ﷺ کا استغفار کرنا امت کی تعلیم کے لئے تھا یا امت کے گناہوں پر استغفار اور ان کی شفاعت کے لئے تھا۔

5-آپ ﷺ ہمیشہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتے تھے اور بعد والا حال پہلے حال سے بلند ہوتا تھا تو آپ ﷺ بعد کے حال کے مقابلہ میں پہلے حال کو گناہ خیال فرماتے اور اس پر استغفار کرتے۔

6-شیخ شہاب الدین سہروردی نے کہا:

آپ ﷺ کا ہر آن اللہ تعالیٰ سے قرب رہتا تھا اور ہر بعد والی آن میں پہلی آن سے زیادہ قرب ہوتا تھا اور آپ ﷺ پہلی آن کو بعد والی آن کے مقابلہ میں گناہ خیال فرماتے اور اس پر استغفار کرتے۔ (فتح الباری: جز:12،ص379 تا 381)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

یہ استغفار ترک اولیٰ پر تھا یا تواضعاً تھا۔ (عمدۃ القاری: جز:22،ص:434)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ پر یہ اشکال ہے کہ نبی کریم ﷺ تو معصوم ہیں حتیٰ کہ آپ ﷺ صغائر سے بھی معصوم ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

استغفار کرنے سے گناہ کا صدور لازم نہیں آتا بلکہ استغفار میں اپنے رب عزوجل کی طرف حاجت کا اظہار ہوتا ہے اور تواضع ہوتی ہے اور امت کے لئے تعلیم ہوتی ہے تاکہ ان کے لئے بھی استغفار کرنا سنت ہو جائے۔ (التوشیح: جز:5،ص:90)

☆ **قولہ انی نہیت ان اقرأ راکعا او ساجدًا** الخ

ارشاد فرمایا کہ مجھے رکوع یا سجدے کی حالت میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

(یہ) ممانعت تنزیہی (ہے) کیونکہ ان دونوں حالتوں میں انسان کے انتہائی عجز کا اظہار ہے اس وقت عظیم الشان کتاب کا پڑھنا مناسب نہیں۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ

رکوع، سجدہ میں قرآن مجید پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بعض کے نزدیک واجب الاعادہ ہوتی ہے۔ یونہی قعدہ میں قرآن مجید پڑھ لینے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح: جز:2،ص:69)

☆ **قولہ واما السجود فاجتھدوا فی الدعاء......** الخ

اور رہے سجدے تو اس میں دعا کی کوشش کہ وہ دعائیں قبولیت کے لائق ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

یعنی نفل نماز کے سجدوں میں صراحتاً دعائیں مانگو اور دیگر نمازوں کے سجدوں میں رب عزوجل کی تسبیح و تحمید کرو کہ یہ بھی ضمنی دعا ہے کریم کی تعریف بھی دعا ہوتی ہے بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ وہ سجدے میں گر کر دعائیں مانگتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث مبارکہ ہے کیونکہ سجدے میں بندے کو رب عزوجل سے انتہائی قرب ہوتا ہے۔ (مرآۃ المناجیح: جز:2،ص:69)

☆ **قولہ کشف استارۃ والناس صفوف خلف ابی بکر رضی اللہ عنہ**

یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے مرض وفات کا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرض نمازوں کی امامت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی تھی یہ فجر کی نماز کا قصہ ہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں نماز پڑھا رہے تھے تو آپ ﷺ نے حجرہ طیبہ کے دروازے پر جو پردہ آویزاں تھا اس کو ہٹا کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز کا آخری نظارہ ملاحظہ فرمایا تھا۔

اور یہ پیر کے دن صبح کی نماز تھی آپ ﷺ نے جا کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی جس طرح کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

علامہ ملا علی قاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے جماعت کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی ہے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی ہے اور علم شریف کی اس روایت میں جو رسول اللہ ﷺ کی امامت کا ذکر ہے یہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی اور پیر کے دن صبح کی نماز رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی۔ رہا یہ کہ بخاری اور مسلم کی روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن صبح کی نماز کی جماعت کے وقت حجرہ سے باہر نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر خوش ہو کر واپس چلے گئے تو یہ صبح کی پہلی رکعت کا واقعہ ہے کیونکہ موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں اور ابوالاسود نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ پیر کی صبح کو جب رسول اللہ ﷺ کا بخار اتر گیا تو رسول اللہ ﷺ فضل بن عباس اور ایک نوجوان کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے اور لوگ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ایک رکعت پڑھ چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں کھڑے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا اور دوسری رکعت رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ادا فرمائی اس کے بعد آپ ﷺ نے جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھی۔ یہ سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کی آخری نماز تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ نماز میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنایا اور خود آپ ﷺ نے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز پڑھی۔ (مرقاۃ المفاتیح: جز:3،ص:102)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

ایام وفات میں رسول اللہ ﷺ نے تین بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے۔

(عمدۃ القاری: جز:5،ص:190)

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ایام علالت میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔ (مرقات: جز:1،ص:96)

اور کثیر احادیث مبارکہ ایسی ہیں کہ جن میں نبی کریم ﷺ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھانا ثابت ہے۔

عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ

میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے عرض کیا کہ

کیا آپ رضی اللہ عنہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہیں بیان کریں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

کیوں نہیں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض زیادہ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا! نہیں! وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے لیے ٹب میں پانی رکھو ہم نے اس میں پانی رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوش میں آئے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے لیے ٹب میں پانی رکھ دو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر غسل کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر جانے لگے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟

ہم نے عرض کیا:

نہیں! وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور لوگ مسجد میں بیٹھے ہوئے عشاء کی نماز کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام دینے والا گیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دے رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نرم دل شخص تھے۔

انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:

اے عمر رضی اللہ عنہ! تم لوگوں کو نماز پڑھا دو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

آپ رضی اللہ عنہ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ سو ان ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طبیعت میں افاقہ محسوس ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے سہارے سے ظہر کی نماز کے لئے نکلے۔ ان میں سے ایک حضرت

عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ پیچھے نہ ہٹیں۔ آپ نے فرمایا ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔

عبید اللہ نے کہا:

میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کیا میں آپ رضی اللہ عنہ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کے متعلق بیان کی۔

انہوں نے کہا:

سناؤ! میں نے ان کو یہ حدیث مبارکہ سنائی تو انہوں نے اس میں سے اور کسی چیز سے اختلاف نہیں کیا سوا اس کے کہ انہوں نے پوچھا کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس شخص کا نام لیا تھا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

میں نے کہا:

نہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 687)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور صحابی تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ جس درد اور مرض میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو نماز (فجر) پڑھا رہے تھے حتیٰ کہ جب پیر کا دن آیا اور مسلمان صف باندھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ کھولا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھ رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور قرآن کے ورق کی طرح لگ رہا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے مسکرائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ہم کو اس قدر خوشی ہوئی کہ لگتا تھا کہ ہم نماز توڑ دیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر آ کر نماز میں شامل ہوں گے وہ الٹے پاؤں پھرے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صف میں آ جائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ تم اپنی نماز پوری کرو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں گئے اور پردہ گرا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی دن وصال ہوا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کے آخر میں فوت ہوئے اور اس روایت میں یہ تصریح بھی ہے کہ یہ صبح کی نماز کا واقعہ تھا۔

(صحیح البخاری: رقم: 754) (صحیح البخاری: 4448)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی 458ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ

ہشام نے کہا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تخفیف محسوس کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کھڑے ہو کر پڑھائی۔

زیادہ روایات اس پر متفق ہیں کہ اس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور باقی مسلمانوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ

اس نماز میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

مسروق نے کہا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اس مرض میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔

ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے تو یہ اس سے مانع نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہو۔

موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں یہ حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ

پیر کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک رکعت نماز پڑھا چکے تھے یہ وہی دن ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تھی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبیعت میں کچھ تخفیف محسوس کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام پھیر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر دوسری رکعت پڑھی۔ پس ہو سکتا ہے جنہوں نے یہ روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی اس سے یہی نماز ہو اور رہی وہ نماز جو ہفتہ یا اتوار کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں آپ کی اقتداء میں پڑھی تھی تو وہ ظہر کی نماز تھی جیسا کہ ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ پس ان دونوں احادیث

مبارکہ میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ: جز:3،ص:83)

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کی صحیح روایت میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ آگے بڑھ کر مصلیٰ پر کھڑے ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی الخ۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔ (دلائل النبوت: جز:7،ص:191)

مزید امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی جس کی دو طرفوں میں گرہ لگی ہوئی تھی۔ جب آپ ﷺ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو ارشاد فرمایا اسامہ بن زید کو بلاؤ وہ آئے تو آپ نے ان کے سینہ سے اپنی پشت کی ٹیک لگائی۔ یہ آپ ﷺ کی پڑھی ہوئی آخری نماز تھی۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جو نماز پڑھی وہ صبح کی نماز تھی اور یہی آپ ﷺ کی آخری نماز تھی جس میں آپ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلایا تھا۔

یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ایام مرض میں نبی کریم ﷺ نے ایک بار خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی اور ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے جو نماز پڑھی وہ پیر کے دن صبح کی نماز تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو مروی ہے کہ ایام وفات میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہو گئے اور حضور انور ﷺ نے نماز پڑھائی۔ یہ ہفتہ یا اتوار کی ظہر کی نماز تھی سوان احادیث مبارکہ میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (دلائل النبوت: جز:7،ص:193)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (مجمع الزوائد: جز:9،ص:46)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جس مرض میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اس میں آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔ (جامع ترمذی:79)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس مرض میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اس میں آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ایک چادر پہن کر نماز پڑھی دراں حالیکہ آپ ﷺ نے سینہ پر اس کی گرہ باندھی ہوئی تھی۔ (مسند ابو یعلیٰ: جز:4،ص:38)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی در آں حالیکہ آپ ﷺ نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور سینہ پر اس کی گرہ باندھی ہوئی تھی۔ (سنن نسائی: جز: 1،ص: 80)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں تھی در آں حالیکہ آپ ﷺ نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور سینہ پر اس کی گرہ باندھی ہوئی تھی۔ (مسند احمد: جز: 3،ص: 216)

احادیث مبارکہ میں جو فرمایا گیا کہ نبی کریم ﷺ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک صحابی کے ساتھ ظہر کی نماز کے لئے گئے اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے آپ ﷺ ان کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اب اس میں آئمہ حدیث اور شارحین کا اختلاف ہے کہ یہ نماز نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھائی تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صرف مبلغ اور مکبر تھے یا یہ نماز نبی کریم ﷺ نے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی تھی۔

علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایام مرض میں نمازوں کا امام بنایا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو بہ کثرت نمازیں پڑھائیں۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیر کے دن تک مسلمانوں کو نمازیں پڑھاتے رہے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان ایام میں نمازیں پڑھائیں۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ صرف ایک نماز کا واقعہ نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بارہ دن تک نماز پڑھاتے رہے تھے مگر یہ کہ بعض اوقات نبی کریم ﷺ اپنی طبیعت میں تخفیف محسوس کرتے اور آپ ﷺ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت ہوتی تو آپ ﷺ مسجد میں آکر مسلمانوں کو نماز پڑھاتے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایات میں ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے آپ ﷺ آئے اور مسلمانوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی اور حجرہ مبارکہ کا پردہ گرا دیا۔ یہ اور حدیث ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مبارکہ میں دوسرا قصہ ہے پس کوئی بعید نہیں ہے کہ ایک نماز میں آپ امام ہوں اور دوسری نماز میں آپ مقتدی ہوں اور زیادہ صحیح اور مشہور یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ہی امام تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جو پہلی نماز پڑھائی تھی وہ عشاء کی نماز تھی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا کے علاوہ ایک حدیث مبارکہ میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے اور رسول اللہ ﷺ ان

کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ نے فرمایا کوئی نبی اس وقت تک فوت نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے کسی امتی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم: جز:2،ص:323)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی مالکی متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اختلاف ہے آیا اس نماز میں نبی کریم ﷺ امام تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ امام تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:687)

اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جو آخری نماز رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہے اس میں آپ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے وہ نماز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی تھی۔ (سنن ترمذی:363)

علماء کرام نے ان احادیث مبارکہ میں تطبیق دی ہے کہ جس نماز میں آپ امام تھے وہ اور نماز تھی اور جس نماز میں آپ مقتدی تھے وہ اور نماز تھی لیکن اس کی تائید میں کوئی صحیح نقل وارد نہیں ہے۔ (المفہم: جز:2،ص:51)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صف میں رسول اللہ ﷺ سے آگے تھے اور بعض یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ آگے تھے۔

امام ابن المنذر نے شعبہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔

اور امام ابن حبان نے شقیق سے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مبلغ اور مکبر تھے۔

اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے۔ بعض علماء کرام نے ترجیح کا طریقہ اختیار کیا اور اس کو ترجیح دی کہ نبی کریم ﷺ امام تھے جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ہے۔ بعض علماء کرام نے تطبیق کا طریقہ اختیار کیا اور کہا کہ یہ متعدد روایات ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقتدی تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے اور یہ آخری نماز تھی جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی تھی اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری: جز:2،ص:377)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:
اس میں روایات مختلف ہیں کہ آیا نبی کریم ﷺ امام تھے یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام تھے۔
ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ
بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ امام تھے۔
اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امام تھے کیونکہ شعبہ نے از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔
امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
ان احادیث مبارکہ میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ جن احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کے امام ہونے کا ذکر ہے ان میں ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز مراد ہے اور جن احادیث مبارکہ میں ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی ان میں پیر کے دن فجر کی نماز کی دوسری رکعت مراد اور یہ آپ ﷺ کی آخری نماز تھی جیسا کہ سنن ترمذی اور سنن نسائی میں ہے۔ امام نعیم بن ابی ہند نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ ان احادیث مبارکہ میں تعارض نہیں ہے ایک نماز میں آپ ﷺ امام تھے اور ایک نماز میں آپ ﷺ مقتدی تھے۔
امام ضیاء المقدسی اور ابن ناصر نے کہا کہ
نبی کریم ﷺ نے اپنے ایام مرض میں تین بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اور اس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو جاہل ہو اور اس کو روایات کا علم نہ ہو۔
امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:
ایسا دو مرتبہ ہوا ہے۔
اور امام ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ
نبی کریم ﷺ ہی امام تھے۔ (عمدۃ القاری: جز:5،ص:161)
حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:
ابن القاسم نے کہا:
مجھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ربیعہ بن عبدالرحمٰن سے یہ حدیث مبارکہ روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ بیماری کی حالت میں باہر نکلے۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ امام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے اور رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔

اور آپ نے ارشاد فرمایا:

کوئی نبی اس وقت تک فوت نہیں ہوا جب تک کہ اس کی امت کے کسی شخص نے اس کو نماز نہ پڑھائی ہو۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہمارے نزدیک اس حدیث مبارکہ پر عمل ہے اور ربیعہ ہمارے نزدیک پسندیدہ ہے۔(الاستذکار: ج:5،ص392 تا 393)

☆اس باب کے تمام راویوں کے حالات وواقعات پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الدُّعَاءِ فِی الصَّلٰوۃِ

باب: نماز میں دعا کرنا

یہ باب نماز میں دعا کرنے کے متعلق ہے۔

746 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو فِي صَلَاتِهِ اللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ اللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا اَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ

عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں دعا کرتے تھے۔ "اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر واعوذبک من فتنۃ المسیح الدجال و اعوذبک من فتنۃ المحیاء والممات، اللھم انی اعوذبک من الماثم والمغرم" ایک قائل نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرض سے اکثر کیوں پناہ طلب کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب انسان قرض دار ہوتا ہے تو بات کے دوران جھوٹ بیان کرتا ہے اور وعدہ کرلے تو خلاف کرتا ہے۔

(معجم الاوسط: ج:8،ص:330، سنن النسائی: ج:3،ص:56، صحیح ابن حبان: ج:5،ص:299، صحیح مسلم: ج:4،ص:111)

747 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ اَبِيهِ قَالَ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

صَلوٰةِ تَطَوُّعٍ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ وَيْلٌ لِاَهْلِ النَّارِ

عبدالرحمٰن بن ابی یعلیٰ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے نفلی نماز رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں پڑھی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میں جہنمیوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے جہنم کی خرابی سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

(شرح السنۃ للبغوی: جز:1،ص:500)

748 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الصَّلوٰةِ وَقُمْنَا مَعَهُ فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ فِی الصَّلوٰةِ اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا وَّلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کے واسطے قیام فرمایا تو ایک اعرابی نے نماز میں کہا اے اللہ عزوجل! مجھ پر اور (سیدنا) محمد پر رحم فرما اور ہمارے کسی پر رحم نہ فرما۔ رسول اللہ ﷺ نے جب سلام پھیرا تو اعرابی کو فرمایا: تم نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا ہے۔ مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: جز:45،ص:171)

749 حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِيْنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَرَاَ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى) قَالَ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰى قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ خُوْلِفَ وَكِيْعٌ فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَرَوَاهُ اَبُوْ وَكِيْعٍ وَشُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوْفًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھتے تو سبحان ربی الاعلیٰ فرماتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث مبارکہ میں وکیع نے اختلاف کیا۔ اس کو وکیع اور شعبہ، ابو اسحاق، سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:310)

750 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَبِیْ عَائِشَةَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُصَلِّیْ فَوْقَ بَيْتِهٖ وَكَانَ اِذَا قَرَاَ (اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِیَ الْمَوْتٰى) قَالَ سُبْحَانَكَ فَبَكٰى فَسَاَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ اَحْمَدُ يُعْجِبُنِيْ فِي الْفَرِيضَةِ اَنْ يَّدْعُوَ بِمَا فِي الْقُرْآنِ

موسیٰ بن ابی عائشہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنے گھر کی چھت پر نماز پڑھتا جب اس نے قرأت کی کہ کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردہ زندہ کردے۔ تو اس نے کہا سبحنك فبكى، تو اس کے بارے میں اس سے سوال کیا گیا تو کہا میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کیا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے فرض نماز میں پسند ہے کہ قرآن مجید والی دعا کی جائے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 750)

تشریح:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس طرح کی دعائیں نماز میں پڑھنا جائز ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز میں جائز نہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نوافل میں جائز ہیں۔

☆ **قوله قال ابوداؤد قال احمد يعجبنى فى الفريضة ان يدعوا بمافى القرآن .**

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ فرض نماز میں قرآنی دعائیں پڑھوں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں دو احتمال ہیں۔

1- ایک احتمال تو یہ ہے کہ اس سے مراد تشہد کے بعد سلام سے پہلے ہے۔

2- دوسرا احتمال یہ ہے کہ نمازی جب نماز میں قرأت کر رہا ہو خواہ وہ فرض نماز ہو یا نفل تو جب آیات رحمت پر پہنچے تو اس وقت رحمت کی دعا اور جب آیات تسبیح پر پہنچے تو تسبیح کی دعائیں اور جب آیات عذاب پر پہنچے تو اس سے پناہ طلب کرنا مراد ہے۔ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک مستقل باب باندھا ہے جس کا نام ہے **باب الوقوف عند آية الرحمة و اٰية العذاب .**

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ

☆ **قوله عن عبدالرحمن بن ابى ليلىٰ رضى الله عنه**

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ تابعی بزرگ ہیں بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی اور ان سے احادیث مبارکہ روایت کیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (رحمۃ اللہ علیہ) انصاری ہیں جب خلافت فاروقی کے چھ سال رہ گئے تھے تب پیدا ہوئے یا تو مقام دجیل میں قتل کیے گئے یا بصرہ کی نہر میں ڈوب گئے۔

بعض نے فرمایا:

83 تراسی میں دیر جماجم میں گم ہو گئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث مبارکہ لیں۔

(مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:543)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مِقْدَارِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

باب: رکوع اور سجود کی مقدار

یہ باب رکوع اور سجود کی مقدار کے حکم میں ہے۔

751 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْجُرَيْرِيُّ عَنِ السَّعْدِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَوْ عَنْ عَمِّهِ قَالَ رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلَاتِهٖ فَكَانَ يَتَمَكَّنُ فِيْ رُكُوعِهٖ وَسُجُودِهٖ قَدْرَ مَا يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ثَلَاثًا

سعدی اپنے والد محترم یا اپنے چچا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو توجہ سے نماز کی حالت میں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود میں تین مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کی مقدار استقرار پکڑتے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:86، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:47،ص:498)

752 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ الْاَهْوَازِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ وَاَبُوْ دَاوُدَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ يَزِيْدَ الْهُذَلِيِّ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ وَاِذَا سَجَدَ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثَلَاثًا وَّذٰلِكَ اَدْنَاهُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا مُرْسَلٌ عَوْنٌ لَمْ يُدْرِكْ عَبْدَ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب تم میں سے کوئی ایک رکوع کرے تو تین بار سبحان ربی العظیم کہا کرے اور یہ ادنیٰ تعداد ہے۔ جب سجدہ کرے تو تین بار سبحٰن ربی الاعلیٰ کہا کرے اور یہ ادنیٰ تعداد ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ مرسل حدیث ہے عون نے عبداللہ کو نہیں پایا۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1،ص:268، سنن الترمذی: جز:1،ص:441، سنن دارقطنی: جز:3،ص:441، شرح السنۃ للبغوی: جز:1،ص:451)

753 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي اِسْمٰعِيلُ بْنُ اُمَيَّةَ سَمِعْتُ اَعْرَابِيًّا يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَاَ مِنْكُمْ (وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ) فَانْتَهٰى اِلٰى اٰخِرِهَا (اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ) فَلْيَقُلْ بَلٰى وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَمَنْ قَرَاَ (لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ) فَانْتَهٰى اِلٰى (اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى) فَلْيَقُلْ بَلٰى وَمَنْ قَرَاَ (وَالْمُرْسَلَاتِ) فَبَلَغَ (فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُوْنَ) فَلْيَقُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ قَالَ اِسْمٰعِيلُ ذَهَبْتُ اُعِيْدُ عَلَى الرَّجُلِ الْاَعْرَابِيِّ وَاَنْظُرُ لَعَلَّهُ فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِي اَتَظُنُّ اَنِّي لَمْ اَحْفَظْهُ لَقَدْ حَجَجْتُ سِتِّيْنَ حَجَّةً مَّا مِنْهَا حَجَّةٌ اِلَّا وَاَنَا اَعْرِفُ الْبَعِيْرَ الَّذِي حَجَجْتُ عَلَيْهِ

اعرابی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں جو والتین والزیتون کی قرأت کرے اس کے آخر الیس اللہ باحکم الحاکمین تک تو کہا کرے بلی وانا على ذالك من الشاهدين اور جو سورہ لا اقسم بيوم القيٰمة سے آخر "اليس ذالك بقادر على ان يحيى الموتٰى" تک پڑھے تو کہا کرے اور جو مرسلات کی قرأت کرے تو فبالی حدیث بعدہ یومنون تک پہنچے تو کہے اٰمنا باللہ۔ اسماعیل نے کہا کہ میں پھر اس اعرابی کے پاس گیا تا کہ دیکھوں کہ ایسا ہے تو اس نے فرمایا اے بھتیجے! کیا تم گمان کرتے ہو کہ مجھے یاد نہیں رہا ہے کہ میں نے ساٹھ حج کیے ہیں جن میں سے کوئی حج ایسا نہیں جس کے بارے میں یہ نہ معرفت ہو کہ اس کو میں نے کس اونٹ پر کیا تھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:310، مسند احمد: جز:15،ص:127، مسند حمیدی: جز:2،ص:437)

754 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَابْنُ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عُمَرَ بْنِ كَيْسَانَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ وَهْبِ بْنِ مَانُوْسَ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ اَحَدٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْبَهَ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الْفَتٰى يَعْنِي عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ فَحَزَرْنَا فِي رُكُوْعِهِ عَشْرَ تَسْبِيْحَاتٍ وَفِي سُجُوْدِهِ عَشْرَ تَسْبِيْحَاتٍ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قُلْتُ لَهُ مَانُوْسُ اَوْ مَابُوْسُ قَالَ اَمَّا عَبْدُ الرَّزَّاقِ فَيَقُوْلُ مَابُوْسُ وَاَمَّا حِفْظِي فَمَانُوْسُ وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ رَافِعٍ قَالَ اَحْمَدُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

وہب بن مانوس سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن جبیر کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ فرمار ہے تھے کہ میں نے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایک کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ ہو اس نوجوان یعنی عمر بن عبدالعزیز سے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے رکوع میں دس تسبیحات کا تخمینہ لگایا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ احمد بن صالح فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو کہا مانوس ہے یا مابوس ہے؟ ارشاد فرمایا کہ عبدالرزاق نے مابوس کہا اور مجھے مانوس یاد ہے۔ یہ لفظ ابن رافع کے ہیں۔ احمد نے سعید بن جبیر سے انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:110)

تشریح: مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ نماز کے وجوبات میں لکھتے ہیں۔

تعدیل ارکان یعنی رکوع وسجود وقومہ وجلسہ میں کم ازکم ایک بار سبحٰن اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا۔ (درمختار: جز:2، ص:186)

مسئلہ

علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ سنن کے بیان میں لکھتے ہیں۔

رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم کہنا (سنت ہے)

سجدہ میں کم ازکم تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنا (سنت ہے) (بہار شریعت: جز:1، ص:525، 527)

مسئلہ

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد متوفی 681ھ لکھتے ہیں:

تین بار تسبیح ادنیٰ درجہ ہے کہ اس سے کم میں سنت ادا نہ ہوگی اور تین بار سے زیادہ کہے تو افضل ہے مگر ختم طاق عدد پر ہو ہاں اگر یہ امام ہے اور مقتدی گھبراتے تو زیادہ نہ کرے۔ (فتح القدیر: جز:1، ص:259)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اَعْضَاءِ السُّجُودِ

باب: اعضائے سجود کا بیان

یہ باب جن اعضاء پر سجدہ کرنا ہے ان کے متعلق ہے۔

755 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَّسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ

طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ قَالَ حَمَّادٌ اُمِرَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةٍ وَّلَا يَكُفَّ شَعْرًا وَّلَا ثَوْبًا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے۔ حماد فرماتے ہیں کہ تمہارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نہ بال اکٹھا کرنے کا نہ کپڑے۔

(سنن الدارمی: جز:1،ص:346، مسند ابی عوانہ: جز:1،ص:500، مسند احمد: جز:5،ص:218، مسند الطیالسی: جز:1،ص:340)

756 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ وَرُبَّمَا قَالَ اُمِرَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ آرَابٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا اور بعض دفعہ فرمایا کہ تمہارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:28،ص:339)

757 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ سَجَدَ مَعَهُ سَبْعَةُ آرَابٍ وَجْهُهُ وَكَفَّاهُ وَرُكْبَتَاهُ وَقَدَمَاهُ

عباس بن عبد المطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ۔ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اعضاء سجدہ کیا کرتے ہیں، اس کا چہرہ، اس کی ہتھیلیاں، اس کے گھٹنے اور اس کے دونوں قدم۔

(سنن ابن ماجہ: جز:3،ص:126، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:101، سنن الترمذی: جز:1،ص:460، سنن النسائی: جز:4،ص:256)

758 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ يَعْنِي ابْنَ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَفَعَهُ قَالَ اِنَّ الْيَدَيْنِ تَسْجُدَانِ كَمَا يَسْجُدُ الْوَجْهُ فَاِذَا وَضَعَ اَحَدُكُمْ وَجْهَهُ فَلْيَضَعْ يَدَيْهِ وَاِذَا رَفَعَهُ فَلْيَرْفَعْهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ دونوں ہاتھ سجدہ کرتے ہیں جس طرح کہ اس کا چہرہ سجدہ کرتا ہے جب تم میں سے کوئی اپنی پیشانی زمین پر رکھے تو اسے چاہیے کہ دونوں ہاتھ رکھے اور جب اس کو اٹھائے تو ان دونوں کو بھی اٹھا لے۔

(مستدرک: جز:1،ص:349، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:101، سنن ابن ماجہ: جز:4،ص:252، سنن النسائی: جز:4،ص:274)

تشریح: آئمہ اربعہ کا مؤقف

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ سات اعضاء پر سجدہ کرنا مشروع ہے جن میں پیشانی، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو قدم شامل ہیں البتہ ناک کے متعلق اختلاف ہے۔

(المغنی: جز: 1، ص: 304)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پیشانی یا ناک میں سے کسی ایک پر سجدہ کرنا فرض ہے۔

فقہاء احناف میں سے امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلا عذر ناک پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور اگر عذر ہو اور ناک نہ لگے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اس کے مطابق ہے۔ (فتح القدیر: جز: 1، ص: 263)

علامہ ابن رشد مالکی متوفی 595ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر پیشانی پر سجدہ کیا اور ناک نہ لگی تو کوئی حرج نہیں اور اگر ناک پر سجدہ کیا اور پیشانی نہیں لگی تو سجدہ نہیں ہوگا ان کا استدلال بھی اسی حدیث سے ہے جس سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال ہے۔

(بدایۃ المجتہد: جز: 1، ص: 100)

ابواسحاق ابراہیم بن علی شافعی فیروز آبادی متوفی 476ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کا لگانا واجب ہے ان کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے ساتھ ناک کا بھی ذکر کیا ہے جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے اور وہ پیشانی اور ناک دونوں کو ملا کر عضو قرار دیتے ہیں تاکہ اعضاء کی تعداد سات سے متجاوز نہ ہو تاہم ان کا قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے موافق بھی ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور ناک نہیں لگائی۔ (المہذب: جز: 1، ص: 83)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پیشانی کے ساتھ ناک پر سجدہ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں ان کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے ہے۔ عکرمہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی پیشانی کے ساتھ ناک نہیں لگتی اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(دار قطنی: جز: 1، ص: 348)

مسئلہ

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی عذر کے سبب پیشانی زمین پر نہیں لگا سکتا تو صرف ناک سے سجدہ کرے پھر بھی فقط ناک کی نوک لگنا کافی نہیں بلکہ ناک کی ہڈی زمین پر لگنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 70)

مسئلہ

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

کسی نرم چیز مثلاً گھاس، روئی، قالین وغیرہا پر سجدہ کیا تو اگر پیشانی جم گئی یعنی اتنی دبی کہ اب دبانے سے نہ دبے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:70)

مسئلہ

علامہ ہمام مولانا شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

جوار، باجرہ وغیرہ چھوٹے دانوں پر جن پر پیشانی نہ جمے سجدہ نہ ہوگا البتہ اگر بوری وغیرہ میں خوب کس کر بھر دیئے گئے کہ پیشانی جمنے سے مانع نہ ہوں تو ہو جائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:70)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

ہتھیلی یا آستین یا عمامہ کے پیچ یا کسی اور کپڑے پر جسے پہنے ہوئے ہے سجدہ کیا اور نیچے کی جگہ ناپاک ہے تو سجدہ نہ ہوا۔ ہاں ان سب صورتوں میں جبکہ پھر پاک جگہ پر سجدہ کر لیا تو ہو گیا۔ (درمختار: جز:2،ص:253)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

عمامہ کے پیچ پر سجدہ کیا اگر ماتھا خوب جم گیا سجدہ ہو گیا اور ماتھا نہ جما بلکہ فقط چھو گیا کہ دبانے سے دبے گا یا سر کا کوئی حصہ لگا تو نہ ہوا۔ (درمختار: جز:2،ص:252)

سجدہ میں پاؤں کو زمین پر رکھنے کی فرضیت یا عدم فرضیت کے متعلق فقہاء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ شمس الائمہ سرخسی کا قول

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی 483ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پیشانی یا ناک کو زمین پر رکھنا سجدہ ہے۔ (مبسوط: جز:1،ص:189)

علامہ ابوالحسن مرغینانی کا قول

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

نمازی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دوام کیا ہے اگر ان میں سے کسی ایک پر اقتصار کیا تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلا عذر ناک پر اقتصار کرنا

جائز نہیں ہے۔امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کو ان میں سے شمار کیا۔امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ چہرے کے بعض حصہ کو رکھنے سے سجدہ متحقق ہوجاتا ہے اور قرآن مجید میں اسی کا حکم دیا گیا ہے البتہ ٹھوڑی اور رخسار بالا جماع سجدہ سے خارج ہیں اور مشہور روایت میں چہرہ کا ذکر ہے اور ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا ہمارے نزدیک سنت ہے کیونکہ ان کے بغیر بھی سجدہ متحقق ہوجاتا ہے رہا دونوں پیروں کا زمین پر رکھنا تو قدوری نے ذکر کیا ہے کہ یہ بھی سجدہ میں فرض ہے۔(ہدایہ اولین:ص:90)

علامہ ابن نجیم مصری حنفی کا قول

علامہ زین ابن نجیم مصری حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مرفوع میں ہے کہ

مجھے سات ہڈیوں اور پیشانی پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناک، ہاتھوں، گھٹنوں اور قدموں کی اطراف کی طرف اشارہ فرمایا اور نمازی کپڑے اور بال نہ موڑے۔اس حدیث مبارکہ سے ان اعضاء پر سجدہ کرنے کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ حدیث ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے کیونکہ "امرت"، "مجھے حکم دیا گیا ہے" یہ لفظ وجوب اور استحباب دونوں میں مستعمل ہے اس لیے صاحبین کا پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنے کو فرض قرار دینا موجب اشکال ہے کیونکہ اس صورت میں خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح صاحبین کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے۔(البحر الرائق: جز:1،ص:317)

علامہ ابن ہمام کا قول

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

امرت کا لفظ وجوب اور استحباب میں عام ہے اور اس کا معنیٰ ہے مجھ سے اس کو طلب کیا گیا ہے اور یہ پیشانی میں وجوب کے لئے ہے اور باقی میں وجوب کے ساتھ استحباب کے لئے یا بالخصوص استحباب کے لئے ہے۔(فتح القدیر: جز:1،ص:264)

علامہ جلال الدین خوارزمی کا قول

علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں۔

سجدہ کے سات اعضاء ہیں اور سجدہ کی فرضیت ان میں سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف ایک عضو کے ساتھ متعلق ہے اور وہ چہرہ ہے۔(کفایہ علی ہامش فتح القدیر: جز:1،ص:265)

علامہ زین الدین مصری کا دوسرا قول

علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں:

قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کا رکھنا فرض ہے یہ ضعیف قول ہے اور رہا ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا تو ظاہر الروایہ کے مطابق ان کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے۔ تجنیس اور خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ ہمارے مشائخ کا اسی پر فتویٰ ہے۔

(البحر الرائق: جز:1، ص:318)

علامہ بدرالدین عینی حنفی کا قول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

قدوری، کرخی اور جصاص نے یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں زمین پر دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے اور جلالی نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ سنت ہے قدوری کی عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ایک پیر اٹھالیا تو جائز نہیں ہے۔

اور خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ

اگر ایک پیر اٹھالیا تو جائز ہے اور اس کو مکروہ نہیں کہا اور فتاویٰ قاضی خان میں اس کو مکروہ لکھا ہے اور جامع تمرتاشی میں لکھا ہے کہ اگر دونوں پیر اور دونوں ہاتھ نہیں رکھتے تو جائز ہے اور محیط میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ کے وقت دونوں گھٹنے زمین پر نہیں رکھے تو جائز نہیں ہے۔ (بنایہ: جز:1، ص:653)

ملا احمد بن فراموز خسرو کا قول

ملا احمد بن فراموز خسرو متوفی 885ھ لکھتے ہیں:

امام تمرتاشی نے لکھا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر فرض نہ ہونے میں برابر ہیں۔ مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔ (درر الحکام فی شرح غرر الاحکام: جز:1، ص:75)

علامہ زین الدین بن نجیم مصری کا تیسرا قول

علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں:

اور شیخ الاسلام کا مذہب یہ ہے کہ دونوں پیروں کا سجدہ میں زمین پر رکھنا سنت ہے اور دونوں کا اٹھانا مکروہ تنزیہی ہے۔

(البحر الرائق: جز:1، ص:318)

علامہ ابن ہمام حنفی کا قول

علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

پیروں کا رکھنا سجدہ میں اس لیے فرض ہے کہ اگر سجدہ میں دونوں پیر اٹھا لیے تو یہ تعظیم اور احلال کے بجائے تلاعب سے زیادہ مشابہ ہے اور ایک انگلی کا رکھنا کافی ہے اور وجیز میں لکھا ہے کہ دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے۔ اگر ایک پیر کو رکھا اور ایک کو اٹھالیا تو یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔ (فتح القدیر: جز:1، ص:265)

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی کا قول

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی 587ھ لکھتے ہیں:

سجدہ میں کسی چیز کو قائم کرنا فرض ہے اس میں اختلاف ہے۔ ہمارے اصحاب ثلاثہ نے یہ کہا ہے کہ چہرہ کے بعض حصہ کو رکھنا سجدہ میں فرض ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ

سجدہ میں سات اعضاء چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو پیروں کا رکھنا فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو پیر اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں کسی عضو کے رکھنے کی تعیین نہیں کی۔ پھر اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ چہرہ کے بعض حصہ کو رکھنا فرض ہے۔ اس لیے اب کسی اور عضو کو معین کرنا جائز نہیں ہے اور کتاب کے مطلق حکم کو خبر واحد سے متعین کرنا جائز نہیں ہے اس لیے ہم باقی اعضاء کے رکھنے کو سنت پر محمول کرتے ہیں تاکہ دونوں دلیلوں پر عمل ہو۔ پھر ہمارے اصحاب ثلاثہ کا اس میں اختلاف ہے کہ چہرہ کا وہ بعض حصہ کون سا ہے جس کا سجدہ میں رکھنا فرض ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ پیشانی یا ناک ہے۔ لا علی التعیین حتیٰ کہ اگر اس نے حالت اختیار میں ان میں سے کسی ایک کو بھی رکھ دیا تو سجدہ ادا ہو جائے گا۔ (بدائع الصنائع: جز: 1،ص:105)

علامہ محمد بن محمود بابرتی کا قول

علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی 786ھ لکھتے ہیں:

قدوری نے ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کو زمین پر رکھنا بھی فرض ہے پس جب نمازی نے سجدہ کیا اور اپنے دونوں پیروں کی انگلیوں کو زمین سے اٹھا لیا تو یہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح کرخی اور جصاص نے بھی ذکر کیا ہے اور اگر ایک پیر کو رکھا تو یہ جائز ہے۔

اور قاضی خان نے کہا:

مکروہ ہے۔

اور تمرتاشی نے ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں۔ مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔ (عنایہ علی ہامش فتح القدیر)

علامہ علاؤالدین حصکفی کا قول

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کر کے رکھنا خواہ ایک انگلی ہو یہ فرض ہے ورنہ نماز جائز نہیں ہوگی اور لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں۔ (درمختار: جز:1،ص:467)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی کا قول

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:
بلکہ اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ قبلہ کی طرف انگلیوں کو متوجہ کرنا سنت ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ برجندی اور قہستانی میں ہے اور اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ (ردالمحتار: جز:1،ص:467)

اس کی تفصیل میں علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔
صاحب تنویر الابصار کے ماتن نے لکھا ہے کہ
انگلیوں کی اطراف کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور اگر نہیں کیا تو یہ مکروہ ہے جس طرح بلا عذر ایک پیر کو رکھا اور دوسرے کو اٹھالیا تو یہ مکروہ ہے۔ اسی طرح صاحب ہدایہ نے تجنیس میں لکھا ہے۔
اور علامہ رملی نے حاشیۃ البحر میں لکھا ہے کہ
یہ سنت ہے اور اس کو برجندی اور حاوی سے نقل کیا ہے اور اس کی مثل ضیاء معنوی اور قہستانی نے جلالی سے نقل کیا ہے۔
اور حلیہ میں لکھا ہے کہ
سجدہ کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے کیونکہ صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بیان میں منقول ہے کہ جب نمازی سجدہ کرے تو اپنے ہاتھوں کو بچھائے اور سکیڑے بغیر زمین پر رکھے اور اپنی انگلیوں کی پوروں کو قبلہ کی طرف کرے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ پیر رکھنے کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

1-فرضیت،2-وجوب،3-سنت

اور پیر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ پیر کی انگلیاں رکھی جائیں خواہ ایک انگلی رکھی جائے اور کتب مذہب میں پہلا قول مشہور ہے اور ابن امیر حاج نے حلیہ میں دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور یہاں تصریح کی ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل اختلاف صرف پیروں کے رکھنے یا نہ رکھنے میں ہے۔ پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے میں نہیں ہے اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے کے متعلق ہمارے تمام فقہاء کا ایک ہی قول ہے کہ یہ سنت ہے۔ اس کے برعکس

صاحب درمختار نے شارح منیہ کی اتباع میں اس کو فرض کہا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محقق ابن ہمام نے زاد الفقیر میں لکھا ہے کہ سجدہ کی سنتوں میں یہ ہے کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کیا جائے اور گھٹنوں کو زمین پر رکھا جائے اور پیروں کے رکھنے کے حکم میں اختلاف ہے۔ اس عبارت میں ہمارے مؤقف کی تصریح ہے کیونکہ علامہ ابن ہمام نے وثوق سے کہا کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے اور یہ کہا کہ اصل اختلاف پیروں کے رکھنے کے حکم میں ہے کہ آیا پیروں کو رکھنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے اس تحریر کو غنیمت سمجھو کیونکہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اس پر متنبہ ہوا ہو۔

(ردالمختار: جز: 1، ص470 تا 471)

یہی علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں۔

ہدایہ میں لکھا ہے کہ قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ پیروں کا زمین پر رکھنا سجدہ میں فرض ہے۔ جب نمازی نے سجدہ کیا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو اٹھا لیا تو یہ جائز نہیں ہے۔ کرخی اور جصاص نے بھی اسی طرح لکھا ہے اور اگر صرف ایک پیر کو رکھا تو قاضی خان نے کہا یہ مکروہ ہے اور امام تمرتاشی نے یہ ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں۔ مبسوط میں شیخ الاسلام کے کلام کی بھی اسی پر دلالت ہے اور اسی طرح نہایہ اور عنایہ میں ہے۔ مجتبیٰ میں لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مختصر کرخی، محیط اور قدوری کی عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ جب نمازی نے ایک پیر رکھا اور ایک اٹھایا تو یہ جائز نہیں ہے اور میں نے بعض نسخوں میں دیکھا تو اس میں دو روایتیں ہیں۔

فیض اور خلاصہ میں یہ لکھا ہے کہ

اگر ایک پیر رکھا اور ایک اٹھا لیا تو یہ جائز ہے۔

اس لیے اب اس مسئلہ میں تین روایات ہو گئیں۔

1- دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے۔

2- ایک پیر کا رکھنا فرض ہے۔

3- کسی پیر کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے۔

اور ظاہر یہ ہے کہ پیروں کا رکھنا سنت ہے۔

البحر الرائق میں لکھا ہے کہ

شیخ الاسلام کے نزدیک دونوں پیروں کا رکھنا سنت ہے تو دونوں پیروں کا اٹھانا مکروہ تنزیہی ہوگا۔ عنایہ میں اسی تیسری روایت کو اختیار کیا ہے۔

اور لکھا ہے کہ

یہی حق ہے اور درر میں اس کو برقرار رکھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ کا تحقق پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے اور

اس کو فرض کہنے سے خبر واحد سے کتاب پر زیادتی لازم آئے گی لیکن شرح منیہ میں اس تحقیق کو رد کر دیا ہے اس میں لکھا ہے کہ کوئی فقہی روایت اس کی موافقت نہیں کرتی اور درایت اس کی نفی کرتی ہے کیونکہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے اور جب ہمارے آئمہ کی تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ یہ فرض ہیں تو اب اگر پیروں کا رکھنا بھی فرض نہ ہو تو سجدہ میں ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کو زمین پر رکھے بغیر پیشانی کو زمین پر رکھنا کیسے ممکن ہو گا اس لیے زمین پر پیشانی کا رکھنا دونوں پیروں یا ایک پیر کے زمین پر رکھنے پر موقوف ہوگا اور فرض کا مقدمہ بھی فرض ہوتا ہے اس لیے جب سجدہ میں زمین پر پیشانی رکھنا فرض ہے تو زمین پر دونوں پیروں یا کسی ایک پیر کا رکھنا بھی فرض ہوگا۔

(ردالمحتار، جز: 1، ص: 466)

مزید راقم ہیں۔

شرح منیہ کی تقریر کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مصنف نے شرح المجمع میں یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے کیونکہ سجدہ کی ماہیت، پیشانی اور پیروں کے رکھنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کفایہ میں زاہری، کرخی اور سراج کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے سجدہ میں دونوں پیروں کو اٹھا لیا تو سجدہ نہیں ہوگا اور اگر ایک پیر اٹھا لیا تو سجدہ ہو جائے گا۔

فیض میں لکھا ہے کہ

اسی پر فتویٰ ہے۔

اور حلیہ میں لکھا ہے کہ

اس کی زیادہ توجیہ یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور دلیل کے اعتبار سے متوسط قول یہ ہے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا واجب ہے اور پیروں کا رکھنا بھی واجب ہے۔ البحر الرائق اور شرنبلالیہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ

جن مشائخ نے پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے اس کو بھی وجوب پر محمول کر دیا جائے اور شیخ الاسلام اور امام تمرتاشی نے جو فرضیت کی نفی کی ہے وہ وجوب کے ثبوت کے منافی نہیں ہے اور قدوری نے جو پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ فرض کا اطلاق کبھی واجب پر بھی کر دیا جاتا ہے اور شرح منیہ نے جو عنایہ کی عبارت پر بحث کی ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ زمین پر پیشانی کا رکھنا پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ پیشانی کے رکھنے کا توقف ہاتھوں اور گھٹنوں پر زیادہ واضح ہے تو سجدہ میں پیروں کے زمین پر رکھنے کو فرض کہنا ترجیح بلا مرجح ہے۔

اور فقہی روایات میں یہ لکھا ہے کہ

پیروں کا اٹھانا جائز نہیں ہے یہ نہیں لکھا کہ پیروں کا رکھنا فرض ہے اور عدم جواز وجوب کے خلاف پر بھی صادق آتا ہے۔

فرضیت کا قول صرف قدوری کا ہے اسی وجہ سے البحر الرائق میں لکھا ہے کہ قدوری کا یہ قول ضعیف ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ

کتب مذہب میں پیروں کے رکھنے کو فرض لکھا ہے اور دلیل اور قواعد کے اعتبار سے اس کا فرض نہ ہونا راجح ہے اسی لیے عنایہ اور درر میں لکھا ہے کہ یہی حق ہے پھر اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ فرض کی نفی کو وجوب پر محمول کر دیا جائے۔

(ردالمختار: جز:1، ص466 تا 467)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

سجدہ میں دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں کے پیٹ کا زمین پر لگنا سنت ہے اور ہر پاؤں کی تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا واجب ہے اور دسوں کا قبلہ رو ہونا سنت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: جز:7، ص:376)

نماز میں بال سنوارنا یا کپڑا موڑنا

☆ ولا یکف شعراً ولا ثوباً

ارشاد فرمایا کہ کوئی بھی نہ بال نہ کپڑے جمع کرے۔

نماز میں بالوں کو سنوارنا اور کپڑوں کو اکٹھا کرنا منع ہے اس پر علماء کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ میں مذکور ہے کہ نمازی کا کپڑا موڑنا مکروہ نہیں ہے اسی طرح شرح منیۃ المصلی میں ہے اور کپڑا موڑنے میں آستینوں کا اڑسنا بھی شامل ہے اسی طرح فتح القدیر میں ہے اور یہ بظاہر مطلق ہے لیکن خلاصہ اور منیۃ المصلی میں ہے کہ اگر آستینوں کو کہنیوں تک چڑھایا تو مکروہ ہوگا اور کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائی تو مکروہ نہیں ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہر حال میں مکروہ ہوگا کیونکہ کپڑا موڑنے کا اطلاق ہر صورت پر آتا ہے اور مجتبیٰ میں آستین چڑھانے کی کراہت کے متعلق دو قول ذکر کئے گئے ہیں۔ (البحر الرائق: جز:2، ص:24)

کپڑا موڑنے میں آستینوں کو چڑھانا، پائچوں کو موڑنا اور نیفے کے قریب شلوار یا پاجامہ کو اڑس لینا یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کیا یا کسی مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا اس پر واجب ہے کہ وقت میں نماز کا اعادہ کرے اگر وقت نکل گیا تو وہ گناہ گار ہوگا اور وقت نکلنے کے بعد اعادہ کرنا افضل ہے۔ اعادہ کے وجوب میں

اختلاف ہے، شرح اصول بزدوی میں تصریح ہے کہ اگر کسی غیر فاسد کی وجہ سے خلل ہو تو اعادہ واجب نہیں ہے اور جامع تمرتاشی میں ہے اگر اس نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی تو مکروہ تحریمی ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے اور مبسوط کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعادہ کرنا مستحب ہے تاہم اعادہ کو وجوب پر محمول کرنا چاہئے جیسا کہ ہدایہ اور دوسری کتب فقہ میں اس طرح اشارہ ہے۔ (ردالمحتار: جز:1،ص:677)

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

کپڑے یا داڑھی یا بدن کے ساتھ کھیلنا، کپڑا سمیٹنا، مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھالینا اگرچہ گرد سے بچانے کے لئے ہو اور اگر بلاوجہ ہو تو اور زیادہ مکروہ کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:105)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر کرتے وغیرہ کی آستین میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ پیٹھ کی طرف پھینک دی جب بھی یہی حکم ہے۔ (درمختار: جز:2،ص:488)

مزید راقم ہیں۔

رومال یا شال یا رضائی یا چادر کے کنارے دونوں مونڈھوں سے لٹکتے ہوں یہ ممنوع و مکروہ تحریمی ہے اور ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے تو حرج نہیں اور اگر ایک ہی مونڈھے پر اس طرح ڈالا کہ ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہے اور دوسرا پیٹ پر جیسے عموماً اس زمانہ میں مونڈھوں پر رومال رکھنے کا طریقہ ہے تو یہ بھی مکروہ ہے۔

(درمختار: جز:2،ص:488)

مزید راقم ہیں:

کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی یا دامن سمیٹے نماز پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہے خواہ پہلے سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی۔ (درمختار: جز:2،ص:490)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما

☆ عن العباس بن عبدالمطلب رضی الله عنه

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال بڑے تھے واقعہ فیل سے قبل پیدا ہوئے آپ رضی اللہ عنہ بہت متقی پرہیزگار تھے آپ رضی اللہ عنہ سے کئی احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال بڑے تھے آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ نمر بن قاسط قبیلہ کی ایک بی بی تھیں آپ پہلی وہ بی بی ہیں جنہوں نے کعبہ معظمہ کو ریشمی اور اعلیٰ درجہ کے غلاف پہنائے کیونکہ ایک بار حضرت عباس رضی اللہ عنہ

گم ہوگئے تھے تو انہوں نے نذر مانی تھی کہ خدایا میرا بچہ مل جاوے تو میں کعبہ معظمہ کو ریشمی اور اعلیٰ درجہ کے غلاف پہناؤں گی۔
زمانہ جاہلیت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ خادم کعبہ معظمہ، حجاج کو زمزم دینے والے اور کعبہ معظمہ کو آباد کرنے والے تھے جو طواف کعبہ کرنے آتا اس سے آپ رضی اللہ عنہ تقویٰ وطہارت کا عہد لیتے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت 70 ستر غلام آزاد کئے۔ واقعہ فیل سے پہلے پیدا ہوئے۔ اٹھاسی سال عمر پائی بارہ رجب المرجب جمعہ کے دن 32 بتیس کو وفات ہوئی۔ بقیع میں دفن ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ہوچکے تھے مگر اپنا ایمان ظاہر نہ کرتے تھے بدر میں کفار جبراً آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لائے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا کہ کوئی عباس رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کرے وہ مجبوراً لائے گئے ہیں اسی غزوہ میں ابو یسر یعنی کعب ابن عمر نے آپ رضی اللہ عنہ کو قید کرلیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ فدیہ دے کر چھوٹے۔ مکہ معظمہ واپس گئے پھر مہاجر ہو کر مدینہ منورہ آئے۔

مترجم کہتا ہے کہ

فتح مکہ مکرمہ کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جارہے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آرہے تھے کہ راہ میں ملاقات ہوئی۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

عباس (رضی اللہ عنہ) خاتم المہاجرین یعنی آخری مہاجر ہیں جنت البقیع میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس۔ فقیر نے زیارت کی ہے۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:533)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن اہل جاہلیت کا فدیہ چار سو درہم مقرر کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کے پاس بالکل مال نہیں ہے۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اچھا تو وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے مل کر دفن کیا تھا اور تم نے کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آگیا تو یہ مال میرے ان بیٹوں کا ہے 1-الفضل، 2-عبداللہ، 3-اور قثم۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے اب یقین ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس بات کا میرے اور ام الفضل کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد: جز:4،ص:69)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں۔

امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ

جس شخص نے حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے سنا اس نے مجھ سے یہ حدیث مبارکہ بیان فرمائی کہ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے (جنگ بدر میں) عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا وہ ابوالیسر کعب بن عمرو تھے۔ ان کا تعلق بنوسلمہ سے تھا۔

ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

ابولیسر تم نے اس کو کس طرح گرفتار کیا تھا؟

انہوں نے کہا:

اس معاملہ میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی تھی جس کو میں نے اس سے پہلے دیکھا نہ تھا نہ اس کے بعد اس کی ایسی ایسی ہیئت تھی۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہاری مدد ایک مکرم فرشتہ نے کی تھی۔

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

اپنا فدیہ بھی دو اور اپنے عقیل بن ابی طالب بھتیجے کا اور نوفل بن الحارث کا فدیہ بھی دو اور اپنے حلیف عتبہ بن جحدم کا فدیہ بھی دو جن کا تعلق بنوالحارث بن فہر سے ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا فدیہ دینے سے انکار کیا۔

اور کہنے لگے کہ

میں اس غزوہ سے پہلے اسلام قبول کر چکا تھا یہ لوگ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لائے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ تمہارے معاملہ کو خوب جاننے والا ہے اگر تمہارا دعویٰ برحق ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو اس کی جزا دے گا لیکن تمہارا ظاہر حال یہ ہے کہ تم ہم پر حملہ آور ہوئے ہو سو تم اپنا فدیہ ادا کرو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیس اوقیہ سونا وصول کر چکے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس بیس اوقیہ سونے کو میرے فدیہ میں کاٹ لیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں! یہ وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم سے لے کر دیا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

میرے پاس اور مال تو نہیں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے روانگی کے وقت ام الفضل کے پاس رکھا تھا اس وقت تم دونوں کے پاس اور کوئی

نہیں تھا اور تم نے یہ کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آ گیا تو اس مال سے اتنا فضل کو دینا اتنا قثم کو دینا اور اتنا عبداللہ کو دینا۔

تب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے میرے اور ام الفضل کے سوا اس کو اور کوئی نہیں جانتا اور اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 3310)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

غزوہ بدر کے قیدیوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا تم اپنا اور اپنے دو بھتیجوں کا فدیہ ادا کرو۔ اس پر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ میں فقیر اور کنگال ہو کر قریش کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھروں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ سونا کہاں گیا جو تم نے ام الفضل کے پاس چھوڑا جس کی مالیت اتنی ہے اور تم نے اسے فلاں فلاں بات بھی کہی تھی۔

اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے میرے بھتیجے! تجھے یہ سب کچھ کس نے بتایا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے۔ (روض الانف: جز: 3، ص: 134)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جس شخص نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کیا وہ ابوالیسر کعب بن عمرو تھے۔ ان کا تعلق بنوسلمہ سے تھا۔

ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

ابوالیسر تم نے اس کو کس طرح گرفتار کیا تھا؟

انہوں نے کہا:

اس معاملہ میں ایک ایسے شخص نے میری مدد کی تھی جس کو میں نے اس سے پہلے دیکھا نہ تھا اس کے بعد اس کی ایسی ایسی ہیئت تھی۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہاری مدد ایک مکرم فرشتہ نے کی تھی۔ (مسند احمد: جز: 1، ص: 353)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ مال کہاں ہے جو تم نے روانگی کے وقت مکہ مکرمہ میں ام الفضل بنت الحارث کے پاس رکھا تھا جبکہ تم دونوں کے ساتھ کوئی نہ تھا؟ تم نے اس سے کہا تھا کہ اگر مجھے اس سفر میں موت آ گئی تو فضل کے لئے اتنا اتنا اور عبداللہ کے لئے اتنا اتنا ہے۔

انہوں نے کہا:

قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ ﷺ کو مبعوث کیا کہ اس کا سوائے میرے اور ام الفضل کے کسی کو علم نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد: ج:4، ص:14)

امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جنگ بدر میں ستر کفار کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی قید ہو گئے تھے اور نبی کریم ﷺ نے ان سے فدیہ طلب فرمایا۔

تو انہوں نے کہا:

میرے پاس تو کوئی مال نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عباس (رضی اللہ عنہ) وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ام فضل کے پاس رکھا اور اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تیسرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لئے ہے اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبداللہ کا۔

انہوں نے کہا:

مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس کو میرے اور آپ ﷺ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ ﷺ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (الوفا باحوال المصطفیٰ: جز:1، ص:317)

امام محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم تمیمی متوفی 354ھ لکھتے ہیں:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میرے پاس تو مال نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عباس (رضی اللہ عنہ) وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ام فضل کے پاس رکھا اور اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تیسرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لئے اور اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبداللہ کا۔

انہوں نے عرض کیا:

مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس مال کو میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ ﷺ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

(الثقات: جز:1،ص:182)(اعلام النبوۃ:ص:164)

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی 1350ھ لکھتے ہیں:

حاکم نے یہ روایت اس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے کہ

جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فدیہ لیا گیا تو انہوں نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ! جب تک میں زندہ رہوں گا آپ ﷺ مجھے قریش کا فقیر بنا کر چھوڑیں گے۔

آپ ﷺ نے جواب دیا۔

آپ قریش کے فقیر کس طرح بنیں گے آپ نے تو سونے کے ڈھیر ام الفضل کے حوالے کئے ہوئے ہیں۔ اور ان سے کہا کہ میں مارا جاؤں تو تا حیات تیرے لئے یہ سونا تجھے غنی رکھے گا۔

یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کیونکہ جس بات کی آپ ﷺ خبر دے رہے ہیں اس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔

امام ابن اسحاق اور امام بیہقی امام زہری رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ میرے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے دفن کیا تھا اور تم نے دم رخصت یہ کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کے لئے ہے۔

یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس معاملے کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو قطعاً علم نہ تھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین:ص:346)(شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ: جز:7،ص:208)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی 942ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر کے دن اہل جاہلیت کا فدیہ چار سو درہم مقرر کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کے پاس بالکل مال نہیں ہے۔

تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اچھا تو وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام الفضل نے مل کر دفن کیا تھا اور تم نے کہا تھا کہ اگر میں اس مہم میں کام آگیا تو یہ مال میرے ان بیٹوں کا ہے۔ الفضل، عبداللہ اور قثم۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے اب یقین ہوگیا کہ آپ ﷺ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اس بات کا میرے اور ام فضل کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد: جز:4، ص:69) (نسیم الریاض فی شرح القاضی عیاض: جز:4، ص:197)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق اور بیہقی امام زہری سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور ام فضل نے دفن کیا تھا اور تم نے دم رخصت یہ کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ مال میرے بیٹوں فضل اور قثم کے لئے ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یقین ہوگیا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ بخدا! اس معاملے کا میرے اور ام الفضل کے سوا کسی کو قطعاً علم نہ تھا۔ (خصائص الکبریٰ: جز:1، ص:341)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات اس کے علاوہ بھی کثیر ہیں جن کو شوق ہو کہ آپ رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات جانے جائیں وہ علامہ ابوبکر شیبانی متوفی 630ھ کی کتاب اسد الغابہ کا مطالعہ کریں۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي الرَّجُلِ يُدْرِكُ الْإِمَامَ سَاجِدًا كَيْفَ يَصْنَعُ

باب: امام کو سجدہ میں پانے والا کیا کرے

یہ باب امام کو سجدہ میں پا کر اس کے ساتھ شامل ہونے کے متعلق ہے۔

759 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْحَكَمِ حَدَّثَهُمْ اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ اَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِي الْعَتَّابِ وَابْنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جِئْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ وَنَحْنُ سُجُوْدٌ فَاسْجُدُوْا وَلَا تَعُدُّوْهَا شَيْئًا وَّمَنْ اَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کے واسطے آؤ اور سجدہ کر رہے ہو تو سجدہ کر لیا کرو اور اس کو گنا نہ کرو اور جس نے رکوع کو پالیا تو اس نے نماز کو پالیا۔

(مستدرک: ج:1، ص:336، سنن البیہقی الکبری: ج:1، ص:332، سنن دارقطنی: ج:3، ص:458، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:1، ص:306)

تشریح:

قوله اذا جئتم الى الصلوة ونحن سجود فاسجدوا

جب تم نماز کے واسطے آؤ اور ہم سجدہ کر رہے ہوں تو سجدہ کر لیا کرو۔

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب نمازی نماز پڑھنے آئے اور امام سجدہ کر رہا ہو تو مقتدی کو چاہئے کہ وہ سجدہ میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے تاکہ اس کو سجدہ کی فضیلت حاصل ہو جائے اور ثواب حاصل کر لے اور مغفرت کا سبب بن جائے۔

جامع ترمذی میں ہے۔

واختار عبدالله بن المبارك ان يسجد مع الامام وذكر عن بعضهم فقال لعله لا يرفع راسه من تلك السجدة حتى يغفر له

مگر یاد رہے کہ امام کے ساتھ جب سجدہ میں شریک ہوگا تو وہ رکعت کو نہیں پائے گا جب امام سلام پھیرے گا تو مقتدی اپنی اسی رکعت کے دوبارہ پڑھے گا۔

☆ **قوله ومن ادرك الركعة فقد ادرك الصلوٰة**

جس نے رکوع کو پالیا اس نے نماز کو پالیا۔

جمہور علماء اور آئمہ اربعہ کے نزدیک امام کو رکوع میں پانے سے رکعت مل جاتی ہے، ظاہریہ اور بعض شوافع کے نزدیک امام کے ساتھ رکوع میں ملنے سے رکعت نہیں ملتی۔

☆ قوله عن ابی هريرة رضی الله عنه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب السُّجُودِ عَلَى الْاَنْفِ وَالْجَبْهَةِ

باب: ناک اور پیشانی پر سجدہ کرنے کا بیان

یہ باب ناک اور پیشانی پر سجدہ کرنے کے حکم میں ہے۔

760 حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيدِ نِالْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُئِیَ عَلٰی جَبْهَتِهٖ وَعَلٰی اَرْنَبَتِهٖ اَثَرُ طِينٍ مِنْ صَلٰوةٍ صَلَّاهَا بِالنَّاسِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ نَحْوَهٗ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارکہ اور ناک مبارکہ پر نماز پڑھنے کے سبب مٹی کے اثرات ظاہر ہو گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی تھی۔ محمد بن یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ ہمیں عبدالرزاق نے معمر سے اس کی مثل بیان کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:285)

تشریح:

ناک اور پیشانی پر سجدہ کرنے کے متعلق طویل بحث باب فی اعضاء السجود میں بیان کر دی گئی ہے وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

☆ عن ابی سعيد الخدری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب صِفَةِ السُّجُودِ

باب: سجدہ کرنے کا طریقہ

یہ باب سجدہ کرنے کے طریقہ کے متعلق ہے۔

761 حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ اَبُوْ تَوْبَةَ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ وَصَفَ لَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فَوَضَعَ يَدَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلٰی رُكْبَتَيْهِ وَرَفَعَ عَجِيزَتَهٗ وَقَالَ هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ

ابواسحاق سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے سجدہ کا طریقہ بتاتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھا۔ اپنے گھٹنوں کے اوپر وزن ڈالا اور اپنی پیٹھ کو اٹھائے رکھا، ارشاد فرمایا کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:115، سنن النسائی: جز:4، ص:298، شرح السنۃ: جز:1، ص:469، شرح معانی الاثار: جز:1، ص:231)

762 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَلَا يَفْتَرِشْ اَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ الْكَلْبِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سجود میں اعتدال کیا کرو اور تم میں سے کوئی اپنی کلائیوں کو یوں نہ بچھائے جس طرح کتا بچھایا کرتا ہے۔

(سنن النسائی: جز:4، ص:296، صحیح ابن حبان: جز:5، ص:253، مسند احمد: جز:21، ص:394، مسند الصحابۃ: جز:18، ص:27)

763 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَمِّهٖ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَجَدَ جَافٰی بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰی لَوْ اَنَّ بَهْمَةً اَرَادَتْ اَنْ تَمُرَّ تَحْتَ يَدَيْهِ مَرَّتْ

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو اپنے بازوؤں کو الگ رکھا کرتے حتیٰ کہ اگر بکری کا بچہ ارادہ کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کے نیچے سے گزر سکتا۔

(معجم الکبیر: جز:23، ص:435، سنن ابن ماجہ: جز:3، ص:121، سنن الدارمی: جز:1، ص:351، سنن النسائی: جز:4، ص:282)

764 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِیُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنِ التَّمِيمِیِّ الَّذِیْ يُحَدِّثُ بِالتَّفْسِيرِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَلْفِهٖ فَرَاَيْتُ

بَيَاضَ اِبِطَيْهِ وَهُوَ مُجَخٍّ قَدْ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیچھے سے آیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ اقدس کو اونچا کیا ہوا تھا اور دونوں بازو جدا جدا تھے۔

(مستدرک: جز:1،ص:351)

765 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ حَدَّثَنَا اَحْمَرُ بْنُ جَزْءٍ صَاحِبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَجَدَ جَافٰى عَضُدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ حَتّٰى نَاْوِىَ لَهٗ

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم احمر بن جزء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے الگ رکھتے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوتا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:765)

766 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ دَرَّاجٍ عَنِ ابْنِ حُجَيْرَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَجَدَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَفْتَرِشْ يَدَيْهِ افْتِرَاشَ الْكَلْبِ وَلْيَضُمَّ فَخِذَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو کتے کی مانند اپنے بازوؤں کو زمین کے اوپر نہ بچھایا کرے اور نہ ہی ان کو رانوں سے ملایا کرے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:115، صحیح ابن حبان: جز:5،ص:244، صحیح ابن خزیمہ: جز:1،ص:328)

تشریح:

جب سجدہ کیا جائے تو اپنے دونوں بازوؤں کو کروٹوں سے علیحدہ رکھا جائے اور اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھے۔

مسئلہ

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

مرد کے لئے سجدہ میں سنت یہ ہے کہ بازو کروٹوں سے جدا ہوں اور پیٹ رانوں سے اور کلائیاں زمین پر نہ بچھائے مگر جب صف میں ہو تو بازو کروٹوں سے جدا نہ ہوں گے۔ (ہدایہ: جز:1،ص:51)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

عورت سمٹ کر سجدہ کرے یعنی بازو کروٹوں سے ملا دے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:75)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

سجدہ میں ران کو پیٹ سے چپکا دینا یا ہاتھ سے بغیر عذر مکھی پسوا اڑ دینا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:109)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

☆ **قولہ عن میمونۃ رضی اللہ عنہا**

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد مبارکہ میں جن پاکیزہ عورتوں کو شرف حاصل ہوا ان میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق لکھتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ پھر حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ پھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے، پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے، یہ وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح بھی ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شب زفاف گزارنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ تفصیل قول مشہور کے مطابق ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد، ان کی ترتیب اور ان میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے فوت ہوئیں اور جو بعد میں فوت ہوئیں جن سے دخول کیا اور جن سے دخول نہیں کیا اور جن کو پیغام دیا اور نکاح نہیں کیا اور جنہوں نے خود کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا ان کے متعلق کافی اختلاف ہے۔

جن ازواج سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح اور رخصتی ہوئی ان کی ترتیب اور اسماء درج ذیل ہیں۔

1- حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

2- حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

3- حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

4- حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا

5- حضرت ام سلمہ ہنت بنت امیہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہا

6-حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا۔ یہ غزوہ مریسیع میں قید ہو کر آئی تھیں۔

7-حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

8-حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

9-حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا، یہ بنو قریظہ سے تھیں اور ایک قول ہے کہ بنو نضیر سے تھیں۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس 6 ہجری میں قید ہو کر آئی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس آئے تو یہ فوت ہو گئیں اور آپ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں دفن کیا گیا۔

10-حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا

11-حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا، یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ غزوہ خیبر میں قید ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

12-حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا سے ذوالقعدہ 7 ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ مکرمہ سے دس میل دور سرف کے مقام پر نکاح کیا۔

13-حضرت فاطمہ بنت الضحاک رضی اللہ عنہا

14-حضرت اسماء بنت النعمان رضی اللہ عنہا

جن ازواج سے نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور جن سے صرف نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی اور جن کو نکاح کا پیغام دیا اور نکاح نہیں ہوا۔

1-حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا

2-حضرت کلابیہ رضی اللہ عنہا، آپ کا نام عمرہ بنت زید یا عالیہ بنت ظبیان ہے۔

زہری نے کہا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عالیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا رخصتی بھی ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ

رخصتی کے بغیر طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ فاطمۃ بن الضحاک ہیں۔

زہری نے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دے دی۔

3-اسماء بنت النعمان رضی اللہ عنہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اوران کو طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ

انہوں نے پناہ مانگی تھی۔

4-قیلہ بنت قیس، ان کے بھائی نے ان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ اوران کا بھائی دونوں مرتد ہو گئے۔

5-ملیکہ بنت کعب۔

ایک قول یہ ہے کہ

انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگی تھی۔

6-اسماء بنت الصلحت السلمیہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے یہ فوت ہوگئیں۔

7-ام شریک ازدیہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتی سے پہلے ان کو طلاق دے دی انہوں نے خودکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کیا تھا اور یہ ایک نیک خاتون تھیں۔

8-خولہ بنت ہذیل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا مگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے سے پہلے فوت ہوگئیں۔

9-شراف بنت الخالد، یہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے فوت ہوگئیں۔

10-لیلیٰ بنت الخطیم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا پھر انہوں نے علیحدگی طلب کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو الگ کر دیا۔

11-عمرہ بنت معاویہ الکندیہ، ان تک پہنچنے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔

12-جندعیہ بنت جندب، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی۔

13-غفاریہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا پھر ان کے پہلو میں سفیدی دیکھی اوران کو الگ کر دیا۔

14-ہند بنت یزید، ان کے ساتھ رخصتی نہیں ہوئی۔

15-صفیہ بنت بشامہ، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قید میں تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دیا تو انہوں نے اپنے خاوند کو اختیار کر لیا۔

16-حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا۔ انہوں نے کہا میں مصیبت زدہ ہوں اور اپنا عذر پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول کرلیا۔

17-ضباعہ بنت عامر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا یہ متکبر ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارادہ ترک کر دیا۔

18-حمزہ بنت عون مزنی، آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا ان کے والد نے کہا ان میں عیب ہے حالانکہ عیب نہ تھا پھر جب والد نے ان کو دیکھا تو ان کو برص ہو گیا۔

19-سودہ قرشیہ، رسول اللہ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا یہ اس وقت مصیبت زدہ تھیں انہوں نے معذرت کر لی آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا کی اور رشتہ ترک کر دیا۔

20-امامہ بنت حمزہ بنت عبد المطلب، ان کو آپ ﷺ پر پیش کیا گیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ میری رضاعی بھتیجی ہیں۔

21-عزہ بنت ابی سفیان بن حرب، ان کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ان کو پیش کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی بہن یعنی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا میرے نکاح میں ہیں اس لیے یہ مجھ پر حلال نہیں ہیں۔

22-کلبیہ، نبی کریم ﷺ نے ان کے پاس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا انہوں نے ناپسند کیا تو آپ ﷺ نے ارادہ ترک کر دیا۔

23-عرب کی ایک خاتون، ان کا نام معلوم نہیں ہوا، آپ ﷺ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر ترک کر دیا۔

24-درۃ بنت ام سلمہ، آپ ﷺ کو ان کی پیش کش کی گئی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ میری رضاعی بھتیجی ہیں۔

25-امیمہ بنت شراحیل، صحیح بخاری میں ان کا ذکر ہے۔

26-حبیبہ بنت سہل الانصاریہ، نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا پھر ترک کر دیا۔

27-فاطمہ بنت شریح، ابو عبیدہ نے ان کا نبی کریم ﷺ کی ازواج میں ذکر کیا ہے۔

28-حضرت عالیہ بنت ظبیان، نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا یہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں پھر آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔ (عمدۃ القاری: جز:3، ص215 تا217)

رسول اللہ ﷺ کی گیارہویں زوجہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کا نام پہلے برہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام بدل کر میمونہ رکھ دیا۔ ان کی بڑی بہن کا نام ام الفضل لبابہ کبریٰ تھا جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں اور چھوٹی بہن کا نام لبابہ صغریٰ تھا جو ولید بن مغیرہ کی بیوی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ماں تھیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا پہلے ابی اہم بن عبد العزی کے نکاح میں تھیں وہ مر گیا تھا اور یہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ (الاصابہ: جز:4، ص:412)

امام محمد بن عبد البر مالکی متوفی 463ھ روایت کرتے ہیں۔

ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے بعد اگلے سال ذوالقعدہ 7ھ میں عمرہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے وہاں جا کر آپ ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام پہنچایا تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے یہ معاملہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان کا نکاح کر دیا۔ (الاستیعاب: جز:4، ص:407)

حافظ ابن عبدالبر، حافظ عسقلانی، امام محمد بن سعد اور علامہ زرقانی سب نے اس نکاح کا سال 7ھ لکھا ہے لیکن علامہ محمد یوسف صالحی شامی متوفی 942ھ نے ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ نکاح محرم 8ھ میں مقام سرف پر ہوا تھا۔ جب آپ ﷺ عمرہ قضا کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ (سبل الهدیٰ والرشاد: جز:11، ص:208)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ علامہ زرقانی نے امام ابن اسحاق کے حوالہ سے اس کو ترجیح دی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات 63ھ میں ہوئی ہے۔

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم الاوسط میں معتمد سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیہ: جز:3، ص:252)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ لِلضَّرُوْرَةِ

باب: اس میں ضرورت کی وجہ سے رخصت

یہ باب سجدہ میں ضرورت کی وجہ سے اعضاء کو مخصوص ہیئت سے ہٹ کر رکھنے کے متعلق ہے۔

767 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اشْتَكٰى اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشَقَّةَ السُّجُوْدِ عَلَيْهِمْ اِذَا انْفَرَجُوا فَقَالَ اسْتَعِيْنُوْا بِالرُّكَبِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے سجدوں میں مشقت کا شکوہ کیا جب وہ کھلے ہو کر سجدہ کرتے تھے تو ارشاد فرمایا کہ کہنیوں سے استعانت لیا کرو۔

(مستدرک: جز:1، ص:352، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:116، صحیح ابن حبان: جز:5، ص:245)

تشریح:
پچھلے بات کی احادیث مبارکہ میں حکم اور تھا اور اس میں حکم اور ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ رخصت جو دی گئی ہے یہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے تھی جو کہ ضعیف تھے اور انہوں نے آپ ﷺ سے مشقت کی شکایت کی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس حدیث مبارکہ کی سند پر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کلام فرمایا ہے کہ اس میں اضطراب ہے۔ لیث نے اس حدیث مبارکہ کو موصولاً روایت کیا ہے ان کے علاوہ دوسرے متعدد راویوں سفیان وغیرہ نے مرسلاً روایت کیا ہے لہٰذا یہ روایت موصولاً شاذ اور غیر معروف ہے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِي التَّخَصُّرِ وَالْإِقْعَاءِ

باب: کوکھ پر ہاتھ رکھنا

یہ باب کوکھ پر ہاتھ رکھنے کے حکم میں ہے۔

768 حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ وَكِيعٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ صَبِيحٍ الْحَنَفِيِّ قَالَ صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَوَضَعْتُ يَدَيَّ عَلَى خَاصِرَتَيَّ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ هَذَا الصَّلْبُ فِي الصَّلَاةِ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهُ

سعید بن زیاد بن صبیح حنفی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کوکھ پر رکھ لیا پس جب نماز پڑھ لی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ نماز میں سولی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے روکا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:288، مسند احمد: جز:12، ص:109، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:17، ص:113، مصنف ابن ابی شیبہ: جز:2، ص:47)

تشریح: آئمہ اربعہ کا موقف

آئمہ اربعہ کے نزدیک کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔

علامہ عبدالرحمان الجزیری لکھتے ہیں۔

آئمہ اربعہ کے نزدیک یہ فعل مکروہ ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ: جز:1، ص:284)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ خصر فی الصلوٰۃ کا مطلب ہے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

مشہور تفسیر یہی ہے۔ علامہ ہروی نے اس کی ایک تفسیر یہ کی ہے کہ آخر سورت سے ایک یا دو آیتوں کی مختصر تلاوت کرنا۔ دوسری یہ کہ جلدی جلدی قرأت کرنا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اختصار فی الصلوٰۃ یہ ہے کہ تلاوت کے درمیان سے آیت سجدہ کو چھوڑ کر پڑھنا۔

علامہ خطابی نے بیان کیا ہے کہ

اختصار کا معنیٰ ہے ہاتھ میں عصا لے کر نماز پڑھنا۔ پہلے معنیٰ کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن زیاد سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی اور نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما نے نماز کے بعد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع کیا ہے۔

اختصار کے معانی کی طرح اس سے ممانعت کی حکمت میں بھی اختلاف ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے حمید بن ہلال سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ ابلیس کو جب زمین پر اتارا گیا تو اس نے کوکھ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بنی اسرائیل کے ذکر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل بکثرت اختصار کرتے تھے (یعنی کوکھ پر ہاتھ رکھتے تھے) تو آپ نے ان سے مشابہت کی بناء پر اس فعل سے منع فرما دیا۔

ابن شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ

یہود سے مشابہت نہ اختیار کرو۔

امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے ایک روایت کی ہے کہ

کوکھ پر ہاتھ رکھنا جہنمیوں کا آرام ہے۔

بنا بریں اہل نار سے مشابہت کی بناء پر نماز میں اس فعل سے منع کر دیا۔

سعید بن منصور نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

یہ رجز کرنے کا طریقہ ہے۔

علامہ مہلب نے بیان کیا ہے کہ

یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔

علامہ خطابی نے بیان کیا ہے کہ

یہ اہل مصائب کا فعل ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان حکمتوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ حکمت کو ترجیح دی ہے یعنی یہودیوں سے مشابہت کی وجہ سے اس فعل سے منع کیا گیا۔ (فتح الباری: جز: 3، ص: 89)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

کمر پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے نماز کے علاوہ بھی کمر پر ہاتھ نہ رکھنا چاہئے۔ (درمختار: جز: 2، ص: 494)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْبُكَاءِ فِي الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں رونا

یہ باب نماز میں رونے کے حکم میں ہے۔

769 حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَّامٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ يَعْنِيْ ابْنَ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حَمَّادٌ يَعْنِيْ ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَفِيْ صَدْرِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الرَّحٰى مِنَ الْبُكَاءِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مطرف نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مقدسہ سے اس طرح رونے کی آواز نکل رہی تھی جس طرح چکی کی آواز ہوتی ہے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 396، سنن البیہقی الکبری: جز: 2، ص: 251، سنن النسائی: جز: 4، ص: 457، شعب الایمان: جز: 2، ص: 362)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہ الفاظ نقل کیے ہیں مگر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ ہانڈی کے پکنے اور جوش مارنے کی آواز نکلتی تھی۔

تشریح: فقہاء کرام کا اختلاف

اس مسئلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے کہ نماز میں رونا مفسد صلوٰۃ ہے یا نہیں۔

جمہور علماء آئمہ ثلاثہ نے فرمایا ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونا ذکر آخرت، جنت و دوزخ کی وجہ سے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اگر دنیاوی عوارض مرض کی وجہ سے تب آواز سے رونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور شوافع کے نزدیک اگرچہ خوف

آخرت سے ہو یا کسی تکلیف کی وجہ سے نماز کو فاسد کر دیتا ہے بشرطیکہ رونے کی آواز میں کم از کم دو حروف پیدا ہو جائیں، اور حضرت شعبی، حضرت نخعی اور حضرت ثوری کے نزدیک بھی رونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام 1161ھ لکھتے ہیں:

آہ، اوہ، اف، تف یہ الفاظ درد یا مصیبت کی وجہ سے نکلے یا آواز سے رویا اور حرف پیدا ہوئے ان سب صورتوں میں نماز جاتی رہی اور اگر رونے میں صرف آنسو نکلے آواز حروف نہیں نکلے تو حرج نہیں۔ (فتاوی ہندیہ: جز:2، ص:455)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جنت و دوزخ کی یاد میں اگر یہ الفاظ کہے تو نماز فاسد نہ ہوئی۔ (درمختار: جز:2، ص:456)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام کا پڑھنا پسند آیا اس پر رونے لگا اور ارے، نعم، ہاں، زبان سے نکلا کوئی حرج نہیں کہ یہ خشوع کے باعث ہے اور اگر خوش گلوئی کے سبب کہا تو نماز جاتی رہی۔ (درمختار: جز:2، ص:456)

حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ

قوله عن مطرف رحمة الله عليه

حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ تابعی بزرگ ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم حضرت عبداللہ بن شخیر، حضرت عثمان ابن ابی العاص اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت لیتے ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ عامری بصری ہیں حضرت عثمان ابن ابی العاص اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے روایت لیتے ہیں 87 ستاسی کے بعد وفات پائی۔ (مراۃ المناجیح: جز:8، ص:608)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب كَرَاهِيَةِ الْوَسْوَسَةِ وَحَدِيْثِ النَّفْسِ فِي الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں وساوس اور خیالات کی کراہیت

یہ باب نماز میں وساوس اور خیالات کی کراہیت کے متعلق ہے۔

770 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ وُضُوئَهُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يَسْهُو فِيْهِمَا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے وضو کیا اور احسن طریقے سے وضو کیا پھر دو رکعتیں پڑھیں تو اس میں کوئی سہو نہ ہوا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:770)

771 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ اَبِي اِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّاُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ يُقْبِلُ بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ عَلَيْهِمَا اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی اس طرح نہیں کہ وہ احسن طریقے سے وضو کرے اور دو رکعات نماز پڑھے اس میں دل و زبان سے متوجہ رہے مگر اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

(شرح السنۃ: جز:1،ص:243، مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ: جز:36،ص:120، مصنف ابن ابی شیبہ: جز:1،ص:3)

تشریح:

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نماز کو خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھنا چاہیے کیونکہ جو شخص دل و زبان سے متوجہ رہتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس سے کوئی بھول نہ ہو تو سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ

قوله عن زيد بن خالد الجهني رضي الله عنه

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں قیام رہا کئی احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ جہنی ہیں کوفہ میں رہے وہاں ہی وفات پائی۔پچاس سال عمر ہوئی۔78 اٹھہتر میں وفات ہوئی۔

(مرآۃ المناجیح:جز:8،ص:578)

واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الْفَتْحِ عَلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلٰوةِ

باب:نماز میں امام کولقمہ دینا

یہ باب نماز میں امام کولقمہ دینے کے مقام کے متعلق ہے۔

772 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ قَالَا اَخْبَرَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَحْيَى الْكَاهِلِيِّ عَنِ الْمُسَوَّرِ بْنِ يَزِيْدَ الْاَسَدِيِّ الْمَالِكِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَحْيَى وَرُبَّمَا قَالَ شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الصَّلٰوةِ فَتَرَكَ شَيْئًا لَمْ يَقْرَأْهُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَرَكْتَ اٰيَةَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا اَذْكَرْتَنِيهَا قَالَ سُلَيْمَانُ فِي حَدِيْثِهِ قَالَ كُنْتُ اُرَاهَا نُسِخَتْ و قَالَ سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ كَثِيْرٍ الْاَزْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُسَوَّرُ بْنُ يَزِيْدَ الْاَسَدِيُّ الْمَالِكِيُّ

مسور بن یزید اسدی مالکی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یحیٰی نے بعض دفعہ کہا کہ ارشاد فرمایا کہ میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تلاوت فرمارہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سورتوں کو بھول کر نہ پڑھا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ یہ آیات چھوڑ گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہ یاد کرائیں۔سلیمان نے اپنی حدیث میں فرمایا میں نے خیال کیا کہ ہوسکتا ہے کہ منسوخ ہوگئیں۔سلیمان فرماتے

ہیں کہ مجھے یحییٰ بن کثیر نے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں ہمیں مسور بن یزید الاسدی مالکی نے بیان کیا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3،ص:211،صحیح ابن حبان: جز:6،ص:13،مسند احمد: جز:23،ص:29،معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: جز:5،ص:

(122

773 حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ ابْنِ زَبْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً فَقَرَاَ فِيْهَا فَلُبِسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لِاُبَيٍّ اَصَلَّيْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا مَنَعَكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تو اس میں قرأت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر التباس ہو گیا۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پائی تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کو کس چیز نے بتانے سے روکا۔

(شرح السنۃ: جز:1،ص:166،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:17،ص:144)

تشریح:

امام کو نماز میں آگے پڑھنے سے کوئی مانع پیش آئے تو مقتدی اس کو لقمہ دے سکتا ہے مگر لقمہ دینے کے چند اصول ہیں۔
اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لقمہ دینے کے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم واضح ہو جائے گا۔

1- امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

فی الفور لقمہ دینا مکروہ ہے۔

ہاں اگر وہ غلطی کر کے رواں ہو جائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفسد معنیٰ ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان کا حق ہے کہ بتائے کہ اس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر مفسد معنیٰ نہیں تو بتانا کچھ ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو، وحشت پیدا کرنے والا امر بالمعروف ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ الجھ جاتے اور کچھ حروف اس گھبراہٹ میں ان سے ایسے صادر ہو جاتے ہیں جن سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ ان کا بولنا باعث فساد نماز ہو گا۔

2- قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لوگوں کو خوشخبریاں سناؤ نفرت نہ دلاؤ آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو۔ اور بے شک آج کل بہت حفاظ کا شیوہ ہے یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقتاً یہود کے اس فعل میں داخل ہے ''اس قرآن کو نہ سنو اس میں شور ڈالو''

3- اپنا حفظ جتانے کے لئے ذرا ذرا شبہ پر روکنا ریاء ہے اور ریاء حرام ہے خصوصاً نماز میں۔

4- جبکہ غلطی مفسد نماز نہ ہو محض شبہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں بلکہ صبر واجب، بعد سلام تحقیق کر لیا جائے۔ اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فبہا اور ان کی یاد ٹھیک ثابت ہوئی تو تکمیل ختم کے لئے حافظ اتنے الفاظ کا اور کسی رکعت میں اعادہ کر لے گا۔ حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح حقیقتاً کلام ہے اور نماز میں کلام حرام ومفسد نماز مگر بضرورت اجازت ہوئی جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو مبیح میں شک ہوا اور محرم موجود ہے لہٰذا حرام ہوا جب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اس کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے گا تو اس کی اور سب کی نماز فاسد ہوگی تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہو سکتا۔

5- غلطی کا مفسد معنیٰ ہونا مبنائے افساد نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل جان لیا جائے، ہندوستان میں جو علماء گنے جاتے ہیں ان میں چند ہی ایسے ہو سکیں کہ نماز پڑھتے میں اس پر مطلع ہو جائیں ہزار جگہ ہوگا کہ وہ افساد گمان کریں گے اور حقیقتاً فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاویٰ کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان امور سے حکم مسئلہ واضح ہو گیا صورت فساد میں یقیناً بتایا جائے ورنہ تشویش قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود شبہ ہو تو بتانا سخت ناجائز اور جو ریاء وتشویش چاہیں ان کو روکا جائے نہ مانیں تو ان کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے کہ موذی ہیں اور موذی کا دفع واجب۔

درمختار میں ہے:

ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے منع کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ زبان سے ایذاء دے۔ (فتاویٰ رضویہ: جز:7،ص286 تا288)

واللہ تعالیٰ اعلم

آیا لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں

لقمہ دینا جائز ہے جب امام نماز میں یا قرأت میں غلطی کرے اگرچہ وہ فرض نماز ہو واجب یا نفل۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

امام جب نماز یا قرأت میں غلطی کرے تو اسے بتانا لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل، اور اس میں سجدۂ سہو کی بھی کچھ حاجت نہیں۔ ہاں اگر بھولا اور تین بار سبحان اللہ کہنے کی دیر چپکا کھڑا رہا تو سجدہ سہو آئے گا جس نے لقمہ دینے کے سبب نیت توڑ دی اس نے محض جہالت برتی اور مبتلائے حرام ہوا کہ بے سبب نیت توڑ دینا حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: جز:7،ص:288)

واللہ تعالیٰ اعلم

ایک اور جگہ سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

امام کو لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جمعہ ہو یا کوئی نماز، بلکہ اگر اس نے ایسی غلطی کی جس سے نماز فاسد ہوگی تو لقمہ دینا فرض ہے نہ دے گا اور اس کی تصحیح نہ ہوگی تو سب کی نماز جاتی رہے گی اور لقمہ دینے سے سجدہ سہو نہیں آتا۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:7،ص:289)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اپنے امام کو لقمہ دینا اور امام کا لقمہ لینا مفسد نہیں۔ ہاں اگر مقتدی نے دوسرے سے سن کر جو نماز میں اس کا شریک نہیں ہے لقمہ دیا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز گئی اور امام نے نہ لیا تو صرف اس مقتدی کی گئی۔ (درمختار: جز:2،ص:461)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

لقمہ دینے والا قرأت کی نیت نہ کرے بلکہ لقمہ دینے کی نیت سے وہ الفاظ کہے۔ (درمختار: جز:2،ص:461)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

فوراً ہی لقمہ دینا مکروہ ہے تھوڑا توقف چاہئے کہ شاید امام خود نکال لے مگر جبکہ اس کی عادت اسے معلوم ہو کہ رکتا ہے تو بعض ایسے حروف نکلتے ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو فوراً بتائے یونہی امام کو مکروہ ہے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور کرے بلکہ کسی دوسری سورت کی طرف منتقل ہو جائے یا دوسری آیت شروع کر دے بشرطیکہ اس کا وصل مفسد نماز نہ ہو اور اگر بقدر حاجت پڑھ چکا ہے تو رکوع کر دے، مجبور کرنے کے یہ معنیٰ ہیں کہ بار بار پڑھے یا ساکت کھڑا رہے۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:462)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

لقمہ دینے والے کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں مراہق بھی لقمہ دے سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:99)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب النَّهْيِ عَنِ التَّلْقِينِ

باب: لقمہ دینے کی نہی

یہ باب لقمہ دینے کی نہی کے متعلق ہے۔

---

774 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفِرْيَابِيُّ عَنْ يُونُسَ بْنِ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ لَا تَفْتَحْ عَلَى الْاِمَامِ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ اَبُوْ اِسْحٰقَ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ الْحَارِثِ اِلَّا اَرْبَعَةَ اَحَادِيْثَ لَيْسَ هٰذَا مِنْهَا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے علی (رضی اللہ عنہ) نماز میں امام کو لقمہ نہ دیا کرو۔
امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابواسحاق نے حارث سے سماعت نہیں کیں سوائے چار احادیث کے یہ ان میں سے نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 774)

تشریح:

یہ حدیث مبارکہ پچھلے باب کی احادیث مبارکہ کے خلاف ہے۔
سابقہ باب کی احادیث مبارکہ میں لقمہ دینے کا حکم تھا اور اس میں ممانعت کا حکم ہے۔ بہر حال امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اس میں خود فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ ابواسحاق نے یہ حدیث حارث سے سنی ہی نہیں۔ اس حدیث مبارکہ کی سند حارث اعور ہے جس کو کذاب کہا گیا ہے۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔
"کان غالباً فی التشیع"
مزید یہ کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مبارکہ کے خلاف ہے جس کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ جس میں ہے کہ جب تم سے امام لقمہ مانگے تو اس کو لقمہ دے دیا کرو۔ لہٰذا جب بھی امام کو کہیں لقمہ کی ضرورت پڑے تو مقتدی کو چاہئے کہ امام کو لقمہ دے دے۔

☆ قوله عن علی رضی الله عنه
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے تفصیل سے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرما لیجئے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں ادھرادھر دیکھنا

یہ باب نماز میں ادھرادھر دیکھنے کے حکم میں ہے۔

775 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِی یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْاَحْوَصِ یُحَدِّثُنَا فِیْ مَجْلِسِ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَی الْعَبْدِ وَهُوَ فِیْ صَلَاتِهٖ مَا لَمْ یَلْتَفِتْ فَاِذَا الْتَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف ہمیشہ متوجہ رہتا ہے اس حال میں کہ وہ نماز میں ہو جب تک وہ ادھرادھر التفات نہ کرے جب ادھرادھر التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی توجہ ہٹالیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 775)

776 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ الْاَشْعَثِ یَعْنِی ابْنَ سُلَیْمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْتِفَاتِ الرَّجُلِ فِی الصَّلٰوةِ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ اخْتِلَاسٌ یَخْتَلِسُهُ الشَّیْطٰنُ مِنْ صَلٰوةِ الْعَبْدِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں آدمی کے ادھرادھر التفات کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا یہ شیطان کا اچک لینا ہے جو کہ بندے کی نماز میں اچک لیتا ہے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 362، سنن البیہقی الصغریٰ: جز: 1، ص: 494، سنن ترمذی: جز: 2، ص: 461، سنن النسائی: جز: 4، ص: 433)

تشریح:

نماز میں ادھرادھر منہ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ

علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

(نماز میں) ادھرادھر منہ پھیر کر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے کل چہرہ پھر گیا ہو یا بعض اور اگر منہ نہ پھیرے صرف کنکھیوں سے ادھرادھر بلاحاجت دیکھے تو کراہت تنزیہی ہے اور نادراً کسی غرض صحیح سے ہو تو اصلاً حرج نہیں۔

نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا بھی مکروہ تحریمی ہے۔(بہار شریعت:جز:1،ص:626)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

سینہ کو قبلہ سے پھیرنا مفسد نماز ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو یعنی جبکہ اتنا پھیرے کہ سینہ خاص جہت کعبہ سے پینتالیس درجے ہٹ جائے اور اگر عذر سے ہو تو مفسد نہیں مثلاً حدث کا گمان ہوا اور منہ پھیرا ہی تھا کہ گمان کی غلطی ظاہر ہوئی تو مسجد سے اگر خارج نہ ہوا ہو نماز فاسد نہ ہوگی۔(درمختار:جز:2،ص:468)

☆ **قولہ ھو اختلاس یختلسہ الشیطان من صلوٰۃ العبد**

اختلاس کا معنیٰ ہے اچک لینا اور کسی سے کوئی چیز تیزی سے چھین لینا۔ یہاں پر خشوع کا چھین لینا مراد ہے یعنی جو شخص نماز میں کسی دوسری چیز کی طرف التفات کرتا ہے تو گویا یوں سمجھے کہ شیطان نے اس شخص کی نماز کا خشوع اچک لیا ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

خیال رہے کہ نماز میں کعبہ سے سینہ پھر جانا نماز کو توڑ دیتا ہے صرف چہرہ پھرنا مکروہ ہے کنکھیوں سے ادھر ادھر دیکھنا خلاف مستحب، یہاں التفات سے غالباً دوسرے معنیٰ مراد ہیں جو مکروہ ہیں ممکن ہے تیسرے معنیٰ مراد ہوں۔ ابھی معاویہ ابن حکم کی روایت میں گزر چکا کہ صحابہ نے ان کو گوشہ چشم سے دیکھا۔

بعض روایات میں ہے کہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی اس طرح دیکھتے تھے وہ سب بیان جواز کے لئے اور یہ حدیث بیان استحباب کے لئے لہٰذا حدیثوں میں تعارض نہیں۔(مرآۃ المناجیح:جز:2،ص:122)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ

☆ **قولہ قال ابو ذر رضی اللہ عنہ**

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ اسلام لانے والوں میں آپ رضی اللہ عنہ چوتھے تھے ایک قول پانچویں کا بھی ہے۔ بہت متقی تھے کثیر احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حرام بن غفار بن ملیل بن ضمرہ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوذر اور آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق غفار قبیلہ سے ہے جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے یہ اسلام لے آئے تھے اسلام لانے والوں میں یہ چوتھے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ

پانچویں تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کے طریقہ کے مطابق سلام کیا۔ اسلام لانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے شہر میں گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کرنے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آگئے، غزوہ بدر، غزوہ احد اور غزوہ خندق گزر گئے پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحب رہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اعلان نبوت سے تین سال پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع کر دی تھی آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ حق بات کہنے پر کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ خواہ وہ بات کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ زمین و آسمان میں (حضرت) ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ کوئی سچا نہیں ہے۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابوذر (رضی اللہ عنہ) زمین پر چلتے ہیں در آں حالیکہ وہ زہد میں عیسیٰ ابن مریم ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے 31ھ میں ربذہ کے ویرانہ میں وفات پائی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حالت زیادہ خراب ہونے لگی تو میں رونے لگی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

کیوں روتی ہو؟

میں نے کہا:

تم ایک صحرا میں سفر آخرت پر جا رہے ہو یہاں تم کو کفن دینے کے لئے کوئی نیا کپڑا بھی نہیں ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں ایک بشارت سناتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اشخاص کے سامنے فرمایا جن میں ایک میں بھی تھا۔ تم میں ایک شخص صحرا میں مرے گا اور اس کی موت کے وقت وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ جائے گی۔ ان اشخاص میں سے

میرے علاوہ سب لوگ آبادی میں مر چکے ہیں اور اب میں صرف باقی رہ گیا ہوں اس لیے یقیناً وہ شخص میں ہی ہوں۔ اور میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں نے تم سے جھوٹ نہیں کہا اس لیے جاؤ راستہ پر دیکھو ضرور غیبی امداد آتی ہوگی۔

میں نے کہا:

اب تو حجاج بھی واپس جا چکے ہیں اور راستہ بند ہو چکا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نہیں جا کر دیکھو۔

وہ فرماتی ہیں کہ

میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تیمارداری بھی کرتی اور ٹیلہ پر بھی جا کر دیکھتی آخر کچھ دیر بعد دور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیئے۔ میں نے اشارہ کیا وہ لوگ تیزی سے میرے پاس آئے۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

یہ کون ہیں؟

میں نے کہا:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں۔

انہوں نے کہا:

صحابی رسول؟ (رضی اللہ عنہ وصلی اللہ علیہ وسلم)

میں نے کہا:

ہاں! وہ لوگ ''ان پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں'' کہہ کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی سنائی پھر وصیت کی کہ اگر میرے پاس یا میری بیوی کے پاس کفن کے مطابق کپڑا نکلے تو اسی کپڑے میں مجھے کفن دینا اور یہ قسم دی کہ تم میں سے جو شخص حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو وہ مجھے کفن نہ دے۔ اتفاق سے ایک انصاری نوجوان کے سوا ہر شخص کسی نہ کسی عہدہ پر رہ چکا تھا۔

اس نوجوان نے کہا:

چچا میرے پاس ایک چادر ہے۔ اس کے علاوہ دو کپڑے اور ہیں جن کو میری والدہ نے کات کر بنایا ہے۔ میں آپ رضی اللہ عنہ کو ان میں کفن دوں گا۔ سو اسی جوان نے آپ رضی اللہ عنہ کو کفن دیا ان سواروں میں مشہور صحابی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی صحرا کے ایک گوشہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ (اسد الغابہ: ج:1، ص 301 تا 303)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام جندب ابن جنادہ ہے عظیم الشان صحابی ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ آ کر ایمان لائے آپ رضی اللہ عنہ پانچویں مومن ہیں پھر اپنی قوم میں واپس گئے پھر غزوہ خندق کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے پھر خلافت عثمانیہ میں مقام ربزہ میں رہے وہاں ہی وفات پائی 32 میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہے آپ رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے بھی موحد تھے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:575)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب السُّجُودِ عَلَى الْاَنْفِ

باب: ناک پر سجدہ کرنا

یہ باب ناک پر سجدہ کرنے کے متعلق ہے۔

۷۱۱ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا عِيسَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِى كَثِيرٍ عَنْ اَبِى سَلَمَةَ عَنْ اَبِى سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُئِىَ عَلٰى جَبْهَتِهٖ وَعَلٰى اَرْنَبَتِهٖ اَثَرُ طِينٍ مِنْ صَلٰوةٍ صَلَّاهَا بِالنَّاسِ قَالَ اَبُوْ عَلِيٍّ هٰذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَقْرَاْهُ اَبُوْ دَاوُدَ فِى الْعَرْضَةِ الرَّابِعَةِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین مبارکہ اور ناک مبارکہ پر نماز کی وجہ سے مٹی کا نشان دیکھا کہ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ ابوعلی فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے چوتھی بار اس حدیث کی قرأت نہیں کی تھی۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:21،ص:59)

تشریح:

ناک پر سجدہ کرنے کے متعلق اقوال فقہاء پیچھے بیان کردیے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجیے۔

☆ قولہ قال ابو علی ھذا الحدیث لم یقراہ ابو داؤد فی العرضۃ الرابعۃ

ابوعلی حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں یہ فرماتے ہیں کہ جب امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو شاگردوں کے سامنے پیش کیا تو اس حدیث مبارکہ کو نہیں پڑھا بلکہ چھوڑ دیا تھا۔

☆ قولہ عن سعید الخدری رضی اللہ عنہ

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرما لیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب النَّظَرِ فِی الصَّلٰوۃِ

باب: نماز میں نظر کرنا

یہ باب نماز میں کسی چیز کے دیکھنے یا ادھر ادھر نظر کرنے کے حکم میں ہے۔

778 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح و حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ وَّهٰذَا حَدِيْثُهُ وَهُوَ اَتَمُّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ الطَّائِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ عُثْمَانُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَرَاٰى فِيْهِ نَاسًا يُصَلُّوْنَ رَافِعِیْ اَيْدِيهِمْ اِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ اتَّفَقَا فَقَالَ لَيَنْتَهِيَنَّ رِجَالٌ يَشْخَصُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَاءِ قَالَ مُسَدَّدٌ فِی الصَّلٰوةِ اَوْلَا تَرْجِعُ اِلَيْهِمْ اَبْصَارُهُمْ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو اس کے اندر ملاحظہ فرمایا کہ چند لوگ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں پھر دونوں راویوں کا اتفاق ہو گیا ارشاد فرمایا کہ لوگ آسمان کی جانب دیکھنے سے رک جائیں۔ مسدد فرماتے ہیں کہ نماز میں دیکھنے سے ان کی بینائی واپس نہ لوٹنا بھی ہو سکتا ہے۔

(مسند ابی یعلیٰ: جز:13، ص:384، مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ: جز:35، ص:48)

779 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَّرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهٗ فِیْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ

قتادہ سے روایت ہے کہ ان کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسی قوم کی کیا حالت ہے کہ وہ اپنی نماز میں نظر اٹھاتے ہیں۔ پس شدت سے ارشاد فرمایا کہ اس سے رک جائیں ورنہ ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:282، سنن دارمی: جز:4، ص:97، سنن النسائی: جز:4، ص:429، شرح السنۃ: جز:1، ص:182)

780 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ خَمِیْصَةٍ لَهَا اَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَتْنِیْ اَعْلَامُ هٰذِهٖ اذْهَبُوْا بِهَا اِلٰی اَبِیْ جَهْمٍ وَاْتُوْنِیْ بِاَنْبِجَانِیَّتِهٖ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ یَعْنِیْ ابْنَ اَبِی الزِّنَادِ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامًا یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَآئِشَةَ بِهٰذَا الْخَبَرِ قَالَ وَاَخَذَ كُرْدِیًّا كَانَ لِاَبِیْ جَهْمٍ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْخَمِیْصَةُ كَانَتْ خَیْرًا مِنَ الْكُرْدِیِّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر سے نماز ادا فرمائی جس کے اندر اعلام تھے۔ ارشاد فرمایا اس اعلام نے مجھے بھلا دیا تھا جاؤ اسے ابوجہم کو دے دو اور میرے واسطے کمبل لے آؤ۔ یہی خبر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہم کی کردی چادر لے لی تو کہا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کردی سے بہتر تھی۔

(سنن ابن ماجہ: جز:10،ص:393،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:282،سنن النسائی: جز:3،ص:234)

تشریح: نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا

☆ فقال لینتھن رجال یشخصون ابصارھم الی السماء...... الخ

فرمایا کہ وہ لوگ آسمان کی طرف دیکھنے سے باز آ جائیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں نماز کے دوران آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے پر شدید وعید ہے اور اس ممانعت پر اجماع ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

نماز کے علاوہ دعا کے دوران آسمان کی طرف دیکھنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ شریح نے اس کو بھی مکروہ کہا ہے اور اکثر علماء کرام نے جائز کہا ہے۔

انہوں نے کہا:

آسمان دعا کا قبلہ ہے جیسا کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ O (ذاریات:22)

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

مسئلہ

علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا مکروہ تحریمی ہے۔(بہار شریعت: جز:1،ص:626)

☆ قولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد فرای فیہ ناسا یصلون رافعی ایدیھم...... الخ

اشکال

اشکال یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فعل رفع ایدی الی السماء ہے اور وعید فرما رہے ہیں رفع بصر الی السماء کی؟

جواب

اس حدیث میں کسی راوی سے اختصار ہوا ہے وہ اس طرح ہے کہ روایت میں یوں ہوگا "فرای فیہ ناسا یصلون رافعی ایدیھم و ابصارھم الی السماء" جیسا کہ اگلی روایت میں ہے راوی نے اختصار کیا اور صرف ایک جز کو ذکر کر دیا۔ یا یوں کہا جائے کہ دو احادیث مبارکہ کے درمیان اختلاط ہو گیا ہے۔ راوی نے ایک ٹکڑا اس حدیث مبارکہ کا لے لیا اور دوسرا ٹکڑا دوسری حدیث مبارکہ کا لے لیا جس کی وجہ سے دو روایتیں جمع ہو گئیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

قولہ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں۔ کثیر احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ عامری ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں کوفہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی۔ 74 چوہتر میں وفات ہے۔ ایک جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:525)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرُّخْصَةِ فِیْ ذٰلِكَ

باب: اس میں رخصت

یہ باب دیکھنے کی رخصت کے متعلق ہے۔

781 حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ زَيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنِي السَّلُولِيُّ هُوَ اَبُو كَبْشَةَ عَنْ سَهْلِ ابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ قَالَ ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ يَعْنِي صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ يَلْتَفِتُ اِلَى الشِّعْبِ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَكَانَ اَرْسَلَ فَارِسًا اِلَى الشِّعْبِ مِنَ اللَّيْلِ يَحْرُسُ

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی اقامت کہی گئی یعنی صبح کی نماز کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور گھاٹی کی جانب ملاحظہ فرما رہے تھے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھاٹی کی جانب رات کو حارسین کو دیکھ بھال کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:348، شرح السنۃ: جز:1، ص:181، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:46، ص:134)

تشریح:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ایک جگہ قیام فرمایا تو پہرہ دینے کے لئے ایک صحابی جن کا نام حضرت انس بن مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ ہے اس کو سامنے ایک گھاٹی میں رات گزارنے کے لئے بھیجا تھا صبح جب ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صحابی کی واپسی کا انتظار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی استفسار فرماتے تھے اور خود بھی بار بار اس پہاڑی کی جانب نظر اٹھا کر دیکھتے تھے حتیٰ کہ نماز میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف دیکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں بار بار گھاٹی کی طرف دیکھنا نماز کو فاسد نہ کیا اور نہ ہی نماز میں کوئی فرق آیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شارع ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہم سے جدا ہیں۔ ہمارے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان برابری کی کیا مجال ہے۔ ہم امتی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول، امتی رسول کا محتاج ہوتا ہے جس کا رسول حکم فرما دے امتی پر فرض و واجب ہوتا ہے کہ رسول کی اتباع کرے، جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا انکار کرنا کفر ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ دیکھو "یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول" اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے لئے اطیعوا الگ صیغہ استعمال فرمایا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لئے الگ، جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا انکار کرنا کفر ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن سهل بن حنظليه رضى الله عنه

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ بیعت الرضوان میں شریک تھے بہت زیادہ عبادت کرتے تھے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ حنظلیہ یا تو آپ رضی اللہ عنہ کی دادی ہیں یا ماں، آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام ربیع ابن عمرو ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیعت الرضوان میں شریک تھے آپ رضی اللہ عنہ دنیا سے کنارہ کش عبادات ریاضات میں مشغول تھے اولاد کوئی نہیں ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8،ص:583)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الْعَمَلِ فِي الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں کوئی عمل کرنا

یہ باب نماز میں کوئی فعل کرنے سے نماز کے حکم کے متعلق ہے۔

782 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ اُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَاِذَا قَامَ حَمَلَهَا

عمرو بن سلیم زرقی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور آپ نے امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا ہوا تھا۔ پس جب سجدہ کرتے تو ان کو بٹھا دیتے اور جب قیام فرماتے تو اٹھالیا کرتے۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: ج:1،ص:525،سنن الدارمی: ج:1،ص:364،شرح السنۃ: ج:1،ص:182،صحیح البخاری: ج:2،ص:334)

783 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا قَتَادَةَ يَقُوْلُ بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ جُلُوْسٌ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ اُمَامَةَ بِنْتَ اَبِي الْعَاصِ ابْنِ الرَّبِيْعِ وَاُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ صَبِيَّةٌ يَحْمِلُهَا عَلٰى عَاتِقِهِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ عَلٰى عَاتِقِهِ يَضَعُهَا اِذَا رَكَعَ وَيُعِيْدُهَا اِذَا قَامَ حَتّٰى قَضٰى صَلَاتَهٗ يَفْعَلُ ذٰلِكَ بِهَا

عمرو بن سلیم زرقی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس قدم رنجہ فرمایا اس حال میں کہ امامہ بنت ابوالعاص بن ربیع کو اٹھایا ہوا تھا اور اس کی والدہ محترمہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں وہ بچی تھیں جن کو کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اس حال میں کہ ان کو اپنے شانہ اقدس پر اٹھائے رکوع کے دوران ان کو بٹھا دیا اور قیام فرمانے کے دوران اٹھا لیا حتیٰ کہ اپنی نماز کو مکمل فرمانے تک ان کے ساتھ اسی طرح کرتے رہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1،ص:127،سنن النسائی: جز:3،ص:127،صحیح ابن حبان: جز:3،ص:394،مسند احمد: جز:46،ص:79)

784 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيَّ يَقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لِلنَّاسِ وَاُمَامَةُ بِنْتُ اَبِي الْعَاصِ عَلٰى عُنُقِهِ فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَلَمْ يَسْمَعْ مَخْرَمَةُ مِنْ اَبِيْهِ اِلَّا حَدِيْثًا وَّاحِدًا

عمرو بن سلیم زرقی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کو نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا اور امامہ بنت ابی العاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن اقدس پر تھیں پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو ان کو بٹھا دیا کرتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مخرمہ نے اپنے والد محترم سے سوائے ایک حدیث کے کوئی نہ سنی۔

(صحیح ابن خزیمہ: جز:1،ص:383،صحیح مسلم: جز:3،ص:152،مسند ابی عوانہ: جز:1،ص:469،مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ: جز:35،ص: 441)

785 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نَنْتَظِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلٰوةِ فِي الظُّهْرِ اَوِ الْعَصْرِ وَقَدْ دَعَاهُ بِلَالٌ لِلصَّلٰوةِ اِذْ خَرَجَ اِلَيْنَا وَاُمَامَةُ بِنْتُ اَبِي الْعَاصِ بِنْتُ ابْنَتِهٖ

عَلٰی عُنُقِهٖ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مُصَلَّاهُ وَقُمْنَا خَلْفَهٗ وَهِیَ فِیْ مَكَانِهَا الَّذِیْ هِیَ فِيْهِ قَالَ فَكَبَّرَ فَكَبَّرْنَا قَالَ حَتّٰی اِذَا اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْكَعَ اَخَذَهَا فَوَضَعَهَا ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ حَتّٰی اِذَا فَرَغَ مِنْ سُجُوْدِهٖ ثُمَّ قَامَ اَخَذَهَا فَرَدَّهَا فِیْ مَكَانِهَا فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ بِهَا ذٰلِكَ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ حَتّٰی فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صحابی رسول حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ظہر یا عصر کی نماز کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے واسطے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بلایا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو امامہ بنت ابی العاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارکہ پر تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی بیٹی تھیں (یعنی نواسی) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کے واسطے مصلیٰ پر قیام فرمایا اور ان کو وہیں رکھا جہاں پر تھیں۔ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی تو ہم نے بھی تکبیر کہی حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کا ارادہ فرمایا تو ان کو پکڑ کر بٹھا دیا پھر اٹھے اور سجدہ کیا حتیٰ کہ جب سجدے سے فراغت پائی تو پھر قیام کر کے ان کو اٹھالیا اور اسی طرح ہی اٹھالیا۔

ہر رکعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فراغت پالی۔

(شرح السنۃ: جز:1،ص:183، مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ: جز:35،ص:444)

786 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ جَوْسٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْتُلُوا الْاَسْوَدَيْنِ فِی الصَّلٰوةِ الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دو کالوں سانپ اور بچھو کو نماز میں مار دیا کریں۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1،ص:526، سنن الترمذی: جز:2،ص:147، سنن الدارمی: جز:1،ص:423، صحیح ابن حبان: جز:6،ص:116)

787 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُسَدَّدٌ وَّهٰذَا لَفْظُهٗ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِیْ ابْنَ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا بُرْدٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحْمَدُ يُصَلِّیْ وَالْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ فَجِئْتُ فَاسْتَفْتَحْتُ قَالَ اَحْمَدُ فَمَشٰى فَفَتَحَ لِیْ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی مُصَلَّاهُ وَذَكَرَ اَنَّ الْبَابَ كَانَ فِی الْقِبْلَةِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ نماز ادا فرما رہے تھے

اور دروازہ بند کیا ہوا تھا میں آئی میں نے دروازے کو کھولنے کے لئے عرض کیا آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر میرے واسطے دروازے کو کھول دیا پھر اپنے مصلیٰ کی جانب پلٹ گئے اور ذکر کیا کہ دروازہ قبلہ کی جانب تھا۔

(سنن الترمذی: جز:2،ص:477،سنن دارقطنی: جز:5،ص:92،مسند احمد: جز:52،ص:364،معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: جز:3،ص:303)

تشریح: نماز میں بچہ کو اٹھانا

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز میں بچہ کو گود میں اٹھانا جائز ہے جبکہ اس کے لئے عمل کثیر نہ کرنا پڑے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نوافل میں بچہ کو اٹھالینا جائز ہے فرائض میں نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل فرض نماز میں تھا کیونکہ ابوداؤد میں ہے کہ یہ نماز ظہر یا عصر کی تھی اس لیے مالکیہ کہتے ہیں کہ یا تو یہ عمل ان فی الصلوٰۃ شغلا سے منسوخ ہے یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول ہے لیکن چونکہ اس عمل میں عمل کثیر نہیں ہے اس لیے اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ (تاریخ یعقوبی: جز:1،ص:375)

نماز میں سانپ اور بچھو کو مارنا

☆ قولہ اقتلوا الاسودین فی الصلوٰۃ الحیۃ والعقرب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو کالے جانوروں سانپ اور بچھو کو نماز میں مار دیا کریں۔

سانپ اور بچھو کو مارنا اس وقت جائز ہے جبکہ وہ سامنے سے گزرے اور ایذاء دینے کا خوف ہو ورنہ مکروہ ہے۔

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

سانپ، بچھو کو نماز میں مارنا اس وقت مباح ہے کہ سامنے سے گزرے اور ایذاء دینے کا خوف ہو اور اگر تکلیف پہنچانے کا اندیشہ نہ ہو تو مکروہ ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:103)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

سانپ، بچھو مارنے سے نماز نہیں جاتی جبکہ نہ تین قدم چلنا پڑے نہ تین ضرب کی حاجت ہو ورنہ جاتی رہے گی مگر مارنے کی اجازت ہے اگرچہ نماز فاسد ہو جائے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:103)

حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

☆ قولہ زینب ابنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے کردیا وہ اسلام نہیں لائے تھے۔

غزوہ بدر میں ابوالعاص قید ہوگئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کی رہائی کے لئے جو فدیہ بھیجا اس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کو دیا تھا۔ اس ہار کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا اور مسلمانوں نے وہ ہار واپس بھجوادیا اور ابوالعاص کو رہا کردیا۔

غزوہ بدر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے ارشاد فرمایا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے علیحدہ ہوجائیں۔ محرم سات ہجری میں ابوالعاص مسلمان ہوگئے رضی اللہ عنہ و ارضاہ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح سابق سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کو لوٹا دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آٹھ ہجری کے اوائل میں وصال فرما گئیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین کا اہتمام فرمایا۔ بخاری اور مسلم میں اس کا ذکر ہے۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے دو بچے ہوئے۔ صاحبزادہ کا نام علی تھا وہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد اپنے والد کی حیات میں وصال فرما گئے۔ (الاصابہ: ج:4، ص:312)

اور صاحبزادی حضرت امامۃ بنت العاص رضی اللہ عنہا نے کافی عمر پائی۔ سیدتنا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کردیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت مغیرہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوگیا۔ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کی نہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اولاد ہوئی نہ حضرت مغیرہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سے اولاد ہوئی اور اس طرح آل زینب رضی اللہ عنہا میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ (الاصابہ: ج:4، ص:236)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہوئیں۔

1- حضرت زینب رضی اللہ عنہا، 2- حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

3- حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، 4- حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مفصل ذکر آچکا ہے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بعثت سے سات سال پہلے پیدا ہوئیں۔ بعثت سے پہلے عتبہ بن ابی لہب سے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوچکا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد ابولہب نے اپنے بیٹے کو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے پر مجبور کردیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کردیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہاں آپ سے پہلے ایک ناتمام بچہ ہوا اس کے بعد ایک صاحبزادہ ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دنیا کو چھ برس شرف بخشنے کے بعد راہی فردوس ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ غزوہ بدر کے ایام میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کچھ عرصہ علیل رہ کر جنت نشین ہو گئیں۔ (الاصابہ: جز:4، ص:299)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں۔ ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح بعثت سے پہلے ہو چکا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ اعلان نبوت کے بعد عتیبہ نے ابولہب کے اصرار سے آپ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد تین ہجری میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا چھ سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں رہیں اور کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ نو ہجری کو آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کو لحد میں اتارا۔ رضی اللہ عنہا و ارضاہ (استیعاب علی ہامش الاصابہ: جز:4، ص:486)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بعثت کے ایک سال بعد پیدا ہوئیں۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے الصواعق المحرقہ میں اور علامہ عبدالوہاب شعرانی نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو حیض اور نفاس سے پاک رکھا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنت میں سب سے افضل چار عورتیں ہیں۔

1- حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، 2- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

3- حضرت مریم رضی اللہ عنہا، 4- اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا

بخاری شریف میں ہے کہ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ کا سلسلہ نسب صرف اولاد فاطمہ سے قائم ہے کیونکہ آپ ﷺ کی باقی اولاد یا زندہ نہیں رہیں جیسے صاحبزادگان یا ان سے اولاد نہیں ہوئی جیسے تین بڑی صاحبزادیاں، پندرہ سال کی عمر میں آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غزوہ احد کے بعد ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا یادگار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد آپ رضی اللہ عنہا نے جنت کو مشرف فرمایا۔ (الاصابہ: جز: 3، ص: 377)

علامہ محمد بن محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی ہیں اور حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی چھوٹی صاحبزادیاں ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ ان میں زیادہ کم عمر کون ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ جنگ احد کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کردی۔ جس وقت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی کی اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی نسل کا سلسلہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے جاری ہے کیونکہ آپ ﷺ کے صاحبزادے صغرسنی میں فوت ہو گئے اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں علی پیدا ہوئے لیکن وہ بھی صغرسنی میں فوت ہو گئے اور امامۃ بنت ابی العاص پیدا ہوئیں۔ ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شادی کی۔ پھر مغیرہ بن نوفل نے شادی کی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نسل ختم ہوگئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے رسول اللہ ﷺ کو پیغام دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پیغام کو مسترد کردیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

میرے پاس اس زرہ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح کردیا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر ہوئی تو وہ رونے لگیں۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! کیوں روتی ہو؟ بخدا میں نے تمہارا اس شخص سے نکاح کیا ہے جس کا علم سب سے زیادہ ہے جو علم میں سب سے افضل ہے جو سب سے پہلے اسلام لانے والا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
میرے گھر میں یہ آیت نازل ہوئی۔
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ (احزاب:33)
اے رسول کے گھر والو! اللہ تعالیٰ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور کردے۔
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ارشاد فرمایا یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کیوں نہیں! انشاء اللہ عزوجل!
جمیع بن عمیر تیمی سے روایت ہے کہ
میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان سے پوچھا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کون سب سے زیادہ محبوب تھا!
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:
فاطمۃ (رضی اللہ عنہا)!
پوچھا گیا۔
مردوں میں؟
آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:
ان کا خاوند! تمہیں معلوم ہے کہ وہ بے شک بکثرت روزے رکھنے والے اور بہت زیادہ قیام کرنے والے تھے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا:
اللہ تعالیٰ تمہارے غضب سے غضب ناک ہوتا ہے اور تمہاری رضا سے راضی ہوتا ہے۔
حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:
میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے اور میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن پردے کی اوٹ سے ایک منادی ندا کرے گا۔اے اہل محشر اپنی نگاہیں جھکا لو حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد گزر جائیں۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں جنازہ کھلا لے جانے کو ناپسند کرتی ہوں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا:

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی! میں نے سرزمین حبشہ میں ایک طریقہ دیکھا ہے کہ جنازہ کی چارپائی پر درخت کی شاخیں ڈال کر اس پر کپڑا ڈال دیتے ہیں۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس طریقہ کو پسند کیا۔

اور ارشاد فرمایا:

جب میری وفات ہو جائے تو تم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مل کر مجھے غسل دینا اس کے علاوہ اور کوئی شخص داخل نہ ہو۔سو ایسا ہی ہوا۔حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اسلام میں وہ پہلی بزرگ تھیں جن کے جنازہ کو اوپر سے ڈھانپ کر لے جایا گیا۔حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک قول یہ ہے کہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ ان کو رات میں دفن کیا جائے۔سو ایسا ہی کیا گیا آپ رضی اللہ عنہا کو قبر میں حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم نے اتارا تھا۔تین رمضان 11ھ میں آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہا کی تیس سال عمر تھی۔(اسد الغابہ:ج:7،ص:5،519تا524)

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب کثیر احادیث مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کردوں۔

(معجم الکبیر:رقم الحدیث:10305)

حدیث مبارکہ:2

روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے انس رضی اللہ عنہ! کیا تم جانتے ہو کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس صاحب عرش کا کیا پیغام لائے ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) کا نکاح حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دوں۔

(البیان والتعریف: رقم الحدیث:1803)

حدیث مبارکہ:8

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: یہ جبرائیل (علیہ السلام) ہیں جو مجھے یہ بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) سے تمہاری شادی کر دی ہے اور تمہارے نکاح پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس نکاح میں شریک کیا گیا اور شجرہائے طوبیٰ سے فرمایا ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو۔ پھر دلکش آنکھوں والی حوریں ان موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں جنہیں فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو بطور تحفہ دیں گے۔ (الریاض النضرۃ: جز:3، ص:146)

حدیث مبارکہ:4

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس ایک فرشتے نے آ کر کہا۔ اے محمد مصطفیٰ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) پر سلام بھیجا ہے اور ارشاد فرمایا ہے۔ میں نے آپ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح ملاء اعلیٰ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا ہے۔ پس آپ ﷺ زمین پر بھی فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) کا نکاح (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیں۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ: ص:72)

حدیث مبارکہ:5

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔ باری تعالیٰ! میں (اپنی) اس (بیٹی) اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:1021)

حدیث مبارکہ:6

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی کی رات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے ملے بغیر کوئی عمل نہ کرنا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا۔ اس سے وضو کیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پانی ڈال کر ارشاد فرمایا: اے اللہ عزوجل! ان دونوں کے حق میں برکت اور ان دونوں پر برکت نازل فرما اور ان دونوں کے لئے ان کی اولاد میں برکت عطا فرما۔

(سنن نسائی: رقم الحدیث:258)

حدیث مبارکہ:7

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنائی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا۔ بنی ہشام بن مغیرہ نے اپنی بیٹی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رشتہ کرنے کی مجھ سے اجازت مانگی ہے میں ان کو اجازت نہیں دیتا پھر میں ان کو اجازت نہیں دیتا۔ پھر میں ان کو اجازت نہیں دیتا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا میری بیٹی! (فاطمہ رضی اللہ عنہا) میری جان کا حصہ ہے اس کی پریشانی مجھے پریشانی کرتی ہے اور اس کی تکلیف مجھے تکلیف دیتی ہے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:2449)

حدیث مبارکہ:8

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک! فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! میری جان کا حصہ ہے اور میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص اسے ناراض کرے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! کسی شخص کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دشمن خدا کی بیٹیاں جمع نہیں ہوسکتیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:2523)

حدیث مبارکہ:9

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر ماں کی اولاد اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے سوائے فاطمۃ الزہراء کی اولاد کے۔ پس میں ہی ان کا ولی ہوں اور میں ہی ان کا نسب ہوں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:2632)

حدیث مبارکہ:10

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

ہر عورت کی اولاد کا نسب اپنے باپ کی طرف سے ہوتا ہے سوائے اولاد فاطمۃ رضی اللہ عنہا کے کہ میں ہی ان کا نسب ہوں اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2631)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر ماں کی اولاد کا عصبہ (باپ) ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتی ہے سوائے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بیٹوں کے کہ میں ہی ان کا ولی اور میں ہی ان کا نسب ہوں۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4770)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

میرے نسب اور رشتہ کے سوا قیامت کے دن ہر نسب اور رشتہ منقطع ہو جائے گا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4684)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن ہر نسب و تعلق منقطع ہو جائے گا سوائے میرے نسب اور تعلق کے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 4132)

حدیث مبارکہ: 14

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے رشتہ اور نسب کے سوا قیامت کے دن ہر رشتہ اور نسب منقطع ہو جائے گا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 11621)

حدیث مبارکہ: 15

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سیدہ فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) سے فرماتے تھے۔ فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

(در السحابہ فی مناقب القرابۃ والصحابۃ: ص: 279)

حدیث مبارکہ:16

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل وعیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو کر کے سفر پر روانہ ہوتے وہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں اور یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرماتے (فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ (مستدرک: رقم الحدیث:4740)

حدیث مبارکہ:17

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں اس بات پر خوشی نہیں کہ اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہو اور تیرے دونوں بیٹے جنت کے تمام جوانوں کے۔ (مجمع الزوائد: جز:9،ص:201)

حدیث مبارکہ:18

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک فرشتہ جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہ اترا تھا۔ اس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کرنے حاضر ہو اور مجھے یہ خوشخبری دے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔ (صحیح بخاری: جز:3،ص:1360)

حدیث مبارکہ:19

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری اولاد کو آگ کا عذاب نہیں دے گا۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:11685)

حدیث مبارکہ:20

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنی عصمت و پاک دامنی کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی

اولاد کو آگ سے محفوظ فرما دیا ہے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4726)

حدیث مبارکہ: 21

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری بیٹی کا نام فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس سے محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے الگ تھلگ کر دیا ہے۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 34227)

حدیث مبارکہ: 22

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے درآں حالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر بچھائی ہوئی تھی۔ پس اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کے کنارے پکڑے اور ان پر ڈال کر اس میں گرہ لگا دی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! تو بھی ان سے راضی ہو جا جس طرح میں ان سے راضی ہوں۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 5514)

حدیث مبارکہ: 23

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل وعیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو فرما کر سفر پر روانہ ہوتے وہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں اور یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرماتے (فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 4213)

حدیث مبارکہ: 24

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنے اہل وعیال میں سے سب کے بعد جس سے گفتگو فرما کر سفر پر روانہ ہوتے وہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوتیں اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں اور یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرماتے (فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا) میرے ماں باپ تجھ پر قربان

ہوں۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:696)

حدیث مبارکہ:25

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بوسہ دیتے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث:4105)

حدیث مبارکہ:26

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کو خوش آمدید کہہ کر کھڑے ہو جاتے اور استقبال فرماتے۔ آپ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنی نشست پر بٹھا لیتے۔

(نسائی: رقم الحدیث:264)

حدیث مبارکہ:27

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو آتے ہوئے ملاحظہ فرماتے تو خوش آمدید فرماتے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا کی خاطر کھڑے ہو جاتے۔ ان کو بوسہ دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر لاتے اور ان کو اپنی نشست پر بٹھا لیتے اور جب سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف تشریف لاتے ہوئے دیکھتیں تو خوش آمدید کہتیں پھر کھڑی ہو جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتیں۔ (سنن الکبریٰ: رقم الحدیث:9236)

حدیث مبارکہ:28

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر آپ رضی اللہ عنہا کا استقبال کرتے، ان کو بوسہ دیتے، خوش آمدید فرماتے اور آپ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر اپنی نشست پر بٹھا لیتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لاتے تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے کھڑی ہو جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کو بوسہ دیتیں۔ (مستدرک: رقم الحدیث:4753)

حدیث مبارکہ:29

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تو نہیں چاہتی کہ تو تمام جہانوں کی عورتوں، میری اس امت کی تمام عورتوں اور مومنین کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔ (نسائی: رقم الحدیث: 7078)

حدیث مبارکہ: 30

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ مسلمان عورتوں کی سردار ہو یا میری اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5928)

حدیث مبارکہ: 31

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آئیں اوران کا چلنا ہو بہو حضور انور ﷺ کے چلنے جیسا تھا۔ پس آپ ﷺ نے اپنی لخت جگر کو خوش آمدید فرمایا اور اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا۔ پھر چپکے چپکے ان سے کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں۔ پس میں نے ان سے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہیں؟ پھر آپ ﷺ نے ان سے کوئی بات چپکے چپکے کہی تو وہ ہنس پڑیں پس میں نے کہا کہ آج کی طرح میں نے خوشی کو غم کے اتنے نزدیک کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے (حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے) پوچھا آپ ﷺ نے کیا فرمایا تھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے سرگوشی کی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر سال میرے ساتھ قرآن کریم کا ایک بار دور کیا کرتے تھے مگر اس سال دو بار کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا آخری وقت آپہنچا ہے اور بے شک میرے گھر والوں میں سے تم ہو جو سب سے پہلے مجھ سے ملو گی۔ اس بات نے مجھے رلایا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم تمام جنتی عورتوں کی سردار ہو یا تمام مسلمان عورتوں کی سردار ہو پس اس بات پر میں ہنس پڑی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2450)

حدیث مبارکہ: 32

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آسمان کے ایک فرشتے نے میری زیارت نہیں کی تھی۔ پس اس نے اللہ تعالیٰ سے میری زیارت کی اجازت لی اور اس نے

مجھے خوش خبری (یا) مجھے خبر دی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میری امت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1006)

حدیث مبارکہ: 33

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
انداز گفتگو میں کوئی بھی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھنے والا نہیں تھا۔
(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 5928)

حدیث مبارکہ: 34

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عادات واطوار، سیرت و کردار اور نشست و برخاست میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ (ترمذی: رقم الحدیث: 3872)

حدیث مبارکہ: 35

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج جمع تھیں اور کوئی بھی غیر حاضر نہیں تھی اتنے میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آئیں جن کی چال ہو بہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کے مشابہ تھی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مرحبا! میری بیٹی! پھر انہیں اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھالیا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1620)

حدیث مبارکہ: 36

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:
ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع تھیں اور کوئی بھی ہم میں سے غیر حاضر نہ تھی۔ اتنے میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا وہاں آگئیں۔ پس اللہ عزوجل کی قسم! ان کا چلنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے سے ذرہ بھر مختلف نہ تھا۔ (نسائی: رقم الحدیث: 263)

حدیث مبارکہ: 37

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

قیامت کے دن ایک ندا دینے والا پردے کے پیچھے سے آواز دے گا۔اے اہل محشر! اپنی نگاہیں جھکالو تا کہ حضرت فاطمہ بنت محمد (ﷺ) گزر جائیں۔(مستدرک: رقم الحدیث: 4728)

حدیث مبارکہ: 38

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

روز قیامت ایک ندا دینے والا آواز دے گا۔اپنی نگاہیں جھکالو تا کہ فاطمہ بنت محمد (مصطفیٰ ﷺ) گزر جائیں۔

(تاریخ بغداد: جز: 8، ص: 142)

حدیث مبارکہ: 39

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

روز قیامت عرش کی گہرائیوں سے ایک ندا دینے والا آواز دے گا اے محشر والو! اپنے سروں کو جھکالو اور اپنی نگاہیں نیچی کرلو تا کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جنت کی طرف گزر جائیں۔(کنز العمال: رقم الحدیث: 34211)

حدیث مبارکہ: 40

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب قیامت کا دن ہوگا تو کہا جائے گا اے اہل محشر! اپنی نگاہیں جھکالو تا کہ اللہ عزوجل کے رسول ﷺ کی بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا گزر جائیں۔پس وہ دو سبز چادروں میں لپٹی ہوئی گزر جائیں گی۔(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 180)

حدیث مبارکہ: 41

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا قیامت کے دن اس طرح اٹھیں گی کہ اس پر عزت کا جوڑا ہوگا جسے آب حیات سے دھویا گیا ہے۔تمام مخلوق اسے دیکھ کر حیران رہ جائے گی پھر اس کو جنت کا لباس پہنایا جائے گا جس کا ہر حلہ ہزار حلوں پر مشتمل ہوگا ہر ایک پر سبز خط سے لکھا ہوگا محمد (مصطفیٰ ﷺ) کی بیٹی کو احسن صورت، اکمل ہیبت، تمام تر کرامت اور وافر تر عزت کے ساتھ جنت میں لے جاؤ۔پس آپ رضی اللہ عنہا کو دلہن کی طرح سجا کر ستر ہزاروں کے جھرمٹ میں جنت کی طرف لایا جائے گا۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ: ص: 95)

حدیث مبارکہ:42

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

روز قیامت عرش کی گہرائیوں سے ایک ندا دینے والا آواز دے گا اے محشر والو! اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی نگاہیں نیچی کر لو تا کہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پل صراط سے گزر جائیں پس آپ رضی اللہ عنہا گزر جائیں گی اور آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حور عین چمکتی بجلیوں کی طرح ستر ہزار خادمائیں ہوں گی۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 34209)

حدیث مبارکہ:43

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن مجھے براق پر اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو میری سواری عضباء پر بٹھایا جائے گا۔

(تاریخ دمشق: جز:10، ص:353)

حدیث مبارکہ:44

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت اپنی اونٹنی عضباء پر سوار ہو کر گزریں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں اس براق پر سوار ہوں گا جو انبیاء کرام علیہم السلام میں خصوصی طور پر صرف مجھے عطا ہوگا۔ میری بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا میری سواری عضباء پر ہوگی۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 32340)

حدیث مبارکہ:45

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انبیاء کرام علیہم السلام قیامت کے دن اپنی اپنی سواری کے جانوروں پر سوار ہو کر اپنی قوم میں سے ایمان والوں کے ساتھ میدان حشر میں تشریف لائیں گے اور حضرت صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی پر تشریف لائیں گے اور مجھے براق پر لایا جائے گا جس کا قدم اس کی منتہائے نگاہ پر پڑے گا اور میرے آگے فاطمہ ہوگی۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 4727)

حدیث مبارکہ:46

حضرت ابو یزید مدنی سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت میں داخل ہونے والوں میں سب سے پہلے میری بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوگی اور اس امت میں وہ ایسی ہیں جیسے بنی اسرائیل میں مریم ہیں۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 34234)

حدیث مبارکہ:47

روایت میں ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والی ہستی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوگی۔

(میزان الاعتدال فی نقد الرجال: جز:4، ص:351)

حدیث مبارکہ:48

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابو جہل کی بیٹی کا ذکر کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز ان کو ایذاء پہنچاتی ہے وہ مجھے ایذاء پہنچاتی ہے اور جو چیز انہیں پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3869)

حدیث مبارکہ:49

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: میں ان سے جنگ کرنے والا ہوں جو ان سے جنگ کرے اور میں ان سے صلح کرنے والا ہوں جو ان سے صلح کرے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 145)

حدیث مبارکہ:50

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کے اٹھنے اور بیٹھنے میں آپ کی سیرت اور آپ کی عادات اور طور طریقوں میں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ آپ ﷺ کے مشابہ تھیں جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ﷺ ان کی طرف کھڑے ہو

جاتے۔ ان کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنی جگہ پر بٹھاتے جب نبی کریم ﷺ بیمار ہو گئے تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ ﷺ پر جھک گئیں اور آپ ﷺ کو بوسہ دیا پھر رونے لگیں پھر آپ ﷺ پر جھک گئیں پھر سر اٹھایا اور ہنسنے لگیں۔ میں نے دل میں کہا۔ میں تو ان کو عقل مند عورت سمجھتی تھی مگر یہ تو (عام) عورتوں کی طرح ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ فوت ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا یہ بتائیں کہ جب آپ رضی اللہ عنہا پہلی بار نبی کریم ﷺ پر جھکی تھیں پھر آپ رضی اللہ عنہا نے سر اٹھایا تو آپ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں اور جب آپ رضی اللہ عنہا دوسری بار نبی کریم ﷺ پر جھکیں اور سر اٹھایا تو آپ رضی اللہ عنہا ہنس رہی تھیں اس چیز پر آپ رضی اللہ عنہا کو کس نے برانگیختہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا میں اب اپنا راز افشاء کرنے والی ہوں۔ آپ ﷺ نے مجھے یہ خبر دی تھی۔ آپ ﷺ اپنے اس درد میں فوت ہونے والے ہیں تو میں رونے لگی پھر آپ ﷺ نے مجھے یہ خبر دی کہ آپ ﷺ کے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ ﷺ سے ملوں گی تو پھر میں ہنسنے لگی۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 6953)

حدیث مبارکہ: 51

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مجھ سے میری والدہ محترمہ نے کہا:

تم کب سے رسول اللہ ﷺ سے ملے تھے؟

میں نے کہا:

میں تو اتنے دنوں سے آپ ﷺ سے نہیں ملا وہ مجھ پر ناراض ہونے لگیں۔

میں نے کہا:

مجھے چھوڑ دیں میں آپ ﷺ کے پاس جاتا ہوں اور اس وقت تک واپس نہیں آؤں گا حتیٰ کہ حضور انور ﷺ آپ کے لئے اور میرے لیے استغفار نہ کریں۔ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ کھڑے ہو کر پھر نماز پڑھنے لگے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر آپ ﷺ باہر نکلے میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ باہر نکلا۔ پھر کوئی شخص آپ ﷺ سے آکر ملا پھر جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے مجھے دیکھا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حذیفہ (رضی اللہ عنہ)

میں نے کہا:

لبیک یا رسول اللہ ﷺ!

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم نے ابھی اس آنے والے کو دیکھا تھا۔

میں نے عرض کیا:

جی ہاں! (یارسول اللہ ﷺ)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ ایک فرشتہ تھا وہ اپنے رب عزوجل سے اجازت لے کر مجھے سلام کرنے آیا تھا اور مجھے یہ بشارت دینے کہ حسین اور حسن رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ بنت محمد (مصطفیٰ ﷺ) جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

(سنن الکبریٰ: رقم الحدیث: 8365)

حدیث مبارکہ: 52

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

تمہارے غضب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوتا ہے اور تمہاری رضا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 4783)

حدیث مبارکہ: 53

زید بن اسلم اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور کہا: اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو محبوب نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی قسم آپ کے والد محترم ﷺ کے بعد لوگوں میں مجھے آپ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے۔ (مسند فاطمہ: رقم الحدیث: 185)

حدیث مبارکہ: 54

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوہ یا کسی سفر سے واپس آتے تو مسجد میں آ کر دو رکعت نماز پڑھتے پھر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے پھر اس کے بعد اپنی ازواج کے پاس جاتے۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4790)

حدیث مبارکہ: 55

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جبرائیل علیہ السلام میرے پاس جنت سے بہی دانے لے کر آئے میں نے شعب معراج ان دانوں کو کھایا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے لپٹی ہوئی تھیں اور مجھے جب بھی جنت کی خوشبو کی خواہش ہوتی تو میں حضرت فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) کی گردن سونگھتا تھا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 4791)

حدیث مبارکہ: 56

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی پردے کی اوٹ سے ندا کرے گا اے اہل محشر اپنی نظریں جھکا لو حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) گزر جائیں۔ (جامع الصغیر: رقم الحدیث: 822)

حدیث مبارکہ: 57

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام کو سواریوں پر اٹھایا جائے گا تا کہ وہ اپنی اپنی امتوں کے مومنوں کے پاس پہنچیں۔ حضرت صالح علیہ السلام کو اپنی اونٹنی پر اٹھایا جائے گا اور مجھے براق پر اٹھایا جائے گا اس کا قدم منتہاء نظر پر ہوگا اور فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو میرے آگے اٹھایا جائے گا۔ (معجم الصغیر: جز: 2، ص: 126)

حدیث مبارکہ: 58

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے اپنی عفت کی حفاظت کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 2625)

حدیث مبارکہ: 59

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے یعنی اہل بیت میں سے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7258)

حدیث مبارکہ: 60

جمیع بن عمر التیمی سے روایت ہے کہ

میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سب سے زیادہ محبوب تھا۔

انہوں نے کہا:

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا۔

ان سے پوچھا گیا۔

مردوں میں کون تھا۔

انہوں نے کہا:

ان کے خاوند، بے شک میں جانتی ہوں کہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے بہت زیادہ قیام کرنے والے تھے۔

(مسند ابو یعلیٰ: رقم الحدیث: 4857)

حدیث مبارکہ: 61

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

فتح مکہ کے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلایا پھر ان سے سرگوشی کی تو وہ رونے لگیں پھر ان سے کوئی بات کی تو وہ ہنسنے لگیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا کہ وہ فوت ہو جائیں گے تو میں رونے لگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ خبر دی کہ میں مریم بنت عمران کے سوا تمام جنت کی عورتوں کی سردار ہوں تو میں ہنسنے لگی۔ (مسند ابو یعلیٰ: رقم الحدیث: 6743)

حدیث مبارکہ: 62

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اپنے اس مرض میں بلایا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تھی پھر ان سے چپکے چپکے کوئی بات کی تو وہ رونے لگیں پھر ان کو دوبارہ بلا کر کچھ کہا تو وہ ہنسنے لگیں۔

میں نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔

وہ کیا بات تھی؟

انہوں نے فرمایا:

پہلی مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بتایا کہ اس درد اور مرض میں میری روح قبض کر لی جائے گی تو میں رونے لگی اور دوسری بار یہ بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملوں گی تو میں ہنسنے لگی۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 162)

حدیث مبارکہ:63

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تو مجھ سے ملے گی۔(فضائل الصحابہ:رقم الحدیث:1345)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ

☆ عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں بہت متقی صحابی تھے کثیر احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ شب بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے رہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔اے اللہ عزوجل! ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) کی اس طرح حفاظت فرما جس طرح اس نے اس رات تیرے نبی کی حفاظت کی ہے۔

غزوہ احد اور اس کے بعد کے مشاہد میں ان کی شرکت پر اتفاق ہے۔انہیں فارس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا۔مسلم میں یہ حدیث مبارکہ بھی ہے کہ ہمارے بہترین شہسوار ابوقتادہ ہیں اور بہترین تیرانداز سلمہ بن اکوع ہیں۔

علامہ واقدی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارے چہرے پر کیا ہوا ہے۔

عرض کیا۔

تیر لگا تھا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ اپنا لعاب لگا دیا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر وہاں زخم کا نشان بھی نہیں رہا۔

حافظ عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے۔ستر سال کی عمر گزار کر چالیس ہجری میں وفات پائی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اور علامہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ

سنہ 50ھ اور 60ھ کے درمیان وفات ہوئی۔(الاصابہ:ج:4،ص:158)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام حارث ابن ربعی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیادہ سپاہیوں میں سے ہیں۔ 54 میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

بعض نے فرمایا کہ

خلافت حیدری میں کوفہ میں فوت ہوئے، ستر سال کی عمر ہوئی۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

(مراۃ المناجیح: جز:8، ص:592)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب رَدِّ السَّلَامِ فِي الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں سلام کا جواب دینا

یہ باب نماز میں سلام کے جواب دینے کے حکم میں ہے۔

788 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ لَشُغْلًا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوا کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو سلام کا جواب عطا فرماتے تھے۔ پس جب نجاشی سے ہم واپس آئے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جواب عطا نہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک نماز میں شغل ہوتا ہے۔

(شرح السنۃ: جز:1، ص:178، مسند ابی عوانہ: جز:1، ص:463، مسند ابی یعلیٰ: جز:9، ص:118، مسند احمد: جز:7، ص:417)

789 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبَانُ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ وَنَأْمُرُ بِحَاجَتِنَا فَقَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَاَخَذَنِيْ مَا قَدُمَ وَمَا حَدُثَ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصَّلوٰۃَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ مِنْ اَمْرِہٖ مَا یَشَاءُ وَاِنَّ اللّٰہَ جَلَّ وَعَزَّ قَدْ اَحْدَثَ مِنْ اَمْرِہٖ اَنْ لَّا تَکَلَّمُوْا فِی الصَّلوٰۃِ فَرَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نماز میں سلام کرتے تھے اور حاجت کی باتیں بھی کیا کرتے تھے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب نہ عطا فرمایا۔ مجھے آگے والی اور پیچھے والی باتوں نے لے لیا۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فراغت پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے احکام میں سے جو چاہتا ہے بیان فرماتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا ہے کہ نماز میں کلام نہ کریں، بعد میں میرے سلام کا جواب عطا فرمایا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:260، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:24،ص:464)

790 حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْھَبٍ وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ اَنَّ اللَّیْثَ حَدَّثَھُمْ عَنْ بُکَیْرٍ عَنْ نَّابِلٍ صَاحِبِ الْعَبَاءِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ صُھَیْبٍ اَنَّہٗ قَالَ مَرَرْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُصَلِّی فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَرَدَّ اِشَارَۃً قَالَ وَلَا اَعْلَمُہٗ اِلَّا قَالَ اِشَارَۃً بِاُصْبُعِہٖ وَھٰذَا لَفْظُ حَدِیْثِ قُتَیْبَۃَ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا گزر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارے کے ساتھ جواب عطا فرمایا، فرمایا کہ میں نہیں جانتا مگر انگلی کے اشارے کے ساتھ۔ یہ لفظ حدیث قتیبہ کے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:790)

791 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَیْلِیُّ حَدَّثَنَا زُھَیْرٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَرْسَلَنِیْ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی بَنِی الْمُصْطَلِقِ فَاَتَیْتُہٗ وَھُوَ یُصَلِّی عَلٰی بَعِیْرِہٖ فَکَلَّمْتُہٗ فَقَالَ لِیْ بِیَدِہٖ ھٰکَذَا ثُمَّ کَلَّمْتُہٗ فَقَالَ لِیْ بِیَدِہٖ ھٰکَذَا وَاَنَا اَسْمَعُہٗ یَقْرَاُ وَیُوْمِیْ بِرَاْسِہٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ مَا فَعَلْتَ فِی الَّذِیْ اَرْسَلْتُکَ فَاِنَّہٗ لَمْ یَمْنَعْنِیْ اَنْ اُکَلِّمَکَ اِلَّا اَنِّیْ کُنْتُ اُصَلِّی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق کی جانب روانہ فرمایا۔ میں واپس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر نماز ادا فرما رہے تھے پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کیا اسی طرح پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا۔ اسی طرح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کو سن رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر اقدس سے اشارہ فرما رہے تھے، فرمایا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فراغت پائی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی خاطر میں نے تمہیں روانہ کیا تھا اس کام کا کیا بنا۔ مجھے تم سے کلام کرنے میں کسی چیز نے نہیں روکا مگر یہ کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:258،صحیح مسلم: جز:3،ص:474،مسند ابی عوانہ: جز:1،ص:465،مسند احمد: جز:29،ص:164)

792 حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْخُرَاسَانِيُّ الدَّامِغَانِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا نَافِعٌ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قُبَاءَ يُصَلِّي فِيهِ قَالَ فَجَائَتْهُ الْأَنْصَارُ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي قَالَ فَقُلْتُ لِبِلَالٍ كَيْفَ رَأَيْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِينَ كَانُوا يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي قَالَ يَقُولُ هٰكَذَا وَبَسَطَ كَفَّهُ وَبَسَطَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ كَفَّهُ وَجَعَلَ بَطْنَهُ أَسْفَلَ وَجَعَلَ ظَهْرَهُ إِلَى فَوْقٍ

نافع نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسجد قباء میں رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کی خاطر تشریف لے گئے۔ فرمایا کہ انصار آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا اس حال میں کہ آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ رضی اللہ عنہ نے کیسے ان کے سلام کا جواب عطا فرماتے ہوئے ملاحظہ کیا اس حال میں کہ انہوں نے اس وقت سلام کیا کہ آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس طرح جعفر بن عون نے اپنی ہتھیلی کو اکٹھا کیا اس کی سیدھی جانب کو نیچے کر لیا اور اس کی پشت کو اوپر کر لیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:259،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:17،ص:145)

793 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا غِرَارَ فِي صَلٰوةٍ وَلَا تَسْلِيمٍ قَالَ أَحْمَدُ يَعْنِي فِيمَا أَرَى أَنْ لَا تُسَلِّمَ وَلَا يُسَلَّمَ عَلَيْكَ وَيُغَرِّرُ الرَّجُلُ بِصَلَاتِهِ فَيَنْصَرِفُ وَهُوَ فِيهَا شَاكٌّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز میں نہ تو دھوکہ اور نہ ہی سلام کرنا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نہ تو تم کسی کو سلام کیا کرو اور نہ تمہیں کوئی سلام کرے اور نہ کوئی اپنی نماز میں دھوکہ کرے اس حال میں کہ وہ اس میں شک کرتا ہو۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:260،شرح السنۃ: جز:1،ص:779،شرح مشکل الآثار: جز:4،ص:274)

794 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اُرَاهُ رَفَعَهُ قَالَ لَا غِرَارَ فِیْ تَسْلِيمٍ وَلَا صَلوٰةٍ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ ابْنُ فُضَيْلٍ عَلٰى لَفْظِ ابْنِ مَهْدِيٍّ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نماز میں نہ تو دھوکہ ہے نہ سلام ہے۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو ابن فضیل نے ابن مہدی کے الفاظ میں روایت کیا ہے۔اور اس کو مرفوع نہیں کیا۔

(مسند الصحابة فی الکتب التسعة: جز:6،ص:186،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:261،مستدرک: جز:1،ص:396)

تشریح: دو ابحاث

اس باب میں دو ابحاث ہیں۔

بحث اوّل

نماز میں کلام کرنے کے متعلق مذاہب

تمام علماء اسلام اور آئمہ اربعہ کے نزدیک جان بوجھ کر کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ اس کلام سے نماز کی اصلاح مقصود ہو یا نہ ہو البتہ بھول کر کلام کرنے سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی۔اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے۔(عمدۃ القاری: جز:7،ص:271)

مسئلہ

کلام مفسد نماز ہے عمداً ہو یا خطأ یا سہواً سوتے میں ہو یا بیداری میں اپنی خوشی سے کلام کیا یا کسی نے کلام کرنے پر مجبور کیا یا اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ کلام کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے۔

خطا کے معنیٰ یہ ہیں کہ قرأت وغیرہ اذکار نماز کہنا چاہتا تھا۔غلطی سے زبان سے کوئی بات نکل گئی اور سہو کے یہ معنیٰ ہیں کہ اسے نماز میں ہونا یاد نہ رہا۔(درمختار: جز:2،ص:447)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

کلام میں قلیل و کثیر کا فرق نہیں اور یہ بھی فرق نہیں کہ وہ کلام اصلاح نماز کے لئے ہو یا نہیں مثلاً امام کو بیٹھنا تھا کھڑا ہو گیا۔ مقتدی نے بتانے کو کہا بیٹھ جایا ہوں کہا نماز جاتی رہی۔(فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:98)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

قصداً کلام سے اسی وقت نماز فاسد ہوگی جب بقدر تشہد نہ بیٹھ چکا ہو اور بیٹھ چکا ہے تو نماز پوری ہوگئی البتہ مکروہ تحریمی ہوئی۔ (درمختار: جز:2،ص:446)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

کلام وہی مفسد ہے جس میں اتنی آواز ہو کہ کم از کم وہ خود سن سکے۔ اگر کوئی مانع نہ ہو اور اگر اتنی آواز بھی نہ ہو بلکہ صرف تصحیح حروف ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:98)

بحث ثانی

نماز میں سلام کا جواب دینے کے متعلق مذاہب

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز میں سلام کا جواب اشارہ سے دینا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری: جز:7،ص:269)

علامہ ابن ہمام متوفی 861ھ لکھتے ہیں:

احناف کے نزدیک سلام کا جواب دینے اور مصافحہ کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور نماز میں اشارہ کرنا مکروہ ہے۔

(فتح القدیر: جز:1،ص:358)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے۔ (درمختار: جز:2،ص:497)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کو سلام کیا یا عمداً ہو یا سہواً نماز فاسد ہوگئی اگر چہ بھول کر السلام کہا تھا کہ یاد آیا سلام نہ کرنا چاہئے اور سکوت کیا۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:98)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

زبان سے سلام کا جواب دینا بھی نماز کو فاسد کرتا ہے اور ہاتھ کے اشارے سے دیا تو مکروہ ہوئی۔ سلام کی نیت سے مصافحہ کرنا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ (درمختار: جز:2، ص:450)

☆ **قولہ فاخذنی ماقدم و ماحدث......**

یعنی آپ ﷺ کا میرے سلام کا جواب نہ عطا فرمانے کی وجہ سے میرے دل میں پرانے اور نئے خیالات آنے لگے مطلب یہ کہ میں سوچنے لگا کہ آپ ﷺ فلاں بات کی وجہ سے ناراض ہوں یا فلاں بات کی وجہ سے ناراض ہو گئے ہوں۔

☆ **قولہ فقلت لبلال کیف رایت رسول اللہ ﷺ یرد علیھم...... الخ**

اشارے کے متعلق دو اقوال ہیں۔

ایک قول تو یہ ہے کہ

یہ اشارہ سلام کا جواب دینے کے متعلق تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ اشارہ سلام سے منع کرنے کے لئے تھا کہ نماز میں سلام نہ کرو جس طرح کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ

☆ **قولہ عن صھیب رضی اللہ عنہ**

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ تیر اندازی میں بہت کمال کے مالک تھے روم کے پہلے واحد اسلام لانے والے تھے۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے۔

صہیب بن سنان بن مالک بن عبد عمرو بن عقیل بن عامر بن جندلیہ بن جزیمہ بن کعب بن سعد بن اسلم۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا اصل وطن موصل کے قریب ایک قریہ تھا جو دجلہ کے کنارے واقع تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد اور چچا کسریٰ کی طرف سے ابلہ کے عامل تھے۔ ابھی ان کی عمر صرف چند سال تھی کہ رومی فوجوں نے ابلہ پر چڑھائی کی اور مال غنیمت میں ان کو بھی اٹھا کر لے گئے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ رومیوں میں ہی پرورش پا کر جوان ہوئے۔ بنو کلب نے آپ رضی اللہ عنہ کو خرید کر مکہ پہنچایا اور ان سے عبداللہ بن الجدعان نے خرید کر آپ رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو یہ تحقیق کے ارادے سے

آستانہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ اتفاق سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ بھی اس وقت اسی ارادے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا رہے تھے۔ دونوں ایک ساتھ جا کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے والے پہلے رومی تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ

صہیب (رضی اللہ عنہ) روم کا پہلا پھل ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا تھا اور اس کی وجہ سے بہت مظالم برداشت کیے۔ وہ سب سے آخری مہاجر تھے جب ہجرت کرنے لگے تو قریش نے سخت مزاحمت کی اور کہا تم یہاں مفلس بن کر آئے تھے اب یہاں سے اتنا مال و متاع لے کر جانا چاہتے ہو ہم تم کو نہیں جانے دیں گے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اپنے مال و متاع کے عوض ایمان کا سودا خرید کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابویحیٰ! تمہاری تجارت نفع بخش رہی اور ان کی شان میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ (بقرہ:207)

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بدلہ میں اپنی جانیں فروخت کر دیتے ہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے۔ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ سے نہایت حسن ظن رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت تھی کہ جب تک شوریٰ کسی نتیجہ پر نہ پہنچے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نماز پڑھائیں۔ سو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تین دن خلیفہ رہے۔ 38ھ میں بہتر (72) سال کی عمر میں وفات ہوئی اور بقیع کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔ (اسد الغابہ: جز: 3، ص 30 تا 33)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

امام ابن مردویہ نے حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب میں نے مکہ مکرمہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو مجھ سے قریش نے کہا! اے صہیب (رضی اللہ عنہ)! جب تم ہمارے پاس آئے تھے تو تمہارے پاس کچھ مال نہ تھا اور اب تم یہ سارا مال لے کر جا رہے ہو۔ خدا کی قسم ہرگز نہیں ہو سکتا۔

میں نے ان سے کہا:

یہ بتاؤ کہ اگر میں اپنا سارا مال تم کو دے دوں تو پھر تم مجھے جانے دو گے؟

انہوں نے کہا:

ہاں!

میں نے کہا:

یہ سارا مال لے لو اور مجھے جانے دو۔ جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا:

صہیب (رضی اللہ عنہ) تمہاری تجارت نے نفع پایا۔ (درمنثور: جز: 1، ص: 240)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

عکرمہ سے روایت ہے کہ

یہ آیت (البقرہ: 207) حضرت صہیب بن نسان اور حضرت ابوذر غفاری، جندب بن سکن رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر والوں نے پکڑ لیا تھا۔ وہ ان کی گرفت سے نکل کر بھاگے اور نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے پکڑ لیا وہ فدیہ میں ان کو اپنا مال دے کر ہجرت کے لئے چل پڑے۔ راستہ میں منفذ بن عمیر بن جدعان نے ان کو پکڑ لیا وہ اس کو باقی ماندہ مال دے کر نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

(جامع البیان: جز: 2، ص: 186)

امام ابو القاسم علی بن الحسین بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ

جب حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ جانے لگے تو قریش نے ان کا پیچھا کیا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سواری سے اتر گئے اور اپنی کمان کو سیدھا کر لیا اور کہا: اے قریش کی جماعت تم کو معلوم ہے میں تم سب سے بڑا تیر انداز ہوں اور خدا کی قسم جب تک میرے ترکش میں ایک تیر بھی ہوگا تم مجھ تک نہ پہنچ سکو گے پھر جب تک میرے ہاتھ میں تلوار رہے گی میں تم سے مقابلہ کرتا رہوں گا۔ اب جو چاہو کرو اور اگر تم چاہو تو میں تم کو بتاتا ہوں میرا مال کہاں رکھا ہے بہ شرطیکہ تم میرا راستہ چھوڑ دو۔

انہوں نے کہا:

ہاں۔

سو انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ نے دو بار فرمایا: تمہاری بیع نفع یاب ہوئی اور یہ آیت نازل ہوگئی اور لوگوں میں سے ایک شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے بدلہ میں اپنی جان فروخت کر دیتا ہے۔

(مختصر تاریخ دمشق: جز: 11، ص: 117)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

حضرت صہیب بن سنان اور حضرت عمار بن یاسر اور ان کی والدہ سمیہ اور یاسر اور حضرت بلال و خباب رضی اللہ عنہم مکہ معظمہ سے ہجرت کے ارادہ سے مدینہ طیبہ روانہ ہوئے راستہ میں تھے کہ مشرکین نے آن گھیرا۔ حضرت خباب اور حضرت ابوذر

رضی اللہ عنہما تو بھاگ کر نکل گئے۔ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے دونوں پاؤں دو اونٹوں کے پیروں سے باندھ کر ان کو علیحدہ علیحدہ سمتوں میں ہانک دیا جس سے وہ بھی شہید ہو گئیں۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سو برس کے بڈھے تھے اور نہایت تیر انداز انہوں نے اپنا تیر کمان سنبھالا اور فرمانے لگے اے قریش جب تک میرے تیر ختم نہ ہو جائیں تم میرے پاس نہیں آ سکتے۔ ایک ایک تیر سے کئی کئی آدمیوں کو ہلاک کر دوں گا۔ تیروں کے بعد تلوار کی باری ہے تمہاری جماعت کو کھیت کی طرح کاٹ کر رکھ دوں گا۔ میں بڈھا آدمی ہوں میرے چلے جانے سے تمہارا کوئی نقصان نہیں اور میرے رہنے سے تمہارا کچھ فائدہ نہیں اگر تم مجھے میرے مدنی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جانے دو تو مکہ مکرمہ میں میرا بہت سامان مدفون ہے میں تمہیں اس کا پتہ بتاتا ہوں تم جا کر سب لے لو۔ کفار اس پر راضی ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کا پتہ بتا دیا اور مدینہ پاک آ گئے۔ مدینہ منورہ آ کر سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔

آپ نے فرمایا کہ

اے صہیب (رضی اللہ عنہ) تم بڑے نفع کا بیوپار کر کے آئے۔

صہیب نے پوچھا:

کون سا بیوپار۔ تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

اور ارشاد فرمایا کہ

تم وہاں اپنا مال دے کر کفار سے جان چھڑا رہے تھے اور یہاں یہ آیت اتر رہی تھی جس میں تمہاری تجارت کی تعریف ہے معلوم ہوا کہ یہ آیت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آئی۔ (تفسیر نعیمی: ج:1، ص:338)

امام محمد بن سعد متوفی 230ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہونے کے لئے آ رہے تھے تو قریش کا ایک گروہ آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی سواری سے اتر پڑے اور اپنے ترکش کے تیر نکال کر بکھیر دیئے۔

پھر ارشاد فرمایا:

اے قریش کے گروہ! تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ تیر انداز ہوں، اللہ تعالیٰ کی قسم تم مجھ تک نہیں پہنچ سکو گے حتیٰ کہ میں اپنے ترکش کے سارے تیر مار دوں اور پھر میں مقدور بھر اپنی تلوار سے لڑوں پھر اس کے بعد تم جو چاہو کر و اگر تم چاہو تو میں تمہیں اپنا مال اور خزانہ جو مکہ مکرمہ میں موجود ہے تمہیں بتا دوں اور تم میرا راستہ چھوڑ دو۔

انہوں نے کہا:

ٹھیک ہے جب آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا: سودا نفع بخش ہے

پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ...... الخ (طبقات: ابن سعد: جز:3،ص:228)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ

یہ آیت کریمہ (البقرہ: 207) حضرت صہیب بن سنان، حضرت ابوذر غفاری اور حضرت جندب بن السکن رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ قریش سے بھاگ آئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے تھے۔ جب وہ ہجرت کر کے آئے تھے تو قریش انہیں الظہر ان کے مقام پر ملے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان سے بھاگ کر آگئے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے مگر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر والوں نے پکڑ لیا تھا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا مال فدیہ دیا تھا۔ جب ہجرت کر کے نکلے تو منفذ بن عمر بن جدعان نے ان کو پکڑ لیا بقیہ مال اس نے لے لیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا راستہ چھوڑ دیا۔ (تفسیر طبری: جز:2،ص:387)

امام جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب میں نے مکہ مکرمہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو قریش نے مجھے کہا اے صہیب (رضی اللہ عنہ) تو ہمارے پاس آیا تھا تو تیرے پاس کوئی مال نہیں تھا اور اب تو جا رہا ہے تو تیرے پاس مال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس طرح کبھی نہیں ہوگا۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے ان سے کہا اگر تم میرا مال لینا چاہتے ہو تو لے لو اور میرا راستہ چھوڑ دو۔

انہوں نے کہا:

ٹھیک ہے میں نے اپنا مال انہیں دے دیا اور انہوں نے میرا راستہ چھوڑ دیا میں چل پڑا اور مدینہ منورہ پہنچ گیا جب میرے اس سودے کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا: صہیب کو اس سودے میں نفع ہوا۔

(تفسیر ابن کثیر: جز:1،ص:619)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی 571ھ لکھتے ہیں:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں چکر لگائے۔ وہ نماز میں آئے پھر واپس چلے گئے۔

ارشاد فرمایا:

ہائے صہیب! میرے لیے صہیب (رضی اللہ عنہ) نہیں ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے دو یا تین بار حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی کہ میں نے اس کو نماز پڑھتے ہوئے پایا ہے اور میں نے اس کی نماز کو توڑنا پسند نہیں کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم نے اچھا کیا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس رات چل پڑے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نکلے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ ام رومان کے پاس گئے۔

ام رومان نے کہا:

تجھے یہاں کیوں دیکھ رہی ہوں تیرے دونوں بھائی چلے گئے ہیں اور تیرے لیے کچھ زادراہ چھوڑ گئے ہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نکلا حتیٰ کہ میں اپنی بیوی کے پاس گیا اپنی تلوار، اپنا ترکش اور اپنی کمان لی حتیٰ کہ میں مدینہ طیبہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بیٹھے ہوئے پایا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور مجھے میرے بارے میں اس آیت کے نزول کی خوشخبری سنائی اور پھر میرا ہاتھ پکڑا۔ میں نے کچھ ملامت کا اظہار کیا انہوں نے عذر پیش کیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ نے نفع کی خوشخبری سنائی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے ابو یحییٰ! تیرا سودا نفع بخش ہے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: جز:24،ص:228)

مزید راقم ہیں۔

حضرت مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ رومیوں سے بھاگ کر آئے تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بہت مال تھا آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں آئے تو عبداللہ بن جدعان سے آپ رضی اللہ عنہ کا معاہدہ ہوا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو حلف دیا۔ رومیوں نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو نینوی سے پکڑ لیا۔ پھر جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں پہنچ گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو قریش نے کہا:

اس کو اہل اور مال نہیں ملے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مال ان کو دے دیا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سودا نفع بخش ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ط

آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ تھے۔ (تاریخ مدینہ دمشق: ج:24، ص:230)

امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشا پوری متوفی 405ھ لکھتے ہیں:

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو میں نے بھی نکلنے کا ارادہ کیا قریش کے چند نوجوانوں نے مجھے روک لیا۔ پھر میں نکلا تو میرے کچھ سفر طے کرنے کے بعد کچھ لوگ ملے تاکہ وہ مجھے واپس مکہ مکرمہ کی طرف لوٹا دیں۔

میں نے ان کو کہا کہ

دروازہ کی دہلیز کے نیچے زمین کھودو اس کے نیچے سونے کے اوراق مدفون ہیں۔ میں پھر نکلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں قبا میں پہنچ گیا۔ ابھی آپ قبا سے مدینہ منورہ واپس نہیں آئے تھے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو ارشاد فرمایا:

اے ابو یحییٰ! تیرا سودا نفع بخش ہے پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

(وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ط) (مستدرک: رقم الحدیث: 5706)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ فِی الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں چھینکنے والے کو جواب

یہ باب نماز میں چھینکنے والے کو جواب دینے کے حکم کے متعلق ہے۔

795 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى ح و حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِی شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الْمَعْنٰى عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ حَدَّثَنِی يَحْيَى بْنُ اَبِی كَثِيرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ اَبِی مَيْمُونَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِیِّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِی الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَاثُكْلَ اُمِّيَاهُ مَا شَاْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَیَّ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِاَيْدِيهِمْ عَلٰى اَفْخَاذِهِمْ فَعَرَفْتُ اَنَّهُمْ

يُصَمِّتُونِي فَقَالَ عُثْمَانُ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُسَكِّتُونِي لَكِنِّي سَكَتُّ قَالَ فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبِي وَأُمِّي مَا ضَرَبَنِي وَلَا كَهَرَنِي وَلَا سَبَّنِي ثُمَّ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَحِلُّ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ هٰذَا إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَائَةُ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا قَوْمٌ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَقَدْ جَائَنَا اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ وَمِنَّا رِجَالٌ يَأْتُونَ الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَأْتِهِمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُونَ قَالَ ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُونَهُ فِي صُدُورِهِمْ فَلَا يَصُدُّهُمْ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ قَالَ قُلْتُ جَارِيَةٌ لِي كَانَتْ تَرْعَى غُنَيْمَاتٍ قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَّانِيَّةِ إِذِ اطَّلَعْتُ عَلَيْهَا اطِّلَاعَةً فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِنْهَا وَأَنَا مِنْ بَنِي آدَمَ آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ لَكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً فَعَظُمَ ذَاكَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَفَلَا أُعْتِقُهَا قَالَ ائْتِنِي بِهَا قَالَ فَجِئْتُهُ بِهَا فَقَالَ أَيْنَ اللّٰهُ قَالَتْ فِي السَّمَاءِ قَالَ مَنْ أَنَا قَالَتْ أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھی تو لوگوں میں سے ایک شخص کو چھینک آ گئی تو میں نے کہا یرحمك الله۔ لوگ مجھے آنکھوں سے غصہ سے دیکھنے لگ گئے۔ میں نے کہا میری والدہ مجھے روئے اصل بات کیا ہے تم میری طرف دیکھ رہے ہو۔ انہوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا میں جان گیا کہ وہ مجھے چپ ہونے کے لئے کہہ رہے ہیں جب میں نے ان کو دیکھا کہ وہ مجھے چپ ہونے کے لئے اس طرح کر رہے ہیں تو میں چپ ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فراغت پائی، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو مجھے مارا اور نہ ہی ڈانٹا نہ ہی برا بھلا کہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نماز میں لوگوں سے کلام کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے اندر تسبیح اور تکبیر اور قرآن مجید کی قرأت کرنا ہوتی ہے یا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو وہ لوگ ہیں کہ ہم سے جاہلیت کا عہد زیادہ دور نہیں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام نوازا اور ہم سے بعض لوگ تو کاہنوں کے پاس بھی جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آپ ان کے پاس نہ جانا۔ میں نے عرض کیا ہم سے کچھ لوگ شگون لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ان کے دلوں نے گھڑ لیا ہے تم کو کچھ نہ منع کرے۔ میں نے عرض کیا ہم میں سے کچھ خطوط کھینچا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے انبیاء (علیہم السلام) میں سے ایک نبی نے خط کھینچا تھا پس جو اس خط کے موافق ہو تو وہ ٹھیک ہے۔ میں نے عرض کیا میرے پاس ایک لونڈی ہے

جو احد اور جوانیہ کی طرف بکریاں چراتی ہے جب میں ان کے پاس گیا تو اطلاع ملی کہ بھیڑیئے نے ان میں سے تحقیق بکری اٹھالی ہے میں بنی آدم میں سے ہوں مجھے افسوس ہوا کہ جس طرح دوسروں کو افسوس ہوتا ہے میں نے اس کو مارا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ پر شاق گزری۔ میں نے عرض کیا کہ کیا میں اس کو چھوڑ دوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کو میرے پاس لے آؤ تو میں اس کو لے کر آپ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے (اس کو) ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ کہاں ہے؟ اس نے کہا! آسمان میں، آپ ﷺ نے (پھر) ارشاد فرمایا! میں کون ہوں، اس نے کہا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو آزاد کر دو کیونکہ یہ مومنہ ہے۔

(معجم الکبیر: ج:9،ص:402،شرح السنۃ: ج:1،ص:179، مسند ابی عوانۃ: ج:1،ص:466، مسند احمد: ج:48،ص:281)

796 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ النَّسَائِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمْتُ أُمُورًا مِنْ أُمُورِ الْإِسْلَامِ فَكَانَ فِيمَا عَلِمْتُ أَنْ قَالَ لِي إِذَا عَطَسْتَ فَاحْمَدِ اللَّهَ وَإِذَا عَطَسَ الْعَاطِسُ فَحَمِدَ اللَّهَ فَقُلْ يَرْحَمُكَ اللَّهُ قَالَ فَبَيْنَمَا أَنَا قَائِمٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ فَحَمِدَ اللَّهَ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ رَافِعًا بِهَا صَوْتِي فَرَمَانِي النَّاسُ بِأَبْصَارِهِمْ حَتَّى احْتَمَلَنِي ذٰلِكَ فَقُلْتُ مَا لَكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ بِأَعْيُنٍ شُزْرٍ قَالَ فَسَبَّحُوا فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ قِيلَ هٰذَا الْأَعْرَابِيُّ فَدَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي إِنَّمَا الصَّلٰوةُ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللَّهِ جَلَّ وَعَزَّ فَإِذَا كُنْتَ فِيهَا فَلْيَكُنْ ذٰلِكَ شَأْنُكَ فَمَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَطُّ أَرْفَقَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا تو میں نے امور اسلام کے متعلق کچھ امور سیکھے ان میں سے ایک امر یہ سیکھا کہ جب چھینک آئے تو الحمد للہ کہنا اور دوسرے کو چھینک آئے تو وہ الحمد للہ کہے تو تم یرحمک اللہ کہنا۔ فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نماز پڑھ رہا تھا کسی شخص کو چھینک آئی تو اس نے الحمد للہ کہا تو میں نے بلند آواز سے یرحمک اللہ کہا لوگوں نے مجھے غصہ سے دیکھنا شروع کر دیا حتی کہ مجھے اس سے ناگواری ہوئی میں نے عرض کیا تمہیں کیا ہوا ہے کہ مجھے کنکھیوں سے یوں دیکھتے ہو۔ فرمایا کہ انہوں نے تسبیح کی۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز مکمل فرما چکے تو آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: باتیں کرنے والا کون تھا۔ کہا گیا کہ یہ اعرابی ہے تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلا کر مجھے ارشاد فرمایا: بے شک نماز قرآن مجید کی قرأت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے واسطے ہے۔ پس جب تم اس میں (نماز) ہو تو تم کو یہی کام کرنا چاہئے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کبھی بھی کسی کو نرمی سے سکھانے والا نہ دیکھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 249، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 50، ص: 207)

تشریح: چھینک کے متعلق چند ابحاث

چھینک کے متعلق چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں۔

بحث اوّل

چھینک کا معنیٰ

علامہ بدر الدین محمود بن عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

تشمیت باب تفعیل سے ہے اور تفعیل کا ایک خاصہ ہے سلب ماخذ جلدت البعیر کا معنیٰ ہے میں نے اونٹ کی کھال اتار دی، اسی نہج پر تشمیت کا معنیٰ ہے دشمنوں کی شماتت کو زائل کرنا اس لیے چھینک لینے والے کو جواب میں جو دعائیہ کلمات کہے جاتے ہیں ان کو تشمیت کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری: جز: 22، ص: 225)

بحث ثانی

نماز میں چھینک کے جواب کے متعلق مذاہب

جمہور کے نزدیک نماز میں چھینک کا جواب دینا مفسد صلوٰۃ ہے کیونکہ اس میں تخاطب ہے یرحمك الله میں کاف خطاب ہے اور نماز میں خطاب و کلام ناجائز ہے۔ مالکیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مفسد صلوٰۃ نہیں۔

بحث ثالث

نماز میں چھینک آنے پر الحمد للہ کہنا اور اس کے جواب دینے کے متعلق مسائل

نماز میں چھینک آنے پر الحمد للہ کہنا اور اس کے جواب دینے کے متعلق فقہاء کرام کے اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

علامہ ہمام شیخ نظام متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

نماز میں چھینک آئے تو سکوت کرے اور الحمد للہ کہہ لیا تو بھی نماز میں حرج نہیں اور اگر اس وقت حمد نہ کی تو فارغ ہو کر کہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز: 1، ص: 98)

مزید رقم ہیں۔

نماز میں چھینک آئی کسی دوسرے نے یرحمك اللہ کہا اور اس نے جواب میں کہا ''آمین'' نماز فاسد ہوگئی۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1 ص:98)

مزید راقم ہیں۔

کسی کو چھینک آئی اس کے جواب میں نمازی نے یرحمك اللہ کہا تو نماز فاسد ہوگئی اور خود اسی کو چھینک آئی اور خود کو مخاطب کر کے یرحمك اللہ کہا تو نماز فاسد نہ ہوئی اور کسی اور کو چھینک آئی تو اس مصلی نے الحمد للہ کہا نماز نہ گئی اور جواب کی نیت سے کہا تو جاتی رہی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1 ص:98)

بحث رابع

چھینک آنے کے اور جواب دینے کے الفاظ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن ابطال اور بعض دوسرے علماء نے ایک جماعت سے یہ نقل کیا ہے کہ

چھینک لینے والا صرف الحمد للہ کہے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ

الحمد للہ علی کل حال کہے۔ کیونکہ امام بزار اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح تعلیم دی ہے۔

امام طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مرفوعاً روایت کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

اور بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہے کیونکہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الادب المفرد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جس شخص نے چھینک کے بعد یہ کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ علی کل حال اس شخص کی داڑھ اور کان میں کبھی درد نہیں ہوگا۔

اس حدیث مبارکہ کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث مبارکہ اگرچہ موقوف ہے لیکن یہ بات قیاس سے نہیں کہی جاسکتی اس لیے یہ حکماً مرفوع ہے۔

اور بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ

حمد کے ساتھ جس قدر کلمات ثناء کا اضافہ کیا جائے وہ مستحسن ہے کیونکہ طبری نے ایک معتبر سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یرحمك الله ۔ اور ایک دوسرے شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا "الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه" تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کو اس شخص پر انیس درجہ فضیلت حاصل ہے۔ (عمدۃ القاری: جز:22،ص:225)

مزید راقم ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے وہ کہے الحمد للہ اور اس کا بھائی یا ساتھی کہے یرحمك الله اور جب یہ یرحمك الله کہے تو وہ کہے "يهديكم الله ويصلح بالكم" اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت دے اور تمہاری اصلاح کرے۔

علامہ ابن بطال نے یہ کہا ہے کہ

ایک قوم کا مذہب یہی ہے انہوں نے کہا جواب میں صرف یرحمك الله کہے اور علامہ طبری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

یوں کہے "يرحمنا الله واياكم ويغفر الله لنا ولكم" اللہ تعالیٰ تم پر اور ہم پر رحم فرمائے اور ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ (عمدۃ القاری: جز:22،ص:226)

بحث خامس

نماز کے علاوہ چھینک کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امت کا اس پر اجماع ہے کہ چھینک کا جواب دینا مشروع ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ واجب ہے یا نہیں۔

غیر مقلدین اور ابن مریم مالکی نے کہا ہے کہ

جو بھی چھینک لینے والے کو (الحمد للہ کہتے ہوئے) سنے اس پر جواب دینا واجب ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ان کے اصحاب اور دوسرے علماء کرام نے یہ کہا کہ

یہ سنت اور مستحب ہے واجب نہیں ہے اور وہ اس حدیث مبارکہ کو ندب اور ادب پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ رسول

اللہ ﷺ نے ارشاد یہ فرمایا: ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ سات دن میں غسل کرے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

چھینک کے بعد الحمد للہ کہنے اور اس کے جواب کی کیفیت میں علماء کرام کا اختلاف ہے اور اس میں آثار مختلف ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ علی کل حال کہے۔

علامہ ابن جریر نے کہا:

اس کو ان تمام کلمات میں اختیار ہے اور یہی صحیح ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اس کو الحمد للہ کہن کا حکم ہے۔

اور جواب کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ

یرحمك الله کہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

الحمد لله یرحمك الله کہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

یرحمنا الله وایاکم کہے۔

اور جواب دینے والے کو پھر چھینک لینے والا کیا کہے اس میں بھی اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

یهدیکم الله ویصلح بالکم کہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

یغفر الله لنا ولکم کہے۔

امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے کہا:

اس کو دونوں کلمات میں اختیار ہے اور یہی صحیح ہے۔

اگر کسی شخص کو بار بار چھینکیں آئیں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

تین بار جواب دینے کے بعد خاموش ہو جائے۔ نیز حدیث مبارکہ میں یہ تصریح ہے کہ جب چھینک لینے والا الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب نہ دیا جائے۔ اس لیے جب کوئی شخص الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب دینا مکروہ ہے۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

چھینک لینے والے کو الحمد للہ کہنے کا اس لیے حکم دیا ہے کہ کیونکہ چھینک کے سبب دماغ سے جو بخارات نکلتے ہیں اس سے انسان کو فرصت حاصل ہوتی ہے تو اس نعمت پر اس کو شکر ادا کرنے کا حکم ہے۔(شرح للنووی: جز:2،ص412 تا413)

بحث سادس

چھینک کے متعلق مسائل

چھینک کا جواب دینا واجب ہے مگر بعض مقامات ایسے ہیں جہاں پر جواب دینا منع ہے جس طرح کہ خطبہ کے وقت چھینک کا جواب دینا منع ہے۔اس بحث میں چند مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر:1

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

چھینک کا جواب دینا واجب ہے جبکہ چھینکنے والا الحمد للہ کہے اور اس کا جواب بھی فوراً دینا اور اس طرح جواب دینا کہ وہ سن لے واجب ہے جس طرح سلام کے جواب میں یہاں بھی ہے۔(درمختار: جز:9،ص:683)

مسئلہ نمبر:2

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

چھینک کا جواب ایک مرتبہ واجب ہے دوبارہ چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو دوبارہ جواب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔(فتاویٰ ہندیہ: جز:5،ص:326)

مسئلہ نمبر:3

علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری متوفی 827ھ لکھتے ہیں:

جب اس نے الحمد للہ کہا تو سننے والے پر اس کا جواب دینا واجب ہو گیا اور حمد نہ کرے تو جواب نہیں۔ایک مجلس میں کئی مرتبہ کسی کو چھینک آئی تو صرف تین بار تک جواب دینا ہے اس کے بعد اس کو اختیار ہے کہ جواب دے یا نہ دے۔

(البزازیہ: جز:6،ص:355)

مسئلہ نمبر:4

قاضی حسن بن منصور بن محمود اوز جندی متوفی 592ھ لکھتے ہیں:

خطبہ کے وقت کسی کو چھینک آئی تو سننے والا اس کو جواب نہ دے۔(فتاویٰ خانیہ: جز:2،ص:377)

مسئلہ نمبر:5

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

عورت کو چھینک آئی اگر وہ بوڑھی ہے تو مرد اس کا جواب دے اگر جوان ہے تو اس طرح جواب دے کہ وہ نہ سنے۔ مرد کو چھینک آئی اور عورت نے جواب دیا اگر جوان ہے تو مرد اس کا جواب اپنے دل میں دے اور بوڑھی ہے تو زور سے جواب دے سکتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:5،ص:326)

مسئلہ نمبر:6

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

کافر کو چھینک آئی اور اس نے الحمدللہ کہا تو جواب میں یهدیك الله کہا جائے۔

(ردالمحتار: ج:9،ص:684)

مسئلہ نمبر:7

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

چھینک کا جواب بعض حاضرین نے دے دیا تو سب کی طرف سے ہوگیا اور بہتر یہ ہے کہ سب حاضرین جواب دیں۔

(ردالمحتار: ج:9،ص:684)

مسئلہ نمبر:8

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

دیوار کے پیچھے کسی کو چھینک آئی اور اس نے الحمدللہ کہا تو سننے والا اس کا جواب دے۔ (ردالمحتار: ج:2،ص:684)

مسئلہ نمبر:9

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

چھینک کے وقت سر جھکا لے اور منہ چھپالے اور آواز کو پست کرے۔ چھینک کی آواز بلند کرنا حماقت ہے۔

(ردالمحتار: ج:9،ص:684)

مسئلہ نمبر:10

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

حدیث مبارکہ میں ہے کہ بات کے وقت چھینک آجانا شاہد عدل ہے۔ (ردالمحتار: ج:9،ص:684)

مسئلہ نمبر:11

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

چھینکنے والے سے پہلے ہی سننے والے نے الحمد للہ کہا تو ایک حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ یہ شخص دانتوں اور کانوں کے درد اور بدہضمی سے محفوظ رہے گا اور ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ کمر کے درد سے محفوظ رہے گا۔ (ردالمختار: ج:9،ص:684)

مسئلہ نمبر:12

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

جس کو چھینک آئے وہ یہ کہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یا الحمد للہ علی کل حال" اور اس کے جواب میں دوسرا شخص یوں کہے یرحمک اللہ پھر چھینکنے والا یہ کہے "یغفر اللہ لنا ولکم" یا یہ کہے "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" اس کے سوا دوسری بات نہ کہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: ج:5،ص:326)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک چھینک لینے والے کو جواب دینا ہے۔

حدیث مبارکہ میں امر کا لفظ بظاہر وجوب پر دلالت کرتا ہے اسی طرح اس باب کی دوسری احادیث مبارکہ بھی بظاہر چھینک کے جواب کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔ ابن المزین مالکی اور بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) بھی وجوب کے قائل ہیں اور بعض نے کہا یہ فرض عین ہے اور مذاہب اربعہ کے جمہور علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے اور جب بعض لوگ جواب دے دیں تو باقی بعض سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور عبدالوہاب اور بعض مالکی علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ مستحب ہے۔

چھینک کا جواب دینے سے حسب ذیل لوگ مستثنیٰ ہیں۔

1- جو شخص چھینک کے جواب میں الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب نہیں دیا جائے گا کیونکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص چھینک کے جواب میں الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب مت دو۔

2- کافر کو چھینک کا جواب نہیں دیا جائے گا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہود چھینک لیتے تا کہ آپ ان کے لئے یرحمك الله فرمائیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے

"يهديكم الله و يصلح بالكم"

3-جس شخص کو زکام ہو اور وہ بار بار چھینکیں لے اس کو بھی جواب نہیں دیا جائے گا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے الادب المفرد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ایک، دو اور تین بار چھینک کا جواب دو، اس کے بعد بھی اگر چھینک آئے تو اس شخص کو زکام ہے۔

4-جو شخص چھینک کے جواب کو مکروہ سمجھتا ہو اس کو چھینک کا جواب نہ دیا جائے اگر یہ کہا جائے کہ کسی کے مکروہ سمجھنے کی وجہ سے سنت کو کس طرح ترک کیا جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چھینک کا جواب اس کے لئے سنت ہے جو اس کو پسند کرتا ہو اور جو اس کو مکروہ سمجھتا ہو اس کے لئے یہ سنت نہیں ہے۔ یہ قاعدہ سلام اور عیادت میں بھی جاری ہے۔

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ

جس شخص کو سلام کرنے سے ضرر کا خوف ہو یا جس کو چھینک کا جواب دینے سے ضرر کا خدشہ ہو اس کو سلام کرے نہ چھینک کا جواب دے۔

میں کہتا ہوں کہ

سلاطین مصر کے پاس جو لوگ جاتے تھے وہ ان کو اسی وجہ سے سلام نہیں کرتے تھے۔

5-خطبہ کے وقت چھینک کا جواب نہ دیا جائے کیونکہ اس وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

6-مجامعت کے وقت اور بیت الخلاء میں اگر چھینک آئے تو الحمد للہ کہنے کو مؤخر کردے پھر اگر بعد میں کوئی اس سے الحمد للہ سنے تو وہ جواب دے سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری: ج: 22،ص: 226)

بحث سابع

چھینک آنا اللہ تعالیٰ کی نعمت

چھینک آنا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کیونکہ جسم کے اندر سے بخارات دماغ کی طرف چڑھتے ہیں جس سے سر کے مسامات بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے بعض اوقات سر میں درد ہو جاتا ہے چھینک آنے سے سر کے مسامات کھل جاتے ہیں اور بخارات نکل جاتے ہیں اور دماغ کو راحت ملتی ہے لہٰذا بندے کو چاہئے کہ وہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ الحمد للہ کہے اور اس کے بھائی کو یرحمك الله کہنا چاہئے اور جب وہ یرحمك الله کہے تو چھینک والے کو يهديكم الله ويصلح بالكم کہنا چاہئے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6224)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کو چھینک آئے یا ڈکار آئے تو وہ کہے "**الحمد علی کل حال من الاحوال**" تو اس سے ستر بیماریوں کو دور کردیا جاتا ہے ان میں سب سے کم درجہ کی بیماری جذام ہے۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 25542)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو فرشتے کہتے ہیں **رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** اور اگر وہ **رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں **رحمك الله**۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 12284)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سچی بات وہ ہے کہ اس وقت چھینک آجائے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 3360)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب کوئی بات کی جائے اور چھینک آجائے تو وہ حق ہے۔ (نوادر الاصول فی احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم: ج: 3، ص: 5)

☆ **قولہ فقلت و اثکل امیاہ**

ثکل کے معنیٰ ہیں عورت کے بچہ کا مرجانا جس پر افسوس کا ہونا ظاہر ہے اور لفظ "وا" یہ ندا کے لئے ہے اور "امیاہ" میں ام کی اضافت یاء متکلم کی جانب ہو رہی ہے اور الف یہ ندا کے لیے ہے اور "ہ" سکتہ کے لئے ہے۔

☆ **قولہ فلما رایتھم یسکتوننی لکنی سکت**

یہاں پر جزاء شرط محذوف ہے اور اس جزاء محذوف ہی پر یہ استدراک جس کو لکنی سے بیان کیا جارہا ہے اور وہ جزاء محذوف غضبیت ہے یعنی جب میں نے ان کو دیکھا کہ مجھے خاموش کرنا چاہ رہے ہیں تو مجھے بڑا غصہ آیا اس لیے کہ ایک تو مجھے غصے سے گھور رہے ہیں اور مجھ پر زیادتی کررہے ہیں دوسرا یہ کہ میرے اظہار افسوس پر مجھے خاموش بھی کرنا چاہ رہے ہیں مگر میں خاموش ہوگیا۔

☆ قولہ انا قوم حدیث عہد بجاھلیۃ

یعنی ہم لوگ نئے مسلمان ہوئے ہیں ابھی قریب میں جاہلیت اور کفر کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

☆ قولہ ان ھذہ الصلوٰۃ لایحل فیھا شیی من کلام الناس

اس قول سے احناف کا موقف ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں کلام کرنا مفسد صلوٰۃ ہے۔

جس طرح کہ فرمایا گیا کہ

کلام مفسد نماز ہے عمداً ہو خطأ یا سہواً، سوتے میں ہو یا بیداری میں اپنی خوشی سے کلام کیا یا کسی نے کلام کرنے پر مجبور کیا یا اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ کلام کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے۔

خطا کے معنیٰ یہ ہیں کہ قرأت وغیرہ اذکار نماز کہنا چاہتا تھا غلطی سے زبان سے کوئی بات نکل گئی اور سہو کے یہ معنیٰ ہیں کہ اس کو اپنا نماز میں ہونا یاد نہ رہا۔ (درمختار: جز:2،ص:247)

کلام میں قلیل و کثیر کا فرق نہیں اور یہ بھی فرق نہیں کہ وہ کلام اصلاح نماز کے لئے ہو یا نہیں۔ مثلاً امام کو بیٹھنا تھا کھڑا ہو گیا۔ مقتدی نے بتانے کو کہا بیٹھ جایا ہوں کہا نماز جاتی رہی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:98)

☆ قولہ قلت و منا رجال یتطیرون

عرض کیا کہ ہم میں سے بعض لوگ بدشگون لیا کرتے ہیں۔

بدشگونی کی تحقیق

بدشگونی کفار کا طریقہ تھا، جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ آئے تو یہود نے اس کو بدشگونی کہا۔

اور انہوں نے کہا:

ان کے آنے سے چیزیں مہنگی ہو گئیں اور بارشیں کم ہو گئیں، عرب بدفالی اور بدشگونی کو طائر، تطیر اور طیرہ کہتے تھے۔ وہ طائر (پرندہ) سے فال نکالتے اور فال نکالنے کے لئے پرندہ کو اڑاتے پھر اگر پرندہ دائیں جانب سے آتا تو اس کو نیک شگون قرار دیتے اور اگر وہ بائیں جانب سے آتا تو اس کو بدشگون قرار دیتے اس کے بعد مطلقاً بدشگونی کے لئے طائر اور تطیر کا لفظ استعمال ہونے لگا۔ (تفسیر کبیر: جز:5،ص:344)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کسی چیز سے بدفال نہیں نکالتے تھے۔ آپ ﷺ جب کسی عامل کو بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے اگر آپ ﷺ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ ﷺ خوش ہوتے اور آپ ﷺ کے چہرے پر بشاشت دکھائی دیتی اور اگر آپ ﷺ کو اس کا نام

ناپسند ہوتا تو آپ ﷺ کے چہرے پر ناپسندیدگی دکھائی دیتی اور جب آپ ﷺ کسی بستی میں داخل ہوتے تو آپ ﷺ اس کا نام پوچھتے اگر آپ ﷺ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ ﷺ خوش ہوتے اور آپ ﷺ کے چہرے پر بشاشت دکھائی دیتی اور اگر آپ ﷺ کو اس کا نام ناپسند ہوتا تو آپ ﷺ کے چہرے پر ناپسندیدگی دکھائی دیتی۔ (جامع الاصول: رقم الحدیث: 5799)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا:

بدشگونی شرک ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم میں سے ہر شخص کو بدشگونی عارض ہوتی ہے اور اس کے دل میں اس سے سخت ناپسندیدگی آتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ پر توکل اس کو زائل کر دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 1620)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کوئی مرض متعدی ہوتا ہے نہ کوئی بدشگونی ہے اور مجھے کوئی فال پسند ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا:

فال کیا چیز ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اچھی بات، نیک بات۔ (صحیح بخاری: رقم الحدیث: 5754)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کوئی مرض نہ تو متعدی ہوتا ہے نہ کوئی بدشگونی ہے۔ تین چیزوں میں نحوست ہوتی ہے، گھوڑے میں، عورت میں اور مکان میں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2225)

حضرت رویفع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص بدشگونی کی وجہ سے اپنی مہم پر نہیں گیا وہ شرک میں آلودہ ہو گیا۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 3046)

اسماعیل بن امیہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تین چیزیں انسان کو عاجز نہیں کر سکتیں بدفالی، بدگمانی اور حسد۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بدشگونی سے تم کو یہ چیز نجات دے گی کہ تم اس پر عمل نہ کرو اور بدگمانی سے تمہیں یہ چیز نجات دے گی کہ تم اس کے متعلق کسی سے بات نہ کرو اور حسد سے تمہیں یہ چیز نجات دے گی کہ تم اپنے بھائی میں برائی نہ ڈھونڈو۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 19504)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

تطیر (بدشگونی) کی اصل وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین طیر (پرندہ) پر اعتماد کرتے تھے جب ان میں سے کوئی شخص کسی کام کے لئے نکلتا تو وہ پرندہ کی طرف دیکھتا اگر وہ پرندہ دائیں طرف اڑتا تو وہ اس سے نیک شگون لیتا اور اپنے کام پر روانہ ہو جاتا اور اگر وہ پرندہ بائیں جانب اڑتا تو وہ اس سے بدشگونی نکالتا اور لوٹ آتا بعض اوقات وہ کسی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے خود پرندہ کو اڑاتے تھے پھر جس جانب وہ اڑتا تھا تو اس پر اعتماد کر کے اس کے مطابق مہم پر روانہ ہوتے یا نہ ہوتے۔ جب شریعت آ گئی تو اس نے ان کو اس طریقہ سے روک دیا چونکہ مشرکین بدفال اور بدشگون پر اعتماد کرتے تھے تو مسلمانوں میں بھی اس کے اثرات آ گئے۔ اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزوں سے کوئی شخص خالی نہیں ہوتا۔ بدشگونی، بدگوئی اور حسد، پس جب بدشگونی نکلے تو تم واپس نہ ہونا اور جب تم حسد کرو تو اس کو طلب نہ کرنا اور جب تم بدگمانی کرو تو اس کی تحقیق نہ کرنا اور تم اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو۔ اس حدیث مبارکہ کو امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جس کو امام بیہقی اور امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کاہن کے پاس گیا یا جس نے تیر سے فال نکالی یا جو شخص بدشگونی کی وجہ سے سفر سے واپس آ گیا وہ بلند درجات کو نہیں پا سکتا۔ نیز امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بدشگونی نکالنا شرک ہے۔ آپ نے اس کو شرک اس لیے قرار دیا کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ شگون اور فال کی وجہ سے کوئی نفع حاصل ہوتا یا کوئی ضرر دور ہوتا ہے گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شگون کو شریک کر لیا اور جس نے بدشگونی کی پرواہ نہیں کی اور سفر پر روانہ ہو گیا تو اس پر اس بدشگونی کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی مالکی متوفی 656ھ لکھتے ہیں:

بدشگونی یہ ہے کہ انسان کوئی بات سنتا ہے یا کوئی چیز دیکھتا ہے اور اس سے اس کو یہ خوف ہوتا ہے کہ جس چیز کو اس نے

حاصل کرنے کا قصد کیا ہے وہ حاصل نہیں ہوسکے گی اور فال اس کی ضد ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کوئی بات سنے یا کوئی چیز دیکھے تو پھر یہ امید رکھے کہ جس چیز کو اس نے حاصل کرنے کا قصد کیا ہے وہ حاصل ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور سب سے اچھی چیز فال ہے۔

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ بدشگون نہیں لیتے تھے لیکن آپ ﷺ (نیک) فال نکالتے تھے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے اہل قبیلہ بنی سہم کے ستر افراد کے ساتھ نبی کریم ﷺ کو گرفتار کرنے کے لئے پہنچے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم کون ہو؟

انہوں نے کہا:

بریدہ (رضی اللہ عنہ)

تب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ کر ارشاد فرمایا:

ہمارا معاملہ ٹھنڈا اور اچھا ہو گیا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کن لوگوں سے ہو؟

میں نے کہا: اسلم سے۔

آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

ہم سلامتی سے رہیں گے۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کس قبیلہ سے ہو؟

میں نے کہا: بنو سہم سے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارا حصہ نکل آیا۔ (الاستیعاب علی ہامش الاصابہ: جز:1، ص:174)

آپ ﷺ فال کو اس لیے پسند فرماتے تھے کہ نیک فال سے انشراح نفس ہو جاتا ہے اور انسان کو جب یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کی حاجت پوری ہو جائے گی اور اس کی امید بر آئے گی اور وہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہ حسن ظن رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہ فرمایا ہے کہ میں بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں اور آپ بدشگونی کو اس لیے ناپسند فرماتے تھے کہ یہ مشرکین کا عمل ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی ہوتی ہے جیسا کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: بدشگونی شرک ہے اور جو شخص بدشگونی کرے وہ ہم میں سے نہیں سوا اس شخص کے جو

بدشگونی کے باوجود اپنی مہم پر روانہ ہو جائے اور بدشگونی کی بالکل پرواہ نہ کرے البتہ انسان اس پر قادر نہیں ہے کہ اس کے دل میں بدشگونی کا بالکل خیال نہ آئے یہی وجہ ہے کہ جب حضرت معاویہ بن الحکم نے عرض کیا کہ ہم میں سے بعض لوگ بدشگونی کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جو ان کے دلوں میں کھٹکتی ہے تو وہ اس کے درپے نہ ہوں اور بعض روایات میں ہے اس سے ان کو ضرر نہیں ہوگا لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کرے تو بدشگونی جاتی رہتی ہے اسی لیے آپ نے فرمایا جب تم بدشگونی نکالو تو اپنی مہم پر روانہ ہو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ (الکامل ابن عدی: جز:4،ص:1523)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی متوفی 743ھ لکھتے ہیں:

(نیک) فال نکالنے کی رخصت ہے اور تطیر (بدشگونی) منع ہے۔ اگر کوئی انسان کسی چیز کو دیکھے اور وہ اس کو اچھی لگے اور وہ اس کو اپنی حاجت یا مہم پر جانے کے لئے ابھارے تو وہ اس پر عمل کرے اور اگر وہ کوئی ایسی چیز دیکھے جس کو منحوس شمار کیا جاتا ہو اور وہ اس کو اس کی مہم پر جانے سے منع کرے تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ وہ اپنی مہم پر اور اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے روانہ ہو جائے اور اگر اس نے اس بدشگونی کو قبول کر لیا اور اپنی مہم پر روانہ نہیں ہوا تو یہ طیرہ (بدشگونی) ہے۔

(الکاشف عن حقائق السنن: جز:8،ص313 تا314)

سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی میں ہے کہ الطیر ۃ (بدشگونی لینا) شرک ہے آپ نے اس کو اس لیے شرک فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین جن چیزوں کو منحوس قرار دیتے تھے ان کو ناکامی اور نامرادی کے حصول میں سبب موثر خیال کرتے تھے اور یہ شرک جلی ہے اور اگر ان چیزوں کو من جملہ اسباب قرار دیا جائے تو پھر یہ شرک خفی ہے۔ (الکاشف عن حقائق السنن: جز:8،ص:320)

امام حسین بن مسعود بغوی متوفی 516ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے تطیر کو اس لیے باطل کہا ہے کہ نفع یا ضرر پہنچانے میں کسی چیز کی تاثیر نہیں ہے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے کام پر جائے خواہ فال اس کے موافق ہو یا مخالف۔ وہ اپنے رب عزوجل پر توکل کر کے اپنی مہم پر روانہ ہو۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ صفر کے مہینہ کو منحوس قرار دیتے تھے تو نبی کریم ﷺ نے اس کو باطل فرمایا اور فرمایا لاصفر۔ (شرح السنۃ: جز:6،ص:267)

علامہ شمس الدین عبدالرؤف المناوی الشافعی متوفی 1021ھ لکھتے ہیں:

اس دن کا منحوس ہونا تطیر (بدشگونی) کی جہت سے نہیں ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تمام ایام اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور بعض ایام کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں اور تطیر (بدشگونی) امور دین میں سے نہیں ہے بلکہ یہ فعل جاہلیت سے ہے۔ نجومی کہتے ہیں کہ بدھ کا دن عطارد کا دن ہے اور عطارد منحوس ستارہ ہے اور ان کا یہ قول دین سے خارج ہے یہ دن قوم عاد کے لیے نامبارک تھا کیونکہ اس دن ان پر عذاب آیا تھا۔ سو اس دن کو منحوس فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے بکثرت توبہ اور استغفار کرنا چاہئے جس طرح نبی کریم ﷺ جب الحجر میں گئے تو آپ نے فرمایا ان معذبین کے پاس روتے ہوئے گزرنا، اول تو یہ حدیث سنداً ضعیف یا موضوع ہے اور یہ ان

احادیث صحیحہ سے تصادم اور تعارض کی صلاحیت نہیں رکھتی جن میں یہ تصریح ہے کہ کسی چیز میں شوم یا نحوست نہیں ہے اور بر تقدیر تسلیم اس کی یہی تاویل ہے کہ یہ دن قوم عاد کے لئے نامبارک ہوا تھا۔ اس کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ قیامت تک کے لئے یہ دن ہر شخص کے لیے نامبارک ہے۔ علامہ شامی نے دیلمی کی سند ضعیف سے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ جس نے بدھ کے دن ناخن تراشے اس سے وسوسہ اور خوف نکل جاتا ہے اور اس کو امن اور شفا حاصل ہوتی ہے۔ اور منہاج الحلیمی اور شعب البیہقی میں یہ حدیث ہے کہ بدھ کے دن زوال کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اور صاحب ہدایہ نے کتاب تعلیم اور تعلم میں لکھا ہے کہ بدھ کے دن جو کام شروع کیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ علامہ مناوی نے بدھ کی سعادت اور برکت کے متعلق بہت سے اقوال نقل کیے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ

جب سے دنیا بنی ہے ہفتہ کے دنوں میں سے ہر دن میں کوئی نہ کوئی مصیبت اور آفت نازل ہوئی اور ہر دن میں کوئی نہ کوئی نعمت ملی ہے اس لیے کوئی دن بھی منحوس نہیں ہے تمام دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور کسی دن بھی کوئی کام شروع کرنا ممنوع نہیں ہے۔ احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے اور جن روایات میں بعض ایام کی نحوست کا ذکر ہے وہ موضوع ہیں یا شاید ضعیف ہیں۔ (فیض القدیر: جز: 1، ص86 تا 89)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں لوگ بدشگونی کی وجہ سے اپنے مطلوبہ کاموں کو کرنے سے رک جاتے تھے۔ شریعت اسلام نے بدشگونی کو باطل کیا اور اس سے منع فرمایا اور یہ خبر دی کہ کسی نفع کے حصول یا کسی ضرر کے دور کرنے میں شگون کا کوئی اثر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری: جز: 21، ص: 247)

ملا علی قاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بدشگونی لینا شرک ہے۔

کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بدشگونی کے تقاضے پر عمل کرنے سے ان کو نفع حاصل ہوتا ہے یا ان سے ضرر دور ہوتا ہے اور جب انہوں نے اس کے تقاضے پر عمل کیا تو گویا انہوں نے شرک کیا اور یہ شرک خفی ہے اور اگر کسی شخص نے یہ اعتقاد کیا کہ حصول نفع یا دفع ضرر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز مستقل موثر ہے تو یہ شرک جلی ہے۔ آپ نے اس کو شرک اس لیے فرمایا کہ وہ یہ اعتقاد کرتے تھے کہ جس چیز سے انہوں نے بدفالی لی ہے وہ مصیبت کے نزول میں موثر سبب ہے اور بالعموم ان اسباب کا لحاظ کرنا شرک خفی ہے خصوصاً جب اس کے ساتھ جہالت اور سوء اعتقاد بھی ہو تو اس کا شرک خفی ہونا اور بھی واضح ہے۔

(مرقات: جز: 9، ص: 6)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لاطیرۃ" یعنی حصول نفع اور دفع ضرر میں بدشگونی لینے کی کوئی تاثیر اور دخل نہیں ہے اور بدشگونی نہیں لینا چاہئے اور نہ اس کا اعتبار کرنا چاہئے جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔شریعت نے اس کو سبب نہیں بنایا۔

(اشعۃ اللمعات: ج:3،ص:620)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

ہر طیرہ (بدشگونی) میں کوئی خیر نہیں ہے اور نیک فال میں خیر ہوتی ہے، جب کوئی شخص کوئی اچھی بات سن کر اس سے مستقبل میں کوئی بات نکالے تو وہ فال ہے۔طیرہ اور فال میں فرق یہ ہے کہ فال ایک خبر ہے جو غیب سے حاصل ہوتی ہے اور طیرہ میں کسی پرندے یا جانور کی حرکت ہوتی ہے اور اس میں سے کسی چیز کا بیان نہیں ہوتا ایک اور فرق یہ ہے کہ فال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہوتا ہے اور طیرہ میں برا گمان ہوتا ہے اس لیے مکروہ ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ

فال عام ہے خیر اور شر دونوں میں مستعمل ہے اور طیرہ کا استعمال صرف بدشگونی میں ہوتا ہے اور شریعت میں فال خوشی کے لئے ہے اور طیرہ رنج اور افسوس کے لئے ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ نیک اور اچھی بات کو سن کر خوش ہوتے ہیں جیسا کہ وہ صاف پانی اور خوشگوار منظر دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔سنن ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کسی کام سے جاتے تو آپ یہ سننا پسند کرتے تھے کہ کوئی شخص کہے "یا نجیح یا راشد" اور اس سے آپ کامیابی کی فال نکالتے۔

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے اور جب آپ کسی عامل کو بھیجتے تو اس سے اس کا نام پوچھتے۔اگر آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے اور اگر آپ کو اس کا نام ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہوتی۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حلیمی سے روایت کیا ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عرب جب کسی کام کے لئے روانہ ہوتے اس وقت کسی پرندے کو دھکیلا جاتا تو وہ اس سے برا شگون لیتے۔اسی طرح وہ کوے کی آواز سے اور ہرن کے گزرنے سے بھی برا شگون لیتے تھے اور ان چیزوں کو منحوس قرار دیتے تھے اور ان سب کو وہ تطیر کہتے تھے اور عجم میں یہ رواج تھا کہ جب وہ کسی کام کے لئے جاتے اور اس وقت کوئی بچہ استاذ کے پاس پڑھنے کے لئے جا رہا ہوتا تو اس کو وہ نحوست سمجھتے اور اگر وہ استاد کے پاس سے آ رہا ہوتا تو اس کو مبارک سمجھتے۔بدشگونی لینا اس وقت منع ہے جب انسان اس بدشگونی کو موثر جانے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے مدبر ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے لیکن اس کو تجربہ سے معلوم ہے کہ اس کے کام کے وقت اگر فلاں چیز پیش آ جائے تو کام نہیں ہوتا۔پس اگر ایسے مواقع پر وہ اپنے کام کو ترک کر دے تو یہ مکروہ ہے اور اگر وہ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ سے خیر کا سوال

کرے اور شر سے پناہ طلب کرے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کام کو کر گزرے پھر خواہ اس کے دل میں یہ خیال آتا رہے کہ اب چونکہ وہ چیز پیش آ گئی ہے لہٰذا کام نہیں ہوگا تو اس سے اس کو ضرر نہیں ہوگا اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس سے مواخذہ ہوگا اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کی نحوست کے اعتقاد کی وجہ سے اس کو وہ متوقع ضرور پیش آ جاتا ہے جیسا کہ اکثر جاہلوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے اور یہ دراصل اس کو نحوست کے اعتقاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ملتی ہے۔

علامہ حلیمی نے کہا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیک فال اس لیے پسند تھی کہ بدفالی اور بدشگونی میں بغیر کسی تحقیقی سبب کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی ہے اور نیک فال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن ہے اور مومن کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ

نیک فال کی اجازت دینے اور بدشگونی سے منع کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر ایک شخص کوئی چیز دیکھے اور اس سے یہ نیک گمان کرے کہ اس کو دیکھنے کی وجہ سے اس کا مقصود حاصل ہو جائے گا تو اس کو وہ کام کر لینا چاہئے اور اگر اس نے کوئی ایسی چیز دیکھی جس کو دیکھ کر اس کے دل میں خیال آئے کہ اس کو دیکھنے یا اس کے سامنے آ جانے کی وجہ سے وہ ناکام ہو جائے گا تو اس کو اس بدگمانی کو قبول نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنے مقصود کے لئے جانا چاہئے اور اگر اس نے اس چیز کی نحوست کے اعتقاد کو قبول کر لیا اور اپنے مقصود پر جانے سے رک گیا تو یہی وہ بدفالی اور بدشگونی ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ (فتح الباری: جز: 11، ص: 376)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا:

الطیرہ (بدشگونی) شرک ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم میں سے ہر شخص بدشگونی کے اعتقاد میں مبتلا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے توکل لے جاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3538)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شرک اس وجہ سے فرمایا ہے کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ جب بدشگونی کے تقاضے پر عمل کریں گے تو ان کو نفع حاصل ہوگا اور ان سے ضرر دور ہوگا تو گویا انہوں نے اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کر لیا اور یہ شرک خفی ہے۔

شارح نے کہا:

یعنی جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز بالذات نفع پہنچاتی ہے یا ضرر پہنچاتی ہے تو اس نے شرک جلی کیا۔

علامہ طیبی نے کہا:

اس کوشرک اس لیے فرمایا کہ ان کا اعتقاد تھا کہ جس چیز کو وہ منحوس سمجھتے ہیں وہ نقصان دینے میں سبب مؤثر ہے اور فی نفسہ اسباب کو موثر جاننا شرک خفی ہے تو جب اس کے ساتھ بدعقیدگی اور جہالت بھی شامل ہو جائے تو وہ شرک کیوں نہ ہوگی۔

(مرقات: جز:8،ص:349)

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

العیافۃ اور الطرق اور الطیرۃ جبلت سے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 19502)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی 743ھ لکھتے ہیں:

العیافۃ کا معنیٰ ہے پرندے کو اڑانے یا بھگانے کی کوشش کرنا تاکہ دیکھا جائے کہ وہ دائیں طرف جاتا ہے یا بائیں طرف اور پھر اس سے نیک یا بدفال نکالی جائے۔

الطرق کا معنیٰ ہے۔ نحوست اور بدشگونی کا اعتقاد رکھنا اور جبلت کا معنیٰ ہے جادو اور کہانت کا عمل کرنا یا غیر اللہ کی عبادت کرنا۔

خلاصہ یہ ہے کہ

الطیرہ یعنی بدشگونی کا عمل کرنا غیر اللہ کی عبادت کے قبیل سے ہے یا شرک ہے اور اس کی تائید سنن ابوداؤد کی اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا: الطیرہ شرک ہے۔ (الکاشف عن حقائق السنن: جز:8،ص:319)

علامہ الحسن التوریشتی متوفی 661ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہ افعال کاہنوں کے افعال سے ہیں۔ (کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ: جز:3،ص:1013)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

نحوست صرف تین چیزوں میں ہے:

1۔گھوڑے میں، 2۔عورت میں، 3۔اور مکان میں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 2838)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ کا صحیح معنیٰ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے الطیرۃ کی بالکلیہ نفی فرمادی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے۔ شوم (نحوست) صرف تین چیزوں میں ہے اس ارشاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی حکایت کی ہے کیونکہ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ نحوست ان چیزوں میں ہے اور اس حدیث مبارکہ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں بھی نحوست ان تین

چیزوں میں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نحوست کی بالکلیہ نفی کرتی تھیں۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ابو حسان سے روایت کیا ہے کہ بنو عامر کے دو آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور بتایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ نحوست عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر سخت غصہ ہوئیں لگتا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا کا ایک ٹکڑا زمین پر گرے گا اور ایک آسمان پر۔

پھر آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس نے سیدنا محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بالکل نہیں فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا یہ قول نقل فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ ان چیزوں کو منحوس جانتے ہیں یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہیں فرمائی۔ امام ابن عبدالبر نے بھی اس روایت کا ذکر فرمایا ہے اس روایت کے آخر میں ہے۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ (الحدید:22)

”ہر وہ مصیبت جو دنیا میں آتی ہے یا تمہاری جانوں میں اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے یہ کام اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ انسان پر جو مصائب آتے ہیں بیماریاں آتی ہیں اور مقاصد میں ناکامی ہوتی ہے یا سفر میں نامرادی ہوتی ہے ان سب کا تعلق انسان کی تقدیر سے ہے اور ازل میں اللہ تعالیٰ کو ان سب چیزوں کا علم تھا کسی چیز کی نحوست یا بدشگونی کی وجہ سے اس پر کوئی مصیبت نہیں آتی۔ ابو حسان کی اس روایت کی یحییٰ بن معین اور امام ابن حبان نے توثیق کی ہے اور آئمہ حدیث کی ایک جماعت نے بہ شمول امام بخاری سب نے ابو حسان کی روایات سے استدلال کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ یہ جھوٹ ہے یہ آپ نے تغلیظاً فرمایا ہے اس روایت کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ نحوست تین چیزوں میں ہے یہ آپ نے ابتداء اسلام میں زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے اعتقاد کی خبر دی تھی۔ پھر جب صریح قرآن اور سنت ثابتہ نے نحوست کا رد کر دیا تو اس حدیث سے جو حکم مستنبط ہوتا تھا وہ منسوخ ہو گیا۔ نیز یہ حدیث خبر واحد سے ہے اخبار احاد باب عقائد میں حجت نہیں ہیں اور نحوست کے صحیح ہونے کا تعلق عقیدہ سے ہے۔

اس روایت کا تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہر عورت اور ہر گھوڑا اور ہر گھر منحوس ہوتا ہے اس سے مراد بعض عورتیں، بعض گھوڑے اور بعض گھر ہیں اور بعض عورتیں بد خلق، حریص، ناشکری یا بانجھ ہوتی ہیں۔ یہ عورتوں کی نحوست ہے اور بعض گھوڑے سرکش اور اکھڑ ہوتے ہیں وہ اپنی پشت پر کسی کو سوار نہیں ہونے دیتے یہ گھوڑوں کی نحوست ہے اور بعض مکان تنگ

اور غیر ہوادار ہوتے ہیں یا ان مکانوں کے پڑوسی بداخلاق اور بے دین ہوتے ہیں یہ گھروں کی نحوست ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض عورتوں، بعض گھوڑوں اور بعض مکانوں میں یہ عیوب اور نقائص ہوتے ہیں اور یہی ان کی نحوست ہے۔ اس نحوست سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان چیزوں کو دیکھنے سے انسان پر کوئی آفت یا مصیبت آجائے گی۔ نیز امام ترمذی نے حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث مبارکہ کو بھی روایت کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی نحوست نہیں ہے اور کبھی مکان میں، عورت میں اور گھوڑے میں برکت بھی ہوتی ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے ہمارے اس جواب کی تائید ہوتی ہے کہ آپ نے بعض عورتوں کے متعلق نحوست (بمعنی نقص اور عیب) کی خبر دی ہے نہ کہ عورتوں کے بارے میں اس روایت کا چوتھا درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر کسی چیز میں (نحوست) ہوتی تو عورت، گھوڑے اور مکان میں ہوتی۔ اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی اور جب ان چیزوں میں نحوست نہیں ہے تو پھر کسی چیز میں نحوست نہیں ہے اور نحوست اور بدشگونی دونوں ایک ہی چیز ہیں اور بدشگونی شرک ہے کیونکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا: بدشگونی شرک ہے۔ رہا یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ نحوست اور بدشگونی واحد ہیں تو اس کی دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہو تو گھوڑے، مسکن اور عورت میں ہوگی اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کوئی مرض (فی نفسہ) متعدی نہیں ہوتا اور نہ کوئی بدشگونی ہے اگر کسی چیز میں بدشگونی ہو تو عورت، گھوڑے اور مکان میں ہوگی۔

ایک حدیث مبارکہ میں ان تین چیزوں کے لئے نحوست کا ثبوت ہے اور دوسری حدیث مبارکہ میں بدشگونی کا ثبوت ہے پس ضروری ہوا کہ ان دونوں سے مراد واحد ہو۔ (عمدۃ القاری: جز: 14، ص 211 تا 213)

حضرت عروہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بدشگونی کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں اچھی چیز نیک فال ہے اور وہ مسلمان کو کسی کام سے لوٹاتی نہیں ہے پھر جب تم کوئی منحوس چیز دیکھو تو یہ دعا کرو۔

اے اللہ عزوجل! صرف تو ہی اچھائیوں کو لانے والا ہے اور صرف تو ہی برائیوں کو دور کرنے والا ہے۔ گناہ سے پھرنا اور نیکی کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے حاصل ہوگی۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 1128)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے کہانت کا عمل کیا یا فال کا تیر نکالا یا بدشگونی کی وجہ سے سفر پر نہیں گیا وہ قیامت کے دن جنت کے درجات کو نہیں دیکھ سکے گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 1134)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں لوگوں کا وہم سامنے آتا ہے۔ شریعت میں حکم ہے جب کوئی شگون بدگمان میں آئے تو اس پر عمل نہ کرو وہ طریقہ محض ہندوانہ ہے مسلمانوں کو اس جگہ چاہئے کہ **اللھم لا طیر الا طیرك ولا خیر الا خیرك ولا الله غیرك** پڑھ لے اور اپنے رب عزوجل پر بھروسہ کر کے اپنے کام کو چلا جائے ہرگز نہ رکے نہ واپس آئے۔

(فتاویٰ رضویہ: جز:9، ص:129)

صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1376ھ لکھتے ہیں:

ابوداؤد نے عروہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بدشگونی کا ذکر ہوا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فال اچھی چیز ہے اور برا شگون ہے کسی مسلمان کو واپس نہ کرے یعنی کہیں جا رہا تھا اور برا شگون ہوا تو واپس نہ آئے چلا جائے۔ جب کوئی شخص ایسی چیز دیکھے جو ناپسند ہے یعنی برا شگون پائے تو یہ کہے **اللھم لایاتی بالحسنات الا انت ولا یدفع السیئات الا انت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ**۔ (بہار شریعت: حصہ:16، ص:85)

لکیریں کھینچنا

☆ **قوله قلت ومنا رجال یخطون قال کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطه فذاك**

عرض کیا ہم میں سے بعض لکیریں کھینچتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی لکیریں کھینچتے تھے پس جس کی لکیریں اس کے موافق ہو جائیں اس کا فعل درست ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے معنیٰ میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جس کی لکیر اس نبی کی لکیر کے موافق ہوئی وہ مباح ہے اور ہمارے پاس اس موافقت کو جاننے کا کوئی علم یقینی نہیں ہے لہٰذا لکیریں کھینچ کر غیب کی باتیں معلوم کرنا جائز نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جس کی لکیر اس نبی کی لکیر کے موافق ہوئی تو وہ درست ہے اور موافقت پر معلق کیے بغیر یہ نہیں فرمایا کہ وہ حرام ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس ممانعت میں اس نبی کا فعل بھی داخل ہے جو لکیریں کھینچتے تھے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نبی کے احترام میں صرف ہمارے فعل کا حکم بیان فرمایا۔ سو اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اس نبی علیہ السلام کا فعل ممنوع نہیں ہے اس طرح تمہارا فعل بھی ممنوع نہیں ہو گا بہ شرطیکہ تمہیں اس کی موافقت کا علم ہو جائے لیکن تمہارے پاس اس کے علم کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں۔

علامہ خطابی نے کہا:

اس حدیث مبارکہ میں لکیریں کھینچ کر علم حاصل کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ اس نبی کے فعل کی کوئی علامت نہیں ہے تو

ہمیں اس سے منع کیا گیا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مختار یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو ہمارے لیے مباح نہیں کیا۔

(شرح للنواوی: جز:3، ص1806 تا1807)

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن معاويه بن الحكم السلمى رضى الله عنه

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بہت متقی تھے کثیر احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ سلمی ہیں مدینہ منورہ میں بہت آتے جاتے رہتے تھے۔ 117 ایک سو سترہ میں وفات ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر اور عطا نے روایات لیں۔ (مراۃ المناجیح: جز:8، ص:601)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب التَّأْمِيْنِ وَرَاءَ الْإِمَامِ

باب: امام کے پیچھے آمین کہنا

یہ باب امام کے پیچھے آمین کہنے کے حکم میں ہے۔

797 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ حُجْرٍ اَبِى الْعَنْبَسِ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَاَ (وَلَا الضَّآلِّيْنَ) قَالَ اٰمِيْنَ وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وَلَا الضَّآلِّيْنَ کی تلاوت فرمائی تو ارشاد فرمایا آمین اور اپنی آواز کو بلند رکھا۔

(مستدرک: جز:2، ص:253، معجم الکبیر: جز:22، ص:9، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1، ص:256، سنن دارقطنی: جز:3، ص:407)

798 حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّعِيْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهُ صَلّٰى خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَجَهَرَ بِآمِينَ وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ حَتّٰى رَاَيْتُ بَيَاضَ خَدِّهِ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے آمین آواز کے ساتھ کہی اور سیدھی اور الٹی طرف سلام کیا حتیٰ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مقدسہ کی سفیدی کو دیکھ لیا۔

(معجم الکبیر: جز:22،ص:45، صحیح ابن حبان: جز:5،ص:111)

799 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ اَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسٰى عَنْ بِشْرِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ اَبِى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمِّ اَبِى هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَلَا (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) قَالَ اٰمِينَ حَتّٰى يَسْمَعَ مَنْ يَّلِيهِ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کی تلاوت فرمائی تو ارشاد فرمایا آمین حتیٰ کہ صف اول والوں نے سن لیا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:799)

800 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِى بَكْرٍ عَنْ اَبِى صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ) فَقُوْلُوْا اٰمِينَ فَاِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب امام کہے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ تو کہو آمین کیونکہ جس کا قول ملائکہ کے قول کے موافق ہوگیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:55، سنن النسائی: جز:3،ص:497، شرح السنۃ: جز:1،ص:430)

801 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِى سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُمَا اَخْبَرَاهُ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَاْمِينُهُ تَاْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اٰمِينَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوگئی تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین فرمایا کرتے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:55، سنن الترمذی: ج:1،ص:422، سنن النسائی: ج:3،ص:495، شرح السنۃ: ج:1،ص:149)

802 حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ رَاهَوَيْهِ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ بِلَالٍ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَسْبِقْنِي بِآمِينَ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے قبل آمین نہ کہیں۔

(مستدرک: ج:1،ص:340، معجم الاوسط: ج:7،ص:191، موطا: ج:1،ص:172، صحیح ابن خزیمہ: ج:1،ص:287)

803 حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ الدِّمَشْقِيُّ وَمَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ قَالَا حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ عَنْ صُبَيْحِ بْنِ مُحْرِزٍ الْحِمْصِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو مُصَبِّحٍ الْمَقْرَائِيُّ قَالَ كُنَّا نَجْلِسُ إِلَى أَبِي زُهَيْرٍ النُّمَيْرِيِّ وَكَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ فَيَتَحَدَّثُ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ فَإِذَا دَعَا الرَّجُلُ مِنَّا بِدُعَاءٍ قَالَ اخْتِمْهُ بِآمِينَ فَإِنَّ آمِينَ مِثْلُ الطَّابَعِ عَلَى الصَّحِيفَةِ قَالَ أَبُو زُهَيْرٍ أُخْبِرُكُمْ عَنْ ذَلِكَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَلَحَّ فِي الْمَسْأَلَةِ فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَمِعُ مِنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْجَبَ إِنْ خَتَمَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ بِأَيِّ شَيْءٍ يَخْتِمُ قَالَ بِآمِينَ فَإِنَّهُ إِنْ خَتَمَ بِآمِينَ فَقَدْ أَوْجَبَ فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ الَّذِي سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى الرَّجُلَ فَقَالَ اخْتِمْ يَا فُلَانُ بِآمِينَ وَأَبْشِرْ وَهَذَا لَفْظُ مَحْمُودٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ الْمَقْرَاءُ قَبِيلٌ مِنْ حِمْيَرَ

صبیح بن محرز حمصی سے روایت ہے کہ مجھے ابو مصبح مقرائی نے بیان کیا ہے کہ ہم حضرت ابوزہیر نمیری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے رہتے جو کہ صحابی تھے وہ احسن باتیں بیان کیا کرتے تھے جب ہم میں سے کسی نے دعا کی تو ارشاد فرمایا اس کا اختتام آمین پر کیا کرو کیونکہ آمین تحریر پر مہر کی مثل ہے۔ حضرت ابوزہیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو اس کے بارے میں خبر دیتا ہوں کہ ہم رسول اللہ کی معیت میں ایک رات نکلے ہم اس کے پاس پہنچے جو رو رو کر دعا کر رہا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہر کر اس کو سنا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: واجب ہوگئی کہ ختم کرے۔ قوم میں سے کسی شخص نے عرض کیا کس چیز سے ختم کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آمین سے۔ پس یہ اگر آمین سے ختم کر لے تو واجب ہوگئی۔ پس وہ آدمی واپس آیا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا تو اس نے دعا کرنے والے کے پاس پہنچ کر کہا اے فلاں آمین کے ساتھ ختم کرو اور بشارت حاصل کرو۔ یہ لفظ محمود کا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مقری حمیر میں سے ایک قبیلہ ہے۔

(معجم الکبیر: ج:22،ص:296، شرح السنۃ: ج:1،ص:346، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:50،ص:196، معرفۃ الصحابہ لابی نعیم الاصبہانی: ج:20،ص:130)

تشریح: آمین کا معنیٰ

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

یہ وہ کلمہ ہے جو دعا کے بعد کہا جاتا ہے یہ اسم اور فعل سے مرکب ہے اور اس کا معنیٰ ہے ''اللھم استجب لی ، اے اللہ عزوجل میری دعا کو قبول فرما'' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے حامیوں کے لئے دعاء ضرر کی اور فرمایا:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ (یونس:88)

اے ہمارے رب! ان کے اموال کو تباہ و برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا آمین۔

ایک قول یہ ہے کہ

آمین کا معنیٰ ہے اسی طرح ہوگا۔

زجاج نے کہا ہے کہ

اس میں دو لغتیں ہیں۔ 1- امین، 2- آمین

ابو العباس نے کہا ہے کہ

آمین عاصین کی طرح جمع کا صیغہ ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حسن سے منقول ہے کہ آمین اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

حضرت مجاہد نے بھی کہا ہے کہ

یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور یہ یا اللہ تعالیٰ کے معنیٰ میں ہے اور اس کے بعد ''استجب'' مقدر ہے۔

ازہری نے کہا:

یہ قول صحیح نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آمین رب العالمین کی اپنے بندوں پر مہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی آفات اور بلیات کو آمین سے دور کر دیتا ہے جب کسی لفافے پر مہر لگا دی جائے تو اس مہر کی وجہ سے اس میں فاسد اور ناپسندیدہ چیز داخل نہیں ہو سکتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

آمین جنت میں ایک درجہ ہے۔

ابو بکر نے کہا:

اس کا معنیٰ یہ ہے کہ آمین کہنے والے کو جنت میں ایک درجہ ملے گا۔ (لسان العرب: جز:13،ص:27)

امام کے پیچھے آمین کہنے کے متعلق مذاہب اربعہ

امام کے پیچھے آمین آہستہ آواز سے کہا جائے گا یا بلند آواز سے اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو حسب ذیل ہے۔

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

سنت یہ ہے کہ امام اور مقتدی جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہیں اور سری نمازوں میں آہستہ آمین کہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ آہستہ آمین کہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول یہی ہے کیونکہ آمین ایک دعا ہے لہٰذا دعا تشہد کی طرح اس کو بھی آہستہ کہنا مستحب ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین اور آواز بلند کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کی آمین کے وقت آمین کہنے کا حکم دیا ہے تو اگر بلند آواز سے آمین نہ کہی گئی تو یہ اس پر چسپاں نہیں ہوگی اور انہوں نے جو آمین کے دعا ہونے سے آہستہ آمین کہنے پر استدلال کیا ہے وہ باطل ہے کیونکہ سورہ فاتحہ بھی دعا ہے اور اس کو جہراً پڑھا جاتا ہے اور تشہد کے بعد دعا تشہد کے تابع ہے اور تشہد آہستہ پڑھا جاتا ہے اس لیے اس کو بھی آہستہ پڑھا جائے گا اور آمین قرأت کے تابع ہے لہٰذا جب جہراً قرأت ہوگی تو آمین بھی جہراً کہی جائے گی۔ (المغنی: جز:1،ص:296)

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام، مقتدی اور منفرد سب کے لئے سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا مستحب ہے اور یہ کہ مقتدی امام کے ساتھ آمین کہے امام سے پہلے کہے اور نہ امام کے بعد کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب امام وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو آمین کہو۔ امام، منفرد اور مقتدی کے لئے جہراً آمین کہنا مستحب ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ سری نماز میں امام، مقتدی اور منفرد آمین کہیں اور جمہور کے نزدیک اسی طرح جہری نمازوں میں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جہری نمازوں میں امام آمین نہ کہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفیین اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر نہ کہی جائے اور اکثرین کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر کہی جائے۔ (شرح للنواوی: جز:1،ص:176)

علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس الرملی الشافعی متوفی 1004ھ لکھتے ہیں:

سورہ فاتحہ یا اس کے قائم مقام کسی دعا کے بعد کچھ وقفہ سے آمین کہنا سنت ہے۔ خواہ وہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں لیکن نماز

میں بہت زیادہ مستحب ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سورہ فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہوتے تو بلند آواز کے ساتھ آمین کہتے اور الف کو کھینچ کر آمین کہتے۔ (نہایۃ المحتاج: جز: 1، ص: 489)

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ

اس پر اتفاق ہے کہ منفرد، امام اور مقتدی سری نمازوں میں آمین کہیں اور جہری نمازوں میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ آمین کہے۔ امام رحمۃ اللہ علیہ کے اس میں دو قول ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ

آہستہ آمین کہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور محدثین کا قول یہ ہے کہ

بلند آواز سے آمین کہے۔

احادیث مبارکہ میں دونوں امروں پر دلالت ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ ابتداء اسلام میں بلند آواز سے آمین کہتے تھے تا کہ آپ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ وہ کیسے آمین کہیں۔ اسی وجہ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ آپ بلند آواز سے آمین کہتے تھے۔ جیسے ہمیں آمین کی تعلیم دے رہے ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ

معروف یہ ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے۔ اس میں اختلاف ہے کہ سری نماز میں مقتدی آمین کس طرح کہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

وہ غور و فکر کر کے آمین کہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

وہ آمین نہ کہے کیونکہ آمین کلام ہے اور اس کو اپنے مقام پر کہنا مباح ہے اور جب وہ سوچ کر آمین کہے گا تو اس کو صحیح مقام پر نہیں کہہ سکے گا۔ (اکمال اکمال المعلم: جز: 2، ص: 167)

علامہ علی بن عبداللہ علی الخرشی متوفی 1101ھ لکھتے ہیں:

وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے بعد آہستہ آواز کے ساتھ آمین کہنا مستحب ہے۔ سری نماز میں صرف امام آمین کہے اور جہری نماز میں امام اور مقتدی دونوں پست آواز کے ساتھ آمین کہیں کیونکہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل یہ ہے کہ پست آواز کے ساتھ کی

جائے۔(الخرشی علی مختصر خلیل: جز:1،ص:282)

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسانید میں، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم میں، امام دارقطنی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں علقمہ بن وائل سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ نے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پڑھا تو پھر فرمایا آمین اور آمین آہستہ کہی۔ حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نہیں کیا۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وَلَا الضَّآلِّیْنَ پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ آپ آواز کو کھینچتے یعنی آمین کو مد سے پڑھتے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ اسی طرح امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالجبار بن وائل سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے آمین کہی۔ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہتے تو صف اول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنائی دیتی۔ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے مسجد گونج اٹھتی۔ اس حدیث کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں، حاکم نے شیخین کی شرط پر مستدرک میں اور دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے معارض دوسری روایت ہے جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے علقمہ بن وائل کے والد محترم سے روایت کیا ہے اور اس میں ہے آپ نے پست آواز سے آمین کہی اگر کہا جائے کہ اس حدیث مبارکہ کی سند میں شعبہ ہے جس نے کئی جگہ خطاء کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شعبہ کی خطاء نکالنا خود خطاء ہے کیونکہ شعبہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ

اس میں علقمہ نے زیادتی کی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

علقمہ ثقہ راوی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ
امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس حدیث مبارکہ میں شعبہ کو وہم ہوا ہے اصل روایت یہ ہے کہ آپ نے مد کے ساتھ آمین کہی۔
اس کا جواب یہ ہے کہ
یہ شعبہ کا وہم نہیں ہے بلکہ سفیان کا وہم ہے جس نے مد کے ساتھ پڑھنے کی روایت کی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں سندیں صحیح ہوں۔
اور بعض علماء کرام نے یہ کہا ہے کہ
جہر کے ساتھ آمین کہنے کی اور پست آواز کے ساتھ آمین کہنے کی دونوں روایتیں صحیح ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو آمین بالجہر کی روایت ہے اس کی سند میں بشر بن رافع ابو الاسباط حارثی ہے اور یہ ضعیف راوی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ امام ابن القطان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے وہ اس حدیث مبارکہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے عم زاد عبد اللہ سے روایت کرتا ہے اور عبد اللہ مجہول الحال ہے اور بشر کے علاوہ کسی اور نے اس حدیث کو عبد اللہ سے روایت نہیں کیا۔ اس وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس تقریر سے حاکم کا یہ کہنا ساقط ہو گیا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور دار قطنی نے جو اس کی تحسین کی ہے وہ بھی ساقط ہو گئی۔ ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، سبحانك اللهم، آمین۔ اس حدیث مبارکہ کو امام عبد الرزاق نے بھی اپنی مصنف میں کہا ہے اور اس میں سبحانك اللهم کی جگہ ربنا لك الحمد ہے اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الآثار میں ابو وائل سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں سے کوئی بھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ جہر کے ساتھ کہتا تھا نہ آمین، نیز ہمارے مشائخ نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل اخفاء ہے اس لیے آمین کو بھی آہستہ کہنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری: جز:6، ص50 تا 56)

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:
جب امام وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو امام بھی آمین کہے اور مقتدی بھی۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
امام آمین نہ کہے کیونکہ حدیث میں ہے ”جب امام وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے تو آمین کہو“ اسی حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کر دی ہے کہ امام صرف وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہے اور مقتدی صرف آمین۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث مبارکہ کے آخر میں ہے ”کیونکہ آمین امام کہتا ہے“ اور آمین آہستہ کہیں۔ (ہدایہ اولین: ص:87)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام اور مقتدی پست آواز سے آمین کہیں خواہ سراً ہو یا جہراً اور جس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ جب امام آمین کہے تو آمین کہو، یہ پست آواز سے آمین کہنے کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ معلوم اور متعین ہے کہ وَلاَ الضَّآلِّیۡنَ کے بعد آمین کہی جاتی ہے اس لیے مقتدی کا آمین کہنا، امام سے سننے پر موقوف نہیں ہے کیونکہ سورہ فاتحہ کے اخیر میں آمین کہی جاتی ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے جب امام وَلاَ الضَّآلِّیۡنَ کہے تو آمین کہو۔ (درمختار: جز:1،ص:220)

احناف کے موقف پر مزید دلائل

آمین کو آہستہ کہنے پر احناف کے مزید دلائل درج ذیل ہیں۔

دلیل نمبر:1

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب قرآن پڑھنے والا غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلاَ الضَّآلِّیۡنَ کہے اور اس کے پیچھے آمین کہے اور اس کا قول آسمان والوں کے موافق ہو جائے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (صحیح مسلم: جز:1،ص:176)

دلیل نمبر:2

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلاَ الضَّآلِّیۡنَ" پڑھا پھر کہا آمین اور پست آواز سے کہا

:(جامع ترمذی:ص:63)

دلیل نمبر:3

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما (نماز میں) بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ اور آمین کو بلند آواز کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔ (جامع الاحادیث الکبیر: جز:17،ص:467)

دلیل نمبر:4

ابراہیم کہتے ہیں کہ

چار چیزوں کو امام آہستہ کہے 1-سبحانك اللهم ،2-اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ،3-بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ 4-اور آمین۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہم بھی اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار: ص:16)

دلیل نمبر:5

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا الضَّآلِّيْنَ پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین اور آمین میں آہستہ آواز رکھی۔ (مستدرک: رقم الحدیث:2913)

دلیل نمبر:6

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نہ تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اونچی آواز سے پڑھتے تھے نہ آمین۔

(جامع الرضوی بصحیح البہاری: جز:2، ص:391)

دلیل نمبر:7

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

امام چار چیزیں آہستہ کہے 1-بِسْمِ اللّٰهِ، 2-ربنا لك الحمد، 3-اَعُوْذُ، 4-اور التحیات۔

(طبرانی کبیر: رقم الحدیث:9304)

دلیل نمبر:8

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حماد رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:
امام چار چیزیں آہستہ کہے۔ 1-اَعُوْذُ، 2-بِسْمِ اللّٰهِ، 3-سبحانك اللهم، 4-اور آمین۔

(مصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث:2596)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ جات

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340 سے سوال کیا گیا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام کے پیچھے مقتدی لفظ آمین کو کس قدر آواز سے کہے اگر برابر والے نمازی جو اس سے دوسرے یا تیسرے درجے پر ہیں سنیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟

الجواب

آمین سب کو آہستہ کہنا چاہئے امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا یہی سنت ہے اور مقتدی کو سب کچھ آہستہ ہی پڑھنا چاہئے آمین ہو خواہ تکبیر، خواہ تسبیح ہو خواہ التحیات ودرود، خواہ سبحنك اللهم وغیرہ اور آہستہ پڑھنے کے یہ معنیٰ ہیں کہ اپنے کان تک آواز

آنے کے قابل ہوا گرچہ بوجہ اس کے کہ یہ خود بہرا ہے یا اس وقت کوئی شور وغل ہو رہا ہے کان تک نہ آئے اور اگر آواز اصلاً پیدا نہ ہوئی صرف زبان ہلی تو وہ پڑھنا پڑھنا نہ ہوگا اور فرض وواجب وسنت ومستحب جو کچھ تھا وہ ادا نہ ہوگا فرض ادا نہ ہوا تو نماز ہی نہ ہوئی اور واجب کے ترک میں گناہ گار رہا اور نماز پھیرنا واجب رہا اور سنت کے ترک میں عتاب ہے اور نماز مکروہ اور مستحب کے ترک میں ثواب سے محرومی۔ پھر جو آواز اپنے کان تک آنے کے قابل ہوگی وہ غالب یہی ہے کہ برابر والے کو بھی پہنچے گی اس میں حرج نہیں ایسی آواز آنی چاہئے جیسے راز کی بات کسی کے کان میں منہ رکھ کر کہتے ہیں ضرور ہے کہ اس سے ملا ہوا جو بیٹھا ہو وہ بھی سنے گا مگر اسے آہستہ ہی کہیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:6، ص331 تا 332)

ایک اور مقام پر راقم ہیں۔

(سوال)

زید کہتا ہے آمین بالجہر کرنا چاہئے کہ احادیث سے ثابت ہے عمر مانع ہے کس کا قول ٹھیک ہے۔

جواب

عمرو کا قول ٹھیک ہے آمین دعا ہے اور دعا کے اخفاء کا قرآن عظیم میں حکم ہے اور حدیث مرفوع بھی اسی کا افادہ فرماتی ہے کہ جب امام وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تم آمین کہو کہ امام بھی کہے گا۔

معلوم ہوا کہ آہستہ کہے گا اصل یہ ہے کہ امام کے فعل کے ساتھ اس کا فعل ہوا گر وہ آمین بالجہر کہتا مقتدیوں کو معلوم ہوتا تو یہ فرمایا جاتا کہ جب وہ آمین کہے تم بھی کہو یہاں یہ نہ فرمایا بلکہ اس کا فعل بتایا کہ جب وہ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تم آمین کہو اور اس کی موافقت کہ خفی تھی ظاہر فرمادی کہ وہ بھی کہے گا۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:29، ص392 تا 393)

☆ قوله قال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تسبقني بامين

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے آمین نہ فرمایا کریں، مطلب ظاہراً یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرأت فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد آمین کہنے میں جلدی نہ فرمایا کریں تھوڑی دیر توقف فرمالیا کریں تاکہ میں فاتحہ کا باقی حصہ پڑھ کر پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آمین میں شریک ہو جاؤں اور امام کے ساتھ آمین کہنے کی موافقت کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ یہ حدیث مبارکہ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں ہے مگر چونکہ اس میں آمین کا ذکر بھی ہے اس لیے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اس کو یہاں لائے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

قوله عن بلال رضي الله عنه

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابی اور موذن تھے امیہ بن خلف نے آپ رضی اللہ عنہ پر بہت ظلم کیے تو حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد فرما دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ شام چلے گئے اور وفات تک شام ہی میں قیام رہا۔ کئی احادیث مبارکہ کو روایت کیا ہے۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

بلال بن رباح۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبدالکریم ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

ابوعبداللہ

اور ایک قول یہ ہے کہ

ابوعمرو۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حمامہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو پانچ، سات یا نو اوقیہ چاندی میں خریدا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں آزاد کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن اور خازن تھے، غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ سابقین اسلام میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جن کو اسلام لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا اور وہ اس پر صبر کرتے تھے۔ ابوجہل آپ رضی اللہ عنہ کو دھوپ میں منہ کے بل گرا دیتا پھر آپ رضی اللہ عنہ کے اوپر چکی رکھ دیتا حتیٰ کہ دھوپ کی شدت سے آپ رضی اللہ عنہ کی چربی پگھلنے لگتی پھر وہ کہتا رب محمد (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کرو۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں احد احد کہتے تھے۔ ایک دن جب آپ رضی اللہ عنہ کو عذاب دیا جا رہا تھا تو وہاں سے ورقہ بن نوفل کا گزر ہوا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ احد احد کہہ رہے تھے۔

انہوں نے کہا:

اے بلال (رضی اللہ عنہ) احد احد کہتے رہو۔ بہ خدا اگر تم اس حال میں مر گئے تو تمہاری قبر میں بناؤں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے وہ آپ رضی اللہ عنہ کو مسلسل عذاب دیتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے معرکہ بدر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے انتقام لینے پر قادر کر دیا اور انہوں نے اس کو غزوہ بدر میں قتل کر دیا جس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خریدا تھا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ پر پتھر رکھ کر عذاب دیا جا رہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں سفر اور حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن تھے اور جس شخص نے اسلام میں سب سے پہلے اذان دی وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام جانے لگے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہ میرے پاس رہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا:

اگر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے نفس کے لئے آزاد کیا تھا تو مجھے روک لیجئے اور اگر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد کیا تھا تو میں اللہ عزوجل کی طرف جا رہا ہوں مجھے جانے دیجئے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں جانے دیا اور آپ رضی اللہ عنہ شام چلے گئے پھر آپ رضی اللہ عنہ وفات تک شام میں رہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے بلال (رضی اللہ عنہ)! یہ کیسی بیوفائی ہے تم اب تک ہماری زیارت کے لئے نہیں آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ غم زدہ حالت میں بیدار ہوئے اور مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر گئے اور زار و قطار رونے لگے اور قبر سے لپٹنے لگے۔ پھر حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو لپٹایا اور ان کو بوسہ دیا۔

انہوں نے کہا:

ہماری خواہش ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اذان دیں پھر وہ مسجد کی چھت پر چڑھے جب انہوں نے **اللہ اکبر** کہا تو مدینہ منورہ لرزنے لگا۔ جب **لا الہ الا اللہ** کہا تو اس کی لرزش زیادہ ہوگئی جب **اشھد ان محمداً رسول اللہ** کہا تو خواتین اپنے گھروں سے نکل آئیں اور اس دن سے زیادہ کبھی لوگوں پر گریہ نہیں دیکھا گیا۔

امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ 20ھ میں دمشق میں فوت ہوئے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ساٹھ سال سے زیادہ تھی۔

(اسد الغابہ: جز: 1، ص 206 تا 209)

امام ابن عساکر وغیرہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام سبکی نے شفا اور علامہ سمہودی نے وفا اور امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے جوہر میں اس کی سند کو جید کہا کہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے شام میں سکونت اختیار فرمائی خواب میں حضور پرنور سید المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شرف یاب ہوئے کہ ارشاد فرماتے ہیں "اے بلال (رضی اللہ عنہ) یہ کیا جفا ہے۔ اے بلال (رضی اللہ عنہ) کیا ابھی تجھے وہ وقت نہ آیا کہ میری زیارت کو حاضر ہو"

حضرت بلال رضی اللہ عنہ غمگین و ترساں و ہراساں بیدار ہوئے اور فوراً بہ قصد مزار پرانوار جانب مدینہ شد الرحال فرمایا جب شرف حضور پایا قبر انور کے حضور رونا اور منہ اس خاک پر ملنا شروع کیا۔ دونوں صاحبزادے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ انہیں گلے لگا کر پیار کرنے لگے۔

شہزادوں نے فرمایا:

ہم تمہاری اذان کے مشتاق ہیں یہ سقف مسجد انور پر جہاں زمانہ اقدس میں اذان دیتے تھے گئے جس وقت الله اکبر الله اکبر کہا تمام مدینہ منورہ میں لرزہ پڑ گیا۔ جب اشهد ان لا اله الا الله کہا مدینہ منورہ کا لرزہ دوبالا ہوا جب اس لفظ پر پہنچے کہ اشهد ان محمداً رسول الله۔ کنواری نوجوان لڑکیاں پردوں سے نکل آئیں اور لوگوں میں غل پڑ گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مزار پرانوار سے باہر تشریف لے آئے۔ انتقال حضور محبوب ذی الجلال صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دن مدینہ منورہ کے مرد و زن میں وہ رونا نہ پڑا تھا جو اس دن ہوا۔ (شفاء السقام: ص:53)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلام ظاہر کیا۔ بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے آخر میں شام میں رہے آپ رضی اللہ عنہ کی کوئی اولاد نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم کی جماعت نے روایات لیں۔ 20 بیس میں دمشق میں وفات پائی۔ باب الصغیر میں دفن ہوئے۔ 63 سال عمر ہوئی۔

بعض نے کہا کہ

حلب میں وفات ہے۔ باب اربعین میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے مگر پہلی بات قوی ہے۔

مترجم احمد یار (رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ

فقیر نے دمشق میں آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت کی ہے۔ بی بی سکینہ کی قبر سے متصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر اپنے مولیٰ امیہ ابن خلف کے ہاتھوں بہت تکالیف برداشت کیں۔ امیہ جمحی خود اپنے ہاتھوں سے آپ کو طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ مردود غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں چھیدا گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جہنم میں پہنچا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سید ہیں انہوں نے ہمارے سید کو آزاد فرمایا۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8، ص:521)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب التَّصْفِيقِ فِي الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں تصفیق کا بیان

یہ باب نماز میں تصفیق کے متعلق ہے۔

804 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَآءِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تسبیح (یعنی سبحان اللہ) کہنا مردوں کے واسطے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے واسطے ہے۔

(معجم الاوسط: ج:2،ص:62، سنن ابن ماجہ: ج:3،ص:321، سنن الترمذی: ج:2،ص:114، سنن دارقطنی: ج:2،ص:83)

805 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ اِلٰى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ اِلٰى اَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهم فَقَالَ اَتُصَلِّي بِالنَّاسِ فَاُقِيمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلّٰى اَبُوْ بَكْرٍ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلٰوةِ فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ الْتَفَتَ فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا اَمَرَهُ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى اسْتَوٰى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ اَبِي قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِيْ رَاَيْتُكُمْ اَكْثَرْتُمْ مِنَ التَّصْفِيحِ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ فَاِنَّهُ اِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ اِلَيْهِ وَاِنَّمَا التَّصْفِيحُ لِلنِّسَآءِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهٰذَا فِي الْفَرِيضَةِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ قِتَالٌ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهُمْ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ بَعْدَ الظُّهْرِ فَقَالَ لِبِلَالٍ اِنْ حَضَرَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ وَلَمْ اٰتِكَ فَمُرْ اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ

بِالنَّاسِ فَلَمَّا حَضَرَتِ الْعَصْرُ اَذَّنَ بِلَالٌ ثُمَّ اَقَامَ ثُمَّ اَمَرَ اَبَا بَكْرٍ فَتَقَدَّمَ قَالَ فِيْ اٰخِرِهٖ اِذَا نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيُسَبِّحِ الرِّجَالُ وَلْيُصَفِّحِ النِّسَآءُ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ عَنْ عِيْسَى بْنِ اَيُّوْبَ قَالَ قَوْلُهُ التَّصْفِيْحُ لِلنِّسَآءِ تَضْرِبُ بِاُصْبُعَيْنِ مِنْ يَمِيْنِهَا عَلٰى كَفِّهَا الْيُسْرٰى

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کی جانب تشریف لے گئے تاکہ ان کے مابین صلح کرائی جائے اور نماز کا وقت ہوگیا پس مؤذن آیا اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا لوگوں کو نماز پڑھائیں میں کہہ دوں گا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگ نماز کے اندر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو چیرا اور صف اول میں آگئے پس لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز میں التفات نہیں کرتے تھے پس جب لوگوں نے اکثر تالیاں بجائیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے التفات فرمایا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر ہی رہو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اس پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طرح کا امر فرمایا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے کی جانب ہوئے حتیٰ کہ صف میں تشریف لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے تشریف لے جا کر نماز پڑھائی۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پائی تو ارشاد فرمایا: اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تمہیں کس چیز نے روکا جبکہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ابن ابی قحافہ کی مجال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کو کیا ہوا کہ میں نے تم کو زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے دیکھا۔ جس کو نماز میں کوئی چیز عارض ہو جائے تو اس کو چاہئے تسبیح کرے کیونکہ جب تسبیح کرو گے تو امام التفات کرے گا اور تالی بجانا صرف عورتوں کے واسطے ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حکم فرض نماز کے بارے میں ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی عمرو بن عوف میں کوئی تنازع ہوگیا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس ظہر کے بعد صلح کے واسطے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: اگر عصر کی نماز کا وقت ہو جائے اور میں نہ تمہارے پاس آسکوں تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہہ دینا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پس جب عصر کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی پھر اقامت کہی پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہا تو آپ رضی اللہ عنہ آگے تشریف لے گئے۔ اس کے آخر میں ارشاد فرمایا: جب نماز کے اندر کوئی چیز عارض ہو تو مرد تسبیح کریں اور عورتیں تالی بجائیں۔ محمود بن خالد، ولید نے عیسیٰ بن ایوب سے عورتوں کے بارے میں تالی بجانے کے بارے میں فرمایا عورت سیدھے ہاتھ کی دو انگلیوں کو اپنی الٹی ہتھیلی کے اوپر مارے۔

(معجم الکبیر: ج:6،ص:139، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:245، شرح السنۃ: ج:1،ص:184، صحیح ابن حبان: ج:6،ص:35)

تشریح: تصفیق کے متعلق مذاہب

اگر نماز میں امام کو کوئی سہو لاحق ہو جائے تو اگر پیچھے مرد ہے تو وہ سبحان اللہ کے ذریعے امام کو متنبہ کریں اور اگر مقتدی عورت ہے تو وہ تالی بجائے یہی مذہب جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لقمہ دینے والا مرد ہو یا عورت دونوں کے واسطے تسبیح مشروع ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیث مبارکہ کا مطلب وہ نہیں جو جمہور نے کہا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تسبیح ''سبحان اللہ'' مردانہ فعل ہے اور تصفیق ''تالی بجانا'' عورتوں کا فعل ہے اور جمہور کی دلیل اس حدیث مبارکہ سے ہے ''اذا انسا بکم شی فی الصلوٰۃ قلیج الرجال ولیصفح النساء'' عورتوں کو تالی بجانے کا حکم اس واسطے ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور بلاضرورت شرعیہ عورت کو اجنبی مردوں کے سامنے بولنا جائز نہیں ہے۔

☆ قوله ثم استاخر ابوبکر حتی استوی فی الصف وتقدم رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہیں تو آپ رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ آئے تو یہ فعل الادب فوق الامر پر دلالت کرتا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود ہی کہا کہ ابن ابوقحافہ کی کیا مجال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے آگے ہو کر نماز پڑھائے۔ یہ انتہائی ادب و تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب الْاِشَارَةِ فِی الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں اشارہ کرنا

یہ باب نماز میں اشارہ کرنے کے متعلق ہے۔

806 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَبُّوَيْهِ الْمَرْوَزِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُشِيرُ فِي الصَّلٰوةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے تھے۔

(معجم الاوسط: ج:2،ص:42، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:262، سنن دارقطنی: ج:5،ص:107، صحیح ابن حبان: ج:6،ص:42)

807 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ الْاَخْنَسِ عَنْ اَبِي غَطَفَانَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ يَعْنِي فِي الصَّلوٰةِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَآءِ مَنْ اَشَارَ فِي صَلَاتِهِ اِشَارَةً تُفْهَمُ عَنْهُ فَلْيَعُدْ لَهَا يَعْنِي الصَّلوٰةَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ هٰذَا الْحَدِيْثُ وَهْمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز میں مردوں کے لئے تسبیح کرنا ہے اور تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے۔ جس نے نماز میں اشارہ کیا جس کا کوئی مفہوم بھی ہو تو وہ نماز کا اعادہ کرے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث وہم ہے۔

(سنن دارقطنی: جز:5،ص:105)

تشریح:

یہاں پر دو احتمال ہیں ایک احتمال تو یہ ہے کہ اشارہ سے مراد سبابہ کے ساتھ اشارہ ہے جو تشہد میں ہوتا ہے مگر چونکہ تشہد اور اس کے متعلقات کے بارے میں ابواب آنے والے ہیں لہٰذا امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ نہیں ہوسکتی دوسرا احتمال ضرورت کی بناء پر اشارہ کرنا ہے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

زبان سے سلام کا جواب دینا بھی نماز کو فاسد کردیتا ہے اور ہاتھ کے اشارے سے دیا تو مکروہ ہوئی۔

(درمختار: جز:2،ص:450)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

مصلی سے کوئی چیز مانگی یا کوئی بات پوچھی اس نے سر یا ہاتھ سے ہاں یا نہیں کا اشارہ کیا نماز فاسد نہ ہوئی البتہ مکروہ ہوئی۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:98)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

نمازی کے سامنے سترہ نہیں اور کوئی شخص گزرنا چاہتا ہے یا سترہ ہے مگر وہ شخص مصلی اور سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہتا ہے تو نمازی کو رخصت ہے کہ اسے گزرنے سے روکے خواہ سبحان اللہ کہے یا جہر کے ساتھ قرأت کرے یا ہاتھ یا سر یا آنکھ کے اشارے سے منع کرے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں مثلاً کپڑا پکڑ کر جھٹکنا یا مارنا بلکہ اگر عمل کثیر ہوگیا تو نماز جاتی رہی۔

(درمختار: جز:2،ص:485)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
تسبیح واشارہ دونوں کو بلاضرورت جمع کرنا مکروہ ہے عورت کے سامنے سے گزرے تو تصفیق سے منع کرے یعنی دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں کی پشت پر مارے اور اگر مرد نے تصفیق کی اور عورت نے تسبیح تو بھی فاسد نہ ہوئی مگر خلاف سنت ہوا۔

(درمختار:جز:2،ص:486)

اس باب کے دونوں راویوں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے بیان کردیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيْ مَسْحِ الْحَصَى فِي الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں کنکریوں کو ہٹانا

یہ باب نماز میں کنکریوں کے ہٹانے کے حکم میں ہے۔

808 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ شَيْخٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا ذَرٍّ يَّرْوِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهٗ فَلَا يَمْسَحِ الْحَصَى

ابوالاحوص جو کہ اہل مدینہ کے شیخ ہیں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز کے واسطے قیام کرے تو رحمت اس کے متوجہ ہوتی ہے تو وہ کنکریوں کو نہ ہٹایا کرے۔

(سنن الترمذی:ج:2،ص:130،سنن النسائی:ج:4،ص:425،شرح السنۃ:جز:1،ص:165،صحیح ابن حبان:ج:6،ص:49)

809 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ مُّعَيْقِيبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْسَحْ وَاَنْتَ تُصَلِّي فَاِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَوَاحِدَةٌ تَسْوِيَةَ الْحَصَى

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کنکریوں کو نہ ہٹاؤ اس حال میں کہ تم نماز

پڑھ رہے ہو اگر ہٹانا ضروری ہو تو کنکریوں کو ایک ہی بار ہٹاؤ۔

(معجم الکبیر: جز:20،ص:351، سنن البیہقی الصغریٰ: جز:1،ص:385)

تشریح: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نظریہ

1-حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، 2-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

3-حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ، 4-حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

5-حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں ایک بار کنکریاں ہٹانے کو رخصت قرار دیتے تھے۔

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ تواضع اور خشوع وخضوع کے منافی ہونے کی بناء پر اس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

آئمہ اربعہ غیر مقلدین کا نظریہ

آئمہ اربعہ ایک بار سے زیادہ کنکریوں کے ہٹانے کے عمل کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور وہابی ایک بار سے زیادہ کنکریوں کے ہٹانے کے عمل کو حرام قرار دیتے ہیں۔

علامہ ابن حزم ظاہری متوفی 405ھ لکھتے ہیں:

نمازی پر فرض ہے کہ ایک بار سے زیادہ کنکریاں نہ ہٹائے۔ (المحلی: جز:4،ص:7)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

کنکریاں ہٹانا مکروہ تحریمی ہے مگر جس وقت کہ پورے طور پر بروجہ سنت سجدہ ادا نہ ہوتا ہو تو ایک بار کی اجازت ہے اور بچنا بہتر ہے اور اگر بغیر ہٹائے واجب ادا نہ ہوتا ہو ہٹانا واجب ہے اگرچہ ایک بار سے زیادہ کی حاجت پڑے۔

(درمختار: جز:2،ص:493)

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ

☆ قولہ عن معیقیب رضی اللہ عنہ

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے محافظ تھے۔ بیت المال کے عامل تھے بہت زیادہ متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

رقم ہے کہ

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے محافظ تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کو بیت المال کا عامل مقرر کیا آپ رضی اللہ عنہ کو جذام لاحق ہو گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے اطباء کو جمع کیا

جس سے مرض موقوف ہوگیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اریس نامی کنویں میں گرگئی تھی اور انہیں نہ مل سکی اور انگوٹھی کے گم ہونے کے بعد مسلمانوں میں فتنہ واقع ہوگیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری ایام خلافت میں فوت ہوئے۔

بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں 40ھ میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری: جز:7،ص:284)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ دوسی ہیں سعید بن ابی وقاص کے آزاد کردہ غلام ہیں بدر میں شریک ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں اول ہی سے ایمان لائے حبشہ ہجرت کر کے گئے وہاں ہی رہے حتیٰ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کو بیت المال کا افسر مقرر فرمایا۔ 40ھ چالیس میں وفات پائی۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:599)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الرَّجُلِ يُصَلِّي مُخْتَصِرًا

باب: ہاتھ کو کوکھ پر رکھ کر نماز پڑھنا

یہ باب ہاتھ کو کوکھ پر رکھ کر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

810 حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الِاخْتِصَارِ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ يَعْنِي يَضَعُ يَدَهُ عَلَى خَاصِرَتِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے روکا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یعنی کوکھ پر ہاتھ کو رکھنا۔

(مستدرک: جز:1،ص:396، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:287، مسند احمد: جز:14،ص:419، مسند الصحابہ: جز:2،ص:94)

تشریح:

اس باب کو مکرر لایا گیا ہے جبکہ پہلے باب فی التخصر بیان کیا گیا اس کی شرح اسی باب میں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الرَّجُلِ يَعْتَمِدُ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى عَصًا

باب: نماز میں عصا کا سہارا لینا

یہ باب نماز میں عصا کا سہارا لینے کے حکم میں ہے۔

811 حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْوَابِصِيُّ حَدَّثَنَا اَبِي عَنْ شَيْبَانَ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ قَالَ قَدِمْتُ الرَّقَّةَ فَقَالَ لِي بَعْضُ اَصْحَابِي هَلْ لَكَ فِي رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ غَنِيمَةٌ فَدَفَعْنَا اِلٰى وَابِصَةَ قُلْتُ لِصَاحِبِي نَبْدَأُ فَنَنْظُرُ اِلٰى دَلِّهِ فَاِذَا عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ لَاطِيَةٌ ذَاتُ اُذُنَيْنِ وَبُرْنُسُ خَزٍّ اَغْبَرُ وَاِذَا هُوَ مُعْتَمِدٌ عَلٰى عَصًا فِي صَلَاتِهِ فَقُلْنَا بَعْدَ اَنْ سَلَّمْنَا فَقَالَ حَدَّثَتْنِي اُمُّ قَيْسٍ بِنْتُ مِحْصَنٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَسَنَّ وَحَمَلَ اللَّحْمَ اتَّخَذَ عَمُودًا فِي مُصَلَّاهُ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ

ہلال بن یساف سے روایت ہے کہ میں رقہ (بستی کا نام) آیا میرے کسی دوست نے کہا کیا تجھے نبی کریم ﷺ کے صحابی کی زیارت کی خواہش ہے میں نے کہا (یہ تو) غنیمت ہے لہٰذا ہم حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے میں نے دوست کو کہا سب سے پہلے ہم ان کی وضع قطع کی طرف نظر کریں گے تو (ہم نے دیکھا کہ) انہوں نے دو کانوں والی ٹوپی لی ہوئی تھی اور خاکی رنگ کا کوٹ زیب تن تھا اور نماز کے اندر عصا کا سہارا لیا ہوا تھا سلام کے بعد ہم نے عرض کیا تو ارشاد فرمایا: مجھے حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عمر میں زیادہ ہو گئے اور وزن زیادہ ہو گیا تو آپ ﷺ اپنی نماز میں عصا کا سہارا لیتے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:288،شرح السنۃ: جز:1،ص:180)

تشریح:

بغیر عذر کے دیوار یا عصا کا سہارا لینا مکروہ ہے اور عذر سے ہو تو حرج نہیں بلکہ فرض و واجب و سنت فجر کے قیام میں اس کا سہارا لے کر کھڑا ہونا فرض ہے جبکہ اس کے بغیر قیام نہ ہو سکے۔

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

بغیر عذر دیوار یا عصا پر ٹیک لگانا مکروہ ہے اور عذر سے ہو تو حرج نہیں بلکہ فرض و واجب و سنت فجر کے قیام میں اس پر ٹیک لگا کر کھڑا ہونا فرض ہے جبکہ بغیر اس کے قیام نہ ہو سکے۔ (غنیۃ المستملی، ص:353)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب النَّهْيِ عَنِ الْكَلَامِ فِي الصَّلٰوةِ

باب: نماز میں کلام کرنا

یہ باب نماز میں کلام کرنے کے حکم میں ہے۔

812 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اَبِي خَالِدٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ عَنْ اَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كَانَ اَحَدُنَا يُكَلِّمُ الرَّجُلَ اِلٰى جَنْبِهٖ فِي الصَّلٰوةِ فَنَزَلَتْ (وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ) فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ وَنُهِينَا عَنِ الْكَلَامِ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پہلو میں کھڑے شخص سے کلام کر لیتے تھے تو "قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ" کا نزول ہوا تو ہمیں سکوت کرنے کا حکم دیا گیا اور کلام کرنے سے منع فرمادیا گیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:248، سنن ترمذی: جز:2،ص:173، سعید بن منصور: جز:3،ص:923، صحیح مسلم: جز:3،ص:142)

تشریح:

اسلام کے شروع میں نماز میں ضرورت کی وجہ سے کلام کرنا مباح تھا بعد میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کلام کو منسوخ فرمادیا۔

اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ نسخ کب واقع ہوا تھا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن حبان اور ابوطیب نے فرمایا کہ

ہجرت سے تین سال پہلے یہ نسخ واقع ہوا۔ (فتح الباری: ج:3،ص:73)

کیونکہ یہ نسخ اس وقت ہوا جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نجاشی کے ہاں سے لوٹ کر مکہ مکرمہ آئے تھے جس طرح کہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم زمانہ رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت نماز میں سلام کر لیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سلام کا جواب دیتے تھے۔ جب ہم نجاشی کے ہاں سے واپس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا ہم نے عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم (پہلے) نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب عنایت فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز میں صرف نماز ہی کی جانب مشغولیت ہے۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1103)

اس کے برخلاف جمہور علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد غزوہ بدر سے کچھ پہلے یہ نسخ واقع ہوا ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کی جس آیت مبارکہ (قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ : 238) نے نماز میں سکوت کا حکم دیا ہے وہ بالاتفاق مدنی ہے۔ دوسرا یہ کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جن سے یہ حدیث مبارکہ روایت ہے کہ نماز میں کلام کو حرام کر دیا گیا وہ انصاری صحابی ہیں اور مدینہ منورہ میں مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ تیسرا یہ کہ حدیث مبارکہ میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد نماز سے فارغ ہو گئے۔ حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے کہا نماز کم ہوگئی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول ہوگئی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! کیا ذوالیدین نے سچ کہا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا! ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات اور ادا فرمائیں اور سلام پھیر کر سجدہ سہو کیا۔ (صحیح بخاری: جز: 1، ص: 160)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز میں کلام مباح تھا اور کلام کرنے والے صحابی حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ زہری کی تصریح کے مطابق غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ (فتح الباری: جز: 3، ص: 96)

اس سے ثابت ہوا کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں بھی نماز میں کلام مباح تھا اس لیے صحیح یہی ہے کہ یہ نسخ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ ہی میں ہوا ہے۔ علامہ ابن حبان اور ابوطیب طبری رحمۃ اللہ علیہما نے جو یہ کہا ہے کہ یہ نسخ اس وقت واقع ہوا جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نجاشی کے ہاں سے لوٹ کر آئے، یہ صحیح ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ جب آپ مکہ مکرمہ آئے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دو مرتبہ حبشہ گئے۔

علامہ واقدی لکھتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی بار نبوت کے پانچویں سال پندرہ نفوس کے ہمراہ سمندری راستہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے پھر جب وہاں یہ خبر ملی کہ اہل مکہ اسلام لے آئے تو مکہ مکرمہ گئے وہاں آ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی تو ان کو بہت افسوس ہوا اور پھر زیادہ افراد کے ساتھ دوبارہ حبشہ ہجرت کر گئے اور دوسری بار وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ آ گئے۔

(عمدۃ القاری: جز: 7، ص: 268)

تمام علماء اسلام اور آئمہ اربعہ کے نزدیک عمداً کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ اس کلام سے نماز کی اصلاح مقصود ہو یا نہ ہو البتہ بھول کر کلام کرنے سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے۔ آئمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث ذوالیدین ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ کا واقعہ کلام کے منسوخ ہونے سے قبل کا ہے جس طرح کہ گزر چکا ہے۔

اگر کوئی شخص مسئلہ سے ناواقف ہو اور عہد اسلام کے قریب ہو تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز میں بات کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی جس طرح کہ معاویہ بن حکم کا واقعہ ہے (کہ انہوں نے نماز میں چھینک آنے پر یرحمک اللہ کہا تو لوگوں نے گھور گھور کر

دیکھنا شروع کر دیا۔ انہوں نے کہا کاش یہ مر چکا ہوتا تم مجھے کیوں گھور رہے ہو یہ سن کر انہوں نے پانی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا جب انہوں نے سمجھا کہ یہ تو مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو یہ خاموش ہو گئے پھر نبی کریم ﷺ نے ان کو بلا کر ارشاد فرمایا نماز میں باتیں نہیں کرنا چاہئیں اور نماز لوٹانے کا حکم نہ فرمایا)

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ (شرح للنواوی: جز:1،ص:203)

احناف کے نزدیک اس کی نماز ٹوٹ جائے گی اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے نماز کے اعادہ کا حکم دیا ہو اور ہم تک نہ پہنچا ہو یا یہ پھر خصوصیت پر محمول ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی 855ھ نے اصلاح نماز کی خاطر کلام میں متضاد اقوال ذکر کیے ہیں۔

پہلے لکھا ہے کہ اگر اصلاح نماز کے لئے نماز میں کلام کیا جائے تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے البتہ امام اوزاعی اور بعض مالکیہ کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی۔

(عمدۃ القاری: جز:7،ص:271)

اور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اصلاح نماز کے واسطے کلام سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری: جز:7،ص:309)

صحیح بات یہ ہے کہ نماز میں عمداً کلام کرنے سے بعض مالکیہ کے سوا تمام آئمہ اربعہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ وہ کلام اصلاح نماز کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ (الفقہ علی المذاہب: جز:1،ص:298)

مسئلہ

کلام مفسد نماز سے عمداً ہو یا خطأ یا سہواً، سوتے میں ہو یا بیداری میں، اپنی خوشی سے کلام کیا یا کسی نے کلام کرنے پر مجبور کیا یا اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ کلام کرنے سے نماز جاتی رہتی ہے خطا کے معنیٰ یہ ہیں کہ قرأت وغیرہ اذکار نماز کہنا چاہتا تھا غلطی سے زبان سے کوئی بات نکل گئی اور سہو کے یہ معنیٰ ہیں کہ اس کو اپنا نماز میں ہونا یاد نہ رہا۔ (درمختار: جز:2،ص:447)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

کلام میں قلیل وکثیر کا فرق نہیں اور یہ بھی فرق نہیں کہ وہ کلام اصلاح نماز کے واسطے ہو یا نہیں۔ مثلاً امام کو بیٹھنا تھا کھڑا ہو گیا۔ مقتدی نے بتانے کو کہا بیٹھ جا، یا ہوں کہا نماز جاتی رہی۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:98)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

قصداً کلام سے اسی وقت نماز فاسد ہوگی جب بقدر تشہد نہ بیٹھ چکا ہو اور بیٹھ چکا ہے تو نماز پوری ہوگئی البتہ مکروہ تحریمی ہوئی۔(درمختار: جز:2، ص:446)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

کلام وہی مفید ہے جس میں اتنی آواز ہو کہ کم از کم وہ خود سن سکے اگر کوئی مانع نہ ہو اور اگر اتنی آواز بھی نہ ہو بلکہ صرف تصحیح حروف ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔(فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:98)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ

☆ **قوله عن زيد بن ارقم رضى الله عنه**

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں سورہ منافقون کا نزول ہوا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں ایک غزوہ میں تھا میں نے عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

لَا تُنۡفِقُوۡا عَلٰى مَنۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنۡفَضُّوۡا ؕ (المنافقون:7)

جولوگ رسول اللہ کے ساتھ ہیں ان پر خرچ نہ کرو حتیٰ کہ وہ ادھر ادھر چلے جائیں۔

اور میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا۔

لَئِنۡ رَّجَعۡنَاۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ لَيُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡهَا الۡاَذَلَّ ؕ (المنافقون:8)

اب اگر ہم مدینہ واپس جائیں گے تو وہاں سے عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔

میں نے اس بات کا اپنے چچا سے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی۔ آپ نے مجھے بلایا۔ میں نے آپ کو اس کی خبر دی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے اصحاب کو بلایا۔ انہوں نے قسم کھالی کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور اس کو سچا قرار دیا۔ اس بات کا مجھے اتنا رنج ہوا کہ اس سے پہلے کسی بات کا اتنا رنج نہیں ہوا تھا پھر میں گھر میں بیٹھ گیا۔

پس میرے چچا نے مجھ سے کہا:

میرا یہ ارادہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جھوٹا قرار دیں اور تم پر ناراض ہوں تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

اِذَا جَآءَكَ الۡمُنٰفِقُوۡنَ (المنافقون:1)

جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں۔

تب نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا:

اے زید (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے تمہیں سچا قرار دے دیا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4900)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ اس کی شرح میں راقم ہیں۔

امام نسائی نے از محمد بن کعب از زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے اور اہل مغازی اس پر متفق ہیں کہ یہ غزوہ بنوالمصطلق تھا۔ اس حدیث مبارکہ میں ہے کہ میں نے اس کا ذکر اپنے چچا یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ اس حدیث مبارکہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے چچا سے مراد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو خزرج کے سردار تھے اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کے حقیقی چچا نہیں تھے اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے حقیقی چچا ثابت بن قیس ہیں وہ صحابی نہیں تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اور ابوالاسود کے مغازی میں عروہ سے روایت ہے کہ یہ واقعہ اوس بن ارقم کو پیش آیا تھا اور انہوں نے اس کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا اور ہوسکتا ہے کہ یہ متعدد واقعے ہوں۔ عبداللہ بن ابی سے یہ بات حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی سنی ہو اور حضرت اوس بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی سنی ہو اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کیا ہو اور حضرت اوس بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا ہو۔ البتہ مشہور یہ ہے کہ اس واقعہ کا ذکر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے کیا اور ان کو مجازاً اپنا چچا فرمایا۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوگیا کہ اگر قوم کا بڑا کوئی غلط اور بے ہودہ بات کہے تو اس کا مواخذہ نہیں کرنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بڑے کے پیروکار متنفر ہو جائیں اور ان کے عذر کو قبول کرنا چاہئے اور ان کی قسموں کی تصدیق کرنی چاہئے خواہ قرائن اس کے خلاف ہوں کیونکہ اس سے اس کے پیروکاروں کی تالیف قلب ہوگی اور وہ مانوس رہیں گے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ تک عبداللہ بن ابی کی کہی ہوئی جو بات پہنچائی تھی یہ وہ چغلی نہیں تھی جو اسلام میں ممنوع ہے کیونکہ چغلی کی تعریف یہ ہے کہ ایک فریق کی بات لڑانے اور فساد ڈالنے کے لئے دوسرے تک پہنچانا اور اگر اس بات کے پہنچانے میں کوئی مصلحت ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہاں مصلحت یہ تھی کہ عبداللہ بن ابی کا نفاق مسلمانوں پر آشکارا ہو جائے۔ (فتح الباری: جز: 9ص 639تا 640)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے ہمارے ساتھ کچھ دیہاتی لوگ بھی تھے۔ ہم پانی لینے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور دیہاتی ہم پر سبقت کر رہے تھے۔ ایک اعرابی اپنے اصحاب سے پہلے وہاں پہنچ گیا۔ اس نے حوض کو بھر دیا اور اس کے گرد پتھر رکھ دیئے اور ان پر ایک چمڑا بچھا دیا حتیٰ کہ اس کے اصحاب آ گئے۔ انصار میں سے ایک شخص اس دیہاتی کے پاس آیا اس نے اپنی اونٹنی کو پانی پلانے کے لئے اس کی لگام ڈھیلی کی لیکن دیہاتی نے اپنا قبضہ

چھوڑنے سے انکار کیا۔ انصاری نے پانی کے پاس سے رکاوٹیں ہٹا دیں۔ اس دیہاتی نے لکڑی اٹھا کر اس انصاری کے سر پر ماری اور اس کا سر پھاڑ دیا۔ وہ انصاری عبداللہ بن ابی کے ساتھیوں میں سے تھا۔ اس نے اس کے پاس جا کر ماجرا سنایا عبداللہ بن ابی غضب ناک ہوا۔

اور اس نے کہا:

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں ان پر اس وقت تک خرچ نہ کرو جب تک کہ وہ ان کے پاس سے منتشر نہ ہو جائیں یعنی وہ دیہاتی جو کھانے کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتے تھے۔

عبداللہ بن ابی نے کہا:

جب یہ لوگ (سیدنا) محمد (مصطفی ﷺ) کے پاس سے اٹھ جائیں اس وقت ان کے پاس کھانا لانا تا کہ وہ اور ان کے اصحاب کھانا کھائیں۔

پھر عبداللہ بن ابی اپنے اصحاب سے کہنے لگا۔

اب اگر ہم مدینہ منورہ واپس گئے تو تم میں سے عزت والے ذلت والے کو وہاں سے نکال دیں گے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے عبداللہ بن ابی کی بات کو سن لیا اور پھر اپنے چچا کو بتا دی۔ انہوں نے جا کر یہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتا دی۔ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو بلوایا اس نے قسم کھا کر یہ بات کہنے کا انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات کی تصدیق کی اور میری تکذیب کر دی۔

پھر میرے چچا میرے پاس آئے اور کہا:

میرا ارادہ یہ نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ تم پر ناراض ہوں اور آپ اور مسلمان تمہاری تکذیب کریں اس سے مجھے اتنا رنج ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا رنج نہیں ہوا تھا پس جس وقت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس سفر میں جا رہا تھا تو افسوس کی وجہ سے میں اپنا سر ہلا رہا تھا۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے کان کو ملا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور مجھے اس سے اتنی خوشی ہوئی کہ اس کے بدلہ میں دائمی دنیا سے بھی نہ ہوتی۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور پوچھا:

رسول اللہ ﷺ نے تم سے کیا فرمایا تھا؟

میں نے کہا:

آپ ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا تھا البتہ آپ ﷺ نے میرے کان کو ملا اور میرے سامنے مسکرائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

تمہیں مبارک ہو پھر مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے اور انہوں نے بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح پوچھا پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ منافقون کی تلاوت فرمائی۔ (مستدرک: جز:2،ص488 تا489)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے کہ لوگوں پر شدت اور تنگ دستی طاری ہوگئی۔

تو عبداللہ بن ابی رأس المنافقین نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

تم ان پر خرچ نہ کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد سے بکھر جائیں اور اس نے مزید یہ کہا کہ اگر ہم مدینہ طیبہ واپس لوٹ کر گئے تو عزت والے ذلت والوں کو وہاں سے نکال دیں گے چنانچہ میں یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوا اور اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کو بلا بھیجا اور اس کے بارے پوچھا تو اس نے قسم اٹھا کر کہہ دیا کہ اس نے ایسا نہیں کہا۔ بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کذب بیانی سے کام لیا ہے۔ ان کی یہ بات میرے دل پر انتہائی گراں اور سخت گزری۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ میں میری تصدیق فرمادی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے استغفار کریں تو انہوں نے اپنے سر پھیر دیئے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کانھم خشب مسندۃ درحقیقت وہ بیکار لکڑی کی مانند ہیں۔

ارشاد فرمایا: وہ خوب صورت ترین آدمی تھے۔ (صحیح البخاری: جز:2،ص:728)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہمارے ساتھ اعراب میں سے بھی کچھ لوگ تھے۔ ہم بھی پانی کی طرف تیزی سے جاتے تھے لیکن اعرابی ہم سے سبقت لے جاتے تھے۔ پھر ایک اعرابی اپنے ساتھیوں کو آگے لانے لگا حتیٰ کہ اس کے ساتھی آگئے۔ اتنے میں ایک انصاری اعرابی کے پاس آیا اور اس نے اپنی اونٹنی کی مہار ڈھیلی چھوڑ دی تا کہ وہ پانی پی لے لیکن اعرابی نے اس کو پانی دینے سے انکار کر دیا۔ پس اس نے ایک پتھر اکھیڑ دیا اور پانی بہہ گیا جواباً اعرابی نے ایک لکڑی اٹھائی اور انصاری کے سر پر دے ماری اور اس کو زخمی کر دیا۔ چنانچہ وہ انصاری رأس المنافقین عبداللہ بن ابی کے پاس آیا اور اس واقعہ کی خبر دی۔ وہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھا ہوا تھا وہ خوب غضب ناک ہوا اور اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جتنے اعراب ہیں ان پر کچھ نہ خرچ کرو حتیٰ کہ وہ آپ کے آس پاس سے بکھر جائیں۔ وہ کھانے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے تھے۔

تو عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر چلے جائیں تب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا لے کر آئیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو پاس ہیں وہ کھالیں۔

پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

جب تم مدینہ منورہ کی طرف لوٹ جاؤ گے تو عزت والے ذلت والوں کو وہاں سے نکال دیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں اپنے چچا کے پیچھے تھا میں نے یہ سب باتیں سن لیں اور ہم عبداللہ کے ننھیال تھے میں نے اپنے چچا کو ان باتوں سے آگاہ کیا چنانچہ وہ گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اطلاع دی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا بھیجا مگر اس نے قسم کھا کر صاف انکار کر دیا۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سچا قرار دے دیا اور مجھے جھوٹا قرار دیا۔ پھر میرا چچا میرے پاس آیا اور اس نے کہا:

میں نے تو تیری تکذیب کا ارادہ نہیں کیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے ناپسند کیا اور مسلمانوں نے تیری تکذیب کی۔ چنانچہ یہ سن کر مجھے ایسی پریشانی اور غم لاحق ہوا جتنا کبھی کسی کو نہیں پہنچا۔ پس اسی اثناء میں کہ میں چل رہا تھا میں نے اپنے سر کو غم سے ہلکا کیا کہ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے کان کو پکڑ کر ملنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے مسکرا دیئے اور مجھے خوش نہ کر سکتی اگر اس کے بدلے میرے خلد (ہیشگی) یا دنیا ہوتی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے آ ملے اور انہوں نے پوچھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے کیا فرمایا ہے۔ میں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ ارشاد نہیں فرمایا مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کان کو پکڑ کر ملا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے مسکرا دیئے۔

تو انہوں نے فرمایا:

تیرے لیے یہ بشارت اور خوشخبری ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات کریمہ تلاوت فرمائیں:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۞ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۞ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۞ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۞ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۞ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۞ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ (منافقون: 1 تا 8)

(سنن ترمذی: جز: 5، ص: 387)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب عبداللہ بن ابی نے کہا تم ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں حتیٰ کہ وہ بکھر جائیں اور اس نے یہ کہا اگر ہم مدینہ منورہ کی طرف لوٹ کر گئے تو عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے میں نے اس کی یہ بات سن لی اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور اس کا ذکر آپ ﷺ کے سامنے کر دیا تو انصار میں سے کئی لوگوں نے مجھے ملامت کی وہ ان کے پاس آیا اور قسم اٹھانے لگا کہ اس نے اس طرح کی بات نہیں کی۔ چنانچہ میں گھر کی طرف لوٹ آیا اور سو گیا پھر نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیری تصدیق کر دی ہے اور تیری تائید فرمائی ہے پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (معجم الکبیر: ج:5، ص:198)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"میں رائس المنافقین عبداللہ بن ابی کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کے ہمراہ وہاں سے گزرے۔

تو عبداللہ بن ابی نے کہا:

اگر ہم مدینہ منورہ لوٹ کر گئے تو عزت والے وہاں سے ذلت والوں کو نکال دیں گے۔ تو میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کو اس بات کی خبر دی۔ پس وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے اس کا ذکر کر دیا پھر آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو بلا بھیجا مگر اس نے آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر یہ قسم اٹھا دی کہ قسم بخدا! اس نے اس طرح کی کوئی گفتگو نہیں کی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔

تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! بے شک مجھے اس کے بارے بچے زید بن ارقم (رضی اللہ عنہ) نے اطلاع دی ہے۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے۔ اور میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ساتھ لے گئے اور وہاں جا کر کہا اس نے مجھے بتایا ہے تو عبداللہ بن ابی نے مجھے جھڑک دیا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس رک گیا اور رونے لگا اور عرض کی۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ پر نور نازل فرمایا ہے اس نے ایسا کہا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے رخ زیبا پھیر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ آخر سورت تک نازل فرمائی۔ (مجمع الزوائد: ج:7، ص:265)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب عبداللہ بن ابی نے وہ باتیں کیں تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو اس سے مطلع کیا۔ پس وہ آیا اور اس نے قسم اٹھائی کہ اس نے کچھ نہیں کہا تو پھر لوگ کہنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کذب لے کر آئے اور میں اس خوف سے گھر میں بیٹھ گیا کہ جب لوگ مجھے دیکھیں گے تو کہیں گے یہ وہ ہے جو کذب بیانی کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ ...... الآیہ (معجم الکبیر: ج:5، ص:190)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمرو ہے انصاری خزرجی ہیں۔ آخر کوفہ میں رہے۔ 66 چھیاسٹھ میں وہاں ہی وفات ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب یوں ہے۔

زید ابن ارقم ابن زید ابن قیس ابن نعمان۔

آپ رضی اللہ عنہ ہی کے ذریعہ عبداللہ بن ابی کا نفاق ظاہر ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ ہی کی تصدیق میں سورہ منافقون نازل ہوئی۔

مختار ابن عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں 66 میں وفات ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:578)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِيْ صَلٰوةِ الْقَاعِدِ

باب: بیٹھ کر نماز پڑھنا

یہ باب بیٹھ کر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے۔

813 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ اَعْيَنَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالٍ يَّعْنِيْ ابْنَ يَسَافٍ عَنْ اَبِيْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حُدِّثْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلٰوةِ فَاَتَيْتُهُ فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَوَضَعْتُ يَدَيَّ عَلٰى رَاْسِيْ فَقَالَ مَا لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قُلْتُ حُدِّثْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَّكَ قُلْتَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلٰوةِ وَاَنْتَ تُصَلِّيْ قَاعِدًا قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنِّيْ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِنْكُمْ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حدیث بیان فرمائی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز کا ثواب نصف ہے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز ادا فرماتے ہوئے پایا۔ میں نے اپنے ہاتھ کو اپنے سر پر رکھ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ! تجھے کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے حدیث بیان فرمائی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فرمان مقدسہ ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا ثواب نصف ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خود بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: بات تو یہی ہے لیکن میں تم جیسا نہیں ہوں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:7،ص:62،شرح السنۃ: جز:1،ص:236،صحیح مسلم: جز:4،ص:83،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:31،ص:312)

814 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّهُ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا فَقَالَ صَلَاتُهُ قَائِمًا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهٖ قَاعِدًا وَّصَلَاتُهُ قَاعِدًا عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاتِهٖ قَائِمًا وَّصَلَاتُهُ نَائِمًا عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاتِهٖ قَاعِدًا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے بارے میں استفسار کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیٹھ کر نماز پڑھنے والے سے کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نماز افضل ہے اور بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ہے اور لیٹ کر پڑھنے والے کی نماز کا ثواب بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:814)

815 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَ بِي النَّاصُورُ فَسَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے ناصور ہوگئی تو میں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ مقدسہ سے پوچھا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو اگر یہ استطاعت نہ رکھو تو بیٹھ کر پڑھو۔ اگر یہ استطاعت نہ رکھو تو لیٹ کر پڑھو۔

(مستدرک: جز:1،ص:460،سنن ابن ماجہ: جز:4،ص:84،سنن دارقطنی: جز:4،ص:90،مسند احمد: جز:40،ص:298)

816 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ جَالِسًا قَطُّ حَتّٰى دَخَلَ فِي السِّنِّ فَكَانَ يَجْلِسُ فِيهَا فَيَقْرَاُ حَتّٰى اِذَا بَقِيَ اَرْبَعُونَ اَوْ ثَلَاثُونَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَاَهَا ثُمَّ سَجَدَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رات والی نماز میں رسول اللہ ﷺ کو بیٹھ کر تلاوت فرماتے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ جب آپ ﷺ کی عمر زیادہ ہوگئی تو اس میں بیٹھ کر تلاوت فرماتے تھے حتیٰ کہ جب چالیس

یا تیس آیات بقیہ بچ جاتیں تو قیام فرما کر تلاوت فرماتے پھر سجدہ فرماتے۔

(سنن ابن ماجہ: جز: 4، ص: 89، صحیح ابن حبان: جز: 6، ص: 360، مسند ابی عوانہ: جز: 1، ص: 531، مسند احمد: جز: 50، ص: 469)

817 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ وَاَبِي النَّضْرِ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا فَيَقْرَاُ وَهُوَ جَالِسٌ وَّاِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَائَتِهٖ قَدْرُ مَا يَكُوْنُ ثَلَاثِيْنَ اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَاَهَا وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ عَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز ادا فرماتے تھے اور قرأت اس حال میں فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے ہوتے جب تلاوت کرتے ہوئے تیس یا چالیس آیات باقی بچ جاتیں تو قیام فرما لیتے اور قیام کی حالت میں تلاوت فرماتے پھر رکوع فرماتے پھر سجدہ فرماتے پھر رکعت ثانی میں اسی طرح ہی کیا کرتے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو علقمہ بن وقاص، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 817)

818 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ قَالَ سَمِعْتُ بُدَيْلَ بْنَ مَيْسَرَةَ وَاَيُّوْبَ يُحَدِّثَانِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيْلًا قَائِمًا وَّلَيْلًا طَوِيْلًا قَاعِدًا فَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا رَكَعَ قَائِمًا وَّاِذَا صَلّٰى قَاعِدًا رَكَعَ قَاعِدًا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں قیام فرما کر طویل نماز ادا فرماتے اور رات کو بیٹھ کر طویل نماز ادا فرماتے۔ جب نماز ادا فرماتے تو فرمایا کھڑے ہو کر رکوع فرماتے اور جب بیٹھ کر نماز ادا فرماتے تو بیٹھ کر رکوع فرماتے۔

(مستدرک: جز: 1، ص: 410، سنن ابن ماجہ: جز: 4، ص: 90، سنن الترمذی: جز: 2، ص: 122، سنن النسائی: جز: 6، ص: 128)

819 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ السُّوْرَةَ فِي رَكْعَةٍ قَالَتِ الْمُفَصَّلَ قَالَ قُلْتُ فَكَانَ يُصَلِّي قَاعِدًا قَالَتْ حِيْنَ حَطَمَهُ النَّاسُ

عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ایک سورت تلاوت فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مفصل سے تلاوت فرماتے۔ میں نے عرض کیا کہ [illegible]

پڑھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب لوگوں نے بوڑھا کر دیا تب پڑھتے۔

(مستدرک: جز:1، ص:397، صحیح ابن خزیمہ: جز:1، ص:270، مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ: جز:9، ص:164، معجم ابن عساکر: جز:1، ص:67)

تشریح:

جمہور آئمہ کے نزدیک سنن مؤکدہ اور ہر قسم کے نفل قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنے جائز ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ پہلے بیٹھ کر نماز پڑھنا شروع کرے اور پھر کھڑا ہو جائے یا پہلے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کرے اور پھر بیٹھ جائے البتہ صبح کی دو رکعت سنت مؤکدہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اس کو قیام پر قدرت کے باوصف بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (مراقی الفلاح: ص:241)

فرائض میں اگر قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی کیونکہ فرائض میں قیام فرض ہے۔ اگر کوئی شخص قیام نہیں کر سکتا اور عذر کی وجہ سے سنن اور نوافل بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اس کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی اور اگر قیام پر قدرت کے باوجود سنن اور نوافل بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اس کو آدھا ثواب ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بیٹھ کر نفل پڑھے تھے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اور دوسرے علماء کرام نے لکھا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی۔

(شرح للنواوی: جز:1، ص:253)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

فرض و وتر و عیدین و سنت فجر میں قیام فرض ہے کہ بلا عذر صحیح بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھے گا نہ ہوں گی۔ (درمختار: جز:2، ص:163)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

قیام و قرأت کا واجب و سنت ہونا بایں معنیٰ ہے کہ اس کے ترک پر ترک واجب و سنت کا حکم دیا جائے گا ورنہ بجالانے میں جتنی دیر تک قیام کیا اور جو کچھ قرأت کی سب فرض ہی ہے فرض کا ثواب ملے گا۔ (درمختار: جز:2، ص:163)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر قیام پر قادر ہے مگر سجدہ نہیں کر سکتا تو اس کو بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر اشارے سے پڑھنا مستحب ہے اور کھڑے ہو کر اشارے سے پڑھنا بھی جائز ہے۔ (درمختار: جز:2، ص:164)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جو شخص سجدہ کر تو سکتا ہے مگر سجدہ کرنے سے زخم بہتا ہے جب بھی اس کو بیٹھ کر اشارے سے پڑھنا مستحب ہے اور کھڑے ہو کر اشارے سے پڑھنا بھی جائز ہے۔(درمختار: ج:2،ص:164)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کو کھڑے ہونے سے قطرہ آتا ہے یا زخم بہتا ہے اور بیٹھنے سے نہیں تو اس کو فرض ہے کہ بیٹھ کر پڑھے اگر اور طور پر اس کی روک نہ کر سکے۔ یونہی کھڑے ہونے سے چوتھائی ستر کھل جائے گا یا قرأت بالکل نہ کر سکے گا تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر کھڑے ہو کر کچھ بھی پڑھ سکتا ہے تو فرض ہے کہ جتنی پر قادر ہو کھڑے ہو کر پڑھے باقی بیٹھ کر۔(درمختار: ج:2،ص:164)

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہونا عذر نہیں بلکہ قیام اس وقت ساقط ہوگا کہ کھڑا نہ ہو سکے یا سجدہ نہ کر سکے یا کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے میں زخم بہتا ہے یا کھڑے ہونے میں قطرہ آتا ہے یا چوتھائی ستر کھلتا ہے یا قرأت سے مجبور محض ہو جاتا ہے یونہی کھڑا تو ہو سکتا ہے مگر اس سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے یا دیر میں اچھا ہوگا یا ناقابل برداشت تکلیف ہوگی تو بیٹھ کر پڑھے۔

(غنیۃ المستملی: ص:267)

مسئلہ

علامہ محمد ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر پڑھے۔(غنیۃ المستملی: ص:261)

مسئلہ

علامہ ابراہیم بن حلبی متوفی 956ھ لکھتے ہیں:

اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے اگرچہ اتنا ہی کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ لے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔

(غنیۃ المستملی: ص:262)

نبی کریم ﷺ کی مثل کوئی نہیں

☆ قولہ قال اجل ولکنی لست کاحدمنکم

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نصف ثواب کی حدیث کی تصدیق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھ کر اپنے ہاتھ کو اپنے سر پر رکھ لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) تمہیں کیا ہوا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حدیث بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز کا ثواب نصف ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خود بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بات تو یہی ہے مگر میں تم جیسا نہیں ہوں۔ اس حدیث مبارکہ سے ان مخالفین و معاندین و منافقین کا رد ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مثل بشر ہیں اور دلیل میں "قل انما انا بشر مثلکم" کی آیت پیش کرتے ہیں۔ مجھے کسی نے کہا مولانا صاحب تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح کے بشر ہیں دیکھو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قل انما انا بشر مثلکم، لہٰذا تمہارا دعویٰ غلط ہے۔ مجھے اس کے نسب کا پتہ چل گیا کہ اصل بات کیا ہے میں نے ان سے یہ کہا کہ پہلے تو یہ بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں بشر کہا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا وہ کس طرح؟ اس نے کہا دیکھو ارشاد فرمایا آپ ہی خود فرما دیجئے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں، میں نے کہا دیکھو آپ نے ترجمہ کیا ہے آپ ہی فرما دیجئے تو اس میں اللہ تعالیٰ نے کب فرمایا ہے کہ میں ہی فرماتا ہوں تم بشر ہو۔ بلکہ یہ ارشاد فرمایا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں کہتا کہ تم بشر ہو بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرما دیجئے کہ میں خدا ہوں نہ ہونے میں تمہاری مثل بشر ہوں۔ پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بشر نہیں کہا بلکہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی فرما دیجئے کہ میں خدا نہ ہونے میں تمہاری مثل بشر ہوں تاکہ یہ لوگ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو خدا مان کر کافر نہ ہو جائیں اور اپنی دنیا و آخرت بھی تباہ و برباد کر بیٹھیں۔

جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے علم اور قدرت کے چند معجزات دکھائے مثلاً یہ بتایا کہ تم کیا کھا کر آئے اور گھر میں کیا رکھ کر آئے ہو اور چند مردے زندہ کئے اور مٹی سے پرندے بنا کر اڑا دیئے تو لوگوں نے ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہہ دیا اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ما کان و مایکون کی خبریں دی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے درخت میں جان پڑ گئی اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی اور کھجور کا ستون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں رویا اور مکہ کے ایک پتھر نے کہا السلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور گوہ اور ہرنی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا۔ اونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا اس فرط عقیدت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہہ دے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان سے فرما دیجئے کہ میں خدا نہ ہونے میں صرف تمہاری مثل بشر ہوں بلکہ میں تو فرماتا ہوں کہ "قد جاء کم من اللہ نور". تحقیق اے محبوب آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور فرما دیا تو ایک ادنیٰ سے بندہ کی کس طرح جرأت ہے کہ وہ اس نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل بشر کہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا لولاک لما اظھرت الربوبیہ، اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو اپنا رب عزوجل ہونا بھی ظاہر نہ کرتا، اور ارشاد فرمایا: لولاک

خلقت الجن و الانس، اے محبوب ﷺ! اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو نہ تو جنوں کو پیدا کرتا نہ انسانوں کو پیدا کرتا، لہٰذا معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ ہماری مثل بشر نہیں بلکہ نور ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو ہماری مثل بشر کہنا کفار کا طریقہ ہے کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کو اپنی مثل بشر کہتے تھے اور وہ بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے وہ کہتے تھے کہ نبی کے لئے فرشتہ ہونا ضروری ہے۔

قرآن مجید نے کفار کا قول نقل فرمایا ہے۔

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ

(الانبیاء:3)

اور ان ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشی کی کہ یہ تو تمہاری ہی مثل بشر ہے کیا تم دیکھنے کے باوجود جادو میں جا رہے ہو۔

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

ان کافروں نے دو وجہوں سے نبی کریم ﷺ کی نبوت میں طعن کیا تھا۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ

آپ ان کی مثل بشر ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ

آپ نے جو دلیل پیش کی ہے وہ جادو ہے اور یہ دونوں وجہیں باطل ہیں پہلی وجہ تو اس لیے باطل ہے کہ نبوت کا ثبوت دلائل اور معجزات پر موقوف ہے صورتوں پر موقوف نہیں۔ بالفرض اگر ان کے پاس فرشتہ کو نبی بنا کر بھیجا جاتا تو محض اس کی صورت دیکھ کر تو اس کے نبی ہونے پر یقین نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ اس کی نبوت پر دلائل نہ قائم ہو جاتے اور جب یہ واضح ہو گیا تو اگر بشر اپنی نبوت پر معجزات اور دلائل قائم کر دے تو اس کا نبی ہونا بھی جائز ہے بلکہ واجب ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ بشر کی طرف بشر کو نبی بنا کر مبعوث کیا جائے کیونکہ انسان کے لئے اپنے ہم جنس اور ہم شکل کو نبی ماننا زیادہ قریب ہے کیونکہ ہر شخص اپنی جنس سے مانوس ہوتا ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کے معجزات کو جو جادو کہتے تھے یہ بھی باطل ہے کیونکہ آپ کا معجزہ قرآن ہے کیونکہ آپ اس میں کوئی تلبیس اور ملمع کاری نہیں کرتے تھے آپ نے ان سب کو قرآن مجید کی ایک سورت کی مثل لانے کا چیلنج دیا اور وہ عرصہ دراز گزرنے کے بعد بھی اس کی مثل نہیں لا سکے اور اب تک نہیں لا سکے پس اس معجزہ کو جادو کہنا باطل ہے۔ (تفسیر کبیر: جز:8، ص:120)

قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی 685ھ لکھتے ہیں:

سیدنا محمد ﷺ کو بشر کہہ کر وہ آپ کے دعویٰ رسالت کی تکذیب کا قصد کرتے تھے کیونکہ ان کا قصد یہ تھا رسول صرف فرشتہ ہی ہو سکتا ہے اور قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کے دیگر معجزات کو وہ جادو کہتے تھے۔

(تفسیر بیضاوی مع عنایۃ القاضی: جز:6، ص:416)

کفار بشر کے رسول اور نبی ہونے کو جو مستبعد سمجھتے تھے اور اس کا انکار کرتے تھے اس کا رد فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝ (الانعام:9)

اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اسے مرد ہی (کی صورت میں) بناتے اور ہم ان پر وہی شبہ ڈال دیتے جو شبہ وہ (اب) کر رہے ہیں۔

انسانوں کے لئے انسان کو رسول بنا کر بھیجنا ان کے لئے زیادہ مفید ہے اور اس سے استفادہ کے لئے زیادہ سہل اور آسان ہے کیونکہ اگر فرشتہ، جن یا کسی اور جنس سے ان کے لئے رسول بھیجا جاتا تو وہ اس کو دیکھ نہ سکتے نہ اس کی بات سن سکتے نہ اس کے اعمال کی اتباع اور اقتداء کر سکتے یہ تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا امتنان اور احسان ہے کہ اس نے انسانوں کے لئے ان کی جنس سے انسان کو رسول بنا کر بھیجا اس لیے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (آل عمران:164)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ اس نے ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

اور مقام پر ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (الجمعۃ:2)

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (التوبہ:128)

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آ گئے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا۔

زید کا قول یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مثل ایک بشر تھے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ قل انما انا بشر مثلکم اور خصائص بشریت بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے۔ کیا کھانا پینا، جماع کرنا، بیٹا ہونا، باپ ہونا، کفو ہونا، سونا وغیرہ امور خواص بشریت سے نہیں ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے۔ اگر کوئی بشریت کی بناء پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مساوات کا دعویٰ کرنے لگے تو یہ نالائق حرکت ہے جیسا کہ عارف بسطامی سے منقول ہے کہ لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم

الجواب

مستفتی کو تعجیل اور فقیر بتیس روز سے علیل اور مسئلہ ظاہر و بین غیر محتاج دلیل، لہٰذا صرف ان اجمالی کلمات پر اختصار ہوتا ہے

عمرو کا قول مسلمانوں کا قول ہے اور زید نے وہی کہا ہے جو کافر کہا کرتے تھے "قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا" کافر بولے! تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی بلکہ ہم جیسے آدمی بلکہ زید مدعی اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے وہ جو انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لیے کہ ان کی رسالت سے منکر تھے کہ "قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ٥" تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو۔ واقعی جب ان خبثا کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں اپنا ہی سا بشر جانیں۔ زید کو قل انما انا بشر مثلکم سوجھا اور یوحی الی نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا۔ زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت سے اعلیٰ ہے وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا و لہٰذا ارشاد فرماتا ہے وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ٥، اور اگر ہم فرشتے کو رسول کر کے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انہیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں۔ ظاہر ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انہیں اوروں کی مثل بشر سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا ظاہر بینوں کور باطنوں کا دھوکہ ہے۔ شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔

ہمسری با انبیاء برداشتند اولیا را ہمچو خود پندا شتند

ان کا کھانا پینا، سونا یہ افعال بشری اس لیے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں "حاشا لست کاحدکم انی ابیت عند ربی یطعمنی ولیسقینی" ان کے یہ افعال بھی اقامت سنت و تعلیم امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں طریقہ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں سکھائیں جیسے ان کا سہو و نسیان، حدیث میں ہے "انی لا انسی ولکن انسی لیستن بی" میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تا کہ حالت سہو میں امت کو طریقہ سنت معلوم ہو۔

امام اجل محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ احوال بشری کھانا پینا، سونا، جماع اپنے نفس کریم کے لئے نہ فرماتے تھے بلکہ بشر کو انس دلانے کے لئے کہ ان افعال میں حضور انور ﷺ کی اتباع کریں۔ کیا نہیں دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں اور مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے تمہاری دنیا میں سے خوشبو اور عورتوں کی محبت دلائی گئی۔ یہ نہ فرمایا کہ میں نے انہیں دوست رکھا اور ارشاد فرمایا! تمہاری دنیا میں سے تو اسے اوروں کی طرف اضافت فرمایا نہ اپنے نفس کریم کی طرف ﷺ۔

معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ کی محبت اپنے مولیٰ عزوجل کے ساتھ خاص ہے جس پر یہ ارشاد کریم دلالت کرتا ہے کہ میری

آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی تو حضور اقدس ﷺ کی ظاہر صورت بشری اور باطن ملکی ہے تو حضور اقدس ﷺ یہ افعال بشری محض اپنی امت کو انس دلانے اور ان کے لئے شریعت قائم فرمانے کے واسطے کرتے تھے نہ یہ کہ حضور انور ﷺ کو ان میں سے کسی شے کی حاجت ہو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ انہیں اوصاف جلیلہ وفضائل حمیدہ سے جہل کے باعث بے چارے جاہل یعنی کافر نے کہا اس کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔ عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول حضور اقدس ﷺ نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے جس کی حکمت، تعلیم، تواضع وتانیس امت وسد غلو نصرانیت ہے۔ اول دوم ظاہر اور سوم یہ کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا۔ پھر فضائل محمدیہ علی صاحبھا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی عظمت شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے یہاں اس غلو کے سد باب کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو کہ میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہوں ہاں یوحی الی رسول ہوں، دفع افراط نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ تھا اور دفع تفریط ابلیسیت کے لئے دوسرا کلمہ، اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا قل سبحٰن ربی ھل کنت الا بشرا رسولاً، تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں میں تو انسان رسول ہوں انہیں دونوں کے دفع کو کلمہ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ، بندے ہیں خدا نہیں رسول ہیں خدا سے جدا نہیں، شیطنت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیاز اعلیٰ چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اقتصار کرے۔ اسی ضلالت کا اثر ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے دعویٰ مساوات کو صرف نالائق حرکت کہنا نالائق حرکت تو یہ بھی ہے کہ کوئی بلا وجہ زید کو طمانچہ مار دے یعنی اس زید کو جس نے کفر وضلال نہ بکے ہوں پھر کہاں یہ اور کہاں وہ دعویٰ مساوات کہ کفر خالص ہے اور اس کا اولیاء رضی اللہ عنہم کی طرف معاذ اللہ حضور اقدس ﷺ سے ارفعیت کا ادعا نسبت کرنا محض افتراء اور کج فہمی ہے حاشا کوئی ولی کیسے ہی مرتبہ عظیمہ پر ہو سرکار کے دائرہ غلامی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اکابر انبیاء کرام علیہم السلام تو دعویٰ مساوات کر نہیں سکتے۔ شیخ الانبیاء خلیل کبریاء علیہ الصلوٰۃ والثناء نے شب معراج حضور اقدس ﷺ کا خطبہ فضائل سن کر تمام انبیاء ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا بھذا افضلکم محمد ﷺ۔ ان وجوہ سے محمد ﷺ تم سب سے افضل ہوئے۔ ولی کس منہ سے دعویٰ ارفعیت کرے گا اور جو کرے وہ حاشا ولی نہ ہوگا شیطان ہوگا۔ حضرت سیدنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے امثال ونظائر رضی اللہ عنہم وقت ورود تجلی خاص شجرۂ موسیٰ ہوتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا۔ یٰموسٰی انی انا اللہ رب العلمین، اے موسیٰ بے شک میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا، کیا یہ پیڑ نے کہا تھا حاشا للہ بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی۔ کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنا جاتا تھا، جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا۔ اسی نے وہاں فرمایا یٰموسٰی انی انا اللہ رب العلمین۔ اسی نے یہاں بھی فرمایا سبحانی ما اعظم شانی، اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ لوائی ارفع من لواء محمد ﷺ۔ بے شک لواء الٰہی لواء محمدی سے ارفع واعلیٰ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:6، ص143 تا 145)

نبی کریم ﷺ کو بشر یا بھائی کہنا حرام اگر اہانت کی نیت سے پکارا تو کافر ہے

نبی کریم ﷺ کو بشر یا بھائی کہنا حرام ہے اور اگر اہانت کی نیت سے کہا تو کافر ہو جائے گا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں جن یا بشر یا فرشتہ نہیں ہوتے یہ دنیاوی احکام ہیں ورنہ بشریت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی کیونکہ وہی ابوالبشر ہیں اور حضور انور ﷺ اس وقت نبی ہیں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام آب و گل میں ہیں۔خود فرماتے ہیں کنت نبیا و آدم بین الماء والطین ۔اس وقت حضور ﷺ نبی ہیں بشر نہیں سب کچھ صحیح لیکن آپ ﷺ کو بشر یا انسان کہہ کر پکارنا یا حضور انور ﷺ کو یا محمد یا کہ اے ابراہیم کے باپ یا اے بھائی باوا وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے۔اور اگر اہانت کی نیت سے پکارا تو کافر ہے۔

عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں ہے کہ

جو شخص حضور انور ﷺ کو ھذا الرجل یہ مرد کی اہانت سے کہے تو کافر ہے بلکہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا شفیع المذنبین ﷺ وغیرہ عظمت کے کلمات سے یاد کرنا لازم ہے۔شعراء جو اشعار میں یا محمد (ﷺ) لکھ دیتے ہیں وہ تنگی موقع کی وجہ سے پڑھنے والے کو لازم ہے کہ ﷺ کہہ لے،اسی طرح جو کہہ دیتے ہیں کہ

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

یہ تیرا انتہائی ناز کا کلمہ ہے جیسے اے آقا! میں تیرے قربان! اے ماں تو کہاں ہے؟ اے اللہ عزوجل تو ہم پر رحم فرما! اس تو اور تیرے کی حیثیت اور ہے۔

1-قرآن کریم فرماتا ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ (پارہ:18،سورہ نور،آیت نمبر:63)

رسول کے پکارنے کو ایسا نہ ٹھہرا و جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جاویں اور تم کو خبر نہ ہو۔

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ٥

(پارہ:26،سورہ49الحجرات،آیت نمبر:2)

اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جاویں اور تم کو خبر نہ ہو۔

ضبطی اعمال کفر کی وجہ سے ہوتی ہے۔

مدارج اول وصل از جملہ رعایت حقوق اولیت میں ہے:

نخوانید او را بنام مبارک او رچنانمکہ می خوانید بعضے از شمار ابلکہ بگوئید یا رسول اللہ یا نبی اللہ با توقیر و توضیح۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نام پاک لے کر نہ بلاؤ جیسے بعض بعض کو بلاتے ہیں بلکہ یوں کہو یا رسول اللہ یا نبی اللہ توقیر و عزت کے ساتھ۔
تفسیر روح البیان زیر آیت **لا تجعلوا** ہے۔
معنیٰ ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا یا نام لینا ایسا نہ بناؤ جیسا کہ بعض لوگ بعض کو نام سے پکارتے ہیں جیسے یا محمد اور یا ابن عبداللہ وغیرہ لیکن ان کے عظمت والے القاب سے پکارو جیسے یا نبی اللہ یا رسول اللہ جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: **یا ایھا النبی یا ایھا الرسول**۔ (تفسیر روح البیان: ج:6،ص:240)
ان آیات قرآنیہ اور اقوال مفسرین ومحدثین سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہر حال میں ملحوظ رکھا جاوے نداء میں کلام میں ہر ادا میں۔

2- دنیاوی عظمت والوں کو بھی ان کا نام لے کر نہیں پکارا جاتا۔ ماں کو والدہ صاحبہ، باپ کو والد ماجد، بھائی کو بھائی صاحب جیسے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اگر کوئی اپنی ماں کو باپ کی بیوی یا باپ کو ماں کا شوہر یا اس کا نام لے کر پکارے یا اس کو بھیا وغیرہ کہے تو اگر چہ بات تو سچی ہے مگر بے ادب گستاخ کہا جائے گا کہ برابری کے کلمات سے کیوں یاد کیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ الاعظم ہیں ان کو نام سے پکارنا یا بھائی وغیرہ کہنا یقیناً حرام ہے۔ گھر میں بہن، ماں، بیوی، بیٹی سب عورتیں ہیں مگر ان کے نام وکام واحکام جداگانہ جو ماں کو بیوی یا بیوی کو ماں کہہ کر پکارے وہ بے ایمان ہی ہے اور جوان سب کو ایک نگاہ سے دیکھے وہ مردود ہے ایسے ہی جو نبی کو امتی یا امتی کو نبی کی طرح سمجھے وہ ملعون ہے۔ دیوبندیوں نے نبی کو امتی کا درجہ دیا یا ان کے پیشوا مولوی اسماعیل نے سید احمد بریلوی کو نبی کے برابر کرسی دی دیکھو صراط المستقیم کا خاتمہ معاذ اللہ۔
3- رب تعالیٰ جس کو کوئی خاص درجہ عطا فرمائے اس کو عام القاب سے پکارنا اس کے ان مراتب عالیہ کا انکار کرنا ہے اگر دنیاوی سلطنت کی طرف سے کسی کو نواب یا خان بہادر کا خطاب ملے تو اس کو آدمی یا آدمی کا بچہ یا بھائی وغیرہ کہنا اور ان القاب کو یاد نہ کرنا جرم ہے کہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم حکومت کے عطا کئے ہوئے ان خطابات سے ناراض ہو تو جس ذات عالی کو رب کی طرف سے نبی رسول کا خطاب ملے اس کو ان القاب کے علاوہ بھائی وغیرہ کہنا جرم ہے۔
4- خود پروردگار عالم نے قرآن کریم میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو **یا محمد یا اخا مومنین** کہہ کر نہ پکارا بلکہ **یا ایھا النبی، یا ایھا الرسول، یا ایھا المزمل، یا ایھا المدثر** وغیرہ وغیرہ پیارے القاب سے پکارا حالانکہ وہ رب عزوجل ہے تو ہم غلاموں کو کیا حق ہے کہ ان کو بشر یا بھائی کہہ کر پکاریں۔
5- قرآن کریم نے کفار مکہ کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ وہ انبیاء کو بشر کہتے تھے۔
قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (پارہ:22،سورہ36یٰس،آیت نمبر:15)

کافر بولے نہیں ہو تم مگر ہم جیسے بشر۔

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (پارہ:18، سورہ 36 مومنون، آیت نمبر:34)

اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی پیروی کی تو تم نقصان والے ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کی بہت سی آیات ہیں اسی طرح مساوات بتانا یا انبیاء کرام علیہم السلام کی شان گھٹانا طریقہ ابلیس ہے کہ اس نے کہا:

خلقتنی من نار و خلقته من طین

خدایا تو نے مجھے آگ سے اور ان کو مٹی سے پیدا فرمایا مطلب یہ ہے کہ میں ان سے افضل ہوں اسی طرح اب یہ کہنا کہ ہم میں اور پیغمبروں میں کیا فرق ہے۔ ہم بھی بشر وہ بھی بشر بلکہ ہم زندہ وہ مردے یہ سب ابلیسی کلام ہے۔ (جاء الحق: ص392 تا394)

افسوس تو یہ ہے کہ منافقین و معاندین و مخالفین کو صرف بشریت نظر آئی نبی کریم ﷺ کی نورانیت نظر نہ آئی جس آیت کو پیش کرتے ہیں اس کا مطلب ہی نہ سمجھا بلکہ فوراً ہی کہہ دیا کرتے ہیں کہ دیکھو اس آیت میں بشر کہا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی شان اقدس کی گستاخی میں ان لوگوں نے تو ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے۔ نبی کریم ﷺ نور ہیں مگر بشریت کے لباس میں اس واسطے تشریف لائے تا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھائیں اور احکام الٰہی عزوجل سکھائیں۔ نبی کریم ﷺ کے نور ہونے پر قرآن مجید و احادیث مبارکہ و اقوال علماء کرام شاہد ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (المائدہ:15)

تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا۔

مفسرین علماء کرام کے اقوال

اس آیت کریمہ کے تحت مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے نور سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ لیا ہے۔ ان علماء کرام کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد سیدنا محمد (مصطفیٰ) ﷺ ہیں جنہوں نے حق کو روشن کیا اسلام کو ظاہر کیا اور کفر کو مٹایا۔ اسی نور کی وجہ سے آپ ﷺ وہ باتیں بیان فرما دیتے تھے جن کو یہودی چھپاتے تھے۔ (جامع البیان: جز:6، ص:220)

علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی 468ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

(نور) اس سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں یہی زجاج کا مختار ہے اس نے کہا نور سیدنا محمد (مصطفیٰ) ﷺ ہیں۔

(الوسیط: ج:2،ص:169)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

(نور) اس سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن: ج:3،ص:78)

علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی حنفی متوفی 375ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد ہے گمراہی سے روشنی اور وہ سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ (تفسیر سمرقندی: ج:1،ص:424)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد سیدنا محمد (مصطفیٰ) ﷺ ہیں۔ (تفسیر کبیر: ج:3،ص:384)

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 686ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ

نور سے مراد سیدنا محمد (مصطفیٰ) ﷺ ہیں۔ (کشاف: ج:1،ص:617)

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

جس تفسیر کے مطابق نبی کریم ﷺ کو نور فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے معجزات کے سبب سے ظاہر تھے اور آپ ﷺ حق کو ظاہر کرنے والے تھے۔ (اور نور وہ ہوتا ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کردے)

(عنایۃ القاضی: ج:3،ص:226)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد نور عظیم ہے جو تمام انوار کا نور ہے اور وہ نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے اور یہی حضرت زجاج رحمۃ اللہ علیہ کا مختار ہے۔

ابوعلی جبائی (معتزلی) نے کہا:

نور سے مراد قرآن ہے کیونکہ وہ ہدایت اور یقین کے طریقوں کو منکشف کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے اور زمخشری نے اسی تفسیر پر اقتصار کیا ہے اور اس صورت میں نور کتاب مبین کے عطف پر یہ اعتراض ہوگا کہ عطف تغائر کو چاہتا ہے اور جب دونوں سے مراد قرآن ہے تو تغائر کس طرح ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہاں عنوان کا تغائر کافی ہے۔ معطوف علیہ میں قرآن کو نور سے تعبیر کیا ہے اور معطوف میں اس کو کتاب مبین سے تعبیر کیا ہے اور عنوان کے تغائر کو تغائر بالذات کے قائم مقام کیا گیا ہے اور میرے نزدیک یہ بعید نہیں ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور یہاں بھی صحت عطف کے لئے عنوان کا تغائر کافی ہوگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نور اور کتاب مبین دونوں کے اطلاق کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے۔ (روح المعانی: جز:6،ص:97)

امام جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 863ھ لکھتے ہیں: نور سے مراد نور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (تفسیر جلالین: ص:97)

علامہ احمد بن صاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ احمد بن صاوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1241ھ لکھتے ہیں:

رب تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اس لیے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بصارتوں کو نورانی کرتے ہیں اور کامیابی کی طرف ہدایت دیتے ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر حس اور معنوی نور کی اصل ہیں۔

(تفسیر صاوی حاشیہ جلالین: جز:1،ص:258)

علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 741ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اس لیے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جس طرح کہ اندھیرے میں نور سے ہدایت لی جاتی ہے۔ (تفسیر خازن: جز:2،ص:23)

علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں نور سے مراد محمد (مصطفیٰ) ﷺ ہیں۔ (تفسیر بیضاوی: جز:2،ص:307)

علامہ ابوالبرکات احمد بن نسفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 710ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اس لیے کہ حضور انور ﷺ سے ہدایت ملتی ہے جیسا کہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سورج فرمایا۔ (تفسیر مدارک التنزیل: جز:1،ص:276)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی 68ھ لکھتے ہیں:

بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا نور یعنی محمد (مصطفیٰ) ﷺ آئے۔ (تنویر المقباس: ص:72)

علامہ اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد حضور انور ﷺ ہیں۔ (تفسیر روح البیان: جز:2،ص:447)

امام علی بن احمد واحدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام علی بن احمد واحدی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 468ھ لکھتے ہیں:

نور سے نبی کریم ﷺ مراد ہیں۔ (الوجیز: جز:1،ص:313)

امام حسین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام حسین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 816ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد (سیدنا) محمد (مصطفیٰ) ﷺ ہیں۔ (تفسیر بغوی: جز:2،ص:22)

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی 597ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

نور سے مراد نبی محمد ﷺ ہیں۔ (زاد المسیر: جز:2،ص:316)

امام عبدالرحمٰن بن محمد مخلوف ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام عبدالرحمٰن بن محمد مخلوف ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 875ھ لکھتے ہیں:

نور سے مراد محمد (مصطفیٰ) ﷺ ہیں۔ (تفسیر الثعالبی: جز:1،ص:453)

امام محمد بن محمد العمادی ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کا قول

امام محمد بن محمد العمادی ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ متوفی 951ھ لکھتے ہیں:

اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ (تفسیر ابوالسعود: جز:3،ص:18)

غیر مقلدین کے امام محمد بن علی شوکانی کا قول

محمد بن علی شوکانی متوفی 1250ھ لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا:

نور سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ (تفسیر فتح القدیر: جز:2،ص:23 تفسیر قرطبی: ج:6،ص:118)

نورانیت مصطفیٰ ﷺ کا احادیث مبارکہ سے ثبوت

نبی کریم ﷺ کے نور ہونے کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں یہاں پر چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں جس نے مزید دلائل دیکھنے ہوں وہ فقیر کی کتاب ''قرآن وحدیث کیا کہتے ہیں فی شان مصطفیٰ ﷺ'' کا مطالعہ کرے یہاں پر ترتیب سے نبی کریم ﷺ کے نور کے ظہور کو بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے جابر (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا پھر اس میں ہر خیر کو پیدا فرمایا اور ہر شے کو اس کے بعد پیدا فرمایا اور جب اس نور کو پیدا فرمایا تو اس کو اپنے سامنے مقام قرب میں بارہ ہزار سال قائم کیا پھر اس کی چار قسمیں بنائیں۔ ایک قسم سے عرش اور کرسی کو پیدا فرمایا۔ ایک قسم سے عرش کے حاملین اور کرسی کے خازنوں کو پیدا فرمایا۔ چوتھی کو مقام محبت میں بارہ ہزار سال رکھا پھر اس کو چار حصوں میں کیا۔ ایک قسم سے قلم کو، ایک سے لوح کو اور ایک قسم سے جنت کو پیدا فرمایا۔ پھر چوتھی قسم کو مقام خوف مین بارہ ہزار سال رکھا اور اس کو چار حصے کیا ایک حصے سے فرشتوں کو، ایک سے سورج کو اور ایک حصے سے چاند اور ستاروں کو پیدا فرمایا پھر چوتھے حصے کو مقام رجاء میں بارہ ہزار سال رکھا پھر اس کو چار حصے کیا۔ ایک سے عقل، ایک سے علم وحکمت اور عصمت وتوفیق کو پیدا فرمایا چوتھی جزء کو بارہ ہزار سال مقام حیا میں قائم کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نظر فرمائی تو اس نور کو پسینہ آ گیا اور اس نور سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے ٹپکے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قطرے سے کسی نبی یا رسول کی

روح کو پیدا فرمایا پھر انبیاء کرام علیہم السلام کی روحوں نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سانسوں سے قیامت تک ہونے والے اولیاء، شہداء، ارباب سعادت اور اصحاب اطاعت کو پیدا فرمایا۔ پس عرش اور کرسی میرے نور سے، فرشتے اور اصحاب و روحانیت میرے نور سے، جنت اور اس کی نعمتیں میرے نور سے، ساتوں آسمانوں کے فرشتے میرے نور سے، سورج، چاند اور ستارے میرے نور سے، عقل اور توفیق میرے نور سے، رسولوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی روحیں میرے نور سے، شہداء، سعداء اور صالحین میرے نور سے پیدا ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار پردے پیدا فرمائے اور میرے نور یعنی چوتھی جزء کو ہر پردے میں ایک ہزار سال رکھا، یہ عبودیت سکینہ، صبر صدق اور یقین کے مقامات تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ہر پردے میں ایک ہزار سال غوطہ دیا اور جب اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ان پردوں سے نکالا تو اس کو زمین پر اتار دیا تو جس طرح اندھیری رات میں چراغ سے روشنی ہوتی ہے اسی طرح اس نور سے مشرق سے لے کر مغرب تک کی فضاء منور ہوگئی پھر اللہ تعالیٰ نے زمین سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو وہ آپ علیہ السلام کی پیشانی میں رکھ دیا۔ آپ علیہ السلام سے نور حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا وہ نور طاہر سے طیب کی طرف اور طیب سے طاہر کی طرف منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی پشت تک پہنچا دیا اور وہاں سے ہماری والدہ حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کے رحم کی طرف منتقل کیا پھر ہمیں اس دنیا میں جلوہ گر کیا۔ پھر ہمیں رسولوں کا سردار، انبیاء کرام (علیہم السلام) کا خاتم تمام جہانوں کے لئے رحمت مجسم اور روشن اعضاء وضو والوں کا قائد بنایا۔ اے جابر (رضی اللہ عنہ) اسی طرح تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ابتداء تھی۔ (الجزء المفقود من المصنف عبدالرزاق: رقم الحدیث: 18)

امام زین العابدین اپنے والد ماجد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد مکرم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں پیدائش حضرت آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے رب عزوجل کے حضور میں ایک نور تھا۔ (سیرت حلبیہ: جز: 1، ص: 47)

محدث اعظم امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کو الہام فرمایا کہ وہ یہ عرض کریں! اے میرے رب عزوجل! تو نے میری کنیت ابومحمد کیوں رکھی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے آدم (علیہ السلام) اپنا سر اٹھاؤ۔ آپ علیہ السلام نے سر اٹھایا تو نور محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش کے پردوں میں دیکھا۔

عرض کیا۔

اے میرے رب عزوجل! یہ کیسا نور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یہ نور تیری اولاد میں سے ایک نبی کا نور ہے۔ اس کا نام آسمانوں میں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور زمین میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اگر یہ

ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا اور نہ ہی آسمان و زمین کو پیدا کرتا۔ (مواہب اللدنیہ: ج:1، ص:47)

امام فخر الدین رازی متوفی 606ھ فرماتے ہیں۔

بے شک ملائکہ کو حکم دیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ اس کی وجہ یہ تھی نور محمد ﷺ ان کی پیشانی میں تھا۔

(تفسیر کبیر: ج:6، ص:525)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ فرماتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کروانے میں حقیقتاً اس کی نور کی تعظیم مقصود تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کروانے میں حقیقتاً اس نور کی تعظیم مقصود تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں موجود تھا وہ محمد ﷺ کا نور اور حقیقت احمد پر تھا۔

(تفسیر روح البیان: ج:4، ص:462)

علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی 1137ھ لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اپنے حبیب ﷺ کے نور کو ان کی پشت میں رکھ دیا تو وہ نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا پھر یہ نور حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گیا جو کہ ان کے وصی تھے اور ان کی اولاد میں سے تیسرے تھے۔ حضرت حواء رضی اللہ عنہا ایک بچہ اور ایک بچی اکٹھے پیدا کرتی تھیں صرف حضرت شیث علیہ السلام کو اکیلے پیدا کیا نور محمد (مصطفیٰ) ﷺ کی تکریم کی وجہ سے۔ پھر نور محمد (مصطفیٰ) ﷺ یکے بعد دیگرے ان کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ حضرت عبد المطلب کے پاس آیا پھر ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لایا۔ (تفسیر روح البیان: ج:3، ص:543)

امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ اس وقت کہاں تھے جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے۔ نبی کریم ﷺ نے تبسم فرمایا حتیٰ کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ان کی پشت میں تھا جب وہ زمین پر اتارے گئے تو میں ان کی پشت میں تھا اور کشتی میں سوار ہوا اپنے والد حضرت نوح علیہ السلام کی پشت میں اور میں آگ میں پھینکا گیا اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں تھا۔ میرے والدین نے کبھی بھی بدکاری نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ اصلاب طیبہ میں ارحام طاہرہ کی طرف منتقل کرتا رہا پاک صاف اور مہذب طریقہ سے جب بھی دو گروہ بنتے تو میں ان میں سے بہتر گروہ میں ہوتا۔ (تفسیر در منثور: ج:6، ص:330)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ ساجدین میں آپ ﷺ کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے یعنی ایک نبی سے دوسرے نبی تک آپ ﷺ کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اس حال میں کہ آپ ﷺ نبی ہیں۔ (معجم الکبیر: جز: 11، ص: 362)

علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی 1124ھ روایت نقل فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک جو حضرت ہاشم کے چہرے میں تھا اس کی شعاعیں نکلا کرتی اور اس کی روشنیاں بکھرا کرتی تھیں جو عالم بھی آپ کی زیارت کرتا وہ آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا کرتا اور جس چیز کے پاس سے بھی گزرتے وہ آپ کو سجدہ کیا کرتی تھی۔ (زرقانی شرح مواہب: جز: 1، ص: 73)

علامہ احمد قسطلانی متوفی 911ھ روایت نقل فرماتے ہیں:

حضرت عبدالمطلب سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور نور رسول اللہ ﷺ ان کی پیشانی میں چمکتا تھا جب قریش قحط میں مبتلا ہوتے تو وہ حضرت عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر کوہ ثبیر کی طرف لے جاتے اور ان کے ذریعہ تقرب خداوندی تلاش کرتے اور بارش کے لئے دعائیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کو نور حبیب ﷺ کی برکت سے کثرت سے بارش عطا فرماتا۔

آگے نقل فرماتے ہیں کہ

یمن کا بادشاہ ابرہہ جب بیت اللہ کو منہدم کرنے کے لئے آیا تو حضرت عبدالمطلب تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے قریش کو کہا۔ اے گروہ قریش! وہ بیت اللہ کو نہیں گرا سکے گا کیونکہ یہ رب عزوجل کا گھر ہے وہ ہی اس کی حفاظت فرمائے گا پھر جب ابرہہ آیا تو وہ قریش کے اونٹوں کو ہنکا کر لے گیا۔ حضرت عبدالمطلب کوہ ثبیر پر چڑھے تو نور حبیب ﷺ چاند کی شکل میں ان کی پیشانی میں اس قوت سے چمکا کہ اس کی شعاعیں چراغ کی طرح خانہ کعبہ پر پڑیں۔ جب حضرت عبدالمطلب نے نور حبیب ﷺ کو خانہ کعبہ پر چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ اے گروہ قریش! واپس چلو تمہیں یہ امر کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جب بھی یہ نور مجھ میں اس طرح چمکتا ہے تو فتح ہماری ہوتی ہے تمام لوگ متفرق ہو کر واپس آ گئے۔

آگے روایت نقل فرماتے ہیں کہ

جب حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس تشریف لے کر گئے تو ابرہہ نے سائیس کو حکم دیا کہ بڑے سفید ہاتھی کو لائے وہ سفید ہاتھی تھا کہ جس نے کبھی ابرہہ کو سجدہ نہیں کیا تھا حالانکہ باقی سارے ہاتھی اس کو سجدہ کرتے تھے جب ہاتھی کی نظر حضرت عبدالمطلب کے چہرے پر پڑی تو ان کے سامنے ادب سے اس طرح بیٹھ گیا جیسے اونٹ بیٹھتا ہے پھر سجدہ کرتا ہوا گر پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قوت گویائی عطا فرمائی تو ہاتھی نے کہا سلام ہو اس نور پر جو تمہاری پیشانی میں ہے اے عبدالمطلب۔

(مواہب اللدنیہ: جز: 1، ص: 63)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب عبدالمطلب اپنے لخت جگر کی شادی کے لئے نکلے تو اہل تبالہ کی ایک یہودی کاہنہ پر گزر ہوا اس نے کتب بھی پڑھی

ہوئی تھیں اس کو فاطمہ بنت خثعمیہ کہا جاتا تھا اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے رخ زیبا میں ایک نور دیکھا تو اس نے کہا: اے نوجوان! کیا تو ابھی میرے ساتھ جماع کی رغبت رکھتا ہے اور میں تجھے ایک سو اونٹ دوں گی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہر حال حرام تو اس کے ارتکاب سے موت اچھی اور حلال ابھی ہے نہیں تو میں اس کے متعلق غور کروں گا پس میرے لیے وہ امر کس طرح ممکن ہے جس کی تو دعوت دیتی ہے پھر والد گرامی کے ساتھ آگے تشریف لے گئے اور حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ رضی اللہ عنہم سے عقد فرمایا اور تین شبانہ روز آپ رضی اللہ عنہا کے پاس گزارے پھر آپ رضی اللہ عنہ کے قلب مبارکہ میں اس کا خیال آیا جس کی خثعمیہ عورت نے دعوت دی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ اس کے پاس تشریف لائے اس نے کہا: اے نوجوان تو نے میرے بعد کیا کیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آمنہ بنت وہب سے شادی کی اور اس کے پاس تین دن ٹھہرا رہا تو اس عورت نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں مشکوک عورت نہیں لیکن میں نے تمہارے چہرے میں نور دیکھا تو میری خواہش ہوئی کہ وہ نور مجھ میں تشریف لائے لیکن اللہ تعالیٰ کو جہاں وہ نور رکھنا محبوب ہوا وہیں اس نے رکھا۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم: جز:1،ص:131)

علامہ احمد قسطلانی متوفی 911ھ روایت نقل فرماتے ہیں:

حضرت کعب الاحبار سے روایت ہے کہ

اس رات (یعنی جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا میں نور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لایا) آسمانوں اور زمین میں ندا کی گئی کہ نور مکنون رات کو اپنی والدہ کے بطن میں مستقر ہو جائے گا۔ (مواہب اللدنیہ: جز:1،ص:72)

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ بیان فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے موقع پر میں موجود تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت قریب ہوئی تو ستارے اتنے قریب ہو گئے کہ میں نے کہا ستارے مجھ پر گر جائیں گے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ایسا نور نکلا جس نے کمرے اور گھر کو بھر دیا نور کے علاوہ کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ (معجم الکبیر: جز:1،ص:147)

امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی 255ھ روایت فرماتے ہیں کہ

ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے کہا:

ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کیجئے۔

تو انہوں نے کہا:

اے میرے بیٹے! اگر تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو تم طلوع ہونے والے آفتاب کو دیکھتے۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث:60)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور رنگ سب سے زیادہ روشن تھا۔ جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے جمال کو بیان کرتا اس کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دیتا اور کہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری نظر میں چاند سے زیادہ

حسین ہیں۔ آپ ﷺ کا رنگ چمکدار اور چہرہ منور تھا اور چاند کی طرح چمکتا تھا۔ (دلائل النبوۃ: جز:1، ص:300)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو دانتوں میں جھری تھی جب بھی آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو آپ ﷺ کے سامنے کے دانتوں سے نور کی طرح نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 771)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی شخص کو سخی نہ دیکھا نہ بہادر نہ نورانی چہرے والا۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث: 59)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک چاندنی رات میں دیکھا۔ میں کبھی آپ ﷺ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف بخدا! آپ ﷺ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 1842)

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ و اقوال علماء کرام سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ ہماری مثل بشر نہیں بلکہ نور ہیں۔ کسی صحابی نے نبی کریم ﷺ کو اپنی مثل بشر نہیں کہا نہ کسی تابعی نے آپ ﷺ کو بشر کہا بلکہ ان مقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نور ہیں اسی لیے تو انہوں نے اپنی جانوں کو بن سوچے نبی کریم ﷺ کی مقدس بارگاہ میں پیش کر دیا اور تا حیات آپ ﷺ کے غلام بنے رہے۔ لہٰذا معاندین و منافقین و مخالفین کو شرم کرنی چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا نہ سمجھیں بلکہ نبی کریم ﷺ کو وہ سمجھیں جس کا قرآن مجید و حدیث مبارکہ میں ہمیں حکم فرمایا گیا ہے۔

☆ قوله عن عمران بن حصين رضى الله عنه

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔

فضلاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ فرشتے آپ رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تھے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو نجیدہ ہے خزاعی ہیں کعبی ہیں۔ خیبر کے سال ایمان لائے تا وفات بصرہ میں رہے۔ 52 باون میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تھے۔

مترجم کہتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علم سکھانے کے لئے بصرہ بھیجا۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ

بصرہ میں کوئی صحابی آپ رضی اللہ عنہ سے افضل نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو فرشتے سلام کرتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:538)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب كَيْفَ الْجُلُوسُ فِي التَّشَهُّدِ

باب: تشہد میں کیسے بیٹھے؟

یہ باب تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت میں ہے۔

820 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قُلْتُ لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا بِأُذُنَيْهِ ثُمَّ أَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَهُمَا مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْأَيْمَنَ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَقَبَضَ ثِنْتَيْنِ وَحَلَّقَ حَلْقَةً وَرَأَيْتُهُ يَقُولُ هٰكَذَا وَحَلَّقَ بِشْرٌ الْإِبْهَامَ وَالْوُسْطٰى وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نماز میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھوں گا کہ آپ ﷺ کیسے نماز ادا فرماتے ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے قیام فرمایا تو قبلہ کی طرف چہرہ اقدس کر کے تکبیر فرمائی اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا حتیٰ کہ کانوں کے محاذی ہو گئے پھر الٹے ہاتھ اقدس کو سیدھے ہاتھ اقدس سے پکڑا جب رکوع کا ارادہ فرمایا تو دونوں ہاتھوں کو اس کی مثل اٹھایا پھر بیٹھنے لگے تو الٹے پاؤں کو بچھا دیا اور الٹے ہاتھ اقدس کو الٹی ران پر رکھ دیا اور الٹی کہنی کو سیدھی ران سے الگ فرما دیا اور دونوں انگلیوں کو بند فرما دیا اور میں نے اسی طرح آپ ﷺ کو دیکھا اور بشر نے انگوٹھے اور درمیان والی انگلی سے حلقہ بنا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

(معجم الکبیر: جز:22،ص:36،سنن ابن ماجہ: جز:3،ص:104،سنن البیہقی الکبری: جز:2،ص:28،سنن الدارمی: جز:1،ص:362)

821 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سُنَّةُ الصَّلٰوةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى وَتَثْنِيَ رِجْلَكَ الْيُسْرٰى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سنت نماز یہ ہے کہ سیدھے پاؤں کو کھڑا کیا جائے اور الٹے پاؤں کو بچھایا جائے۔

(سنن البیہقی الکبری: جز:2،ص:129،سنن النسائی: جز:4،ص:375،صحیح البخاری: جز:3،ص:323،معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: جز:3،ص:92)

822 حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يَقُولُ اَخْبَرَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تُضْجِعَ رِجْلَكَ الْيُسْرٰى وَتَنْصِبَ الْيُمْنٰى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ يَحْيَى بِاِسْنَادِهٖ مِثْلَهٗ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى اَيْضًا مِنَ السُّنَّةِ كَمَا قَالَ جَرِيْرٌ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِىُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ اَرَاهُمُ الْجُلُوْسَ فِى التَّشَهُّدِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ

عبداللہ بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ نماز کی سنت یہ ہے کہ الٹے پاؤں کو بچھائے اور سیدھے کو کھڑا کرے۔

عثمان بن ابی شیبہ، جریر نے یحیٰ نے اپنی اسناد سے اس کی مثل بیان کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حماد بن زید نے یحیٰ سے بھی سنت کہا ہے جیسا کہ جریر نے کہا ہے۔ قعنبی نے مالک سے انہوں نے یحیٰ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ قاسم بن محمد نے ان کو تشہد میں بیٹھنے کی حدیث کا ذکر کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:129، سنن دارقطنی: جز:3، ص:469، سنن النسائی: جز:4، ص:373، صحیح ابن خزیمہ: جز:1، ص:338)

823 حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِىِّ عَنْ وَكِيْعٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِىٍّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِى الصَّلٰوةِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى حَتّٰى اسْوَدَّ ظَهْرُ قَدَمِهٖ

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں الٹے پاؤں کو بچھا لیتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی پشت مسود ہوتی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: جز:1، ص:284)

مذاہب آئمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم

تشہد میں بیٹھنے کے طریقہ کے متعلق آئمہ کرام کے مذاہب درج ذیل ہیں۔

مالکیہ کا مذہب

علامہ یحیٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کی تمام صورتوں میں تورک سنت ہے یعنی بایاں پیر نیچے سے نکال کر سرین پر بیٹھا جائے۔ (شرح للنواوی: جز:1، ص:195)

شافعیہ کا مذہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلے قعدہ میں تو بغیر تورک کے بیٹھے اور دوسرے قعدہ میں تورک کے ساتھ بیٹھے۔
(شرح للنواوی: جز:1،ص:195)

حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں۔
نماز میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دو سجدوں کے درمیان پاؤں کو بچھا کر بیٹھے اس کا طریقہ یہ ہے کہ بایاں پاؤں موڑ کر بچھالے اور اس کے اوپر بیٹھ جائے اور دائیں پیر کو اس طرح نیچے کھڑا کرے کہ اس کی انگلیاں زمین پر قبلہ کی جانب جمی رہیں۔
حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم الٹے پاؤں اقدس کو موڑ کر بچھا کے اس پر بیٹھ جاتے اور بالکل سیدھے بیٹھا کرتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی پھر اس کے بعد دوبارہ سجدہ کرتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی صفت بیان کی ہے اس میں بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بائیں پاؤں اقدس کو بچھاتے اور دائیں پاؤں اقدس کو کھڑا فرماتے۔(المغنی: جز:1،ص:308)

احناف کا مذہب

علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1069ھ سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں۔
بائیں پاؤں کو بچھانا اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرنا اور عورت کا تورک کرنا (یعنی بائیں ٹانگ کو دائیں اور ران کے نیچے سے نکال کر دونوں پاؤں دائیں طرف کو نکال دے) سنت ہے۔(نور الایضاح:ص:117)
صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں۔
دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بایاں پاؤں بچھا کر دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھنا اور داہنا قدم کھڑا رکھنا اور داہنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرنا یہ مرد کے لئے ہے اور عورت دونوں پاؤں داہنی جانب نکال دے اور بائیں سرین پر بیٹھے۔(بہار شریعت: جز:1،ص:530)

تشہد میں مٹھی بند کر کے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا

قولہ و قبض ثنتین وحلق حلقة...... الخ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ شہادت پڑھتے وقت مٹھی کو بند فرماتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا کرتے تھے۔اس کی کیفیت میں آئمہ اربعہ کا اختلاف درج ذیل ہے۔

مذاہب اربعہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انگشت شہادت کے سوا تمام انگلیوں کے ساتھ مٹھی بند کرے اور لبابہ سے اشارہ کرے اسی کو ترپین کا عقد کہتے ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خنصر اور بنصر کو بند اور درمیانی انگلی کو انگوٹھے کے ساتھ ملا کر حلقہ بنائے اور انگشت کی شہادت سے اشارہ کرے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اشهد ان لا الہ الا اللہ میں لا پر انگلی اٹھائے اور الا پر رکھ دے تاکہ نفی کے ساتھ رفع اور اثبات کے ساتھ وضع کی مناسبت ہو۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لفظ اللہ پر انگلی اٹھائے تاکہ قول اور عمل سے توحید ظاہر ہو۔

(الفقہ علی المذاہب الاربعہ: جز:1،ص:265)

فقہاء حنبلیہ کی مزید دلیل یہ ہے۔

علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں۔

نمازی کے لئے مستحب یہ ہے کہ جب تشہد کے لئے بیٹھے تو بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھے اس حال میں کہ ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ کی جانب ہوں اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھے خنصر اور بنصر کو بند کر کے انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنائے اور انگوٹھے کے قریب انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔ (المغنی: جز:1،ص:313)

فقہاء شافعیہ کی مزید دلیل درج ذیل ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں۔

احادیث صحیحہ کی وجہ سے انگشت شہادت سے تشہد میں لا الہ الا اللہ پڑھتے وقت اشارہ کرنا مستحب ہے اور صرف دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔ (شرح للنواوی: جز:1،ص:416)

فقہاء مالکیہ کی مزید دلیل یہ ہے۔

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔ ابن القاسم مالکی تشہد میں اشارہ کرنے کو مستحب قرار دیتے تھے اور ابن رشد مالکی اس کو سنت قرار دیتے تھے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:278)

احناف کے مؤقف پر مزید دلیل یہ ہے۔

امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 189ھ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور مٹھی بند کر کے انگوٹھے کے قریب والی انگلی سے اشارہ کرتے اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہم رسول اللہ ﷺ کے عمل کو اپناتے ہیں اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔(مؤطا امام محمد:106)

صدرالشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں۔

شہادت پر اشارہ کرنا یوں کہ چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو بند کر لے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ باندھے اور لا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور الا پر رکھ دے اور سب انگلیاں سیدھی کر لے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ جس کو ابوداؤد و نسائی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ جب دعا کرتے تو انگلی سے اشارہ کرتے اور حرکت نہ دیتے۔

نیز ترمذی و نسائی و بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ

ایک شخص کو دو انگلیوں سے اشارہ کرتے دیکھا تو فرمایا توحید کر توحید کر (یعنی ایک انگلی سے اشارہ کر)۔

(بہار شریعت:جز:1،ص530تا531)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں۔

صحیح قول کے مطابق شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا نفی کے وقت اٹھائے اور اثبات کے وقت رکھ دے (یعنی انگوٹھے اور دوسری تین انگلیوں سے گھیرا باندھتے ہوئے اشھد ان لا الہ الا اللہ کی لا پر شہادت کی انگلی کھڑی کرے اور الا پر چھوڑ دے۔

(نورالایضاح:ص:117)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ ذَكَرَ التَّوَرُّكَ فِي الرَّابِعَةِ

باب: چوتھی رکعت میں سرین کے اوپر بیٹھنا

یہ باب چوتھی رکعت میں سرین کے اوپر بیٹھنے کے حکم میں ہے۔

824 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ يَعْنِيْ ابْنَ جَعْفَرٍ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ يَعْنِيْ ابْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ سَمِعْتُهُ فِيْ عَشَرَةٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَحْمَدُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ فِيْ عَشَرَةٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مِنۡهُمۡ اَبُوۡ قَتَادَةَ قَالَ اَبُوۡ حُمَيۡدٍ اَنَا اَعۡلَمُكُمۡ بِصَلٰوةِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالُوۡا فَاعۡرِضۡ فَذَكَرَ الۡحَدِيۡثَ قَالَ وَيَفۡتَحُ اَصَابِعَ رِجۡلَيۡهِ اِذَا سَجَدَ ثُمَّ يَقُوۡلُ اللّٰهُ اَكۡبَرُ وَيَرۡفَعُ وَيَثۡنِىۡ رِجۡلَهُ الۡيُسۡرٰى فَيَقۡعُدُ عَلَيۡهَا ثُمَّ يَصۡنَعُ فِى الۡاُخۡرٰى مِثۡلَ ذٰلِكَ فَذَكَرَ الۡحَدِيۡثَ قَالَ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ السَّجۡدَةُ الَّتِىۡ فِيۡهَا التَّسۡلِيۡمُ اَخَّرَ رِجۡلَهُ الۡيُسۡرٰى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلٰى شِقِّهِ الۡاَيۡسَرِ زَادَ اَحۡمَدُ قَالُوۡا صَدَقۡتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّىۡ وَلَمۡ يَذۡكُرَا فِىۡ حَدِيۡثِهِمَا الۡجُلُوۡسَ فِى الثِّنۡتَيۡنِ كَيۡفَ جَلَسَ حَدَّثَنَا عِيۡسَى بۡنُ اِبۡرَاهِيۡمَ الۡمِصۡرِىُّ حَدَّثَنَا ابۡنُ وَهۡبٍ عَنِ اللَّيۡثِ عَنۡ يَزِيۡدَ بۡنِ مُحَمَّدٍ الۡقُرَشِىِّ وَيَزِيۡدَ بۡنِ اَبِىۡ حَبِيۡبٍ عَنۡ مُحَمَّدِ بۡنِ عَمۡرِو بۡنِ حَلۡحَلَةَ عَنۡ مُحَمَّدِ بۡنِ عَمۡرِو بۡنِ عَطَاءٍ اَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنۡ اَصۡحَابِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ وَلَمۡ يَذۡكُرۡ اَبَا قَتَادَةَ قَالَ فَاِذَا جَلَسَ فِى الرَّكۡعَتَيۡنِ جَلَسَ عَلٰى رِجۡلِهِ الۡيُسۡرٰى فَاِذَا جَلَسَ فِى الرَّكۡعَةِ الۡاَخِيۡرَةِ قَدَّمَ رِجۡلَهُ الۡيُسۡرٰى وَجَلَسَ عَلٰى مَقۡعَدَتِهِ حَدَّثَنَا قُتَيۡبَةُ حَدَّثَنَا ابۡنُ لَهِيۡعَةَ عَنۡ يَزِيۡدَ بۡنِ اَبِىۡ حَبِيۡبٍ عَنۡ مُحَمَّدِ ابۡنِ عَمۡرِو بۡنِ حَلۡحَلَةَ عَنۡ مُحَمَّدِ بۡنِ عَمۡرٍو الۡعَامِرِىِّ قَالَ كُنۡتُ فِىۡ مَجۡلِسٍ بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ قَالَ فِيۡهِ فَاِذَا قَعَدَ فِى الرَّكۡعَتَيۡنِ قَعَدَ عَلٰى بَطۡنِ قَدَمِهِ الۡيُسۡرٰى وَنَصَبَ الۡيُمۡنٰى فَاِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ اَفۡضٰى بِوَرِكِهِ الۡيُسۡرٰى اِلَى الۡاَرۡضِ وَاَخۡرَجَ قَدَمَيۡهِ مِنۡ نَاحِيَةٍ وَاحِدَةٍ حَدَّثَنَا عَلِىُّ بۡنُ الۡحُسَيۡنِ بۡنِ اِبۡرَاهِيۡمَ حَدَّثَنَا اَبُوۡ بَدۡرٍ حَدَّثَنِىۡ زُهَيۡرٌ اَبُوۡ خَيۡثَمَةَ حَدَّثَنَا الۡحَسَنُ بۡنُ الۡحُرِّ حَدَّثَنَا عِيۡسَى بۡنُ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ مَالِكٍ عَنۡ عَبَّاسٍ اَوۡ عَيَّاشِ بۡنِ سَهۡلٍ السَّاعِدِىِّ اَنَّهُ كَانَ فِىۡ مَجۡلِسٍ فِيۡهِ اَبُوۡهُ فَذَكَرَ فِيۡهِ قَالَ فَسَجَدَ فَانۡتَصَبَ عَلٰى كَفَّيۡهِ وَرُكۡبَتَيۡهِ وَصُدُوۡرِ قَدَمَيۡهِ وَهُوَ جَالِسٌ فَتَوَرَّكَ وَنَصَبَ قَدَمَهُ الۡاُخۡرٰى ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمۡ يَتَوَرَّكۡ ثُمَّ عَادَ فَرَكَعَ الرَّكۡعَةَ الۡاُخۡرٰى فَكَبَّرَ كَذٰلِكَ ثُمَّ جَلَسَ بَعۡدَ الرَّكۡعَتَيۡنِ حَتّٰى اِذَا هُوَ اَرَادَ اَنۡ يَنۡهَضَ لِلۡقِيَامِ قَامَ بِتَكۡبِيۡرٍ ثُمَّ رَكَعَ الرَّكۡعَتَيۡنِ الۡاُخۡرَيَيۡنِ فَلَمَّا سَلَّمَ سَلَّمَ عَنۡ يَمِيۡنِهِ وَعَنۡ شِمَالِهِ قَالَ اَبُوۡ دَاوٗدَ لَمۡ يَذۡكُرۡ فِىۡ حَدِيۡثِهِ مَا ذَكَرَ عَبۡدُ الۡحَمِيۡدِ فِى التَّوَرُّكِ وَالرَّفۡعِ اِذَا قَامَ مِنۡ ثِنۡتَيۡنِ حَدَّثَنَا اَحۡمَدُ بۡنُ حَنۡبَلٍ حَدَّثَنَا عَبۡدُ الۡمَلِكِ بۡنُ عَمۡرٍو اَخۡبَرَنِىۡ فُلَيۡحٌ اَخۡبَرَنِىۡ عَبَّاسُ بۡنُ سَهۡلٍ قَالَ اجۡتَمَعَ اَبُوۡ حُمَيۡدٍ وَاَبُوۡ اُسَيۡدٍ وَسَهۡلُ بۡنُ سَعۡدٍ وَمُحَمَّدُ بۡنُ مَسۡلَمَةَ فَذَكَرَ هٰذَا الۡحَدِيۡثَ وَلَمۡ يَذۡكُرِ الرَّفۡعَ اِذَا قَامَ مِنۡ ثِنۡتَيۡنِ وَلَا الۡجُلُوۡسَ قَالَ حَتّٰى فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافۡتَرَشَ رِجۡلَهُ الۡيُسۡرٰى وَاَقۡبَلَ بِصَدۡرِ

اَلْيُمْنٰى عَلٰى قِبْلَتِهٖ

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماعت کیا احمد نے فرمایا کہ مجھے محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرماتے ہوئے سماعت کیا ہے جن کے اندر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں۔ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے زیادہ جاننے والا ہوں، لوگوں نے کہا ذرا بتائیے تو سہی۔ انہوں نے حدیث مبارکہ کو ذکر کر کے فرمایا سجدہ کے دوران دونوں پاؤں اقدس کی انگلیاں کشادہ رکھتے پھر استقرار پکڑتے پھر اللہ اکبر فرماتے اور اٹھ جایا کرتے اور الٹے پاؤں اقدس کو موڑ کر اس کے اوپر بیٹھ جایا کرتے پھر دوسرے سجدے کے اندر بھی ایسے ہی کیا کرتے۔ آگے حدیث مبارکہ ذکر کر کے فرمایا حتیٰ کہ جب وہ سجدہ فرما لیتے جس میں سلام پھیرنا ہوتا ہے تو الٹے پاؤں اقدس کو نکال کر الٹے پہلو پر سرین پر بیٹھ جایا کرتے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ زیادہ کیا ہے کہ لوگوں نے کہا آپ رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی ادا فرماتے تھے اور اپنی دونوں احادیث مبارکہ میں بیٹھنے کی کیفیت کو ذکر نہیں کیا۔

محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس حدیث کے ساتھ اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں فرمایا۔ ارشاد فرمایا جب دو رکعت کے بعد بیٹھا کرتے تو اپنے الٹے پاؤں اقدس پر بیٹھا کرتے جب آخری رکعت کے بعد بیٹھا کرتے تو الٹے پاؤں اقدس کو نکال کر سرین پر بیٹھا کرتے۔ محمد بن عمرو عامری سے روایت ہے کہ میں کسی مجلس میں تھا اس حدیث کو ذکر کر کے اس میں ارشاد فرمایا جب دو رکعات کے بعد قعدہ فرمایا تو اپنے الٹے پاؤں اقدس کے اوپر بیٹھے اور سیدھے کو کھڑا فرمایا پس جب چوتھی رکعت ہوگئی تو اپنی الٹی سرین مقدسہ کو زمین پر ٹکالیا اور دونوں قدمین شریف کو ایک طرف نکالا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ یا حضرت عیاش بن سہل ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اس مجلس میں تھے جس میں ان کے والد محترم تھے۔ اس کو ذکر کر کے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا پس اپنی دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں اور پاؤں کے سروں کے اوپر رکھ دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے وقت سرین پر بیٹھے اور دوسرے قدم شریف کو کھڑا فرمایا پھر تکبیر فرمائی پس سجدہ پھر تکبیر فرمائی تو قیام فرمالیا اور سرین اقدس پر نہ بیٹھے۔ پھر دوسری رکعت کا ایسے ہی رکوع کر کے تکبیر فرمائی پھر دو رکعات کے بعد بیٹھے حتیٰ کہ جب ارادہ کیا کہ اٹھوں تو تکبیر فرما کر اٹھے۔ پھر آخری دو رکعات ادا فرمائیں پس جب سلام پھیرا تو سیدھی اور الٹی طرف سلام پھیرا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی اس حدیث مبارکہ میں انہوں نے ذکر نہیں کیا جس کو عبدالحمید نے دو رکعات کے بعد کھڑے ہونے کے دوران سرین پر بیٹھنے اور رفع کا ذکر فرمایا۔

عباس بن سہل نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوحمید اور حضرت ابوسعید اور حضرت سہل بن سعد اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم

جمع ہوئے تو انہوں نے اسی حدیث مبارکہ کو ذکر فرمایا اور دو رکعات سے کھڑے ہونے کے دوران رفع یدین اور بیٹھنے کا ذکر نہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ حتیٰ کہ فراغت پالی الٹے پاؤں کو بچھالیا اور سیدھے پاؤں کی انگلیوں مبارکہ کو قبلہ کی جانب رکھا۔

(سنن ابن ماجہ: جز:3،ص:355، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:72، سنن الدارمی: جز:1،ص:361، صحیح ابن حبان: جز:5،ص:182)

دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے سرین پر بیٹھنا تورک ہے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس کے اوپر بیٹھنا افتراش ہے۔

مذاہب اربعہ

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں قعدوں میں افتراش افضل ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں میں تورک افضل ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلے تشہد میں افتراش اور دوسرے میں تورک افضل ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہی ہے۔ (المبسوط: جز:1،ص:24)

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی 620ھ لکھتے ہیں۔

البتہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ دونوں طرح بیٹھنا جائز ہے۔ (المغنی: جز:1،ص:317)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی 1069ھ سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں۔

دو سجدوں کے درمیان حالت تشہد کی طرح ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا بائیں پاؤں کو بچھانا اور دائیں پاؤں کو کھڑا کرنا اور عورت کا تورک کرنا (سنت ہے)(نور الایضاح: ص:117)

صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ سنتوں کے بیان میں راقم ہیں۔

دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بایاں پاؤں بچھا کر دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھنا اور دائیں قدم کو کھڑا رکھنا اور داہنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرنا یہ مردوں کے لئے ہے اور عورت دونوں پاؤں داہنی جانب نکال دے اور بائیں سرین پر بیٹھے۔ (بہار شریعت: جز:1،ص:530)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب التَّشَهُّدِ

باب: تشہد کے متعلق

یہ باب تشہد کے حکم میں ہے۔

825 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنِيْ شَقِيْقُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا اِذَا جَلَسْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ قَبْلَ عِبَادِهِ السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَفُلَانٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْلُوا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَلٰكِنْ اِذَا جَلَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمْ ذٰلِكَ اَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ اَحَدُكُمْ مِنَ الدُّعَاءِ اَعْجَبَهٗ اِلَيْهِ فَيَدْعُوَ بِهٖ حَدَّثَنَا تَمِيْمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ يَعْنِي ابْنَ يُوْسُفَ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا لَا نَدْرِيْ مَا نَقُوْلُ اِذَا جَلَسْنَا فِي الصَّلٰوةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عُلِّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ قَالَ شَرِيْكٌ وَحَدَّثَنَا جَامِعٌ يَعْنِي ابْنَ اَبِيْ شَدَّادٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِثْلِهٖ قَالَ وَكَانَ يُعَلِّمُنَا كَلِمَاتٍ وَلَمْ يَكُنْ يُعَلِّمُنَاهُنَّ كَمَا يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ اَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا قَابِلِيْهَا وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ قَالَ اَخَذَ عَلْقَمَةُ بِيَدِيْ فَحَدَّثَنِيْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ اَخَذَ بِيَدِهٖ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِ عَبْدِ اللّٰهِ فَعَلَّمَهُ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلٰوةِ فَذَكَرَ مِثْلَ دُعَاءِ حَدِيْثِ الْاَعْمَشِ اِذَا قُلْتَ هٰذَا اَوْ قَضَيْتَ هٰذَا فَقَدْ قَضَيْتَ صَلَاتَكَ اِنْ شِئْتَ اَنْ

تَقُومَ فَقُمْ وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز کی حالت میں بیٹھے تھے تو ہم نے بندوں پر سلام بھیجنے سے قبل کہہ دیا اللہ تعالیٰ پر سلام ہو فلاں فلاں پر بھی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: السلام علی اللہ نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ خود سلام ہے مگر جب تم میں سے کوئی بیٹھے تو کہو التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیك ایها النبی و رحمة اللہ و برکاته السلام علینا وعلی عباد اللہ الصلحین، کیونکہ تم یوں کہو گے تو زمین وآسمان کے مابین رہنے والے ہر نیک بندے کو پہنچ جایا کرے گا یا زمین وآسمان کے مابین (پھر کہو) اشهد ان لا الٰه الا اللہ و اشهد ان محمداً عبده ورسوله پھر تمہیں اختیار ہے کہ جو پسند ہو اسے کرو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ جب نماز میں ہم بیٹھا کریں تو ہم کیا پڑھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق جانتے تھے۔ آگے اس کی مثل ذکر کیا۔ شریک، جامع ابن ابی شداد، ابووائل نے حضرت عبداللہ سے اس کی مثل روایت کر کے فرمایا ہمیں وہ کلمات سکھائے جو تشہد کی طرح سکھانے والے نہ تھے (وہ یہ تھے) اللهم الف بین قلوبنا واصلح ذات بیننا واهدنا سبل السلام ونجنا من الظلمت الی النور و جنبنا الفواحش ماظهر منها وما بطن وبارك لنا فی اسماعنا و ابصارنا وقلوبنا و ازواجنا و ذریاتنا وتب علینا انك انت التواب الرحیم و اجعلنا شاکرین لنعمتك مثنین بها قابلیها واتمها علینا، قاسم بن مخیمرہ نے بیان کیا ہے کہ علقمہ نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر کہا کہ ان کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پکڑ کر ان کو نماز میں تشہد پڑھنا سکھایا۔ آگے اعمش کی حدیث جیسا روایت کیا۔ جب تم نے یہ کہا یا اس کو پورا فرما چکے تو اپنی نماز سے فراغت پالی۔ اگر چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر چاہو تو بیٹھے رہو۔

(سنن الدارمی: جز:1،ص:355، سنن النسائی: جز:5،ص:104، شرح السنۃ: جز:1،ص:169، مسند احمد: جز:8،ص:427)

826 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّشَهُّدِ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ زِدْتُ فِيهَا وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ زِدْتُ فِيهَا وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تشہد کے متعلق روایت کیا ہے کہ التحیات للہ الصلوات الطیبات السلام علیك ایها النبی و رحمة اللہ وبرکاته۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس میں یہ زیادہ کیا

ہے وبرکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصلحین اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس میں یہ زیادہ کیا وحدہ لاشریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:139) (سنن دارقطنی: ج:3،ص:477)

827 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ ح و حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُّوْنُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيِّ قَالَ صَلَّى بِنَا اَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ فَلَمَّا جَلَسَ فِيْ اٰخِرِ صَلَاتِهٖ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اُقِرَّتِ الصَّلٰوةُ بِالْبِرِّ وَالزَّكَاةِ فَلَمَّا انْفَتَلَ اَبُوْ مُوْسٰى اَقْبَلَ عَلَى الْقَوْمِ فَقَالَ اَيُّكُمُ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَاَرَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ اَيُّكُمُ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا فَاَرَمَّ الْقَوْمُ قَالَ فَلَعَلَّكَ يَا حِطَّانُ اَنْتَ قُلْتَهَا قَالَ مَا قُلْتُهَا وَلَقَدْ رَهِبْتُ اَنْ تَبْكَعَنِيْ بِهَا قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا قُلْتُهَا وَمَا اَرَدْتُ بِهَا اِلَّا الْخَيْرَ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى اَمَا تَعْلَمُوْنَ كَيْفَ تَقُوْلُوْنَ فِيْ صَلَاتِكُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَعَلَّمَنَا وَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا فَقَالَ اِذَا صَلَّيْتُمْ فَاَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ اَحَدُكُمْ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَاَ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ يُحِبُّكُمُ اللّٰهُ وَاِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ فَكَبِّرُوْا وَارْكَعُوْا فَاِنَّ الْاِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِلْكَ بِتِلْكَ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللّٰهُ لَكُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وَاِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوْا وَاسْجُدُوا فَاِنَّ الْاِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِلْكَ بِتِلْكَ فَاِذَا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِنْ اَوَّلِ قَوْلِ اَحَدِكُمْ اَنْ يَّقُوْلَ التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لَمْ يَقُلْ اَحْمَدُ وَبَرَكَاتُهٗ وَلَا قَالَ وَاَشْهَدُ قَالَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَبِيْ غَلَّابٍ يُحَدِّثُهٗ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيِّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ زَادَ فَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوا وَقَالَ فِي التَّشَهُّدِ بَعْدَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ زَادَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَقَوْلُهٗ فَاَنْصِتُوا لَيْسَ بِمَحْفُوْظٍ لَمْ يَجِيْ بِهٖ اِلَّا

سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ

حضرت حطان بن عبداللہ رقاشی سے روایت ہے کہ ہم کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نماز کے آخر میں بیٹھے تو ایک شخص نے کہا نماز بھلائی اور پاکیزگی کے واسطے مقرر کی ہے جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز سے فراغت پالی تو لوگوں سے کہا اس اس طرح کا کلمہ کس نے کہا۔ لگتا ہے اے حطان آپ نے کہے ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے تو نہیں کہے اور مجھے آپ رضی اللہ عنہ کی عکوبت سے ڈر ہے تو ایک آدمی نے عرض کیا میں نے کہے ہیں اور میرا ارادہ سوائے نیکی کے کچھ نہ تھا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں یہ بھی علم نہیں کہ نماز میں کیا کہنا ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سمجھایا، سکھا کر راستے کو واضح فرمایا ہے ہم کو نماز سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھا کرلیا کرو پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کروائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہا کرے تو تم آمین کہا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو مستجاب فرمائے گا۔ اور جب وہ تکبیر کہا کرے اور رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہا کرو اور رکوع کرو۔ ذہن نشین کرلو امام تم سے قبل رکوع کیا کرے گا اور پہلے ہی اٹھا کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اس کے بدلے ہو جائے گا۔ اور جب سمع الله لمن حمده کہا کرے تو تم اللهم ربنا لك الحمد کہا کرو اللہ تعالیٰ تمہاری عرض کو سن لے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مقدسہ سے سمع الله لمن حمده فرمایا ہے اور جب وہ تکبیر کہا کرے اور سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہا کرو اور سجدہ کیا کرو کیونکہ امام تم سے قبل سجدہ کرے گا اور تم سے پہلے اٹھے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ اس کے بدلے ہو جائے گا جب وہ قعدہ کرے تو تم میں سے ہر ایک کو چاہیے وہ یہ پڑھے "التحيات الطيبات الصلوات لله السلام عليك ايها النبي و رحمة الله و بركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله" امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے وبرکاتہ نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی و اشهد کہا ہے فرمایا ہے وان محمداً۔ حطان بن عبداللہ رقاشی سے یہی حدیث زیادہ روایت ہے کہ جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ اور تشہد کے بعد کہا اشهد ان لا اله الا الله زیادہ کیا وحده لاشريك له ۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وانصتوا کا محفوظ نہیں ہے سلیمان تیمی کے علاوہ کسی سے نہیں آیا۔

(صحیح ابن حبان: جز:5، ص:541، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:141، سنن الدارمی: جز:1، ص:363، سنن النسائی: جز:3، ص:336)

828 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَطَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْآنَ وَكَانَ يَقُوْلُ التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تشہد قرآن مجید کی طرح، وہ کہتے تھے۔
التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله۔

(معجم الاوسط: جز:5، ص:25، سنن ابن ماجہ: جز:3، ص:146، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1، ص:280، سنن ترمذی: جز:1، ص:488)

829 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسٰى اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ اَبِيْهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ اَمَّا بَعْدُ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ فِيْ وَسَطِ الصَّلٰوةِ اَوْ حِيْنَ انْقِضَائِهَا فَابْدَئُوْا قَبْلَ التَّسْلِيْمِ فَقُوْلُوا التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ وَالصَّلَوَاتُ وَالْمُلْكُ لِلّٰهِ ثُمَّ سَلِّمُوْا عَلَى الْيَمِيْنِ ثُمَّ سَلِّمُوْا عَلٰى قَارِئِكُمْ وَعَلٰى اَنْفُسِكُمْ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسٰى كُوْفِيُّ الْاَصْلِ كَانَ بِدِمَشْقَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ دَلَّتْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةُ عَلٰى اَنَّ الْحَسَنَ سَمِعَ مِنْ سَمُرَةَ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امابعد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم فرمایا کہ جب نماز کے وسط میں ہوں یا نماز کو پورا کرنے لگیں تو سلام سے قبل کہیں التحيات الطيبات والصلوات والملك لله، پھر سیدھی طرف سلام پھیر دیں پھر اپنے امام اور اپنے واسطے سلام کریں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دلالت کرتا ہے یہ صحیفہ اس بات پر کہ حسن نے سمرہ سے سنا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:829)

یہاں پر دو ابحاث ہیں پہلی تشہد کے حکم میں ہے دوسری الفاظ کے متعلق ہے۔

بحث اول

تشہد کا حکم

تشہد کے بارے میں آئمہ اربعہ کے موقف بیان کیے جاتے ہیں۔

آئمہ اربعہ کا موقف

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں قعدوں کے بعد تشہد پڑھنا واجب ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ بغیر کسی اختلاف

کے تواتر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ دو رکعت کے بعد التحیات پڑھتے تھے۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھتے ہو۔

نیز آپ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا: التحیات پڑھو۔

فرض اس لیے نہیں کہ آپ ﷺ نے التحیات سہو رہ جانے سے سجدہ سہو کر کے نماز ادا کی ہے اگر یہ فرض ہوتا تو اس کے بغیر نماز نہ ہوتی۔ (المغنی: جز: 1، ص: 317)

علامہ ابن قدامہ نے تشہد کی بحث میں تشہد کے واجب ہونے کی تصدیق کی ہے مگر ان کے دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ وہ واجب بمعنی فرض لے رہے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تشہد فرض ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے۔

علامہ ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی قرطبی متوفی 595ھ لکھتے ہیں۔

امام مالک اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے کہ

تشہد واجب نہیں ہے۔ (بدایۃ المجتہد: جز: 1، ص: 93)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جو علامہ ابن رشد نے تشہد کے وجوب کی نفی کی ہے یہ وجوب بھی فرض ہے کیونکہ فرض پر واجب کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں۔ جس طرح کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بیان کر دیا ہے اور مالکیہ کے نزدیک بھی تشہد فرض نہ ہو بلکہ واجب ہو مگر ظاہر یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت ہی ہے کیونکہ علامہ عبد الرحمٰن جزیری نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے اسی طرح علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے۔ (شرح للنواوی)

جس طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی تشہد سنت ہے۔ مسلک شافعی کی مستند کتاب مہذب میں لکھا ہے کہ

تشہد سنت ہے۔

علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر نماز دو رکعت سے زیادہ ہو تو رکعات کے بعد بیٹھے اور تشہد پڑھے کیونکہ یہ تشہد حضور انور ﷺ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے اور یہ سنت ہے۔ (فتح القدیر: جز: 1، ص: 274)

پہلے اور دوسرے قعدہ میں تشہد پڑھنا واجب ہے جس طرح کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی 1069ھ واجبات نماز میں لکھتے ہیں۔

پہلے قعدہ میں تشہد کا پڑھنا صحیح قول کے مطابق یہی ہے آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا (واجب ہے) (نور الایضاح: ص: 111)

مسئلہ

صدر الشریعۃ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں۔

دونوں قعدوں میں پورا تشہد پڑھنا یونہی جتنے قعدے کرنے پڑیں سب میں پورا تشہد واجب ہے ایک لفظ بھی اگر چھوڑے گا ترک واجب ہوگا۔ (بہار شریعت: جز:1،ص:518)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں۔

کسی قعدہ میں تشہد کا کوئی حصہ بھول جائے تو سجدہ سہو واجب ہے۔ (درمختار: جز:2،ص:196)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں۔

الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد اور انشاء ضروری ہے گویا اللہ عزوجل کے لئے تحیت کرتا ہے اور نبی کریم ﷺ اور اپنے اوپر اور اولیاء اللہ پر سلام بھیجتا ہے نہ یہ کہ واقعہ معراج کی حکایت مدنظر ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:72)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں۔

مقتدی قعدہ اولیٰ میں امام سے پہلے تشہد پڑھ چکا تو سکوت کرے درود و دعا کچھ نہ پڑھے اور مسبوق کو چاہئے کہ قعدہ اخیرہ میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام کے وقت فارغ ہو اور سلام سے پیشتر فارغ ہوگیا تو کلمہ شہادت کی تکرار کرے۔

(درمختار: جز:2،ص:270)

بحث ثانی

تشہد کے الفاظ اور مذاہب اربعہ

احادیث مبارکہ میں تین تشہد بہت زیادہ مشہور ہیں۔

1۔تشہد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

2۔تشہد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

3۔تشہد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

تشہد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہ ہے جس کو ہم پڑھتے ہیں اور یہی زیادہ مشہور ہیں۔ اور تشہد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ یہ ہیں:

"التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله السلام عليك ايها النبى و رحمة الله و بركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسول الله"

اور تشہد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ ہے جو موطا امام مالک اور مشکوٰۃ المصابیح میں ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

التحيات لله الزاكيات لله الطيبات الصلوات الله السلام عليك ايها النبى...... الخ

ان تینوں تشہد میں سے احناف اور حنابلیہ کے نزدیک تشہد اول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تشہد ثانی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تشہد ثالث ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کو کئی وجوہ سے ترجیح حاصل ہے یہ تشہد بیس سے زائد طرق سے روایت ہے اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے جس میں 1- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، 2- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، 3- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، 4- حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وهو اصح حديث (ابن مسعود رضى الله عنهما) فى التشهد

اس میں دو واؤ آتے ہیں بخلاف تشہد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور تشہد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے۔ اس میں کوئی واؤ نہیں ہے۔ حاشیہ ترمذی میں شرح السنۃ سے منقول قصہ نقل ہے کہ ایک اعرابی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے اس نے آ کر سوال کیا۔ بواوام بواوین، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا بواوین، اس پر اعرابی نے کہا بارك الله فيك كما بارك فى لا ولا۔ حاضرین کو اس کے متعلق کچھ نہ علم ہو سکا۔ شاگردوں کے پوچھنے پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس آدمی نے مجھ سے تشہد کے متعلق سوال کیا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح کون سا تشہد ہے ایک واؤ والا تشہد جو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یا دو واؤ والا تشہد جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے تو میں نے جواب دیا دو واؤ والا تشہد راجح ہے تو اس نے دعا دی کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے درخت زیتون میں برکت فرمائی ایسے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں برکت فرمائے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن سمره بن جندب رضى الله عنه

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ حافظ قرآن تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ فیوض و برکات حاصل کیں۔ کثیر احادیث مبارکہ کے راوی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ انصار کے حلیف تھے حافظ قرآن تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے فیوض پائے۔ 59ھ میں بصرہ وفات پائی۔

(مرآۃ المناجیح: ج:8، ص:584)

بَاب الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ التَّشَھُّدِ

باب: نبی اکرم ﷺ پر تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا

یہ باب تشہد کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے حکم میں ہے۔

830 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ اَبِی لَیْلٰی عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قُلْنَا اَوْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْكَ وَاَنْ نُسَلِّمَ عَلَیْكَ فَاَمَّا السَّلَامُ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَیْفَ نُصَلِّی عَلَیْكَ قَالَ قُوْلُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ قَالَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنِ الْحَكَمِ بِاِسْنَادِهٖ بِهٰذَا قَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَاهُ الزُّبَیْرُ بْنُ عَدِیٍّ عَنِ ابْنِ اَبِی لَیْلٰی كَمَا رَوَاهُ مِسْعَرٌ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ وَّبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَسَاقَ مِثْلَهٗ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یا ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا کریں، سلام کو تو ہم نے جان لیا مگر آپ ﷺ پر درود کیسے بھیجیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہو اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و بارك محمد و آل محمد کما بارکت علیٰ اٰل ابراھیم انك حمید مجید۔ شعبہ نے اس حدیث کو یوں بیان کیا ہے کہ صلی علی محمد و علی اٰل محمد کماصلیت علیٰ ابراھیم ۔ حکم نے اپنی اسناد کے اس کو یوں بیان کیا ہے کہ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کماصلیت علیٰ ابراھیم انك حمید مجید، اللھم بارك علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ اٰل ابراھیم انك حمید مجید ۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس کو زبیر بن عدی، ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے جیسا کہ اس کو مسعر نے روایت کیا ہے مگر انہوں نے کہا کماصلیت علیٰ اٰل ابراھیم انك حمید مجید و بارك علیٰ محمد۔ آگے اس کی

مثل بیان فرمایا۔

(معجم الاوسط: جز: 3، ص: 215، سنن النسائی: جز: 5، ص: 61، صحیح البخاری: جز: 14، ص: 484، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 49، ص: 347)

831 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ ح و حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ أَنَّهُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَّهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ هُوَ الَّذِي أُرِيَ النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ أَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ بَشِيرُ بْنُ سَعْدٍ أَمَرَنَا اللّٰهُ أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَمَنَّيْنَا أَنَّهُ لَمْ يَسْأَلْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُولُوا فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ زَادَ فِي آخِرِهِ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ قُولُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہم کیسے درود پڑھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہا کرو اللھم صل علی محمد و ازواجہ و ذریتہ کما صلیت علی آل ابراھیم و بارک علی محمد و ازواجہ و ذریتہ کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ محمد بن عبداللہ بن زید اور عبداللہ بن زید وہ ہیں جن کو نماز کی خواب اذان دکھائی گئی ہے۔ روایت ہے کہ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں قدم رنجہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے ہم کو درود بھیجنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے درود بھیجیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا حتیٰ کہ ہم تمنا کرنے لگ

گئے کہ سوال ہی نہ کرتے پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہا کرو۔ آگے حدیث کعب بن عجرہ کی طرح معناً بیان فرمایا اور اس کے آخر میں زیادہ کیا فی العالمین انك حمید مجید ۔ عقبہ بن عمرو نے اس خبر کے ساتھ روایت کیا ہے کہ کہا کرو۔

اللھم صل علیٰ محمد النبی الامی و علیٰ آل محمد۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:150، سنن النسائی: جز:5،ص:71، شرح السنۃ: جز:1،ص:170، شعب الایمان: جز:2،ص:189)

832 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ يَسَارٍ الْكِلَابِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو مُطَرِّفٍ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ كَرِيزٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيُّ عَنِ الْمُجْمِرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الْأَوْفٰى إِذَا صَلّٰى عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مکمل ثواب لینا چاہتا ہے تو جس وقت ہم اہل بیت پر درود بھیجنا چاہے تو یوں کہے۔ **اللھم صل علیٰ محمد النبی و ازواجہ امھات المومنین و ذریتہ و اھل بیتہ کما صلیت علیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید۔**

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:151، شعب الایمان: جز:2،ص:189)

چند ابحاث

یہاں پر چند ابحاث ذکر کی جاتی ہیں۔

بحث اوّل

تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں۔

تشہد اخیر کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود شریف کے وجوب میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ درود شریف سنت ہے اور اگر کسی نے درود شریف کو ترک کر دیا تو اس کی نماز صحیح ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ درود واجب ہے۔ اگر کسی نے یہ درود ترک کر دیا تو اس کی نماز ہی صحیح نہ ہوگی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت ہے۔ شعبی کا بھی یہی مذہب ہے۔ فقہاء شافعیہ درود کے وجوب پر اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں۔

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کس طرح بھیجیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پڑھو **اللھم صل علیٰ محمد**...... الخ

اور امر جو ہوتا ہے وہ وجوب کے لئے ہوتا ہے۔اس دلیل کے ساتھ یہ حدیث بھی ملانی چاہئے جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھیں تو کس طرح صلوٰۃ پڑھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم پڑھا کرو **اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد**...... الخ

یہ زیادتی صحیح ہے۔اس زیادتی کے ساتھ اس حدیث مبارکہ کو امام ابوحاتم بن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم ابوعبداللہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

حاکم نے کہا ہے کہ

یہ زیادتی صحیح ہے۔

اور حضرت فضالہ بن حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا اس نے نماز پڑھی۔نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس شخص نے جلدی کی ہے۔پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلا کر ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے رب عزوجل کی حمد و ثناء سے ابتداء کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے اور جو چاہے دعا کرے۔

حاکم نے کہا۔

یہ حدیث مبارکہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

علماء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کا مصداق کون ہیں۔

ازہری اور دیگر محققین نے کہا۔

اس سے مراد جمیع امت ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ۔

اس سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں۔
اور تیسرا قول یہ ہے کہ
اس سے مراد نبی کریم ﷺ کے اہل بیت اور آپ ﷺ کی ذریت ہیں۔ (شرح للنواوی: جز:1،ص:175)
علامہ ابوسلیمان محمد بن محمد بن ابراہیم خطاب خطابی شافعی متوفی 388ھ لکھتے ہیں۔
سنن ابوداؤد میں ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھیں اور امر وجوب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا امر لازم ہے اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہے اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد تم پڑھو **اللھم صل علی محمد** الخ یہ دوسرا امر ہے جس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے اور اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔
نیز اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا۔
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا o (احزاب:56)
اے ایمان والو! نبی پر صلوٰۃ وسلام پڑھو۔
اور یہ حکم نماز کی طرف راجع ہے کیونکہ اگر یہ حکم غیر نماز کی طرف راجع ہو تو یہ مستحب ہے اور اس حکم کو نماز کی طرف راجع کیا جائے تو پھر یہ فرض ہے کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ غیر نماز میں آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنا فرض نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں امر نماز کی طرف راجع ہے اور آپ ﷺ پر نماز میں درود پڑھنا فرض ہے۔
اور اصحاب رائے نے یہ کہا ہے کہ
تشہد پڑھنا اور نماز میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ (معالم السنن: جز:1،ص:455)
احناف کے نزدیک تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔
علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ لکھتے ہیں۔
نماز میں درود شریف پڑھنے کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔
قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
نماز میں درود شریف کو واجب کہنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا شاذ قول ہے سلف میں سے کسی نے یہ قول نہیں کیا۔ طبری، قشیری اور فقہاء کرام کی ایک جماعت نے ان پر تشنیع کی ہے اور علامہ خطابی جو شافعی المذہب ہیں انہوں نے بھی اس کی مخالفت کی ہے۔
علامہ خطابی نے فرمایا:
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی نے نماز میں تشہد کو واجب نہیں کہا۔ (فتح القدیر: جز:1،ص:275)
علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی 593ھ لکھتے ہیں۔
نماز میں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ فرض ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تشہد سکھانے کے بعد ارشاد فرمایا: جب تم یہ پڑھ لو یا یہ کرلو تو تمہاری نماز پوری ہوگئی اور اگر تم کھڑا ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ۔

علامہ کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

نماز کے علاوہ ایک بار نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے۔

اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جائے تو آپ ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے۔ (ہدایہ اولین: ص: 94)

بحث ثانی

نماز کے درود میں سیدنا محمد ﷺ کا اضافہ کرنا

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں۔

نماز کے درود میں بھی ''محمد'' سے پہلے سیدنا کہنا افضل ہے۔ علامہ حصکفی حنفی، علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ کی یہی تحقیق ہے کیونکہ اس میں اس حکم پر عمل بھی ہے اور زیادتی بھی ہے۔ یہ ادب کا تقاضا ہے اور لفظ سیدنا کو ترک کرنے سے بہتر ہے اور جس حدیث مبارکہ میں ہے مجھے سردار نہ کہو وہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ

ہمارے امام صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر تشہد میں زیادتی یا کمی کی تو یہ مکروہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تشہد میں زیادتی نہیں ہے بلکہ درود میں زیادتی ہے البتہ تشہد میں آپ ﷺ کے نام مبارک سے پہلے سیدنا نہ کہے۔ (ردالمحتار: جز:1، ص:479)

مسئلہ

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں۔

درود شریف میں حضور سید عالم ﷺ حضور سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ لفظ سیدنا کہنا بہتر ہے۔

(بہار شریعت: جز:1، ص:531)

بحث ثالث

نماز میں تشہد کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ پڑھنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے نبی کریم ﷺ کے لئے ایک بار دعا کی اور آپ ﷺ نے ہر نماز میں تشہد کے بعد آپ علیہ السلام کے لئے دعا کا حکم ارشاد فرمادیا کہ جب تم مجھ پر صلوٰۃ پڑھو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی پڑھو اور جب میرے واسطے

برکت کی دعا کرو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بھی برکت کی دعا کرو۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ

اس دعا میں ہے! اے اللہ عزوجل! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے۔ اس دعا میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مشبہ ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مشبہ بہ ہیں اور مشبہ بہ، مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے۔ اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت لازم آئے گی حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔ اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں۔

1- یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات مشبہ افضل ہوتا ہے جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے:

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ (النور:35)

اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال جیسے ایک طاق ہو۔

2- تشبیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم کے مجموعہ سے ہے اور آل ابراہیم میں دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔

3- یہ تشبیہ نفس صلوٰۃ میں ہے اس کی کیفیت سے قطع نظر کے ساتھ جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ (النساء:163)

ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی وحی کی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی طرف کی تھی۔

حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی ہے وہ قرآن ہے اور وہ بالاجماع افضل ہے۔

4- اس دعا میں کاف تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ تعلیل کے لئے ہے جس طرح کہ اس میں ہے:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ (البقرۃ:185)

تاکہ تم بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے۔

اور اس دعا کا معنیٰ ہے۔ اے اللہ عزوجل! سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما کیونکہ تو نے ابراہیم پر اور ان کی آل پر صلوٰۃ نازل کی ہے۔

بحث رابع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے حکم میں مذاہب اربعہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ پوری عمر میں صرف ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا فرض ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ تشہد اخیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ کے دو قول ہیں۔ایک قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی مثل ہے اور ایک قول امام شافعی رحمۃ اللہ کی مثل ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ

جب بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جائے آپ ﷺ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایک مجلس میں اگر آپ ﷺ کا ذکر متعدد بار کیا جائے تو ایک بار درود پڑھنا واجب ہے اور ہر بار درود پڑھنا مستحب ہے۔(جلاء الافہام:ص:220)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں۔

عمر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے اور ہر جلسہ ذکر میں درود شریف پڑھنا واجب،خواہ خود نام اقدس لے یا دوسرے سے سنے اور اگر ایک مجلس میں سو بار ذکر آئے تو ہر بار درود شریف پڑھنا چاہئے۔اگر نام اقدس لیا یا سنا اور درود شریف اس وقت نہ پڑھا تو کسی دوسرے وقت میں اس کے بدلے کا پڑھ لے۔(در مختار:جز:2:ص:276)

بحث خامس

نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے فضائل

نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے بہت زیادہ فضائل ہیں۔

نماز میں ہو یا غیر نماز میں،دعا سے پہلے ہو یا بعد میں،اذان سے پہلے ہو یا بعد میں جب بھی نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھا جائے تو بہت زیادہ اجر وثواب ہے۔نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھنے لکھنے کے متعلق حسب ذیل احادیث مبارکہ ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:قیامت کے دن میرے سب سے قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہوگا۔(سنن ترمذی:رقم الحدیث:484)

حدیث مبارکہ:2

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور وہ میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق:رقم الحدیث:3116)

حدیث مبارکہ:3

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں اور نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے، جب میں بیٹھ گیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان کی۔ پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنا پھر میں نے اپنے لیے سوال کیا۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم سوال کرو تم کو عطا کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 593)

حدیث مبارکہ: 4

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

چاندنی رات اور روشن دن میں تم مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 243)

حدیث مبارکہ: 5

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرے اور یہ دعا کرے۔

اللھم افتح لی ابواب رحمتك

اور جب مسجد سے نکلے تو نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرے اور یہ دعا کرے۔

اللھم اجرنی من الشیطان ۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 773)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے کسی کتاب میں مجھ پر درود شریف لکھا جب تک اس کتاب میں میرا نام ہے فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 1856)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے اپنی کتاب میں ﷺ لکھا جب تک وہ کتاب رہے گی تو فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔
(اتحاف السادۃ المتقین: ج:5،ص:50)

حدیث مبارکہ:8

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔(صحیح مسلم:رقم الحدیث:408)

حدیث مبارکہ:9

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور تم میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے خواہ تم کہیں ہو۔(سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:2042)

حدیث مبارکہ:10

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کچھ لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں اور نہ اس کے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھیں تو قیامت کے دن ان کی وہ مجلس ان کے لئے باعث ندامت ہوگی اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ان کو معاف فرمادے گا اور اگر وہ چاہے گا تو ان سے مواخذہ فرمائے گا۔(صحیح ابن حبان:رقم الحدیث:590)

حدیث مبارکہ:11

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جو مسلمان بھی مجھ پر سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو اس کی طرف متوجہ فرمادیتا ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔(سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:2041)

حدیث مبارکہ:12

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے میری قبر پر درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ وہاں ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اس کا درود مجھے پہنچاتا ہے اور وہ درود اس کی دنیا و آخرت کے لئے کافی ہوتا ہے اور میں قیامت کے دن اس کے لئے گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔

(شعب الایمان: رقم الحدیث: 1583)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے اوپر ماہ رمضان داخل ہوا اور اس کی مغفرت سے پہلے وہ ختم ہو گیا اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس اس کے ماں باپ بوڑھے ہوں اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہیں کیا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3545)

حدیث مبارکہ: 14

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ

جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے۔

(مستدرک: رقم الحدیث: 2018)

حدیث مبارکہ: 15

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اس کو مجھ پر درود شریف پڑھنا چاہئے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 4945)

حدیث مبارکہ: 16

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم کوئی چیز رکھ کر بھول جاؤ تو مجھ پر درود پڑھو ان شاء اللہ تم اس کو یاد کر لو گے۔ (القول البدائع: ص: 326)

حدیث مبارکہ: 17

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے خوش خبری دی کہ آپ ﷺ کا رب عزوجل فرماتا ہے جو شخص آپ ﷺ پر درود بھیجے گا تو میں اس پر رحمت بھیجوں گا اور جو شخص آپ ﷺ پر سلام پڑھے گا تو میں اس پر سلام پڑھوں گا تو میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ شکر کیا۔ (مستدرک: رقم الحدیث: 2019)

حدیث مبارکہ: 18

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہر دعا اور آسمان کے درمیان حجاب ہوتا ہے حتیٰ کہ (سیدنا) محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود پڑھا جائے۔ پس جب نبی کریم ﷺ پر درود پڑھ لیا جائے تو وہ حجاب پھٹ جاتے ہیں اور دعائیں قبول ہو جاتی ہیں اور جب نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 725)

حدیث مبارکہ: 19

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب تم مسجد میں گزرو تو نبی کریم ﷺ پر درود پڑھو۔ (جلاء الافہام: ص: 234)

حدیث مبارکہ: 20

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3614)

حدیث مبارکہ: 21

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

دعا آسمان اور زمین کے درمیان موقوف رہتی ہے اس میں سے کوئی چیز اوپر نہیں چڑھتی حتیٰ کہ تم اپنے نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھ لو۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 486)

حدیث مبارکہ: 22

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے سنا ایک شخص نماز میں دعا کر رہا تھا اس نے نبی کریم ﷺ پر درود نہیں پڑھا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس شخص نے عجلت کی ہے پھر اس کو یا کسی اور کو بلا کر ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی ثناء کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3477)

حدیث مبارکہ: 23

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر بہت زیادہ درود شریف پڑھتا ہوں میں اپنی دعاؤں میں سے آپ ﷺ پر درود شریف کتنا پڑھوں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جتنا تم چاہو۔

میں نے عرض کیا۔

میں اپنی دعاؤں میں سے چوتھائی حصہ آپ ﷺ پر درود پڑھوں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جتنا تم چاہو اور اگر تم زیادہ کرو تو بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا۔

کیا نصف حصہ؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جتنا چاہو اور اگر تم زیادہ کرو تو وہ بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا۔

دو تہائی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اور اگر تم زیادہ کرو تو وہ بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا۔

میں اپنی تمام دعاؤں میں آپ ﷺ پر درود شریف پڑھوں گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ تمہاری مہم کے لئے کافی ہے اور تمہارا گناہ بخش دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2457)

حدیث مبارکہ: 24

حضرت عثمان بن ابی حرب باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص کسی حدیث مبارکہ کو بیان کرنے کا ارادہ کرے پھر اس کو بھول جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے کیونکہ مجھ پر درود پڑھنے کی وجہ سے توقع ہے کہ اس کو وہ حدیث یاد آجائے گی۔ (کنز العمال: رقم الحدیث: 41664)

حدیث مبارکہ: 25

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر جمعہ کے دن مجھ پر بہ کثرت درود شریف پڑھنا کرو کیونکہ میری امت کا درود شریف مجھ پر ہر جمعہ کے دن پیش کیا جاتا ہے اور جو میری امت میں سے مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھنے والا ہوگا وہ میرے زیادہ قریب ہوگا۔

(الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث: 250)

حدیث مبارکہ: 26

ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر پڑھے پھر پست آواز سے سورہ فاتحہ پڑھے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ پھر میت کے لئے دعا کرے پھر آہستگی سے سلام پھیر دے۔

(مصنف عبد الرزاق: رقم الحدیث: 6428)

حدیث مبارکہ: 27

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی دن میں آپ علیہ السلام کی روح قبض کی گئی اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن بے ہوشی ہوگی تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا۔

یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ ﷺ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1085)

حدیث مبارکہ: 28

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے صبح کے وقت دس بار مجھ پر درود شریف پڑھا اور شام کو مجھ پر دس بار درود شریف پڑھا وہ قیامت کے دن میری شفاعت کو پالے گا۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 527)

حدیث مبارکہ: 29

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ بندہ کہیں پر ہو۔

ہم نے عرض کیا۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(جلاء الافہام: رقم الحدیث: 110)

حدیث مبارکہ: 30

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عمار (رضی اللہ عنہ)! بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کی سماعت عطا کی ہے اور جب میری وفات ہوگی تو وہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا۔ پس میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود شریف پڑھے گا وہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہے گا اے محمد (مصطفیٰ ﷺ) فلاں فلاں شخص نے آپ ﷺ پر درود پڑھا ہے پھر اللہ عزوجل اس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (مسند البزار: رقم الحدیث: 3163)

حدیث مبارکہ:31

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس شخص نے کتاب میں مجھ پر درود لکھا تو جب تک اس کتاب میں میرا نام ہے اس پر درود شریف پڑھا جاتا رہے گا۔
(جلاء الافہام:ص:236)

حدیث مبارکہ:32

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تو اپنی دعا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کو بھی رکھو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کو قبول کیا جاتا ہے اور اللہ عزوجل اس سے بہت کریم ہے کہ وہ بعض دعا کو قبول فرمائے اور بعض کو رد فرما دے۔
(اتحاف السادۃ المتقین: جز:5،ص:41)

حدیث مبارکہ:33

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب تم میں سے کسی کا کان بجنے لگے تو وہ مجھ پر درود شریف پڑھے اور یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو خیر کے ساتھ یاد کرے جو مجھے یاد کرتا ہے۔(مسند البزار:رقم الحدیث:3125)

حدیث مبارکہ:34

عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ
میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر کھڑے ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرما رہے تھے۔(جلاء الافہام:ص:230)

حدیث مبارکہ:35

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب تم مؤذن کی اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر مجھ پر درود شریف پڑھو۔ کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے پھر میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں

میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ میں ہی ہوں پس جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 384)

حدیث مبارکہ: 36

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کو تو ہم نے جان لیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کیسے پڑھا کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم یوں پڑھا کرو:

اللهم صل علىٰ محمد و علىٰ آل محمد كما صليت علىٰ آل ابراهيم انك حميد مجيد .

اللهم بارك علىٰ محمد و علىٰ آل محمد كما باركت علىٰ آل ابراهيم انك حميد مجيد

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

كما صليت علىٰ ابراهيم و بارك علىٰ محمد و آل محمد كما باركت علىٰ ابراهيم و آل ابراهيم۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4798)

حدیث مبارکہ: 37

احمد بن حواری نے کہا ہے کہ میں نے ابوسفیان الدارنی سے یہ سنا ہے کہ

جو اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے سوال کا ارادہ کرے وہ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر اپنی حاجت کا سوال کرے آخر میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے ہوئے درود شریف کو قبول کیا جاتا ہے اور وہ اس سے بہت کریم ہے کہ وہ درمیان کی دعاؤں کو رد کر دے۔ (جلاء الافہام: ص: 217)

حدیث مبارکہ: 38

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے جس شخص کے پاس صدقہ نہ ہو وہ اپنی دعا میں یہ پڑھے۔

اللهم صل علىٰ محمد عبدك و رسولك وصل علىٰ المومنين و المومنات و المسلمين و المسلمات .

تو یہ اس کی زکوۃ ہو جائے گی۔ (مسند ابو یعلیٰ: رقم الحدیث: 1397)

حدیث مبارکہ: 39

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو بندہ بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو فرشتہ اس درود شریف کو لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتا ہے پھر ہمارا رب تعالیٰ فرماتا ہے اس بندہ کی قبر پر جا کر اس بندہ کے لیے ایسا استغفار کرو جس سے اس بندہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

(الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث: 6026)

الحمد للہ عزوجل! رضا الٰہی عزوجل کی نیت سے یہ احادیث مبارکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے اور فضائل کے متعلق نقل کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان احادیث مبارکہ کے صدقے مجھ بدکار و گناہ گار سے راضی ہو جائے اور قیامت کے دن شفاعت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرمائے۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے میری امت کو ان کے دین سے متعلق چالیس احادیث مبارکہ پہنچائیں اللہ تعالیٰ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ وہ فقیہ ہوگا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت فرماؤں گا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 1725)

بحث سادس

جن مواقع پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا مستحب ہے

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں۔

جب کوئی مانع نہ ہو تو ہر وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنا مستحب ہے اور فقہاء کرام نے درج ذیل مواقع پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے مستحب ہونے کی تصریح کی ہے۔

جمعۃ المبارک کے دن اور جمعۃ المبارک کی شب کو اور ہفتہ، اتوار اور جمعرات کے دن بھی کیونکہ ان تین دنوں کے متعلق بھی احادیث مبارکہ وارد ہیں اور صبح اور شام کو اور مسجد میں اور مسجد میں خروج کے وقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے وقت اور صفا و مروہ کے پاس اور خطبہ جمعہ میں اور موذن کی اذان کے کلمات کے جواب دینے کے بعد اور اقامت کے وقت اور دعا کے اول، اوسط اور آخر میں اور دعا قنوت کے بعد اور تلبیہ کے بعد اور لوگوں کے ساتھ جمع ہونے اور ان سے الگ ہونے کے

وقت اور وضو کے وقت اور کان میں بھنبھناہٹ کے وقت اور کسی چیز کے بھولنے کے وقت اور وعظ کہنے اور علوم کی اشاعت کے وقت اور حدیث مبارکہ پڑھنے کی ابتداء اور انتہاء کے وقت، سوال اور فتویٰ لکھتے وقت، ہر تصنیف درس اور خطبہ کے وقت، منگنی اور نکاح کے وقت، رسائل میں اور ہر اہم کام میں نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک ذکر کرتے وقت، آپ ﷺ کا اسم مبارک سنتے وقت اور آپ ﷺ کا اسم شریف لکھتے وقت۔ (ردالمحتار: جز: 2، ص: 204)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں۔

اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء سات سو اکیاسی ہجری 781ھ کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو بار سلام پڑھا جانے لگا اور یہ بدعت حسنہ ہے۔ (درمختار علی ردالمحتار: جز: 2، ص: 52)

علامہ شمس الدین سخاوی متوفی 902ھ لکھتے ہیں۔

موذنوں نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کی تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے اس کی ابتداء سلطان ناصر الدین یوسف ابن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی۔ اس سے پہلے جب حاکم ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز کی بہن جو بادشاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا تھا کہ اذان کے بعد اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی صورت یہ تھی السلام علی الامام الظاہر۔ پھر اس کے بعد یہ طریقہ اس کے خلفاء میں جاری رہا تا آنکہ سلطان صلاح الدین نے اس کو ختم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے۔ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے مکروہ ہے بدعت ہے یا جائز ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔

(القول البدیع: ص: 280)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اقامت کے قبل درود شریف با آواز بلند پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اقامت یعنی تکبیر شروع کر دیتا ہے کہ جس سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف اقامت کا جز ہے اور عمرو درود شریف نہیں پڑھتا صرف اقامت کہتا ہے تو زید کو یہ فعل اس کا ناپسند آتا ہے اور اصرار سے اس کو پڑھنے کو کہتا ہے اس صورت میں درود شریف جہر سے پڑھنا اور زید کا اصرار کرنا کیسا ہے؟ بینوا و توجروا

الجواب

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہیئے یا درود شریف کی آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزء اقامت نہ معلوم ہو، رہا زید کا عمرو پر اصرار کرنا وہ اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ زید کی زیادتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ: جز: 5، ص: 385)

بحث سابع

جن مواقع پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا مکروہ ہے

تشہد اخیر کے علاوہ نماز میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا مکروہ ہے۔ جماع کے وقت، قضاء حاجت کے وقت، خرید وفروخت کی ترویج کے وقت، پھسلتے وقت اور تعجب کے وقت، ذبح کے وقت اور چھینکتے وقت۔ اسی طرح قرآن مجید کے سماع کے وقت یا خطبہ جمعہ سنتے وقت، کیونکہ قرآن مجید کا سننا فرض ہے اور خطبہ جمعہ کا سننا واجب ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے کہ

اگر اس نے قرآن مجید کی تلاوت کے دوران آپ ﷺ کا اسم مبارک سنا تو فوراً آپ ﷺ پر درود پڑھنا واجب نہیں ہے اور اگر تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ پر درود شریف پڑھ لیا تو یہ مستحب ہے اور اگر قرآن مجید میں آپ ﷺ کا اسم مبارک آ گیا تو اس وقت تلاوت کو روک کر آپ ﷺ کے اسم مبارک پر درود شریف پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ قرآن مجید کو مسلسل پڑھتا رہے۔ تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد اگر درود شریف پڑھ لیا تو افضل ہے ورنہ کوئی حرج نہیں ہے۔ تشہد اول میں آپ ﷺ کے اسم مبارک پر درود شریف پڑھنا واجب تو کجا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس سے تیسری رکعت کے قیام میں تاخیر ہو گی۔ آپ ﷺ پر درود شریف پڑھتے وقت جب آپ ﷺ کا نام لے گا مثلاً کہے گا **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد** تو اس وقت آپ ﷺ کے نام پر درود شریف پڑھنا واجب نہیں ورنہ تسلسل لازم آئے گا کیونکہ اگر اس وقت درود پڑھنا واجب ہو تو وہ پھر آپ ﷺ کا نام لے کر کہے گا **اللھم صل وسلم علیٰ سیدنا محمد** اور اس دوسرے درود میں پھر آپ ﷺ کا نام لے گا اور کہے گا **اللھم صل وسلم علیٰ سیدنا محمد** تو ہر بار درود میں آپ ﷺ کا نام آتا رہے گا اس لیے یہ جو کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے نام پر درود شریف پڑھنا واجب ہے اس سے وہ نام مبارک مستثنیٰ ہے جو خود درود میں آتا ہے۔

(ردالمحتار: ج:2، ص:205)

بحث الثامن

انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے میں جمہور کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی 676ھ لکھتے ہیں۔

ہمارے نبی سیدنا محمد (مصطفیٰ) ﷺ پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے پر اجماع ہے اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ علیہم السلام پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنے کے جواز اور استحباب پر لائق شمار علماء کرام کا اجماع ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے غیر کے متعلق جمہور کا موقف یہ ہے کہ ان پر ابتداءً صلوٰۃ نہ بھیجی جائے مثلاً ابوبکر ﷺ نہیں کہا جائے گا اور ممانعت میں اختلاف ہے۔

ہمارے بعض اصحاب نے کہا۔

یہ حرام ہے۔
اور اکثر علماء کرام نے یہ کہا کہ
یہ مکروہ تنزیہی ہے۔
اور بہت سے علماء کرام نے یہ کہا کہ
یہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں خلاف اولیٰ ہے کیونکہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہمیں اہل بدعت کے شعار سے منع کیا گیا ہے اور مکروہ وہ ہوتا ہے جس میں قصداً ممانعت وارد ہو۔
ہمارے اصحاب نے کہا۔
اس کے مکروہ تنزیہی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سلف کی زبانوں میں صلوٰۃ کا لفظ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا لفظ اللہ سبحانہ' کے ساتھ مخصوص ہے پس جس طرح محمد عزوجل نہیں کہا جائے گا ہر چند کہ آپ عزیز اور جلیل ہیں اسی طرح ابوبکر ﷺ یا علی ﷺ نہیں کہا جائے گا اگر چہ اس کا معنیٰ صحیح ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ غیر انبیاء پر تبعا صلوٰۃ بھیجی جا سکتی ہے۔
اس لیے یہ کہا جائے گا کہ
اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد و اصحابه و ازواجه و ذریته و اتباعه کیونکہ اس کے متعلق احادیث صحیحہ وارد ہیں اور ہمیں تشہد میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور خارج اور از نماز بھی اس پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے اور جہاں تک سلام کا تعلق ہے تو ہمارے اصحاب میں سے شیخ ابو محمد جوینی نے یہ کہا ہے کہ غائب کے حق میں یہ بھی صلوٰۃ کی طرح ہے اور غیر انبیاء پر انفراداً سلام نہیں بھیجا جائے گا پس علی علیہ السلام نہیں کہا جائے گا اور اس میں زندہ اور مردہ برابر ہیں اور حاضر کو سلام کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا مثلاً السلام علیک یا السلام علیکم کہا جائے گا۔ (الاذکار: جز: 1 ص 135 تا 136)
علامہ شمس الدین ابن قیم جوزی حنبلی متوفی 751ھ لکھتے ہیں۔
دوسرے علماء نے صلوٰۃ اور سلام میں فرق کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ سلام کا لفظ ہر مومن کے حق میں مشروع ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ، حاضر ہو یا غائب کیونکہ یہ کہنا معروف اور معمول ہے کہ فلاں شخص کو میرا اسلام پہنچا دو اور یہ اہل اسلام کی تحیت (تعظیم) ہے بخلاف صلوٰۃ کے کیونکہ وہ رسول کا حق ہے اس لیے نماز کے تشہد میں پڑھتے ہیں۔
السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اور یوں نہیں پڑھا جاتا۔ الصلوۃ علینا و علی عباد اللہ الصالحین اور اس سے ان دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو گیا۔

(جلاء الافہام: ص:260)

بحث تاسع

انبیاءِ کرام علیہم السلام کے غیر پر انفراداً صلوٰۃ بھیجنے میں فقہاء کی آراء

علماءِ شیعہ کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ

بعض متعین اہلسنت نے لکھا ہے کہ پیغمبر ﷺ کی آل پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا جائز نہیں ہے اگر کوئی شخص کہے اے اللہ! امیر المومنین علی پر صلوٰۃ بھیج یا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر صلوٰۃ بھیج تو یہ ممنوع ہے حالانکہ قرآن مجید کی اس آیت (التوبہ:103) سے عام مسلمانوں پر بھی صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے چہ جائیکہ نبی ﷺ کے اہل بیت اور آپ کے ولی پر صلوٰۃ بھیجنا جائز ہو۔

(تفسیر نمونہ:جز:8،ص:121)

فقہاء حنبلیہ کی آراء

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی متوفی 960ھ لکھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے غیر پر بھی انفراداً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے۔ (الاقناع مع کشاف القناع:جز:1،ص:432)

فقہاء شافعیہ کی آراء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی 852ھ لکھتے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کے نزدیک انبیاءِ کرام علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(فتح الباری:جز:3،ص:362)

فقہاء مالکیہ کی آراء

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ لکھتے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انبیاءِ کرام علیہم السلام کے غیر پر مستقلاً صلوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم:جز:2،ص:305)

فقہاء احناف کی آراء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انبیاءِ کرام علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، ان کے اصحاب، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثرین کے نزدیک انبیاءِ کرام علیہم السلام کے غیر پر انفراداً صلوٰۃ نہ بھیجی جائے لیکن ان پر تبعاً صلوٰۃ بھیجی جاسکتی ہے۔ (عمدۃ القاری:جز:9،ص:95)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن كعب بن عجرة رضى الله عنه

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کوفہ میں رہے اور وہیں دین اسلام کی خدمت میں رہے آخر میں مدینہ منورہ تشریف لائے اور یہیں وفات پائی۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ بلوی ہیں کوفہ میں رہے مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ پچھتر سال عمر ہوئی 51ھ اکیاون میں وفات پائی۔

(مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:594)

حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

☆ عن عقبة بن عمرو رضی اللہ عنہ

حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عقبہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) ہے انصاری بدری ہیں دوسری بیعت عقبہ میں شریک ہوئے۔

اکثر مؤرخین کہتے ہیں کہ

بدر میں شریک نہیں ہوئے آپ رضی اللہ عنہ ایک بار بدر کے کنویں پر اترے تھے اس لیے آپ رضی اللہ عنہ کو بدری کہا جاتا ہے۔ آخر میں کوفہ میں رہے خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ میں یا 42ھ میں وفات پائی۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:603)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَا يَقُوْلُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ

باب: تشہد کے بعد کیا کہے؟

اس باب میں تشہد کے بعد دعا مانگنے کی احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔

833 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي عَائِشَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ اَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْاٰخِرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ

وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ

محمد بن ابو عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی آخری تشہد سے فراغت حاصل کر لے تو اللہ تعالیٰ سے چار اشیاء کی پناہ طلب کرے عذاب جہنم سے، عذاب قبر سے، فتنہ ممات وحیات سے اور مسیح دجال کی شر پسندی سے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 833)

834 حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بعد تشہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے۔ اے اللہ عزوجل! میں عذاب جہنم سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، اور عذاب قبر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور فتنہ دجال سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور فتنہ حیات وممات سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(مسند البزار: جز:2، ص:175)

835 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّ مِحْجَنَ بْنَ الْأَدْرَعِ حَدَّثَهُ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَدْ قَضَى صَلَاتَهُ وَهُوَ يَتَشَهَّدُ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا اللَّهُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ أَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ قَالَ فَقَالَ قَدْ غُفِرَ لَهُ قَدْ غُفِرَ لَهُ ثَلَاثًا

حضرت محجن بن ادرع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو ایک شخص اپنی نماز کو مکمل کرنے کے بعد تشہد پڑھنے کے دوران کہہ رہا تھا۔ اے اللہ عزوجل! میں تیری بارگاہ مقدسہ میں سوال کرتا ہوں، اے اللہ عزوجل! تو ہی اکیلا ہے بے نیاز ہے نہ تو کسی کو جنا اور نہ ہی تجھے کسی نے جنا اور تیرا کفو کوئی نہیں میرے گناہوں کو معاف فرما دے کیونکہ تو ہی معاف فرمانے والا مہربان ہے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا اس کی مغفرت فرما دی گئی۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 835)

تشہد اخیر میں دعا کے متعلق مذاہب

☆ اذا فرغ احدکم من التشھد الاخر فلتیعوذ باللہ من اربع من عذاب جھنم...... الخ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی آخری تشہد سے فارغ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے چار چیزوں سے پناہ طلب کرے۔ عذاب جہنم سے وغیرہ وغیرہ۔ اور اگلی روایت جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اس میں آقائے دو عالم ﷺ خود یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذبك من عذاب جھنم اعوذبك من عذاب القبر و اعوذبك من فتنة الدجال و اعوذبك من فتنة المحیا و الممات .

جمہور اس دعا کو تشہد اخیر میں پڑھنے کے وجوب پر قائل ہیں اور جمہور آئمہ کرام صرف سنت کے قائل ہیں۔ جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں صراحت ہے اور ابن حزم ظاہری اس دعا کے وجوب کے قائل ہیں تشہد اول میں بھی وجوب کے قائل ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اور درود ابراہیمی پڑھ چکے اس سے معلوم ہوا کہ نماز نفل ہو یا فرض دعا اس کے آخری قعدے میں ہی مانگی جائے گی ہاں نفل میں دونوں درود ابراہیمی قعدوں میں پڑھے جائیں گے۔ (مرآۃ المناجیح: جز:2، ص:101)

دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب کرنا

نبی کریم ﷺ نے دوزخ کے عذاب سے پناہ طلب فرمائی یہ تعلیم امت کے لئے تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ گناہوں سے معصوم ہیں اور اس کی تحقیق میں نے اسی جلد میں کر دی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے کئی مواقع پر اس طرح کی دعائیں کی ہیں جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں ہے۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی! اے اللہ عزوجل! جبرائیل اور میکائیل (علیہما السلام) کے رب عزوجل یا فرمایا اسرافیل (علیہ السلام) کے رب عزوجل میں دوزخ کی گرمی اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (سنن النسائی: جز:2، ص:319)

حدیث مبارکہ:2

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اے اللہ عزوجل! میں قبر کے فتنہ اور دجال کے فتنہ اور زندگی اور موت کے فتنہ اور جہنم کی گرمی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

(سنن النسائی: جز:2، ص:319)

حدیث مبارکہ:3

یہ حدیث مبارکہ دوزخ سے پناہ طلب کرنے کی ترغیب کے متعلق ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے تین مرتبہ اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کیا تو جنت دعا کرتی ہے کہ اے اللہ عزوجل اس کو جنت میں داخل کر دے اور جس شخص نے تین بار دوزخ سے پناہ طلب کی تو دوزخ دعا کرتی ہے کہ اے اللہ عزوجل اس کو دوزخ سے پناہ میں رکھ۔

(سنن النسائی: جز:2،ص:319)

حدیث مبارکہ:4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بہت زیادہ کرتے تھے۔

اے اللہ عزوجل! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں اچھائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔

(صحیح بخاری: جز:2،ص:945)

حدیث مبارکہ:5

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے یہ دعا تھی۔

اے اللہ عزوجل! ہم تجھ سے رحمت کے موجبات اور پختہ مغفرت کو طلب کرتے ہیں اور ہر گناہ سے سلامتی اور نیکی کی سہولت طلب کرتے ہیں اور جنت کی کامیابی اور تیری مدد سے دوزخ سے نجات طلب کرتے ہیں۔ (مستدرک: جز:1،ص:525)

حدیث مبارکہ:6

حضرت معاذ بن رفاعہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بنوسلمہ کا ایک شخص تھا جس کا نام سلیم تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب ہم سو جاتے ہیں اس وقت ہمارے پاس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آتے ہیں ہم دن بھر کام کاج میں مشغول رہتے ہیں یہ اس وقت آ کر نماز کی اذان دیتے ہیں پھر ہم کو لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ)! تم فتنہ ڈالنے والے نہ بنو یا تم میرے ساتھ نماز پڑھو یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ نماز پڑھاؤ۔

پھر آپ ﷺ نے سلیم سے پوچھا۔
تمہیں کتنا قرآن مجید یاد ہے؟
اس نے عرض کیا۔
میں اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔
اس نے کہا۔
بہ خدا آپ کی دعا اور معاذ کی دعا بہت حسین ہے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
میری اور معاذ کی دعا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور دوزخ سے اس کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

(مسند احمد: جز:5،ص:74)

کیا عبادت عذاب کے خوف سے کرنی چاہئے

عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دنیا اور آخرت میں اس کا کوئی عوض طلب نہ کرے بلکہ اخلاص یہ ہے کہ عمل میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقدسہ کا ارادہ ہو اور یہی صدیقین کا اخلاص ہے۔
امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے بدن بہت لاغر اور چہرے کمزور ہو گئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر کثرت عبادت کے آثار دیکھے۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا۔
تم اللہ تعالیٰ سے کس چیز کی طلب کرتے ہو۔
انہوں نے کہا۔
ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ کے کرم سے بہت بعید ہے کہ وہ تم کو عذاب سے نجات نہ دے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ اور لوگوں کے پاس سے گزرے اور ان پر بھی اسی طرح عبادت کے آثار دیکھے۔
ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا۔
ہم اللہ تعالیٰ کی جنت اور اس کی رحمت کو طلب کرتے ہیں۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے کرم سے بہت بعید ہے کہ وہ تم کو جنت اور اپنی رحمت عطا نہ کرے۔

تیسری قوم کے پاس سے گزرے ان پر عبادت کے آثار بہت زیادہ تھے۔

ان سے سوال کیا تم کس لیے عبادت کرتے ہو۔

انہوں نے کہا۔

اس لیے کہ وہ ہمارا معبود ہے اور ہم اس کے بندے ہیں ہم کسی چیز کی رغبت سے عبادت کرتے ہیں نہ کسی چیز کے خوف سے عبادت کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

تم اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہو اور تم سچے عبادت گزار ہو۔ تم ان آیات کی ترغیب میں غور کرو پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت کا ذکر کیا اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اس کے عذاب کے خوف سے عبادت کرتے ہیں پھر رحمت کا ذکر فرمایا اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو ثواب کی طلب میں اس کی عبادت کرتے ہیں۔

پھر آخر میں ارشاد فرمایا کہ

تم ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف جمع کیے جاؤ گے اس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اس کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا رب عزوجل، مالک اور معبود ہے اور یہ عابدوں کا سب سے بلند مقام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کا شرف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ○ (الانبیاء:19)

اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس (فرشتے) ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں۔

اور متقین کا شرف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ○ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ○ (القمر:54،55)

بے شک متقین اور دریاؤں میں ہوں گے سچی عزت کے بلند مقام میں بڑی قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

چونکہ ان لوگوں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عبادت اور اس کی ملاقات کے شوق میں ریاضت کی اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس جمع کیے جائیں گے۔ (تفسیر کبیر: ج:3،ص:78)

امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی 505ھ لکھتے ہیں۔

عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل کرنے والا دنیا اور آخرت میں اس کا کوئی عوض طلب نہ کرے۔ یہ رویم کا قول ہے۔ اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں نفس کا حصہ ایک آفت ہے اور جو شخص جنت کی نعمتوں اور لذتوں سے حصہ لینے کے لئے عبادت کرتا ہے اس کی عبادت میں اخلاص نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عمل سے صرف اللہ عزوجل کی ذات کا ارادہ کیا جائے

اور یہ صدیقین کا اخلاص ہے اور یہی اخلاص مطلق ہے اور جو شخص جنت کی امید اور دوزخ کے خوف کی وجہ سے عبادت کرتا ہے وہ اپنے پیٹ اور فرج کے حصہ کی طلب میں عبادت کر رہا ہے اور صاحبان عقل کے نزدیک تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مطلوب ہے مگر انسان کی ہر حرکت کسی غرض کے لئے ہوتی ہے اور تمام اغراض سے بری ہونا تو اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ بے غرض عبادت کرتا ہے وہ کافر ہے اور قاضی ابوبکر باقلانی نے اس شخص کی تکفیر کا فیصلہ کیا جو تمام حظوظ اور اغراض سے بری ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور کہا یہ صفات الوہیت سے ہے۔ قاضی ابوبکر کا فیصلہ برحق ہے لیکن ان لوگوں کی مراد یہ ہے کہ عام لوگ جن حظوظ اور اغراض کی وجہ سے عمل کرتے ہیں وہ ان سے بری ہیں یعنی وہ فقط جنت کی لذتوں کے حصول کے لئے عبادت نہیں کرتے ان لوگوں کا حظ اور ان کی غرض اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس سے مناجات اور اس کے دیدار کی لذت حاصل کرنا ہے۔ عام لوگ اس لذت کا تصور نہیں کر سکتے بلکہ وہ اس پر حیران ہوتے ہیں اور ان لوگوں کو عبادت، مناجات اور دیدار کے بدلہ میں جنت کی نعمتیں دی جائیں تو وہ ان کو حقیر جانیں گے اور ان کی طرف التفات نہیں کریں گے سو ان کا حرکت کرنا اور عبادت کرنا بھی ایک حظ اور غرض کے لئے لیکن ان کا حظ فقط ان کا معبود ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔

(احیاء العلوم: ج:5، ص290 تا 291)

دوزخ کی گرمی کا عالم

دوزخ کی گرمی اور تپش بہت زیادہ سخت ہوگی انسان جس آگ کو جلاتے ہیں وہ دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بنو آدم جس آگ کو جلاتے ہیں وہ دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 3265)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک ہزار سال تک دوزخ کی آگ کو بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا حتیٰ کہ وہ سفید ہوگئی پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا وہ سیاہ ہوگئی پس وہ سیاہ تاریک ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4320)

دوزخ کے دروازے اور عذاب یافتگان

دوزخ کے سات دروازے ہیں اور اس سے گناہ گاروں کو داخل کیا جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ o لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ o (الحجر:43،44)

اور بے شک ان سب کے وعدہ کی جگہ دوزخ ہے اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازہ کے لئے ان گمراہوں میں سے تقسیم کیا ہوا حصہ ہے۔

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس ابن ابی حاتم متوفی 327ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

وہ سات دروازے یہ ہیں۔

1-جہنم،2-السعیر

3-لظی،4-الحطمہ

5-سقر،6-الجحیم

7-الہاویہ اور یہ سب سے نچلا طبقہ ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ان کے اعمال کے اعتبار سے ان کی منازل ہیں۔

اعمش نے کہا۔

دوزخ کے ابواب یہ ہیں۔

1-الحطمہ،2-الہاویہ

3-لظی،4-سقر

5-الجحیم،6-السعیر

7-اور جہنم۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ایک دروازہ یہود کے لئے ہے۔

ایک دروازہ نصاریٰ کے لئے ہے۔

ایک دروازہ صائبین کے لئے ہے۔

ایک دروازہ مجوس کے لئے ہے۔

ایک دروازہ مشرکین کے لئے ہے جو کفار عرب ہیں۔

اور ایک دروازہ منافقین کے لئے ہے۔

اورایک دروازہ اہل توحید کے لئے ہےاوراہل توحید کے لئے جونجات کی توقع ہے وہ توقع دوسروں کے لئے بالکل نہیں ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ارشادفرمایا:

بعض اہل دوزخ ایسے ہوں گے جن کے ٹخنوں تک آگ پہنچے گی اور بعض کے کمربند تک آگ پہنچے گی اور بعض کی ہنسلی تک آگ پہنچے گی۔ان کے اعمال کے اعتبار سے ان کی منازل ہوں گی یہ اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے۔

لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ٥

ہر دروازہ کے اوپرآگ کے ستر ہزار شامیانے ہیں اور ہر شامیانے میں ستر ہزار خیمے ہیں اور ہر خیمے میں آگ کے ستر ہزار تنور ہیں اور ہر تنور میں ستر ہزار آگ کی کھڑکیاں ہیں اور ہر کھڑکی میں آگ کی ستر ہزار چٹانیں ہیں اور ہر چٹان کے اوپر آگ کے ستر ہزار پتھر ہیں اور ہر پتھر کے اوپر آگ کے ستر ہزار بچھو ہیں اور ہر بچھو کی آگ کی ستر ہزار دمیں ہیں اور ہر دم میں ستر ہزار ہڈیاں ہیں اور ہر ہڈی میں ستر ہزار کے ڈنک ہیں اور ستر ہزار آگ بھڑکانے والے ہیں۔

آپ نے ارشادفرمایا:

جوشخص سب سے پہلے دوزخ میں داخل ہوگا وہ دروازے پر چارلاکھ جہنم کے پہرہ دار دیکھے گا۔ان کے چہرے سیاہ ہوں گےان کے کھلے ہوئے مونہوں سے داڑھیں دکھائی دے رہی ہوں گی۔ان کے دلوں سے رحمت نکال لی گئی ہوگی۔ان میں سے کسی کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی رحم نہیں ہوگا۔(تفسیر امام ابن ابی حاتم: جز:6،ص:2266)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں۔

جہنم کے دروازے ایک دوسرے کے اوپر تہہ بہ تہہ ہیں۔آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے اوپر رکھ کر بتایا۔

(جامع البیان: رقم الحدیث:16014)

دوزخ کا مقام

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں۔

ابن کمال نے یہ کہا ہے کہ

جنت کی جگہ ارض محشر سے بہت دور ہے اس لیے فرمایا اس کو متقین کے قریب کردیا گیا اور دوزخ کی جگہ ارض محشر کے قریب ہے اس لیے فرمایا اس کو ظاہر کیا گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ مشہور قول پر مبنی ہے کہ جنت آسمان میں ہے اور دوزخ زمین میں ہے اور قیامت کے دن جب زمین کو پھیلایا جائے گا تو

اس کی گولائی کو ختم کر کے اس کو پھیلا دیا جائے گا کیونکہ قرب اور بعد کا معاملہ اسی وقت ظاہر ہو سکتا ہے۔ اور یہ امر واضح رہے کہ جنت کا آسمان میں ہونا ان امور میں سے ہے جن پر اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے اور اس میں ان کا کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں ہے لیکن دوزخ کے نیچے ہونے میں توقف ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اتمام الدرایہ میں کہا ہے کہ

ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جنت آسمان میں ہے اور دوزخ کے متعلق ہم توقف کرتے ہیں، دوزخ کس جگہ پر ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس باب میں مجھے کوئی ایسی حدیث مبارکہ نہیں ملی جس پر مجھے اعتماد ہو۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

دوزخ زمین کے نیچے ہے۔ (روح المعانی: جز: 19، ص: 152)

دوزخ کی ہولناکیاں

دوزخ وہ جگہ ہے جہاں گناہ گاروں کو عذاب ہوگا اور اس کی کیفیت یہ ہوگی جس قدر زیادہ گناہ گار ہوگا اسے اس درجہ میں ڈالا جائے گا دوزخ میں بندے کے لئے کوئی خیر نہیں ہوگی وہ عذاب میں مبتلا رہے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنت اور دوزخ میں بحث ہوئی۔

دوزخ نے کہا۔

مجھے متکبر اور جابر لوگ دیئے گئے ہیں۔

جنت نے کہا۔

میرے لیے کیا ہے مجھ میں تو کمزور، ردی اور پس ماندہ لوگ داخل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا:

تم میری رحمت ہو، میں اپنے بندوں میں سے جس پر رحم کرنا چاہوں گا تمہارے ساتھ اس پر رحم کروں گا۔

اور دوزخ سے ارشاد فرمایا:

تم میرا عذاب ہو، میں اپنے بندے میں سے جس کو عذاب دینا چاہوں گا تمہارے ساتھ اس کو عذاب دوں گا اور تم میں سے ہر ایک کے لئے بھرنا اور پر کرنا ہے۔ رہی دوزخ تو وہ اس وقت پر نہیں ہوگی جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا پیر نہیں رکھ دے گا۔

پھر وہ کہے گی۔

بس! بس! بس! اس وقت بھر جائے گی اور اس کا بعض حصہ دوسرے بعض حصہ سے مل جائے گا پس اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک مخلوق پیدا کرے گا۔(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 4850)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا: جاؤ جنت کی طرف دیکھو وہ گئے اور انہوں نے جنت کی طرف دیکھا اور جنتیوں کے لئے اس میں جو نعمتیں رکھی ہیں ان کو دیکھا پھر وہ آئے۔

اور انہوں نے کہا۔

اے میرے رب عزوجل! تیری عزت اور جلال کی قسم! جو شخص بھی جنت کے متعلق سنے گا وہ اس میں ضرور داخل ہوگا پھر جنت کے اوپر مصائب اور مشقتیں ڈال دی گئیں۔

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا:

اے جبرائیل (علیہ السلام) اب جاؤ اور جنت کی طرف دیکھو انہوں نے جا کر جنت کو دیکھا پھر آئے۔

اور کہا۔

اے میرے رب عزوجل! تیری عزت اور جلال کی قسم! مجھے خدشہ ہے کہ اب تو اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا فرمایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اے جبرائیل (علیہ السلام)! جاؤ دوزخ کی طرف دیکھو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے اور انہوں نے دوزخ کو دیکھا۔

پھر آ کر کہا۔

اے میرے رب عزوجل! تیری عزت کی قسم! دوزخ کو سن کر تو کوئی شخص بھی اس میں داخل نہیں ہوگا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر شہوتیں ڈال دیں۔

پھر ارشاد فرمایا:

اے جبرائیل (علیہ السلام)! جاؤ دوزخ کی طرف دیکھو وہ گئے۔

اور انہوں نے دوزخ کو دیکھ کر کہا۔

اے میرے رب عزوجل! تیری عزت کی قسم! اب تو کوئی شخص بھی اس میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2560)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
تمہاری (دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔ (سنن دارمی: رقم الحدیث: 2847)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
دوزخ کی آگ کو ایک ہزار سال تک دہکایا گیا حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک دہکایا گیا حتیٰ کہ وہ سفید ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک دہکایا گیا حتیٰ کہ وہ سیاہ ہوگئی پس وہ سیاہ اندھیری ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2590)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
دوزخ میں صرف شقی داخل ہوگا۔
آپ ﷺ سے سوال کیا گیا۔
یا رسول اللہ ﷺ! شقی کون ہے؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی اطاعت نہیں کی اور اس کی کسی معصیت کو ترک نہیں کیا۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 4298)
حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
بے شک دوزخ والوں میں سے سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو آگ کی دو جوتیاں اور دو تسمے پہنائے جائیں گے اس سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جس طرح چولہے پر رکھی ہوئی دیگچی کھولتی ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6561)

دوزخ کی آگ اور پانی

دوزخ کی آگ شدید ہوگی اور پانی پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو کہ دوزخیوں کے چہرے کو جلا دے گا۔
قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِی الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ۝

(الکہف: 29)

اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد اس پانی سے پوری ہوگی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا وہ کیسا برا مشروب ہے اور وہ دوزخ کیسی بری آرام کی جگہ ہے۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّ غَسَّاقٌ ۝ (ص:57)
یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے اس کو چکھیں۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ (محمد:15)
ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی انتڑیاں کاٹ دے گا۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ (الغاشیہ:4،5)
وہ دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ان کو نہایت گرم چشمے کا پانی پلایا جائے گا۔
ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:
سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ (ابراہیم:50)
ان کا لباس گندھک کا ہوگا اور آگ نے ان کے چہروں کو ڈھانپا ہوا ہوگا۔
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے كَالْمُهْلِ (الکہف:29) کی تفسیر میں فرمایا:
وہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جب دوزخی اس کو پینے کے لئے اپنے چہرے کی طرف لے جائے گا تو اس کے چہرے کی کھال جھڑ جائے گی۔(سنن الترمذی:رقم الحدیث:25810)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
گرم پانی ان کے سروں کے اوپر سے انڈیلا جائے گا حتیٰ کہ وہ ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا حتیٰ کہ ان کے پیٹ میں جو کچھ ہے اس کو کاٹ ڈالے گا حتیٰ کہ وہ ان کے پیروں تک میں گھس کر پگھلا دے گا پھر ان کو پہلے کی طرح لوٹا دیا جائے گا۔
(سنن الترمذی:رقم الحدیث:8582)

دوزخیوں کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا

دوزخیوں کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔
قرآن مجید میں ہے:
وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ (ابراہیم:16)
اور اس کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم :16 کی تفسیر میں فرمایا:

وہ پانی اس کے منہ کے قریب لایا جائے گا سو وہ اس کو ناپسند کرے گا جب وہ اس کے زیادہ قریب کیا جائے گا تو اس کا چہرہ جل جائے گا اور اس کے سر کی کھال گر جائے گی اور جب وہ اس کو پیئے گا تو وہ پانی اس کی انتڑیاں کاٹ دے گا حتیٰ کہ اس کی انتڑیاں اس کی سرین سے نکل جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ (محمد:15)

ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی انتڑیاں کاٹ دے گا۔

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ (الکہف:29)

اور اگر وہ (پیاس کی وجہ سے) فریاد کریں تو اس پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو پگھلتے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا سو وہ کیسا برا پینا ہے۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث:2583)

دوزخی پر موت نہیں آئے گی

دوزخی پر موت تو آئے گی مگر وہ مرے گا نہیں بار بار عذاب دیا جاتا رہے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ (ابراہیم:17)

اور اس کو ہر جگہ سے موت گھیرے گی اور وہ مرے گا نہیں۔

امام عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی 597ھ نے لکھا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تین قول ہیں۔

1- عطا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اس کے جسم کے ہر بال سے موت اس کو گھیر لے گی۔

سفیان ثوری نے کہا۔

اس کی ہر رگ سے اس کو موت گھیر لے گی۔

ابن جریج نے کہا۔

اس کی روح اس کے نرخرہ پر پہنچ کر رک جائے گی اور اس کے منہ سے نہیں نکلے گی حتیٰ کہ وہ مر جائے اور نہ واپس جائے گی تاکہ اس کو راحت ملے۔

2- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت ہے کہ

موت اس کو ہر جہت سے گھیر لے گی اوپر سے، نیچے سے، دائیں سے، بائیں سے، آگے سے اور پیچھے سے۔

3-اخفش نے کہا۔

دوزخ میں کافر پر جو مصائب اور بلائیں آئیں گی ان کو موت سے تعبیر فرمایا ہے۔(زاد المسیر :جز:4،ص:354)

ابراہیم التیمی نے کہا۔

ان کے جسم کے روئیں روئیں میں موت سرایت کر جائے گی کیونکہ ان کو جسم میں ہر جگہ شدید تکلیف ہو رہی ہوگی۔

ایک قول یہ ہے کہ

ان کے ہر ہر عضو میں کسی نہ کسی قسم کا عذاب پہنچ رہا ہوگا۔اگر ایک لحہ میں اس پر ستر مرتبہ بھی موت آجاتی تو یہ اس پر آسان ہوتا اس کو سانپ بھنبھوڑ رہے ہوں گے۔بچھو ڈنگ لگا رہے ہوں گے۔آگ جلا کر سیاہ کر رہی ہوگی۔پیروں میں بیڑیاں ہوں گی۔گلے میں طوق ہوگا، زنجیروں سے جکڑا ہوا ہوگا، کھانے کے لئے زقوم کا درخت، پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی اور ان گنت قسم کے عذاب ہوں گے۔جب کافر دوزخ میں پانی مانگے گا تو دیکھ کر ہی اس کو موت نظر آئے گی، جب وہ پانی اس کے قریب ہوگا اور اس کی تپش سے وہ جلنے لگے گا تو اس کو پھر موت نظر آئے گی اور جب وہ اس پانی کو پئے گا جس سے اس کا منہ جل جائے گا، انتڑیاں کٹ جائیں گی تو یہ اس کو ایک اور موت معلوم ہوگی اس لیے فرمایا اس کو ہر جانب سے موت گھیر لے گی وہ مرے گا نہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ اس کے جسم میں طرح طرح کے درد پیدا کر دے گا جن میں سے ہر درد میں اس کو موت کا مزہ آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ (فاطر:36)

کافروں کے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ ان پر قضا آئے گی کہ وہ مر جائیں اور نہ ان کے عذاب کو کم کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اہل جنت سے کہا جائے گا ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں ہے اور اہل دوزخ سے کہا جائے گا اے دوزخ والو! ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں ہے۔(صحیح البخاری،رقم الحدیث:6545)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا حتیٰ کہ اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان میں رکھ دیا جائے گا پھر اس کو ذبح کر دیا جائے گا پھر ایک منادی ندا کرے گا اے جنت والو! موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو! موت نہیں ہے۔پھر جنت والوں کی خوشی بہت بڑھ جائے گی اور دوزخ والوں کا غم بہت

زیادہ ہو جائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2850)

دوزخ ایک عذاب کا مقام ہے اور خطرناک مقام ہے جہاں پر گناہ گاروں کو عذاب دیا جائے گا اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اس سے پناہ طلب کرنے کی ترغیب دلائی ہے لہٰذا آج عمل کا میدان ہے کل حساب کا۔ حساب کے دن عمل پوچھے جائیں گے تو ضروری ہے کہ آج اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کیا جائے تا کہ دنیا و آخرت بہتر ہو۔

عذاب قبر سے پناہ طلب کرنا

☆ قوله فلتيعوذ بالله من اربع من عذاب جهنم و من عذاب القبر...... الخ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی تشہد سے فارغ ہو جائے تو چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرے جہنم کے عذاب سے، عذاب قبر سے، زندگی اور موت کی آزمائش سے اور مسیح الدجال کی شر پسندی سے۔

☆ اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ گناہ گار کو عذاب قبر ہوتا ہے اسی لیے تو آقائے دو عالم ﷺ نے اس سے پناہ طلب کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

عذاب قبر کا ثبوت

عذاب قبر ثابت ہے اور یہ گناہ گار کو ملے گا۔

کثیر احادیث مبارکہ اس کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

حدیث مبارکہ: 1

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ کھجوروں کے باغ میں تھے وہ باغ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ آپ ﷺ قضاء حاجت کے لئے گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے چل رہے تھے وہ آپ ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے آپ ﷺ کے پہلو بہ پہلو نہیں چل رہے تھے پھر نبی کریم ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک کنارے ہو گئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بلال (رضی اللہ عنہ) کیا تم سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں کچھ نہیں سن رہا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے پھر اس قبر والے کے متعلق تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ یہودی ہے۔

(مسند احمد: جز: 1، ص: 151)

حدیث مبارکہ:2

حضرت سعد رضی اللہ عنہ پانچ کلمات پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور ان کلمات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔

1-اے اللہ عزوجل! میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

2-اے اللہ عزوجل! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

3-اے اللہ عزوجل! میں ارزل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

4-اے اللہ عزوجل! میں دنیا کے فتنہ یعنی فتنہ دجال سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

5-اے اللہ عزوجل! میں عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:2365)

حدیث مبارکہ:3

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مردوں کو قبر میں عذاب دیا جائے گا حتیٰ کہ جانور بھی ان کی آوازوں کو سنیں گے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:10459)

حدیث مبارکہ:4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے۔

اے اللہ عزوجل! میں عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:6367)

حدیث مبارکہ:5

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر تم مردوں کو دفن کرنا نہ چھوڑ دو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ تمہیں عذاب قبر سنائے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:2868)

حدیث مبارکہ:6

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو وہ لوگوں کی جوتیوں کی آواز سنتا

ہے اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تم اس شخص (سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کے متعلق کیا کہا کرتے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے دیکھو اپنے دوزخ کے ٹھکانے کو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لیے جنت کے ٹھکانے سے تبدیل کر دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ اپنے ٹھکانوں کو دیکھے گا اور رہا کافر یا منافق تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ اس سے کہا جائے گا تم نے نہ کچھ جانا نہ کہا پھر اس کے دو کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی جاتی ہے جس سے وہ چیخ مارتا ہے اور جن و انس کے علاوہ سب اس کی چیخ کو سنتے ہیں۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1338)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

یہود کی بوڑھی عورتوں میں سے دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں وہ کہنے لگیں کہ قبر والوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے میں نے ان کی تکذیب کی اور ان کی تصدیق کرنے کو اچھا نہیں جانا وہ چلی گئیں اور نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔

میں نے آپ ﷺ سے کہا۔

یا رسول اللہ ﷺ! اور دو بوڑھی عورتوں کے آنے اور عذاب قبر کی خبر دینے کا تذکرہ کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان دونوں نے سچ کہا۔ قبر والوں کو اتنا عذاب دیا جائے گا کہ اس کو تمام جانور سنیں گے پھر میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ جب بھی نماز پڑھتے تو عذاب قبر سے پناہ طلب کرتے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 1049)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کافر پر (قبر میں) دو سانپ بھیجے جائیں گے ایک اس کے سر کی جانب اور دوسرا اس کے پیروں کی جانب وہ اس کو کاٹتے رہیں گے جب وہ اس کو کاٹ چکیں گے تو پھر دوبارہ کاٹیں گے قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 25189)

حدیث مبارکہ: 9

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب انسان اپنی قبر میں داخل ہوتا ہے تو اگر وہ مومن ہو تو اس کے نیک اعمال اس کا احاطہ کر لیتے ہیں۔ نماز اور روزہ وغیرہ پھر فرشتہ نماز کی طرف سے آتا ہے تو نماز اس کو لوٹا دیتی ہے۔ پھر وہ روزہ کی طرف سے آتا ہے تو روزہ اس کو لوٹا دیتا ہے۔ پھر فرشتہ اس کو پکار کر کہتا ہے بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ جاتا ہے پھر وہ فرشتہ کہتا ہے کہ تم اس شخص یعنی نبی کریم ﷺ کے متعلق کیا کہتے تھے وہ کہے گا! کون! فرشتہ کہے گا (سیدنا) محمد (ﷺ)! وہ کہے گا! میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ میں اسی عقیدہ پر زندہ رہا اسی پر مرا اور اسی عقیدہ پر اٹھایا جاؤں گا اور اگر وہ انسان کافر یا فاجر ہو تو جب فرشتہ اس کے پاس آئے گا تو اس کے پاس کوئی ایسا نیک عمل نہیں ہوگا جو اس کو لوٹا سکے وہ فرشتہ اس کو بٹھا کر اس سے سوال کرے گا کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے۔ وہ کہے گا۔ کس شخص کے بارے میں۔ فرشتہ کہے گا! (سیدنا) محمد (مصطفیٰ ﷺ) کے متعلق۔ وہ کافر کہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کچھ نہیں جانتا۔ میں ان کے متعلق وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ پھر فرشتہ کہے گا۔ تم اسی عقیدہ پر زندہ رہے اسی پر مرے اور اسی پر اٹھائے جاؤ گے۔ پھر اس کی قبر پر ایک جانور مسلط کیا جائے گا جس کے پاس ڈول کی طرح ایک آگ کا کوڑا ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اس کو اس کوڑے سے مارے گا اور اس کافر کی آواز کوئی نہیں سنے گا جس کو اس پر ترس آئے۔

(معجم الکبیر: رقم الحدیث: 281)

حدیث مبارکہ: 10

حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں اس وقت بنو نجار کے باغات میں سے ایک باغ میں تھی۔ اس میں ان لوگوں کی قبریں تھیں جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے ان پر عذاب دیئے جانے کی آوازیں سنیں تو آپ ﷺ یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے۔ عذاب قبر سے پناہ طلب کرو۔

میں نے پوچھا۔

یا رسول اللہ ﷺ! کیا ان کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہاں! اس عذاب کو وحشی جانور سن رہے ہیں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 268)

حدیث مبارکہ: 11

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط کیے جاتے ہیں جو اس کو کاٹتے ہیں اور بھنبھوڑتے رہیں گے حتیٰ کہ قیامت قائم ہوگی۔ اگر ان میں سے ایک سانپ زمین میں پھونک مارے تو زمین سبزہ نہیں اگائے گی۔ (صحیح ابن حبان: رقم الحدیث: 3121)

حدیث مبارکہ: 12

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مومن کی قبر میں ضرور سرسبز باغ ہوتا ہے اس کی قبر میں ستر ہاتھ وسعت کردی جاتی ہے اور اس کی قبر کو چودھویں رات کے چاند کی طرح منور کردیا جاتا ہے کیا تم کو علم ہے کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ○ (طٰہٰ: 124)

اور جو میری یاد سے اعراض کرے گا اس زندگی تنگی میں گزرے گی اور اس کو ہم قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ تنگی میں زندگی گزارنے سے کیا مراد ہے؟

مسلمانوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو علم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس سے مراد کافر کا عذاب قبر ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اس کے اوپر ننانوے تنین مسلط کیے جائیں گے تمہیں معلوم ہے تنین کیا چیز ہے۔ وہ ستر سانپ ہیں ہر سانپ کے سات سر ہیں وہ اس کو قیامت تک کاٹتے اور ڈنک مارتے رہیں گے۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 6644)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کسی شخص کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رو نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ کہیں گے کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے۔ پس وہ شخص کہے گا۔ جو وہ زندگی میں کہتا تھا وہ کہے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ فرشتے کہیں گے کہ ہم کو معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر میں ستر ہاتھ در ستر ہاتھ وسعت کردی جائے گی پھر اس کی قبر منور کردی جائے گی۔ پھر اس سے، کہا جائے گا سو جاؤ۔ وہ کہے گا! میں اپنے گھر جا کر گھر والوں کو اس کی خبر دوں۔ فرشتے کہیں گے۔ تم اس دلہن کی طرح سو جاؤ جس کو وہی شخص بیدار کرتا ہے

جو اس کو گھر والوں میں سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا اور اگر وہ منافق ہو تو وہ کہے گا۔ میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی اس کی مثل کہہ دیا۔ مجھے کچھ علم نہیں۔ فرشتے کہیں گے۔ ہمیں معلوم تھا تم یہی کہو گے پھر زمین سے کہا جائے گا۔ اس کو دباؤ۔ زمین اس کو دبائے گی تو اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں گی پھر اس کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 1071)

حدیث مبارکہ: 14

حضرت ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے پناہ طلب کر رہے تھے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6364)

حدیث مبارکہ: 15

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہانی سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نہیں روتے اور قبر کو یاد کرتے ہیں تو اس قدر روتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل قبر ہے اگر انسان کو اس منزل سے نجات مل جائے تو اس کے بعد کی منازل زیادہ آسان ہوتی ہیں، اور اگر اس منزل میں نجات نہ ہو تو بعد کی منازل زیادہ دشوار ہوتی ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میں نے قبر سے زیادہ ڈراؤنا اور وحشت ناک منظر اور کوئی نہیں دیکھا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2309)

حدیث مبارکہ: 16

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ (ابراہیم: 27) عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس سے پوچھا جائے گا تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا۔ میرا رب اللہ عزوجل اور میرے نبی مکرم (سیدنا) محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2871)

حدیث مبارکہ: 17

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے ہم قبر تک پہنچے جب لحد بنائی گئی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ ﷺ زمین کو کرید رہے تھے آپ ﷺ نے اپنا سر اقدس اٹھا کر دو یا تین بار ارشاد فرمایا: عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا جب اس سے یہ کہا جائے گا۔ اے شخص تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟

ہناد نے کہا۔

اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھا دیں گے اور اس سے کہیں گے۔

تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا! میرا رب اللہ عزوجل ہے۔ پھر وہ کہیں گے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ کہیں گے وہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا۔ وہ کہے گا، وہ رسول اللہ ﷺ۔ پھر وہ کہیں گے۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا۔ میں نے کتاب پڑھی۔ میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ (ابراہیم:27)

پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لئے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی اور اس کی منتہائے بصر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی۔ پھر آپ ﷺ نے کافر کی موت کا ذکر فرمایا۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے۔ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا ہائے افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اس سے کہیں گے۔ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا افسوس! میں نہیں جانتا پھر وہ کہیں گے۔ یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا۔ وہ کہے گا افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا۔ اس نے جھوٹ بولا۔ اس کے لئے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے دوزخ سے ایک دروازہ کھول دو پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی حتیٰ کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جائیں گی پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کر دیا جائے گا اس

کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوگا جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے وہ کافر چیخ مارے گا جس کو جن و انس کے سوا سب سنیں گے اور وہ کافر مٹی ہو جائے گا اور اس میں پھر دوبارہ روح ڈال دی جائے گی۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 18733)

حدیث مبارکہ: 18

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

(کچھ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں) جب بندہ مومن کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے! میرا رب اللہ عزوجل ہے پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر پوچھتے ہیں وہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، فرشتے پوچھیں گے تمہیں ان کے رسول ہونے کا علم کیسے ہوا؟ وہ کہے گا میں نے کتاب اللہ کو پڑھا اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی پھر آسمان سے ایک منادی نداء کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لئے جنت سے فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف کھڑکی کھول دو پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور اس کی خوشبو آئے گی اور منتہائے بصر تک اس کی قبر کو وسیع کر دیا جائے گا پھر اس کے پاس ایک حسین و جمیل شخص آئے گا جس کا لباس بہت خوب صورت ہوگا اور اس کی خوشبو بہت پاکیزہ ہوگی اور وہ کہے گا تم جس سے خوش ہو تم کو وہ مبارک ہو۔ یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ مومن کہے گا؟ تم کون ہو؟ وہ شخص کہے گا میں تمہارا نیک عمل ہوں پس وہ شخص کہے گا اے میرے رب عزوجل قیامت کو قائم کر دے تا کہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اور کافر کی روح کو بھی اس کے جسم میں لوٹایا جائے گا اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے پوچھیں گے۔ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اس سے پوچھیں گے۔ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا! افسوس! میں نہیں جانتا۔ وہ پھر پوچھیں گے۔ وہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا تھا۔ وہ کہے گا! افسوس میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا۔ یہ جھوٹا ہے اس کے لئے دوزخ سے فرش بچھا دو اور دوزخ کی طرف کھڑکی کھول دو پھر اس کے پاس دوزخ کی تپش اور گرم ہوائیں آئیں گی اور اس کی قبر اس قدر تنگ کر دی جائے گی کہ اس کی پسلیاں ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں گی اور اس کے پاس ایک بہت بدصورت شخص آئے گا جس کے کپڑے بہت خراب ہوں گے۔ اس سے سخت بدبو آ رہی ہوگی وہ اس سے کہے گا۔ تمہیں وہ چیز مبارک ہو جو تم کو غم ناک کرے گی۔ یہ تمہارا وہ دن ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا تھا۔ وہ کافر پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ آنے والا کہے گا میں تمہارا خبیث عمل ہوں۔ وہ کافر کہے گا اے میرے رب! قیامت قائم نہ کرنا۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 395)

حدیث مبارکہ:19

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ اپنے خچر پر سوار ہو کر بنونجار کے باغ میں جا رہے تھے ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ایک جگہ خچر نے ٹھوکر کھائی۔قریب تھا کہ وہ آپ ﷺ کو گرا دیتا وہاں پر پانچ یا چھ یا چار قبریں تھیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟

ایک شخص نے عرض کیا۔

میں پہچانتا ہوں۔

آپ ﷺ نے پوچھا۔

یہ لوگ کب مرے تھے؟

اس نے عرض کیا۔

یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس امت کو اپنی قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے۔اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں تم کو عذاب قبر سنواتا جس کو میں سن رہا ہوں۔

پھر آپ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا:

دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

ہم نے عرض کیا۔

ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

ہم نے عرض کیا۔

ہم عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

ہم نے عرض کیا۔
ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔
پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔
ہم نے عرض کیا۔
ہم دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2867)

حدیث مبارکہ: 20

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ کے باغات میں سے کسی باغ میں سے گزرے۔ آپ ﷺ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
ان کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بہت دشوار کام کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔
پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
کیوں نہیں! ان میں سے ایک شخص پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغلی کھاتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک شاخ منگا کر اس کے دو ٹکڑے کیے۔ پھر آپ ﷺ نے ان قبروں میں سے ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا۔
آپ ﷺ سے پوچھا گیا۔
یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 216)

حدیث مبارکہ: 21

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک سخت گرم دن میں نبی کریم ﷺ بقیع الغرقد کے پاس سے گزرے اور لوگ آپ ﷺ کے پیچھے چل رہے تھے۔ جب آپ ﷺ نے ان کی جوتیوں کی آہٹ سنی تو آپ ﷺ ٹھہر گئے حتیٰ کہ لوگوں کو اپنے آگے کر دیا تاکہ آپ ﷺ کے دل میں تکبر کا کوئی ذرہ نہ آئے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔
یہاں پر دو آدمیوں کی قبریں ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔
تم نے آج کن لوگوں کو دفن کیا ہے؟
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا۔
یا نبی اللہ۔ فلاں فلاں ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔
ان کو اس وقت ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس وجہ سے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ان میں سے ایک شخص چغلی کھاتا تھا اور دوسرا شخص پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ کے دو ٹکڑے کر کے ان کو ان قبروں پر گاڑ دیا۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تا کہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔
یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کو کب سے عذاب دیا جا رہا ہے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہ غیب ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اگر تمہارے دلوں میں وحشت نہ ہوتی تو میں تمہیں وہ آوازیں سنا دیتا جن کو میں سن رہا ہوں۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث: 8769)

حدیث مبارکہ: 22

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ایک شخص بنونجار کے محلہ میں گیا وہاں اس نے بنونجار کے کچھ لوگوں کی آوازیں سنیں جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے

اوران کوان کی قبروں میں عذاب ہورہاتھا تورسول اللہ ﷺ گھبرائے ہوئے باہر آئے اور آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ طلب کریں۔(مسند احمد: رقم الحدیث: 14152)

علماء کرام کے اقوال سے عذاب قبر کا ثبوت

علماء کرام کے اقوال سے ثابت ہے کہ گناہ گار شخص کو عذاب دیا جاتا ہے اور انہوں نے روافض اور معتزلہ کا رد کیا ہے۔ان علماء کرام کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 828ھ لکھتے ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے۔اس کے برخلاف خوارج،جمہور معتزلہ،بعض مرجئہ (اور بعض روافض) عذاب قبر کے قائل نہیں ہیں۔اہل حق کے نزدیک بعینہ جسم کو عذاب ہوتا ہے یا جسم کے کسی جزو میں روح کو لوٹانے کے بعد عذاب ہوتا ہے۔محمد بن جریر اور عبداللہ بن کرام اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ میت کو عذاب دینے کے لیے روح کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔یہ رائے فاسد ہے کیونکہ درد کا احساس صرف زندہ کے لئے متصور ہے۔اگر یہ اعتراض ہو کہ! یہ میت کا جسم اسی طرح بغیر کسی تغیر کے پڑا ہوتا ہے اور اس کے عذاب دیئے جانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک آدمی خواب میں دیکھ رہا ہے کہ اس کو مار پڑ رہی ہے اور وہ خواب میں درد اور تکلیف بھی محسوس کرتا ہے لیکن اس کے پاس بیٹھے ہوئے بیدار شخص کو کوئی علم نہیں ہوتا کہ وہ اس وقت کیا محسوس کر رہا ہے۔اسی طرح ایک بیدار آدمی کسی خیال کی وجہ سے لذت یا تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ لذت یا تکلیف کے کس عالم میں ہے اور اسی طرح نبی کریم ﷺ کے پاس وحی آتی تھی آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہم کلام ہوتے تھے اور حاضرین کو اس کا کوئی ادراک نہیں ہوتا تھا۔

علامہ ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

منکرین عذاب قبر کی دلیل یہ ہے کہ میت سے سوال کرنا اور اس کو عذاب دیا جانا عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو قتل کیا گیا یا سولی پر چڑھ گیا اور ایک مدت تک اس کی لاش پڑی رہتی ہے حتیٰ کہ اس کے اجزاء پھٹ جاتے ہیں اور ہم اس پر سوال وجواب یا عذاب دیئے جانے کے کوئی آثار نہیں دیکھتے اسی طرح جس شخص کو پرندے یا درندے کھا جاتے ہیں اور اس کے اجزاء ان کے پیٹ یا پوٹوں میں ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ واضح یہ ہے کہ جو شخص جل کر راکھ ہو جاتا ہے تو ان کے متعلق سوال اور عذاب کا دعویٰ کرنا عقل کے خلاف ہے۔

ابن الباقلانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ

یہ مستبعد نہیں ہے کہ جس شخص کو سولی پر چڑھایا گیا ہو اس میں دوبارہ روح لوٹا دی جائے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور حاضرین اس کا مشاہدہ نہیں کر پاتے تھے اسی طرح جو شخص درندے کے پیٹ یا پرندے کے پوٹے میں یا جل گیا ہو اس کے کسی ایک جز میں روح لوٹا دی جائے تو یہ ممکن ہے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ خرق عادت ہے اور تمام امور اخروی ایسے ہی ہیں۔

(اکمال اکمال المعلم: جز:9،ص:318)

علامہ کمال الدین بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ کمال الدین بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ متوفی 861ھ لکھتے ہیں۔

بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ نے (قبر میں) روح لوٹانے میں تردد کیا ہے۔

انہوں نے کہا۔

حیات کے لئے روح لازم نہیں ہے یہ صرف امر عادی ہے۔ بعض احناف میں سے جو معاد جسمانی کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ جسم میں روح رکھی جاتی ہے وہ لذت اور الم کا ادراک کرتی ہے۔

اور جن کا قول یہ ہے کہ

جب بدن مٹی ہوجاتا ہے تو روح اس مٹی کے ساتھ متصل ہوجاتی ہے اور روح اور مٹی دونوں کو الم ہوتا ہے۔

اس قول میں یہ احتمال ہے کہ

روح ایک جسم (لطیف) ہے اور بدن سے مجرد ہے اور ہم یہ بیان کرچکے ہیں کہ بعض احناف مثلاً امام تریدی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ روح (جسم سے) مجرد ہے لیکن امام تریدی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث مبارکہ نقل کی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قبر میں گوشت کو روح کے بغیر کس طرح درد پہنچایا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس طرح تمہارے دانت میں درد ہوتا ہے حالانکہ اس میں روح نہیں ہوتی۔ اسی طرح موت کے بعد جب روح جسم کے ساتھ متصل ہوگی تو اس میں درد ہوگا اگرچہ اس میں روح نہیں ہوگی اور اس حدیث مبارکہ کے موضوع ہونے کے آثار بالکل واضح ہیں اور یہ مخفی نہ رہے کہ مٹی سے مراد جسم کے باریک اجزاء ہیں اور ان میں سے بعض اجزاء کے ساتھ بھی روح کا اتصال لذت اور الم کے ادراک کے لئے کافی ہے۔ (المسایرہ مع المسامرہ، ص:243)

علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی رحمۃ اللہ کا قول

علامہ قونوی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ

کفار کی روحیں ان کے جسموں کے ساتھ متصل ہوتی ہیں ان کی روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور ان کے جسموں کو الم ہوتا ہے جیسے سورج آسمان میں ہوتا ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہوتی ہے اور مومنین کی روحیں علیین میں ہوتی ہیں اور ان کا نور جسم کے ساتھ متصل ہوتا ہے جیسے سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور زمین پر ہے۔ (شرح السائر جامع السامرہ: ص: 243)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ کا قول

اللہ تعالیٰ جس میت کو عذاب دینا چاہتا ہے اس کو عذاب دیتا ہے خواہ اس کو قبر میں دفنایا جائے یا اس کو سولی پر لٹکایا جائے یا وہ سمندر میں غرق ہو جائے یا اس کو جانور کھالیں یا وہ جل کر راکھ ہو جائے اور اس کے ذرات ہوا میں منتشر ہو جائیں جس کو عذاب ہونا ہے ہر حال میں عذاب ہوگا اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب اور ثواب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں۔

(شرح الصدور: ص: 76)

علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ کا قول

انسان کے جسم کا جز اصلی وہ جز ہے جو اس کے جسم میں اول عمر سے لے کر آخر عمر تک باقی رہتا ہے اور اس کے بدن کی فربہی اور لاغری کے ہر دور میں وہ جز مشترک رہتا ہے اس کی حیات سے سارے بدن کی حیات ہوتی ہے اور جب انسان مر جائے تو خواہ اس کو قبر میں دفن کر دیا جائے یا اس کو درندے کھالیں اس کے بدن کا وہ جزء اصلی جس جگہ بھی ہو اس کی روح اس کے جز کے ساتھ متعلق کر دی جاتی ہے اور اس تعلق کی وجہ سے اس میں حیات آجاتی ہے تاکہ اس سے سوال کیا جائے پھر اس کو ثواب یا عذاب دیا جائے اور اس امر میں کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جزئیات اور کلیات کا عالم ہے اس لیے وہ بدن کے تمام اجزاء کو ان پوری تفاصیل کے ساتھ جانتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون سا جز کس جگہ واقع ہے اور کون سا جز اس کے بدن کا جزء اصلی ہے اور کون سا جز زائد ہے اور وہ جز اصلی اس کے مکمل بدن میں ہو یا کائنات میں کہیں اکیلا ہو۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ انسان کی روح کو اس کے جز کے ساتھ معلق کرنے پر قادر ہے بلکہ اگر ایک انسان کے بدن کے تمام اجزاء مشارق اور مغارب میں منتشر ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس انسان کی روح کو ان تمام اجزاء کے ساتھ معلق کرنے پر قادر ہے۔ (مرقاۃ: جز: 1، ص: 203)

زندگی اور موت کی آزمائش سے پناہ طلب کرنا

☆ قولہ ومن فتنۃ المحیا والممات

زندگی میں آزمائش یہ ہے کہ مال اور اولاد کی محبت، نفس کی خواہشات اور غیظ و غضب کی وجہ سے عبادات کا ترک یا گناہ کا ارتکاب نہ کر ڈالے۔ انسان مال کی محبت میں اور دنیا کو طلب کرنے اور دنیا کو دین پر ترجیح دینے میں بہت شدید اور قوی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کو طلب کرے گا اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6436)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کو مسجد میں پھیلا دو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو اموال آتے تھے ان میں یہ مال سب سے زیادہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے گئے اور اس مال کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ نماز پڑھانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال کے پاس بیٹھ گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کو بھی دیکھتے اس کو اس مال سے عطا فرماتے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے۔

پھر انہوں نے کہا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے مال عطا کیجئے کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقل کا فدیہ بھی دیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

آپ اس میں سے مال لے لیں۔ انہوں نے اپنے کپڑے میں مال ڈالنا شروع کیا اور اس مال کی چوٹی بنا دی اور اس کو اٹھا نہ سکے۔

انہوں نے کہا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کسی کو حکم دیں کہ وہ اس مال کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! آپ خود ہی اٹھائیں۔

انہوں نے کہا: اچھا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھا کر رکھ دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! انہوں نے اس گٹھڑی سے مال کم کیا لیکن پھر اس کی چوٹی بن گئی۔

انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کسی کو حکم دیں کہ وہ اس مال کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں!

انہوں نے کہا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اٹھا کر رکھ دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں! آپ خود اٹھائیں۔ انہوں نے اس میں سے مال کم کیا پھر اس کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا پھر چلے گئے پھر رسول اللہ ﷺ کی نظر ان کا تعاقب کرتی رہی حتیٰ کہ وہ نظر سے اوجھل ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان کی حرص پر تعجب ہو رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ وہاں سے اس وقت اٹھے جب وہاں پر ایک درہم بھی باقی نہیں رہا تھا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 421)

اولاد بھی انسان کے لئے آزمائش ہے اگر اولاد کی محبت کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کی اطاعت سے مانع ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۠ ○ (التوبہ:24)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارے رشتہ دار اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تمہاری وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں خطرہ ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان، تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم نافذ کر دے اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو منزل مقصود پر نہیں پہنچاتا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (المنافقون:9)

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جس نے ایسا کیا تو وہی درحقیقت نقصان اٹھانے والے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا اولاد کی آزمائش کے متعلق یہ ارشاد ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ دے رہے تھے۔ اچانک حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آ گئے انہوں نے سرخ قمیصیں پہنی ہوئی تھیں وہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے۔ ان کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھا دیا۔

اور پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے سچ ارشاد فرمایا ہے تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں۔ (الانفال: 28) میں نے ان دونوں بچوں کو چلتے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے دیکھا تو پھر میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے اپنے خطاب کو منقطع کیا اور ان بچوں کو اٹھا لیا۔

(سنن الترمذی: رقم الحدیث: 3781)

اولاد کی محبت میں انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ انسان کی آزمائش ہے۔

☆ موت کی آزمائش یہ ہے کہ مرتے وقت ایمان پر مستقیم رہے۔

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں۔

امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ مرض وفات میں رو رہے تھے کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا اگر مجھے یقین ہوتا کہ میرا ایمان پر خاتمہ ہوگا تو میں کبھی نہ روتا۔ ایک شیخ پر موت کے وقت غشی طاری ہوگئی۔ انہوں نے بتایا کہ غشی کے عالم میں انہوں نے دو جماعتیں دیکھیں۔ ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف جو جماعت بائیں طرف وہ شرک کی طرف راغب کرتی تھی اور جو دائیں طرف تھی وہ ایمان باللہ کی دعوت دیتی تھی۔ بائیں جانب والے گروہ نے توحید کے خلاف شبہات پیش کیے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس علم کی وجہ سے جو مجھے عطا کیا تھا ان شبہات کے جوابات کی توفیق دی اور اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ انسان کا علم اس کو دنیا اور آخرت میں نفع دیتا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز: 2، ص: 282)

مسیح دجال کے شر سے پناہ طلب کرنا

☆ **قوله ومن شر المسيح الدجال**

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں مسیح دجال کے شر سے پناہ طلب کرے۔

مسیح کا لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور دجال کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں مسیح بمعنی ماسح مراد ہے کیونکہ آپ علیہ السلام بیمار کے اوپر ہاتھ پھیر دیتے تھے تو وہ شفایاب ہو جاتا اور دجال کے حق میں مسیح بمعنی ممسوح بولا جاتا ہے کیونکہ وہ ممسوح العین یعنی کانا ہوگا۔

دجال کہنے کی وجوہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں۔

دجال کا لفظ دجل سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ ہے چھپانا اور ڈھانپ لینا، کذاب کو بھی دجال اس لیے کہتے ہیں کہ وہ حق کو باطل کے سبب سے چھپا دیتا ہے۔

علامہ ثعلب نے کہا۔

دجال ملمع کار کو کہتے ہیں کیونکہ جس تلوار پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو اس کو سیف مدجل کہتے ہیں۔

علامہ ابن درید نے کہا۔

کیونکہ دجال کے حق کو باطل کے سبب چھپائے گا اس لیے اس کو دجال کہتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ

وہ روئے زمین کا سفر کرے گا اس لیے اس کو دجال کہتے ہیں۔
اور ایک قول یہ ہے کہ
کیونکہ وہ سفر کے ذریعے تمام روئے زمین کو ڈھانپ لے گا اس لیے اس کو دجال کہا جائے گا۔
علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
دجال کی وجہ تسمیہ میں دس اقوال ہیں۔(فتح الباری: جز:13،ص:91)

دجال کی شرانگیزی

علامہ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں۔
ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبروں سے یہ معلوم ہو گیا کہ دجال کے ہاتھوں پر بہت سی تلبیسات کا ظہور ہو گا اور بہت امور کو وہ مشابہ کر دے گا اور ملمع کاری کرے گا جن سے ارباب عقول کی عقلیں دھوکہ کھا جائیں گی۔ شیاطین اس کے لئے جعلی جنت اور دوزخ مہیا کر دیں گے اور وہ دعوے کے مطابق لوگوں کو زندہ کرے گا اور مارے گا۔ بعض لوگوں کو وہ سبزہ کی فراوانی اور پیداوار میں اضافہ سے اور بعض کو خشک سالی اور قحط سے گمراہ کرے گا اور اس کے بہت بڑے جادوگر ہونے میں کوئی خفاء نہیں ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک اس حدیث کی صرف یہ تاویل ہے کہ وہ لوگوں کی سماعت اور بصارت کو مسخر کرے گا اور ان کے دماغوں میں یہ خیال پیدا کرے گا کہ صبح کی روشنی اور شام کے اندھیرے کے بغیر زمانہ ایک حالت پر ٹھہر گیا ہے اور وہ یہ گمان کریں گے کہ سورج کی روشنی دور نہیں ہو رہی اور رات کی سیاہی نہیں پھیل رہی اور دن اور رات کے آجانے کی علامتیں مخفی ہو گئی ہیں سو وہ زمانہ کے اس قدر طول سے حیران ہوں گے۔ اس لیے ان احوال کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر نماز کو اندازے اور حساب سے پڑھیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان سے دجال کے اس سحر اور تلبیس کو دور کر دے۔(مرقات: جز:10،ص:195)
حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا اور اس کے ذکر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز پست بھی کی اور بلند بھی حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس ہوئے اور پھر حاضر ہوئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے چہروں کو وحشت زدہ دیکھ کر پوچھا۔
تمہیں کیا ہو گیا؟
ہم نے عرض کیا۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا اور اس کی حقارت اور ہولناکی کو بیان کیا حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں ہے:

آپ ﷺ نے فرمایا:

دجال سے زیادہ مجھے ایک اور چیز کا تم پر خدشہ ہے اگر دجال کا ظہور میرے سامنے ہوا تو تمہارے بجائے میں اس کے خلاف حجت پیش کروں گا اور اگر دجال کا ظہور اس وقت ہوا جب میں تم میں نہیں ہوں گا تو ہر شخص خود اس کے مقابلہ میں حجت پیش کرے گا اور میری طرف سے ہر مسلمان کا اللہ تعالیٰ محافظ ہے۔ دجال گھنگھریالے بالوں والا جوان ہوگا اس کی ایک آنکھ مٹی ہوئی ہوگی (کانا ہوگا) گویا کہ میں اس کو عزیٰ بن قطن کے غلام کے مشابہ پاتا ہوں تم میں سے جو شخص اس کو دیکھے وہ سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا۔ اے اللہ عزوجل کے بندو! ثابت قدم رہنا۔

ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس کا زمین میں قیام کتنی مدت کے لئے ہوگا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

چالیس دن تک، ایک دن ایک سال کی طرح ہوگا اور ایک دن ایک مہینہ کی طرح ہوگا اور ایک دن ایک جمعہ کی طرح ہوگا اور باقی دن تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔

ہم نے عرض کیا۔

یارسول اللہ ﷺ! یہ بتلایئے جو دن ایک سال کی طرح ہوگا اس میں ہمیں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نہیں لیکن تم اندازہ سے نماز کے اوقات مقرر کر لینا۔

ہم نے عرض کیا۔

یارسول اللہ ﷺ وہ زمین میں کس قدر تیز رفتاری سے چلے گا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس تیز رفتاری سے ہوا بادلوں کو چلاتی ہے پھر وہ لوگوں کے پاس جا کر ان کو اپنی دعوت دے گا وہ اس کی تکذیب کریں گے اور اس پر رد کریں گے جب وہ وہاں سے واپس ہوگا تو ان لوگوں کے اموال اس کے ساتھ چل پڑیں گے اور صبح کو وہ لوگ خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ پھر وہ دوسرے لوگوں کے پاس جائے گا اور ان کو دعوت دے گا وہ اس کی دعوت قبول کر لیں گے اور اس کی تصدیق کریں گے وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو بارش ہونے لگے گی زمین کو درخت اگانے کا حکم دے گا تو وہ درخت اگائے گی، شام کو ان کے مویشی اپنی چراگاہوں سے اس طرح لوٹیں گے کہ ان کے کوہان لمبے، کولہے چوڑے اور پھیلے ہوئے اور تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہوں گے۔

پھر وہ ایک ویران زمین سے کہے گا کہ
اپنے خزانے نکالو اور جب وہ لوٹے گا تو زمین کے خزانے اس کے پیچھے شہد کی مکھیوں کے سرداروں کی طرح (بہ کثرت) چل رہے ہوں گے پھر وہ ایک جوان شخص کو بلائے گا جو بھرپور جوان ہوگا اور تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دے گا پھر اس کو بلائے گا تو وہ خوشی سے ہنستا ہوا اس کے پاس آئے گا وہ اسی حال میں ہوگا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جامع مسجد دمشق کے سفید مشرقی منارہ پر اس حال میں اتریں گے کہ انہوں نے ہلکے زرد رنگ کے دو حلے پہنے ہوئے ہوں گے اور انہوں نے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے جب آپ علیہ السلام سر نیچا کریں گے تو پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اور جب آپ علیہ السلام سر اوپر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح سفید چاندی کے دانے جھڑ رہے ہوں گے۔ جس کافر تک آپ علیہ السلام کے سانس کی بو پہنچے گی وہ مر جائے گا اور آپ علیہ السلام کے سانس کی بو حد نگاہ تک پہنچے گی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے حتیٰ کہ اس کو لد کے دروازے پر پا کر قتل کر دیں گے پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائے گا کہ میرے بندوں کو پہاڑ طور کی طرف جمع کرو کیونکہ میں وہاں اپنی ایک ایسی مخلوق اتاروں گا جس سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ لوگ پہلے بحیرہ طبرہ سے گزریں گے اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے پھر یہاں سے ان کے آخری لوگ گزریں گے اور کہیں گے کہ شاید کبھی یہاں پانی تھا۔ پھر وہ چلتے چلتے بیت المقدس کے پہاڑ تک پہنچیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو تو اب قتل کر لیا چلو اب آسمان والوں کو قتل کریں وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے خون آلودہ تیر واپس بھیج دے گا اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا محاصرہ کیا جائے گا حتیٰ کہ (بھوک کی وجہ سے) ان کے نزدیک بیل کا سر تمہارے سو دیناروں سے زیادہ قیمتی ہوگا۔ پھر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور ان کے اصحاب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان (یاجوج ماجوج) کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا حتیٰ کہ وہ سب یک لخت مر جائیں گے۔ پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ اتریں گے تو ان کی بدبو اور ان کی چربی اور ان کے خون سے ایک بالشت جگہ بھی خالی نہیں پائیں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ لمبی گردن والے اونٹوں کی مثل پرندے بھیجے گا جو ان کو اٹھا کر پہاڑ کے غار میں پہنچا دیں گے مسلمان ان کے تیر و ترکش سات سال تک جلائیں گے پھر اللہ تعالیٰ ایک بارش بھیجے گا جو ہر گھر اور ہر خیمہ تک پہنچے گی اور تمام زمین کو دھو کر شیشہ کی طرح صاف شفاف کر دے گی۔

پھر زمین سے کہا جائے گا۔

اپنے پھل باہر نکال اور اپنی برکتیں لوٹا سو اس دن ایک جماعت ایک انار کھائے گی اور اس کے چھلکے کے سائے میں بیٹھے گی۔ دودھ میں اتنی برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دودھ پوری جماعت کے لئے کافی ہوگا۔ ایک گائے کے دودھ سے ایک قبیلہ سیر ہو جائے گا اور ایک بکری کا دودھ ایک چھوٹے قبیلہ کے لئے کافی ہوگا وہ اس حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو ہر مومن کی روح کو قبض کر لے گی پھر (برے) لوگ رہ جائیں گے وہ عورتوں سے اس طرح کھلم کھلا جماع کریں گے جس طرح گدھے کرتے ہیں ان ہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ (سنن ترمذی: 2247)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

یہ سوال مشہور ہے کہ دجال کا شر اور اس کا فتنہ بہت بڑا ہے اور ہر نبی نے اس سے اپنی امت کو ڈرایا پھر کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید میں دجال کا ذکر نہیں ہے اس سوال کے چند جوابات ہیں۔

1- قرآن مجید میں مذکور آیت میں دجال کا ذکر ہے۔

يَوْمَ يَاْتِىْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِىْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا (انعام: 158)

جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آ جائیں گی تو کسی ایسے شخص کو اب ایمان لانے کا فائدہ نہ ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے حالت ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو۔

ان مخصوص نشانیوں میں دجال بھی داخل ہے کیونکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب تین نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے فائدہ نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو۔ دجال دابۃ الارض اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

2- قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں دجال کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (نساء: 159)

اور اہل کتاب میں سے ہر شخص مسیح کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا۔

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ (زخرف: 61)

اور بے شک وہ ضرور قیامت کی نشانی ہیں۔

اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے اس لیے ایک ضد کو ذکر کرنے پر اکتفا کر لی گئی۔ اور دجال کا لقب مسیح بھی ہوگا لیکن دجال مسیح ضلالت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح ہدایت ہیں۔

3- قرآن مجید میں دجال کا ذکر تحقیر کی بناء پر ترک کر دیا گیا لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ یاجوج اور ماجوج کا ذکر قرآن

مجید میں کیا گیا ہے۔

امام بلقینی نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ

قرآن مجید میں ان مفسدین کا ذکر کیا گیا ہے جو گزر چکے ہیں تاکہ ان کے انجام سے عبرت حاصل کی جائے اور آنے والے مفسدین کا قرآن مجید میں ذکر نہیں کیا گیا لیکن اس جواب پر بھی یاجوج اور ماجوج سے معارضہ ہوتا ہے۔

4-علامہ بغوی نے یہ کہا ہے کہ

دجال کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (مومن:57)

یقیناً آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا ہے لیکن اکثر نہیں جانتے۔

اس آیت میں الناس سے مراد دجال ہے اور یہ کل کا اطلاق جز پر ہے۔ یہ اطلاق اگر کسی قرینہ سے ثابت ہو تو یہ بہت اچھا جواب ہے۔(فتح الباری: جز:13،ص:92)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

دجال کی بحث میں جن امور کا جاننا ضروری ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

1-آیا ابن صیاد دجال تھا یا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے۔

2-کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دجال موجود تھا یا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی جو روایت بیان کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ دجال عہد رسالت میں بھی موجود تھا اور بعض جزائر میں مقید تھا۔

3-دجال کا خروج کب ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نواس رضی اللہ عنہ سے جو حدیث روایت کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اس وقت دجال کا ظہور ہوگا۔

4-دجال کے خروج کا سبب کیا ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ کسی چیز پر غضب میں آنے کی وجہ سے اس کا خروج ہوگا۔

5-دجال کا خروج کس جگہ سے ہوگا؟

تو اس پر اتفاق ہے کہ اس کا خروج مشرق کی جانب سے ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

اس کا خروج خراسان سے ہوگا۔ اس روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت کیا ہے کہ اس کا خروج اصفہان سے ہوگا۔

6-دجال کی صفات کیا ہیں؟ تو اس باب کی احادیث مبارکہ میں ہے وہ کانا ہوگا اور اس کی کانی آنکھ انگور کی طرح پھولی ہوئی ہوگی اس کی آنکھوں کے درمیان "ک، ف، ر" لکھا ہوگا۔ اس کے ساتھ آگ اور پانی کے دریا ہوں گے۔ وہ ایک آدمی کو قتل کر کے پھر زندہ کردے گا وغیرہ وغیرہ۔

7-وہ کس چیز کا دعویٰ کرے گا؟

جب اس کا خروج ہوگا تو پہلے مرحلہ میں وہ ایمان اور صلاح کا دعویٰ کرے گا پھر نبوت کا دعویٰ کرے گا اس کے بعد الوہیت کا دعویٰ کرے گا جیسا کہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن معتمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دجال میں کوئی خفاء نہیں ہے وہ مشرق کی طرف سے نمودار ہوگا اور دین کی تبلیغ کرے گا اس کی اتباع کی جائے گی اور اس کو غلبہ حاصل ہوگا وہ اسی طرح تبلیغ کرتا ہوا کوفہ پہنچے گا اور اس کی پیروی کی جائے گی اور وہ لوگوں کو برانگیختہ کرے گا پھر وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا تب عقل والے اس سے خبردار ہو کر اس سے الگ ہو جائیں گے وہ کچھ عرصہ اس دعویٰ پر برقرار رہے گا پھر کہے گا میں خدا ہوں پھر اس کی آنکھ ڈھانپ دی جائے گی اور اس کا کان کاٹ دیا جائے گا اور اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھ دیا جائے گا اور وہ کسی مسلمان پر مخفی نہیں رہے گا اور مخلوق میں سے جس کے دل میں بھی رائی کے برابر ایمان ہوگا وہ اس سے علیحدہ ہو جائے گا۔ (فتح الباری: جز:13، ص:91)

حضرت محجن بن ادرع رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن محجن بن الادرع رضی اللہ عنه

حضرت محجن بن ادرع رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور پرانے مومن ہیں آپ رضی اللہ عنہ اسلمی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ سے بہت زیادہ فیوض و برکات حاصل کیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ اسلمی ہیں پرانے مومن ہیں دراز عمر پائی۔ امارت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے آخر میں وفات ہوئی۔

(مراۃ المناجیح: جز:8، ص:600)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِخْفَاءِ التَّشَهُّدِ

باب: تشہد کا آہستہ پڑھنا

یہ باب تشہد کو آہستہ پڑھنے کے حکم میں ہے۔

836 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ يَعْنِيْ ابْنَ بُكَيْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ يُّخْفَى التَّشَهُّدُ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تشہد کو آہستہ پڑھنا سنت ہے۔

(مستدرک: جز:1، ص:400، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:146، سنن الترمذی: جز:1، ص:490، صحیح ابن خزیمہ: جز:؟؟، ص:349)

تشریح:

تشہد کو آہستہ پڑھنا سنت ہے یہ مسئلہ اجماعی ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں ایک باب باندھا ہے جس کا نام ہے

باب ماجاء انه يخفى التشهد

☆ **قوله عن عبدالله رضی الله عنه**

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں آپ رضی اللہ عنہ کے حالات پیچھے بیان کر دیے گئے لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْاِشَارَةِ فِى التَّشَهُّدِ

باب: تشہد میں اشارہ کرنا

یہ باب تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنے کے حکم میں ہے۔

837 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُّسْلِمِ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُعَاوِيِّ

قَالَ رَآنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَاَنَا اَعْبَثُ بِالْحَصٰى فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ نَهَانِي وَقَالَ اصْنَعْ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فَقُلْتُ وَكَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ اِذَا جَلَسَ فِي الصَّلٰوةِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَقَبَضَ اَصَابِعَهُ كُلَّهَا وَاَشَارَ بِاُصْبُعِهِ الَّتِي تَلِي الْاِبْهَامَ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى

علی بن عبدالرحمٰن معاوی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے دیکھا کہ میں نماز کی حالت میں کنکریوں کو ادھر ادھر کر رہا تھا پس جب آپ رضی اللہ عنہ نے فراغت پالی تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے روک دیا اور ارشاد فرمایا اس طرح کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ میں نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب نماز میں قعدہ فرماتے تو اپنے سیدھے ہاتھ کو سیدھی ران پر رکھ دیتے اور اپنی تمام انگلیاں بند فرما دیتے اور اس انگلی سے اشارہ فرماتے جو انگوٹھا کے ساتھ ہے اور الٹے ہاتھ کو الٹی ران پر رکھ دیتے۔

(سنن النسائی: جز:5،ص:23،شرح السنۃ: جز:1،ص:168،صحیح ابن حبان: جز:5،ص:268،مسند ابی عوانہ: جز:1،ص:536)

838 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدَ فِي الصَّلٰوةِ جَعَلَ قَدَمَهُ الْيُسْرٰى تَحْتَ فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَسَاقِهِ وَفَرَشَ قَدَمَهُ الْيُمْنٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَاَشَارَ بِاُصْبُعِهِ وَاَرَانَا عَبْدُ الْوَاحِدِ وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ

عامر بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھے تو اپنے الٹے پاؤں مقدسہ کو سیدھی ران اور پنڈلی مقدسہ کے نیچے کیا اور سیدھے پاؤں مقدسہ کو بچھا دیا اور الٹے ہاتھ مقدس کو الٹے گھٹنے مقدسہ پر رکھ دیا اور سیدھا ہاتھ سیدھی ران مقدسہ پر رکھ دیا اور اپنی انگلی سے اشارہ فرمایا اور ہم کو عبدالواحد نے شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے دکھایا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:130،صحیح ابن خزیمہ: جز:1،ص:345،صحیح مسلم: جز:3،ص:227،مسند ابی عوانہ: جز:1،ص:535)

839 حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِصِّيصِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَامِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ ذَكَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُشِيرُ بِاُصْبُعِهِ اِذَا دَعَا وَلَا يُحَرِّكُهَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَزَادَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَامِرٌ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو كَذٰلِكَ

وَيَتَحَامَلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ عَجْلَانَ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ لَا يُجَاوِزُ بَصَرُهُ اِشَارَتَهُ وَحَدِيْثُ حَجَّاجٍ اَتَمُّ

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ذکر کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی مقدسہ سے اشارہ فرماتے تھے اوراس کوحرکت نہیں دیتے تھے۔ابن جریج فرماتے ہیں کہ عمرو بن دینار نے اضافہ کر کے فرمایا ہے کہ مجھے عامر نے اپنے والدمحترم کے ذریعے سے خبر دی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوایسے ہی دیکھا ہےاور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے الٹے ہاتھ کوالٹی ران پر رکھتے۔عامر بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے والدمحترم سے روایت کر کے فرمایا کہ آپ کی نظر اشارہ سے آگے تجاوز نہ کرتی تھی۔ اور حدیث حجاج اتم ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:131)

840 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عِصَامُ بْنُ قُدَامَةَ مِنْ بَنِي بَجِيلَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ نُمَيْرٍ الْخُزَاعِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا ذِرَاعَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى رَافِعًا اِصْبَعَهُ السَّبَّابَةَ قَدْ حَنَاهَا شَيْئًا

مالک بن نمیر خزاعی نے اپنے والدمحترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کودیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سیدھے ہاتھ کواپنی سیدھی ران پر رکھا ہوا تھا سبابہ والی انگلی اٹھا کر رکھی ہوئی تھی جس کو نیچے کر کے رکھا ہوا تھا۔

(سنن النسائی: جز:5،ص:35،صحیح ابن حبان: جز:5،ص:273،صحیح ابن خزیمہ: جز:1،ص:354)

تشریح:

تشہد میں اشارہ بالسبابہ صحیح مسلم اورسنن نسائی کی روایت سے ثابت ہے۔اور ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ بالسبابہ کے ثبوت میں ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا نام انہوں نے ''تزئین العبارۃ فی تحقیق الاشارۃ'' رکھا ہے۔اصل میں یہ رسالہ خلاصہ کیدانی کے رد میں تحریر فرمایا گیا ہے کیونکہ کیدانی نے اپنے اس رسالے میں اشارہ بالسبابہ کوحرام کہا ہے جس کی علامہ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تردید فرمائی ہے انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ بعض مکان ماوراء النہراوراہل خراسان وعراق وروم وبلاد ہند جنہوں نے اس سنت کوترک کیا ہے یہ قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ تحقیق کے بھی خلاف اوراپنے مسلک بلکہ ائمہ اربعہ کے مسلک کے بھی خلاف ہے۔

اشارہ کے متعلق مذاہب اربعہ

اشارہ کے وقت احناف کے نزدیک نفی کے وقت انگلی کواٹھائے یعنی لا الہ پراور الا اللہ پراس کورکھ دے اور شافعیہ کے

نزدیک الا اللہ کے وقت اشارہ کرے اور پھر اخیر تک سبابہ کو اٹھائے رکھے۔ حنبلیہ کے نزدیک جب بھی تشہد میں لفظ آئے تو اس پر اشارہ کرے اور مالکیہ کے نزدیک اشارہ بالسبابہ تشہد کے شروع سے آخر تشہد تک اور اس کے بعد بھی سلام تک کرے۔

مسئلہ

صدر الشریعۃ علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

شہادت پر اشارہ کرنا یوں کہ چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو بند کرلے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ باندھے اور لا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور الا پر رکھ دے اور سب انگلیاں سیدھی کرلے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ جس کو امام ابوداؤد و نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تو انگلی سے اشارہ کرتے اور حرکت نہ دیتے نیز ترمذی و نسائی و بیہقی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ایک شخص کو دو انگلیوں سے اشارہ کرتے دیکھا تو ارشاد فرمایا توحید کر توحید کر (یعنی ایک انگلی سے اشارہ کر)

(بہار شریعت: جز:1، ص530 تا 531)

قولہ: وانا اعبث بالحصٰی فی الصلوٰۃ

علی بن عبدالرحمٰن معاوی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے دیکھا کہ میں نماز میں کنکریاں ہٹا رہا تھا جب انہوں نے فراغت پالی نماز سے تو انہوں نے مجھے منع فرمایا۔

نماز میں کنکریاں ہٹانے کے متعلق یہ ہے کہ

1-حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، 2-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

3-حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، 4-حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

5-حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں ایک بار کنکریاں ہٹانے کو رخصت قرار دیتے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ تواضع اور خشوع اور خضوع کے منافی ہونے کی بناء پر اس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ آئمہ اربعہ ایک بار سے زیادہ اس عمل کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ اور غیر مقلدین ایک بار سے زیادہ اس عمل کو حرام قرار دیتے ہیں۔

علامہ علی بن احمد بن حزم متوفی 405ھ لکھتے ہیں:

نمازی پر فرض ہے کہ ایک بار سے زیادہ کنکریاں نہ ہٹائے۔ (المحلی: ج:4، ص:7)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

قولہ عن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ کی

والدہ محترمہ آپ رضی اللہ عنہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ میں حاضر ہوئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبرکا کھجور چبا کر آپ رضی اللہ عنہ کے منہ میں ڈالیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جاں نثار صحابی تھے۔ جنگ جمل میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت کے لئے لڑے اور کوئی آنچ نہ آنے دی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا نام ونسبت یہ ہے۔

عبداللہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی قرشی اسدی۔

ابوبکر اور ابوخبیب آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

1ھ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ آپ رضی اللہ عنہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مقدسہ میں حاضر ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبرکا کھجور چبا کر اس نومولود کے منہ میں ڈالی۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت میں بڑی جانثاری سے لڑے لیکن صفین کی خانہ جنگی میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی البتہ یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ 60ھ میں جب یزید ولی عہد ہوا تو اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک مکہ مکرمہ میں رہے اور یزید کے بار بار اصرار اور مطالبہ کے باوجود اس کی بیعت نہیں کی۔ یزید کے وفد کے واپس جانے کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے تہامہ اور اہل حجاز کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن حنفیہ کے علاوہ باقی تمام لوگوں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کر لی۔ بیعت لینے کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے یزید کے عمال کو نکال دیا اور یہاں سے بنوامیہ کی حکومت اٹھ گئی۔ یزید نے مسلم بن عقبہ مری کو ایک فوج کے ساتھ روانہ کیا کہ پہلے اہل مدینہ کی تادیب کی جائے اور پھر مکہ مکرمہ میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا مقابلہ کیا جائے۔ واقعہ حرہ اور اہل مدینہ منورہ کو قتل وغارت کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا لیکن مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے اس کو قضاء الٰہی نے آلیا۔ حصین بن نمیر اس کا جانشین ہوا اور وہ مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوا۔ ابھی یہ لڑائی جاری تھی کہ ربیع الاول 64ھ میں یزید مر گیا اور حصین شام واپس چلا گیا۔ ذوالقعدہ میں عبدالملک بن مروان نے حجاج کو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا اس وقت حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما حرم میں پناہ گزین تھے کئی مہینوں تک یہ جنگ جاری رہی۔ بالآخر جمادی الثانی 73ھ میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے۔ حجاج نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی نعش سولی پر لٹکا دی۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر حضرت ابن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان جو اَن بَن ہو گئی تھی وہ یوں لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد سے روایت ہے کہ

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور عبدالملک بن مروان کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن حنفیہ اپنے بال بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان دونوں کے پاس بیعت لینے کسی کو بھیجا۔ ان دونوں نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور کہا آپ اپنا کام کیجئے ہم آپ سے یا کسی اور سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نہیں مانے اور بہت سختی کے ساتھ ان سے بیعت کا مطالبہ کیا۔

بالآخر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا۔

تم بیعت کرو ورنہ میں تمہیں زندہ جلا دوں گا۔ پھر ان دونوں نے ابوالطفیل کو اپنے حامیوں کے پاس کوفہ روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں اس شخص سے امان نہیں ہے۔ ابوالطفیل چار ہزار سواروں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آئے اور اللہ اکبر کے نعروں سے مکہ مکرمہ کے درودیوار گونجنے لگے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے نعروں کی آوازیں سنیں تو دارالندوہ میں چلے گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ

کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپ گئے اور کہا۔

میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں۔ ابوطفیل نے خانہ کعبہ کے چاروں طرف لکڑیاں چن دیں اور کہا ہم اس شخص کو زندہ جلا کر مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے مامون کر دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

نہیں! اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف ایک ساعت میں قتال حلال کیا تھا تم صرف میری حفاظت کرو۔ (اسد الغابہ: ج:3، ص:194)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوبکر ہے اسدی قرشی ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے نانا جناب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوبکر عطا فرمائی اور انہیں کا نام عبداللہ رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام میں مہاجرین میں پہلے بچہ ہیں جو پیدا ہوئے ایک ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کان میں اذان دی مقام قبا میں بی بی اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے شکم شریف سے پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہا انہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوہارے سے تحسیک کی آپ رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں سب سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب پہنچا پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دعا برکت دی آپ رضی اللہ عنہ کے سر اور چہرہ پر کوئی بال نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ نماز، روزے کے عادی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، والدہ بنت صدیق، نانا خون صدیق، دادی بی بی صفیہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی، خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آٹھ سال کی عمر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مقدس پر چونسٹھ میں بیعت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حجاج ابن یوسف نے مکہ معظمہ میں 17 سترہ جمادی آخرہ 73 تہتر منگل کے دن سولی دے کر ہلاک کیا۔ 64 چونسٹھ میں آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی۔ حجاز، یمن، عراق،

خراسان وغیرہ کے مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی تھی بجز شام کے مسلمانوں نے۔آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں آٹھ حج لوگوں کو کرائے۔(مرآۃ المناجیح:جز:8،ص564 تا565)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب كَرَاهِيَةِ الِاعْتِمَادِ عَلَى الْيَدِ فِي الصَّلٰوةِ

باب:نماز میں ہاتھ ٹیکنے کی کراہیت

یہ باب نماز میں ہاتھ ٹیکنے کی کراہیت کے حکم میں ہے۔

841 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَاَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَبُّوَيْهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْغَزَّالُ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحْمَدُ ابْنُ حَنْبَلٍ اَنْ يَّجْلِسَ الرَّجُلُ فِي الصَّلٰوةِ وَهُوَ مُعْتَمِدٌ عَلٰى يَدِهٖ وَقَالَ ابْنُ شَبُّوَيْهِ نَهٰى اَنْ يَّعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلٰى يَدِهٖ فِي الصَّلٰوةِ وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَهٰى اَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُعْتَمِدٌ عَلٰى يَدِهٖ وَذَكَرَهٗ فِيْ بَابِ الرَّفْعِ مِنَ السُّجُوْدِ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ نَهٰى اَنْ يَّعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلٰى يَدَيْهِ اِذَا نَهَضَ فِي الصَّلٰوةِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو چاہئے کہ وہ نماز میں یوں بیٹھے کہ ہاتھ پر ٹیک لگی ہو اور سجود سے اٹھنے کی بابت ذکر کیا۔ابن عبدالملک فرماتے ہیں کہ آدمی کو نماز میں کھڑا ہونے کے دوران ہاتھ کے سہارا سے روکا گیا۔

(مستدرک:جز:1،ص:406،سنن البیہقی الکبریٰ:جز:2،ص:135،شرح السنۃ:جز:1،ص:167،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ:جز:17،ص:149)

842 حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ سَاَلْتُ نَافِعًا عَنِ الرَّجُلِ يُصَلِّيْ وَهُوَ مُشَبِّكٌ يَدَيْهِ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تِلْكَ صَلٰوةُ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ

اسماعیل بن امیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نافع سے دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالنے والے شخص کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کی نماز بتاتے جن پر غضب ہوا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:289، مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ: ج:17، ص:150)

843 حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَبِى الزَّرْقَاءِ حَدَّثَنَا اَبِىْ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ وَهٰذَا لَفْظُهُ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ رَاٰى رَجُلًا يَتَّكِئُ عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى وَهُوَ قَاعِدٌ فِى الصَّلٰوةِ قَالَ هَارُوْنُ بْنُ زَيْدٍ سَاقِطًا عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْسَرِ ثُمَّ اتَّفَقَا فَقَالَ لَهٗ لَا تَجْلِسْ هٰكَذَا فَاِنَّ هٰكَذَا يَجْلِسُ الَّذِيْنَ يُعَذَّبُوْنَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو الٹے ہاتھ پر ٹیک لگاتے ہوئے دیکھا اور وہ نماز کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ ہارون بن زید کہتے ہیں کہ الٹے پہلو پر ساقط ہونے والا پھر دونوں متفق ہو گئے تو فرمایا کہ یوں نہ بیٹھیں کیونکہ اس طرح وہ بیٹھا کرتے ہیں جن کو عذاب دیا جائے گا۔ (سنن ابوداود: رقم الحدیث:843)

تشریح:

اعتماد علی الید سے مراد یا تو عند النہوض ہے یعنی جب سجدہ سے فراغت پا کر کھڑا ہونے لگے۔ یا اعتماد علی الید سے مراد قعدہ میں ہاتھ بجائے ران پر رکھنے کے زمین پر ٹیکنا اور یہاں یہی مراد ہے۔

☆ **قولہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما**

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب فِىْ تَخْفِيفِ الْقُعُوْدِ

باب: پہلے قعدہ میں تخفیف کرنا

یہ باب پہلے قعدہ میں تخفیف کرنے کے حکم میں ہے۔

---

844 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِى الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ كَاَنَّهٗ عَلَى الرَّضْفِ قَالَ قُلْنَا حَتّٰى يَقُوْمَ قَالَ حَتّٰى يَقُوْمَ

ابوعبیدہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دو رکعات میں یوں بیٹھا کرتے جس طرح کہ

گرم پتھر پر۔ راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا حتیٰ کہ قیام کرنے تک۔

(مستدرک: جز:1، ص:402، معجم الاوسط: جز:5، ص:201، سنن الترمذی: جز:2، ص:109، سنن النسائی: جز:4، ص:401)

تشریح:

☆ **قوله كان فی الركعتين الاوليين كانه علی الرضف**

رکعتین اولین سے مراد قعدہ اولیٰ ہے اور مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ قعدہ اولیٰ کو مختصر کرتے تھے اور یوں جلدی سے قیام فرمالیتے تھے جس طرح کہ گویا گرم پتھر ہیں جن پر زیادہ دیر نہیں بیٹھا جاتا۔ یعنی صرف تشہد پڑھ کر قیام فرمالیا کرتے تھے۔ درود ابراہیم اور دعا نہ پڑھا کرتے تھے۔ یہی جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کا مذہب ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم بھی یہی ہے اور قول جدید یہ ہے کہ قعدہ اولیٰ میں بھی درود پڑھنا مستحب ہے مگر صرف محمد پر سوائے آل محمد کے یعنی اللهم صل علٰی محمد۔

☆ **قوله قلنا حتی يقوم قال حتی يقوم**

اس عبارت کی تشریح سنن ترمذی کی روایت سے ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

قال شعبة ثم حرك سعد شفتية بشیء فاقول حتی يقوم فيقول حتی يقوم .

☆ **قوله عن ابوعبيده رضی الله عنه**

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله عليه وسلم

بَاب فِی السَّلَامِ

باب: سلام پھیرنا

یہ باب سلام پھیرنے کے حکم میں ہے۔

845 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ح و حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِیُّ وَزِيَادُ بْنُ اَيُّوبَ قَالَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِیُّ ح و حَدَّثَنَا تَمِيمُ ابْنُ الْمُنْتَصِرِ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ يَعْنِی ابْنَ يُوسُفَ عَنْ شَرِيكٍ ح و حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ كُلُّهُمْ عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ اِسْرَائِيلُ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ

وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ خَدِّهٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَهٰذَا لَفْظُ حَدِیْثِ سُفْیَانَ وَحَدِیْثُ اِسْرَائِیْلَ لَمْ یُفَسِّرْهُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ زُهَیْرٌ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ وَیَحْیٰی بْنُ اٰدَمَ عَنْ اِسْرَائِیْلَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِیْهِ وَعَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ شُعْبَةُ كَانَ یُنْكِرُ هٰذَا الْحَدِیْثَ حَدِیْثَ اَبِیْ اِسْحٰقَ اَنْ یَّكُوْنَ مَرْفُوْعًا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی اور الٹی طرف سلام پھیرتے تھے۔ حتیٰ کہ بغل شریف کی سفیدی دکھائی دیا کرتی۔ (یوں فرماتے) السلام علیکم و رحمۃ اللہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ لفظ حدیث سفیان کے ہیں اور حدیث اسرائیل اس کی تفسیر نہیں ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو زہیر، ابواسحاق اور یحییٰ بن آدم، اسرائیل، ابواسحاق، عبدالرحمٰن بن اسود، اسود اور علقمہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعبہ نے ابواسحاق سے اس کا مرفوع ہونے کا انکار کیا ہے۔

(معجم الاوسط: جز:6،ص:178، سنن ابن ماجہ: جز:3،ص:164، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:176، سنن دار قطنی: جز:3،ص:498)

846 حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ قَیْسٍ الْحَضْرَمِیُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَیْلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ یُسَلِّمُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَعَنْ شِمَالِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

علقمہ بن وائل نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدھی طرف السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہ سے سلام پھیرا اور الٹی طرف السلام علیکم و رحمۃ اللہ سے سلام پھیرا۔

(سنن دار قطنی: جز:1،ص:356، شرح السنۃ: جز:1،ص:173، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:42،ص:29)

847 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ زَكَرِیَّا وَوَكِیْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْقِبْطِیَّةِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّیْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ اَحَدُنَا اَشَارَ بِیَدِهٖ مِنْ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَمِنْ عَنْ یَّسَارِهٖ فَلَمَّا صَلّٰی قَالَ مَا بَالُ اَحَدِكُمْ

يُومِي بِيَدِهِ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ أَوْ أَلَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ أَنْ يَقُولَ هَكَذَا وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيهِ مِنْ عَنْ يَمِينِهِ وَمِنْ عَنْ شِمَالِهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ مِسْعَرٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ أَمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ أَوْ أَحَدَهُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ ثُمَّ يُسَلِّمَ عَلَى أَخِيهِ مِنْ عَنْ يَمِينِهِ وَمِنْ عَنْ شِمَالِهِ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہم نے نماز پڑھی تو ہم میں سے کسی نے سلام پھیرنے کے دوران اپنی سیدھی جانب والے اور اپنی الٹی جانب والے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔ جب نماز ادا فرمالی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں اس کا کیا حال ہے جو شریر گھوڑے کے دم کی مانند ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے۔ کیا تمہیں ہاتھ سے اشارہ کرنا کفایت نہیں کرتا کہ وہ اپنی سیدھی طرف والے اور الٹی طرف والے بھائی کو سلام کرے۔ ابونعیم نے مسعر سے اپنی اسناد سے معناً روایت کر کے فرمایا تم میں سے کسی کے لئے یا ان کے لئے کفایت نہیں کرتا کہ ہاتھ کو اپنی ران پر رکھے پھر اپنی سیدھی اور الٹی طرف والے بھائی کو سلام کرے۔

(معجم الکبیر: جز:2،ص:205،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:172)

848 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ تَمِيمٍ الطَّائِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ رَافِعُوا أَيْدِيهِمْ قَالَ زُهَيْرٌ أُرَاهُ قَالَ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوا فِي الصَّلٰوةِ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم رنجہ فرمایا اور لوگوں نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا ہوا تھا۔ فرمایا کہ زہیر فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں نماز میں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تمہارے ہاتھوں کو کیسے دیکھ رہا ہوں کہ وہ یوں اٹھے ہوئے ہیں جس طرح شریر گھوڑوں کی دمیں ہوں نماز میں سکون سے رہو۔

(معجم الکبیر: جز:2،ص:202،سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:280،سنن النسائی: جز:4،ص:416،صحیح ابن حبان: جز:5،ص:197)

تشریح: مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی 620ھ لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک سلام کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرا جائے۔ (المغنی: جز:1،ص:323)

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف سامنے کی جانب منہ کر کے کہا جائے السلام و رحمۃ اللہ۔
علامہ ابن القاسم مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
امام صرف سامنے کی طرف منہ کر کے کہے السلام علیکم و رحمۃ اللہ اور منفرد اور مقتدی دائیں بائیں جانب منہ کر کے دوبار سلام پھیریں۔(اکمال اکمال المعلم :جز:2،ص:278)

☆ قولہ ابوداؤد و رواہ زھیر عن ابی اسحق و یحییٰ بن آدم عن اسرائیل...... عن ابیہ
پہلی پانچ اسنادیوں تھیں کہ ان میں ابواسحاق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے درمیان صرف ایک ہی واسطہ ابوالاحوص کا تھا اور چھٹی سند میں جو اسرائیل کی ہے اس میں واسطہ تو ایک ہی ہے مگر ابوالاحوص کے ساتھ ساتھ اسود بھی شامل ہیں اور جس کو زہیر نے روایت کیا ہے اور جس کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرمار ہے ہیں ان میں ابواسحاق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان دوواسطے ہیں 1- ایک تو عبدالرحمٰن بن الاسود کا، 2- اور دوسرا اسود کا۔ تو گویا دوفرق ہوئے ایک تو یہ کہ گزشتہ اسانید میں ابواسحاق اور صحابی کے درمیان صرف ایک واسطہ تھا اور زہیر اور یحییٰ بن آدم کی روایت میں دوواسطے ہیں اور دوسرا جو فرق ہے وہ صرف تعیین واسطہ کا ہے کہ وہاں واسطہ ابوالاحوص کا تھا اور یہاں بجائے اس کے عبدالرحمٰن بن الاسود اور اسود کا ہے۔

☆ قولہ قال ابوداؤد شعبۃ کان ینکر ھذا الحدیث حدیث ابی اسحق
شعبہ کا اس حدیث سے انکاری ہونا یہ ہوگا کہ اس کی سند میں اختلاف و اضطراب ہے کیونکہ ابواسحاق اس کو کبھی تو ابوالاحوص سے روایت کرتے ہیں اور کبھی عبدالرحمٰن بن الاسود سے روایت کرتے ہیں اور کبھی علقمہ سے روایت کرتے ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے ورنہ تو شعبہ کی رائے نہ کرتے یا نقل کرنے کے بعد اس کی تردید کرتے مگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ھذا حدیث حسن صحیح تو پتہ چلا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو شعبہ کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ روایت ان سب طرق سے محفوظ اور ثابت ہو۔

مسئلہ

صدرالشریعۃ علامہ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ سنتوں کے بیان میں لکھتے ہیں:
السلام علیکم و رحمۃ دوبار کہنا پہلے داہنی طرف پھر بائیں طرف (سنت ہے)(بہار شریعت:جز:1،ص:535)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
علیکم السلام کہنا مکروہ ہے یونہی آخر میں وبرکاتہ ملانا بھی نہ چاہئے۔(درمختار:جز:2،ص:293)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

دائیں طرف سلام میں منہ اتنا پھیرے کہ دایاں رخسار دکھائی دے اور بائیں طرف میں بایاں۔ (فتاوی ہندیہ: جز:1،ص:76)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا تو جب تک کلام نہ کیا ہو دوسرا دائیں طرف پھیر لے پھر بائیں طرف۔ سلام کے اعادہ کی حاجت نہیں اور اگر پہلے میں کسی طرف منہ نہ پھیرا تو دوسرے میں بائیں طرف منہ کر لے اور اگر بائیں طرف سلام پھیرنا بھول گیا تو جب تک قبلہ کو پیٹھ نہ ہو کلام نہ کیا ہو کہہ لے۔ (درمختار: جز:2،ص:291)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام کے سلام پھیر دینے سے مقتدی نماز سے باہر نہ ہوا جب تک یہ خود بھی سلام نہ پھیرے حتیٰ کہ اگر اس نے امام کے سلام کے بعد اور اپنے سلام سے پیشتر قہقہہ لگایا وضو جاتا رہے گا۔ (درمختار: جز:2،ص:292)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام نے جب سلام پھیرا تو وہ مقتدی بھی سلام پھیر دے جس کی کوئی رکعت نہ گئی ہو البتہ اگر اس نے تشہد پورا نہ کیا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو امام کا ساتھ نہ دے بلکہ واجب ہے کہ تشہد پورا کر کے سلام پھیرے۔ (درمختار: جز:2،ص:244)

مسئلہ

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

مقتدی کو امام سے پہلے سلام پھیرنا جائز نہیں مگر بضرورت مثلاً خوف حدث ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ آفتاب طلوع کر آئے گا یا جمعۃ المبارک یا عیدین میں وقت ختم ہو جائے گا۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:293)

مسئلہ

علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

پہلی بار لفظ سلام کہتے ہی امام نماز سے باہر ہو گیا۔ اگرچہ علیکم نہ کہا ہو اس وقت اگر کوئی شریک جماعت ہوا تو اقتداء صحیح نہ ہوئی۔ ہاں اگر سلام کے بعد سجدۂ سہو کیا تو اقتداء صحیح ہو گئی۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:292)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام دائیں سلام میں خطاب سے ان مقتدیوں کی نیت کرے جو دائیں طرف ہیں اور بائیں سے بائیں طرف والوں کی، مگر عورت کی نیت نہ کرے اگرچہ شریک جماعت ہو نیز دونوں سلاموں میں کراماً کاتبین اور ان ملائکہ کی نیت کرے جن کو اللہ عزوجل نے حفاظت کے لئے مقرر کیا اور نیت میں کوئی عدد معین نہ کرے۔ (درمختار: جز:2،ص:294)

مسئلہ

علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد تمرتاشی متوفی 1004ھ لکھتے ہیں:

مقتدی بھی ہر طرف کے سلام میں اس طرف والے مقتدیوں اور ان ملائکہ کی نیت کرے۔ نیز جس طرف امام ہو اس طرف کے سلام میں امام کی بھی نیت کرے اور امام اس کے محاذی ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرے اور منفرد صرف ان فرشتوں ہی کی نیت کرے۔ (تنویر الابصار: جز:2،ص:299)

مسئلہ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

سلام کے بعد سنت یہ ہے کہ امام دائیں بائیں کو انحراف کرے اور دائیں طرف افضل ہے اور مقتدیوں کی طرف بھی منہ کر کے بیٹھ سکتا ہے جبکہ کوئی مقتدی اس کے سامنے نماز میں نہ ہو اگرچہ کسی پچھلی صف میں وہ نماز پڑھتا ہو۔

(فتاویٰ رضویہ: ج:6،ص:204)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

قولہ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ عامری ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں۔ کوفہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی۔ 74 چوہتر میں وفات ہے۔ ایک جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ لیں۔ (مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:525)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم
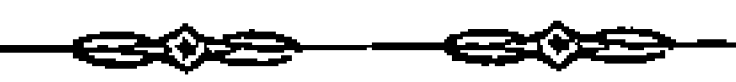
بَاب الرَّدِّ عَلَى الْإِمَامِ

باب: امام کے سلام کا جواب دینا

یہ باب امام کے سلام کا جواب دینے کے متعلق ہے۔

849 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ اَبُوْ الْجَمَاهِرِ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَرُدَّ عَلَى الْإِمَامِ وَاَنْ نَتَحَابَّ وَاَنْ يُسَلِّمَ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا ہے کہ امام کے سلام کا جواب دو اور ہم ایک دوسرے سے محبت کریں اور آپس میں سلام کریں۔

(مستدرک: جز:1، ص:403، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:181، شرح السنۃ: جز:1، ص:173، صحیح ابن خزیمہ: جز:3، ص:104)

تشریح:

قوله ان نرد على الامام...... الخ

ردعلی الامام کا مطلب یہ ہے کہ جب مقتدی نماز میں السلام علیکم کہے تو کم کے خطاب میں امام کو بھی شامل کرے، اور ایک دوسرے کو سلام کرنا چاہے نماز ہو یا خارج نماز، نماز میں سلام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر مقتدی جب السلام علیکم کہے تو جس طرح اس میں امام کے سلام کی نیت کرے اسی طرح نماز میں شریک ہونے والے مقتدیوں کی نیت بھی کرے اس کے ساتھ ساتھ ملائکہ عظام کی بھی نیت کرے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

مقتدی بھی ہر طرف کے سلام میں اس طرف والے مقتدیوں اور ان ملائکہ کی نیت کرے۔ نیز جس طرف امام ہو اس طرف کے سلام میں امام کی بھی نیت کرے اور امام اس کے محاذی ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرے اور منفرد صرف ان فرشتوں ہی کی نیت کرے۔ (درمختار: جز:2، ص:299)

سلام کرنا

قوله وان يسلم بعضنا على بعض

ایک دوسرے کو سلام کرنا چاہے نماز میں ہو یا خارج نماز، نماز میں سلام کرنے کا حکم تو بیان کر دیا ہے اب خارج نماز میں سلام کرنے کے متعلق احادیث مبارکہ اور اقوال علماء درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک مسلمان پر اپنے بھائی کے لیے پانچ چیزیں واجب ہیں۔

1-سلام کا جواب دینا، 2-چھینک لینے والے کو الحمد للہ کے جواب میں یرحمك اللہ کہنا، 3-دعوت کو قبول کرنا، 4-مریض کی عیادت کرنا، 5-اور جنازہ کے ساتھ جانا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:6332)

حدیث مبارکہ:2

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سوار، پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرے اور قلیل، کثیر کو سلام کریں۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث:2160)

حدیث مبارکہ:3

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہود اور انصاری کو تم سلام میں پہل نہ کرو اور جب تم میں سے کوئی شخص اس کو راستے میں ملے تو اس کو تنگ راستے پر چلنے کے لئے مجبور کرے۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:2167)

حدیث مبارکہ:4

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے پاس سے گزرے وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث:2640)

حدیث مبارکہ:5

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب کوئی جماعت گزرے تو ان کے لئے یہ کافی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک شخص سلام کرے اور جو لوگ بیٹھے ہوئے ہوں ان کے لئے یہ کافی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک شخص سلام کا جواب دے۔ (مشکوٰۃ: رقم الحدیث: 4948)

حدیث مبارکہ: 6

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ کا لڑکوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6247)

حدیث مبارکہ: 7

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب اہل کتاب تم کو سلام کریں تو تم کہو وعلیکم۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6358)

حدیث مبارکہ: 8

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا فرمایا ان کا قد ساٹھ ہاتھ کا تھا، جب پیدا کیا یہ فرمایا کہ ان فرشتوں کے پاس جاؤ اور سلام کرو اور سنو کہ وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں جو کچھ وہ تحیت کریں وہی تمہاری اور تمہاری ذریت کی تحیت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے پاس جا کر السلام علیکم کہا۔ انہوں نے جواب میں کہا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

جواب میں ملائکہ نے ورحمۃ اللہ زیادہ کیا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص جنت میں جائے گا وہ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا اور ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد لوگوں کی خلقت کم ہوتی گئی حتیٰ کہ اب (اب تو چھوٹے قد والے انسان ہوتے ہیں)

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6227)

حدیث مبارکہ:9

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ
اسلام کی کون سی چیز سب سے اچھی ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
کھانا کھلاؤ اور جس کو پہچانتے ہو اور نہیں پہچانتے سب کو سلام کرو۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث:12)

حدیث مبارکہ:10

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ایک مومن کے دوسرے مومن پر چھ حق ہیں۔
1- جب وہ بیمار ہو تو عیادت کرے، 2- جب مر جائے تو اس کے جنازے میں جائے، 3- جب وہ بلائے تو اجابت کرے یعنی حاضر ہو، 4- جب اس سے ملے تو سلام کرے، 5- جب چھینکے تو جواب دے، 6- اور حاضر و غائب اس کی خیر خواہی کرے۔ (سنن النسائی: رقم الحدیث:1935)

حدیث مبارکہ:11

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں معروف کے ساتھ۔
1- جب اس سے ملے تو سلام کرے، 2- جب وہ بلائے اجابت کرے، 3- جب چھینکے یہ جواب دے، 4- جب بیمار ہو عیادت کرے، 5- جب وہ مر جائے اس کے جنازے کے ساتھ جائے، 6- جو چیز اپنے لیے پسند کرے اس کے لئے پسند کرے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث:2745)

حدیث مبارکہ:12

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جنت میں تم نہیں جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور تم مومن نہیں ہو گے جب تک آپس میں محبت نہ کرو کیا تمہیں

ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو گے وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔
(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 93)

حدیث مبارکہ: 13

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص پہلے سلام کرتا ہے وہ تکبر سے بری ہے۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث: 8786)

حدیث مبارکہ: 14

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بیٹے جب گھر والوں کے پاس جاؤ تو ان کو سلام کرو تم پر تمہارے گھر والوں پر اس کی برکت ہوگی۔
(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2707)

حدیث مبارکہ: 15

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص پہلے سلام کرے وہ رحمت الٰہی کا زیادہ مستحق ہے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 5197)

حدیث مبارکہ: 16

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب کوئی شخص اپنے بھائی سے ملے تو اس کو سلام کرے پھر ان دونوں کے درمیان درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور پھر ملاقات ہو تو پھر سلام کرے۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 5200)

حدیث مبارکہ: 17

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سلام بات چیت کرنے سے پہلے ہے۔ (سنن ترمذی: رقم الحدیث: 2707)

حدیث مبارکہ:18

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سلام کو کلام سے پہلے ہونا چاہئے اور کسی کو کھانے کے لئے نہ بلاؤ جب تک وہ سلام نہ کرلے۔
(سنن ترمذی:رقم الحدیث:2708)

حدیث مبارکہ:19

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
سوال سے پہلے سلام ہے جو شخص سلام سے پہلے سوال کرے اس کو جواب نہ دو۔(کنز العمال:رقم الحدیث:25287)

حدیث مبارکہ:20

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہود و نصاریٰ کو ابتداءً سلام نہ کرو اور جب تم ان سے راستہ میں ملو تو ان کو تنگ راستہ کی طرف مضطر کرو۔
(صحیح مسلم:رقم الحدیث:13)

حدیث مبارکہ:21

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
راستوں کے بیٹھنے میں بھلائی نہیں ہے مگر اس کے لئے جو راستہ بتائے اور سلام کا جواب دے اور نظر نیچی رکھے اور بوجھ لانے پر مدد کرے۔(شرح السنۃ:رقم الحدیث:3232)

حدیث مبارکہ:22

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے راوی کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص ہمارے غیر کے ساتھ تشبہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ یہود و نصاریٰ کے ساتھ تشبہ نہ کرو۔ یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشارے سے ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کے اشارے سے ہے۔(سنن الترمذی:رقم الحدیث:2704)

حدیث مبارکہ:23

حضرت ابوجری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ کہا۔

علیك السلام یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے دو بار کہا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

علیك السلام نہ کہو **علیك السلام** مردہ کی تحیت ہے **السلام علیك** کہا کرو۔ (سنن الترمذی: رقم الحدیث: 2730)

حدیث مبارکہ:24

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سوار پیدل کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کریں۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6232)

حدیث مبارکہ:25

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔

لوگوں نے عرض کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں راستہ میں بیٹھنے سے چارہ نہیں ہم وہاں آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم نہیں مانتے اور بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستہ کا حق ادا کرو۔

لوگوں نے عرض کیا۔

راستہ کا حق کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نظر نیچی رکھنا اور اذیت کو دور کرنا اور سلام کا جواب دینا اور اچھی بات کا حکم کرنا اور بری باتوں سے منع کرنا۔

(صحیح مسلم: رقم الحدیث: 2161)

حدیث مبارکہ:26

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور السلام علیکم کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب دیا وہ بیٹھ گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کے لئے دس نیکیاں ہیں۔ پھر دوسرا آیا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا وہ بیٹھ گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کے لئے بیس۔ پھر تیسرا شخص آیا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اس کو جواب دیا اور یہ بھی بیٹھ گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کے لئے تیس نیکیاں ہیں۔ (سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:5195)

جن لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے

حافظ یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی متوفی 463ھ لکھتے ہیں:

عورتوں کو سلام کرنے میں سلف اور خلف کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا۔

جب عورتیں محرم نہ ہوں تو مرد ان کو سلام نہ کریں یہ احناف کا قول ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب عورتوں سے اذان اور اقامت اور نماز میں بلند آواز سے پڑھنا ساقط ہو گیا تو ان سے سلام کا جواب دینا بھی ساقط ہو گیا لہٰذا ان کو سلام نہ کیا جائے۔

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ

بوڑھی عورتوں کو سلام کیا جائے اور جوان عورتوں کو فتنہ کے خوف سے سلام نہ کیا جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر مسلمان کو ذمی سے کوئی کام ہو تو وہ اس کو سلام کرلیں ورنہ ان کو سلام کرنا مکروہ ہے جس طرح مسلمان کا ذمی سے مصافحہ کرنا مکروہ ہے اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کریں تو ان کو جواب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر جواب میں صرف اتنا کہے وعلیکم۔ کسی ذمی کو تعظیماً سلام کرنا کفر ہے۔ مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے۔ اسی طرح جمعہ کے خطبہ کے وقت جو سلام کرے اس کے سلام کا جواب دینا بھی واجب نہیں ہے۔ جب انسان کسی کے گھر جائے تو پہلے اجازت طلب کرے۔ پھر سلام کرے پھر کلام کرے سلام کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پر اضافہ نہ کرے سلام کا فوراً جواب دے۔ فاسق کو سلام کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ فاسق معلن ہو ورنہ نہیں۔ اسی طرح جو شخص سلام کا جواب دینے سے حقیقتاً عاجز ہو مثلاً کھانا کھا رہا ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے یا جو شخص سلام کا جواب دینے سے شرعاً عاجز ہو مثلاً نماز پڑھ رہا ہو یا قرآن مجید

پڑھ رہا ہو ان کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کسی نے سلام کیا تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہے۔

(درمختار علی ہامش ردالمختار: جز:5،ص264 تا267)

نیز علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

ان لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ جو نماز پڑھ رہا ہو، قرآن مجید پڑھ رہا ہو، حدیث بیان کر رہا ہو، خطبہ دے رہا ہو، خطبہ سن رہا ہو، فقہ کا تکرار کر رہا ہو، مقدمہ کا فیصلہ کر رہا ہو، کسی فقہی مسئلہ میں بحث کر رہا ہو، اذان دے رہا ہو، اقامت کہہ رہا ہو، دینی کتب کا درس دے رہا ہو۔ جوان اجنبی عورتوں کو سلام کرنا زیادہ مکروہ ہے۔ جو شطرنج کھیل رہا ہو یا جو فسق میں ان کے مشابہ ہو (ہر وہ شخص جو کسی گناہ میں مشغول ہو مثلاً جوا کھیل رہا ہو، شراب پی رہا ہو، لوگوں کی غیبت کر رہا ہو، کبوتر اڑا رہا ہو، گانا گا رہا ہو، مذاق کرنے والے بوڑھے کو سلام نہ کرے، نہ جھوٹ بولنے والے کو نہ لغو باتیں کرنے والے کو نہ گالیاں دینے والے کو نہ اس کو جو اجنبی عورتوں کو دیکھتا ہو۔ شامی)

جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ دل لگی کر رہا ہو، کافر کو اور جو شخص برہنہ ہو اور جو پیشاب پاخانہ میں مشغول ہو اور جو کھانا کھا رہا ہو یعنی اس کے منہ میں لقمہ ہو جو شخص استاد سے سبق پڑھ رہا ہو، جو شخص تسبیح پڑھ رہا ہو ذکر کر رہا ہو یا تلبیہ پڑھ رہا ہو یا اونگھ رہا ہو یا نیند میں ہو یا نشہ میں ہو یا مجنون ہو ان تمام لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص ان حالتوں میں سلام کرے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہے۔ (درمختار مع ردالمختار: جز:1،ص414 تا415)

☆ قوله عن سمرة رضی الله عنه

یہ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حافظ قرآن تھے اور انصار کے حلیف تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ فیوض و برکات حاصل کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ انصار کے حلیف تھے، حافظ قرآن تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے فیوض پائے۔ 59 انسٹھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:584)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب التَّكْبِيرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

باب: بعد نماز تکبیر کہنا

یہ باب نماز کے بعد تکبیر کہنے کے متعلق ہے۔

850 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَبِى مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ يُعْلَمُ انْقِضَاءُ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيرِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز مکمل کا پتہ تکبیر سے ہوتا تھا۔

(معجم الکبیر: جز:2،ص:186، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:184، سنن النسائی: جز:5،ص:137، صحیح ابن حبان: جز:5،ص:610)

851 حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنِى ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ اَنَّ اَبَا مَعْبَدٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ لِلذِّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ ذٰلِكَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوا بِذٰلِكَ وَاَسْمَعُهُ

ابومعبد مولیٰ ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں فرض نماز سے فراغت پا کر بلند آواز سے ذکر کرتا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نماز سے فراغت پانے کا علم سننے کے وقت پاتا۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:851)

تشریح:

قوله عن ابن عباس قال كان يعلم انقضاء صلٰوة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير ۔

یعنی فرض نماز کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کے سلام کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہا کرتے تھے جس سے ہم سمجھ جاتے کہ اب مسجد میں نماز کا اختتام ہوا ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں نماز کے بعد ذکر بالجہر طریق معروف تھا حالانکہ اس وقت بھی نماز میں مسبوقین ہوتے تھے اس حدیث مبارکہ کی ناسخ کوئی حدیث مبارکہ نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے۔ (فتح الباری: جز:2،ص:325)

حافظ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث مبارکہ سے بعض متقدمین نے جماعت کے بعد با آواز بلند تکبیر کہنے اور ذکر بالجہر کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔(عمدۃ القاری: جز:6،ص:126)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر مساجد وغیرہ میں مستحب ہے مگر یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند، قرأت یا نماز میں خلل ہو۔(ردالمختار: جز:1،ص:618)

یہی علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

بعض احادیث مبارکہ سے ذکر بالجہر کی تائید ہوتی ہے اور بعض سے ذکر خفی کی ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ اشخاص اور احوال کے اختلاف پر محمول ہیں اور جس حدیث مبارکہ میں ہے کہ سب سے بہتر ذکر خفی ہے وہ اس کے معارض نہیں ہے کیونکہ خفی اس وقت بہتر ہے جب جہر سے ریا کا خدشہ ہو یا کسی کی نیند یا عبادت میں خلل کا اندیشہ ہو اور جب یہ موانع نہ ہوں تو بعض علماء نے کہا ہے کہ جہر افضل ہے کیونکہ اس کا نفع سننے والوں تک پہنچتا ہے اور اس کے قلب کو بیدار کرتا ہے اس کو غور وفکر کا موقع ملتا ہے اس کی نیند دور ہوتی ہے اور اس کی فرحت زیادہ ہوتی ہے۔(ردالمختار: جز:1،ص:444)

ذکر اللہ چاہے نماز کے بعد ہو یا کسی وقت ہو فضائل سے خالی نہیں جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابن آدم کا کوئی کلام اس کے لئے مفید نہیں ہے سوائے نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے۔

(الجامع الصحیح: رقم الحدیث:2412)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اس شخص کو دوزخ سے نکال دو جس نے ایک دن بھی میرا ذکر کیا ہو یا کسی ایک مقام پر مجھ سے ڈرا ہو۔(الجامع الصحیح: رقم الحدیث:2594)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر اسلام کے احکام بہت زیادہ ہیں۔ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جس سے

میں چمٹ جاؤں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہے۔ (الجامع الصحیح: رقم الحدیث: 3375)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس کا درجہ سب سے زیادہ ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو مرد و عورت بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوں۔

میں نے عرض کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نمازی فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر کوئی شخص اپنی تلوار سے کفار اور مشرکین کے خلاف جہاد کرے اور وہ زخمی ہو کر خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کا درجہ اس سے زیادہ ہے۔ (الجامع الصحیح: رقم الحدیث: 3376)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ام انس رضی اللہ عنہا نے عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے وصیت کیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

گناہوں کو ترک کر دو یہ سب سے اچھی ہجرت ہے۔ فرائض کی حفاظت کرو یہ سب سے افضل جہاد ہے اور بہ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کیونکہ تم جو کام بھی کرو گی اس میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

(معجم الاوسط: رقم الحدیث: 6731)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو تمہارا سب سے بہتر عمل ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے پاکیزہ اور تمہارے سب سے بلند درجہ کا باعث ہو اور تمہارے لیے سونے اور چاندی کی خیرات سے افضل ہو اور جب کل تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو تم ان کی گردنیں مارو یا وہ تمہاری گردنیں وہ اس سے بھی بڑھ کر ہو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ضرور خبر دیجئے (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والی نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 3790)

☆ **قوله ابا معبد مولى ابن عباس رضى الله عنهما**

ابومعبد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام تھے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہتے تھے ان سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب حَذْفِ التَّسْلِيْمِ

باب: سلام کا اختصار

یہ باب سلام کو اختصار کرنے کے متعلق ہے۔

852 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْفِرْيَابِیُّ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِیُّ عَنْ قُرَّةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَذْفُ السَّلَامِ سُنَّةٌ قَالَ عِيْسٰى نَهَانِیَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ رَفْعِ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ سَمِعْتُ اَبَا عُمَيْرٍ عِيْسَى بْنَ يُوْنُسَ الْفَاخُوْرِیَّ الرَّمْلِیَّ قَالَ لَمَّا رَجَعَ الْفِرْيَابِیُّ مِنْ مَكَّةَ تَرَكَ رَفْعَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالَ نَهَاهُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ رَفْعِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سلام کا اختصار سنت ہے۔

(مستدرک: جز:1 ص:355، سنن البیہقی الکبری: جز:2 ص:180، سنن الترمذی: جز:2 ص:2، صحیح ابن خزیمہ: جز:1 ص:362)

تشریح:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کے بعد فرماتے ہیں کہ

قال ابن المبارك يعنى ان لا تمده مدا و روى عن ابراهيم النخعى انه قال التكبير جزم

والسلام جزم.

☆ قولہ حذف السلام سنۃ

یہاں پر دو طرح سے معنیٰ مراد لیے گئے ہیں 1-ایک تو یہ ہے حذف الحرکۃ عن لفظ الجلالۃ یعنی سلام کے اخیر میں جولفظ اللہ ہے ورحمۃ اللہ میں اس کی حرکت کو حذف کر کے ساکن پڑھنا، 2-دوسرا یہ ہے کہ الاسراع وترک لمدو الالحالۃ یعنی نماز کا سلام جلدی سے کہہ کر فارغ ہو جانا زیادہ ٹھہر کر اور تجوید سے نہ پڑھنا۔ اس میں حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ اگر امام اس لفظ کو خوب تجوید کے ساتھ کھینچ کر کہیں تو ممکن ہے کوئی مقتدی امام سے پہلے سلام کر کے فارغ ہو جائے تو اس میں تقدم علی الامام فی السلام لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

مقتدی کو امام سے پہلے سلام پھیرنا جائز نہیں مگر بضرورت مثلاً خوف حدث ہو یا یہ اندیشہ ہو کہ آفتاب طلوع کر آئے گا یا جمعہ یا عیدین میں وقت ختم ہو جائے گا۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:293)

☆ قولہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے بیان کر دیے گئے لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب اِذَا اَحْدَثَ فِیْ صَلَاتِہٖ یَسْتَقْبِلُ

باب: جب نماز میں حدث لاحق ہو جائے تو چلا جائے

یہ باب نماز میں حدث لاحق ہونے کی صورت مسجد سے چلے جانے کے متعلق ہے۔

853 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا جَرِیْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِیْدِ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عِیْسَی بْنِ حِطَّانَ عَنْ مُّسْلِمِ بْنِ سَلَّامٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ طَلْقٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا فَسَا اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوۃِ فَلْیَنْصَرِفْ فَلْیَتَوَضَّاْ وَلْیُعِدْ صَلَاتَہٗ

حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کی نماز کی حالت ہوا کا خروج ہو تو اسے چاہیے کہ وضو کرے اور دوبارہ نماز پڑھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:1،ص:34، سنن دارقطنی: ج:2،ص:134، شرح السنۃ: ج:؟؟،ص:185، صحیح ابن حبان: ج:6،ص:8)

تشریح:

اس مسئلہ کے متعلق اختلاف ودلائل پہلی جلد میں بیان کر دیے گئے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیجیے۔

حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن علی بن طلق رضی الله عنه

حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ حنفی یمامی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ حنفی یمامی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے مسلم ابن سلام نے روایات لیں۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8، ص:561)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب فِی الرَّجُلِ یَتَطَوَّعُ فِی مَکَانِهِ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ الْمَکْتُوبَةَ

باب: کسی کا اس جگہ نوافل پڑھنا جس جگہ اس نے فرض پڑھے ہوں

یہ باب فرض کی جگہ نوافل پڑھنے کے حکم کے متعلق ہے۔

854 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَّعَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ لَیْثٍ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عُبَیْدٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ قَالَ عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ اَنْ یَّتَقَدَّمَ اَوْ یَتَاَخَّرَ اَوْ عَنْ یَّمِیْنِهٖ اَوْ عَنْ شِمَالِهٖ زَادَ فِیْ حَدِیْثِ حَمَّادٍ فِی الصَّلٰوةِ یَعْنِیْ فِی السُّبْحَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم میں سے کوئی عاجز ہے۔ عبدالوارث نے بیان کیا ہے کہ مقدم یا موخر ہو جائے یا سیدھی یا الٹی طرف ہو جائے۔ حماد کی حدیث مبارکہ میں اضافہ ہے کہ یعنی نفل نماز کے اندر۔

(سنن ابن ماجہ: جز:4، ص:352، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2، ص:190، شرح السنۃ: جز:1، ص:174، مسند احمد: جز:19، ص:175)

855 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ بْنُ شُعْبَةَ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ خَلِیْفَةَ عَنِ الْاَزْرَقِ بْنِ قَیْسٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا اِمَامٌ لَنَا یُکْنٰی اَبَا رِمْثَةَ فَقَالَ صَلَّیْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ اَوْ مِثْلَ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَکَانَ اَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ یَقُوْمَانِ فِی الصَّفِّ

الْمُقَدَّمِ عَنْ يَمِينِهِ وَكَانَ رَجُلٌ قَدْ شَهِدَ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى مِنَ الصَّلوٰةِ فَصَلَّى نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ حَتّٰى رَاَيْنَا بَيَاضَ خَدَّيْهِ ثُمَّ انْفَتَلَ كَانْفِتَالِ اَبِي رِمْثَةَ يَعْنِي نَفْسَهُ فَقَامَ الرَّجُلُ الَّذِيْ اَدْرَكَ مَعَهُ التَّكْبِيرَةَ الْاُولَى مِنَ الصَّلوٰةِ يَشْفَعُ فَوَثَبَ اِلَيْهِ عُمَرُ فَاَخَذَ بِمَنْكِبِهِ فَهَزَّهُ ثُمَّ قَالَ اجْلِسْ فَاِنَّهُ لَمْ يُهْلِكْ اَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ صَلَوَاتِهِمْ فَصْلٌ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهُ فَقَالَ اَصَابَ اللّٰهُ بِكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَقَدْ قِيلَ اَبُوْ اُمَيَّةَ مَكَانَ اَبِي رِمْثَةَ

ارزق بن قیس سے روایت ہے کہ ہمیں امام صاحب نے نماز پڑھائی جن کی کنیت ابورمثہ ہے پس فرمایا کہ میں نے اس نماز کو یا اس نماز کی مثل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں پڑھی۔ ارشاد فرمایا کہ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما صف اول میں سیدھی طرف کھڑے تھے اور ایک شخص نماز کی تکبیر اولیٰ میں حاضر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کے بعد سیدھی طرف سلام پھیرا حتیٰ کہ ہم نے رخسار مقدسہ کی سفیدی کو دیکھا پھر یوں مڑ گئے جس طرح ابورمثہ مڑ گئے پس جو آدمی تکبیر اولیٰ میں حاضر ہوا تھا وہ قیام کر کے دوبارہ پڑھنے لگ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف تشریف لے گئے پس ان کو کندھوں سے پکڑ کر ہلانے لگے پھر ارشاد فرمایا کہ بیٹھو کیونکہ اہل کتاب اسی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں کہ ان کی نمازوں کے مابین فصل نہیں ہوتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر مقدسہ اٹھائی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن خطاب! تجھے درست بات کی توفیق ہو۔

(مستدرک: جز:1،ص:403، معجم الاوسط: جز:2،ص:316، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:190)، (مسند الصحابة فی الکتب التسعة: جز:45،ص:205)

تشریح:

☆ قولہ ایعجز احدکم ان یتقدم اویتاخر الخ

کیا تم سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا کہ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی جگہ سے ہٹ کر آگے یا پیچھے یا دائیں بائیں ہٹ کر نوافل یا سنتیں پڑھا کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ جہاں فرض ہوں وہاں نوافل یا سنتیں نہ پڑھے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
سنتیں وہیں نہ پڑھے بلکہ دائیں آگے پیچھے ہٹ کر پڑھے یا گھر جا کر پڑھے۔ (درمختار: جز:2،ص:302)

☆ قولہ صلی بنا امام لنایکنی ابا رمثہ الخ

ابورمثہ کے نام میں اختلاف ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ
ان کا نام رفاعۃ بن یثربی
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ
ان کا نام عمار بن یثربی ہے۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ
ان کا نام حیان بن وہیب ہے۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ
جندب ہے۔
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ
خشخاش ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ نے التہذیب میں یہ نام اسی طرح لکھے ہیں مگر سنن ابوداؤد کے نسخوں میں ابورمثہ ہے۔

حضرت ارزق بن قیس رحمۃ اللہ علیہ

☆ **قوله عن ارزق بن قيس رحمة الله عليه**
حضرت ارزق بن قیس رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت ساری احادیث مبارکہ لیں۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
آپ رحمۃ اللہ علیہ حارثی ہیں تابعی ہیں بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:517)
واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب السَّهْوِ فِي السَّجْدَتَيْنِ

باب: سجدہ سہو کے متعلق

یہاں پر سجدتین سے مراد رکعتین ہے یعنی اگر کوئی شخص دو رکعت پڑھنا بھول جائے اور بجائے چار کے دو پر ہی سلام پھیرے تو اس کا کیا حکم ہے۔ یہ باب اسی بارے میں ہے۔

856 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ الظُّهْرَ اَوِ الْعَصْرَ قَالَ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَامَ اِلٰى خَشَبَةٍ فِىْ مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَيْهِمَا اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى يُعْرَفُ فِىْ وَجْهِهِ الْغَضَبُ ثُمَّ خَرَجَ سَرْعَانُ النَّاسِ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ وَفِى النَّاسِ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ فَهَابَاهُ اَنْ يُّكَلِّمَاهُ فَقَامَ رَجُلٌ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَمِّيْهِ ذَا الْيَدَيْنِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسِيْتَ اَمْ قُصِرَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرِ الصَّلٰوةُ قَالَ بَلْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْقَوْمِ فَقَالَ اَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَاَوْمَئُوْا اَىْ نَعَمْ فَرَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مَقَامِهٖ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ الْبَاقِيَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ وَكَبَّرَ قَالَ فَقِيْلَ لِمُحَمَّدٍ سَلَّمَ فِى السَّهْوِ فَقَالَ لَمْ اَحْفَظْهُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نُّبِّئْتُ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ بِاِسْنَادِهٖ وَحَدِيْثُ حَمَّادٍ اَتَمُّ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقُلْ بِنَا وَلَمْ يَقُلْ فَاَوْمَئُوْا قَالَ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ قَالَ ثُمَّ رَفَعَ وَلَمْ يَقُلْ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْ اَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ وَتَمَّ حَدِيْثُهُ لَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فَاَوْمَئُوْا اِلَّا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَكُلُّ مَنْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ لَمْ يَقُلْ فَكَبَّرَ وَلَا ذَكَرَ رَجَعَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِىْ ابْنَ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِىْ ابْنَ عَلْقَمَةَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَمَّادٍ كُلِّهٖ اِلٰى اٰخِرِ قَوْلِهٖ نُبِّئْتُ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ قَالَ قُلْتُ فَالتَّشَهُّدُ قَالَ لَمْ اَسْمَعْ فِى التَّشَهُّدِ وَاَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ يَّتَشَهَّدَ وَلَمْ يَذْكُرْ كَانَ يُسَمِّيْهِ ذَا الْيَدَيْنِ وَلَا ذَكَرَ فَاَوْمَئُوْا وَلَا ذَكَرَ الْغَضَبَ وَحَدِيْثُ حَمَّادٍ عَنْ اَيُّوْبَ اَتَمُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ وَهِشَامٍ وَيَحْيَى بْنِ عَتِيْقٍ وَابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ قِصَّةِ ذِى الْيَدَيْنِ اَنَّهُ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَقَالَ هِشَامٌ يَعْنِىْ ابْنَ حَسَّانَ كَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ اَيْضًا حَبِيْبُ بْنُ الشَّهِيْدِ وَحُمَيْدٌ

وَيُونُسُ وَعَاصِمٌ الْاَحْوَلُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ لَمْ يَذْكُرْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ مَا ذَكَرَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامٍ اَنَّهُ كَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَرَوٰى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَاَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ هِشَامٍ لَمْ يَذْكُرَا عَنْهُ هٰذَا الَّذِي ذَكَرَهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ اَنَّهُ كَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِي سَلَمَةَ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَلَمْ يَسْجُدْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ حَتّٰى يَقَّنَهُ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اَبِي يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا اَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ اَبَا بَكْرِ بْنَ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِي حَثْمَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَلَغَهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْخَبَرِ قَالَ وَلَمْ يَسْجُدِ السَّجْدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تُسْجَدَانِ اِذَا شَكَّ حَتّٰى لَقَّاهُ النَّاسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِي بِهٰذَا الْخَبَرِ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَاَخْبَرَنِي اَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاَبُو بَكْرِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيرٍ وَعِمْرَانُ ابْنُ اَبِي اَنَسٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيهِ جَمِيعًا عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ وَلَمْ يَذْكُرْ اَنَّهُ سَجَدَ السَّجْدَتَيْنِ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِي حَثْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيهِ وَلَمْ يَسْجُدْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی، فرمایا کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات پڑھا کر سلام پھیر دیا پھر ایک لکڑی کی جانب تشریف لے گئے جو کہ مسجد کے بالکل سامنے تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنے دونوں مقدس ہاتھوں کو ایک دوسرے پر رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر غضب کی حالت تھی۔ پھر جلدی سے جانے والے لوگ نکل گئے اور وہ یوں کہنے لگے کہ نماز قصر ہو گئی ہے اور لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے جنہوں نے بات کرنے کا خوف کھا رکھا تھا۔ ایک شخص نے قیام کیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالیدین فرماتے تھے اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول لاحق ہو گئی یا نماز کم کر دی گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ تو نماز کم ہو گئی ہے اور نہ ہی میں بھولا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ بلکہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ذوالیدین نے سچ کہا ہے، لوگوں نے اشارہ سے جی ہاں کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

مقام پر تشریف لے آئے تو بقیہ دو رکعات ادا فرمائیں پھر سلام پھیرا پھر تکبیر فرمائی اور سجدہ کیا سابقہ سجدوں جیسا یا ان سے بھی لمبا۔ پھر پلٹ آئے پھر اٹھے اور تکبیر فرمائی اور پہلے سجدوں کی مانند سجدہ کیا ان سے بھی لمبا۔ پھر اٹھے اور تکبیر فرمائی۔ راوی فرماتے ہیں کہ محمد سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یاد نہیں رہا لیکن مجھے خبر دی گئی ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر سلام پھیرا۔ ایوب نے محمد سے اپنی اسناد کے روایت کیا اور حدیث حماد اتم ہے۔ انہوں نے فرمایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اور انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم کو پڑھائی اور نہ ہی اشارے کے بارے میں کچھ کہا۔ فرمایا کہ لوگوں نے کہا۔ جی ہاں۔ فرماتے ہیں کہ پھر اٹھے اور اس طرح نہیں کہا کہ اور تکبیر فرمائی پھر تکبیر فرمائی اور دیگر سجدوں جیسا سجدہ کیا یا ان سے لمبا پھر اٹھے اور آگے حدیث پوری کی انہوں نے مابعد کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اشارہ کا مگر حماد بن زید نے، امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس نے بھی اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا انہوں نے نہیں کہا تکبیر فرمائی اور نہ لوٹنے کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی آگے حماد کی تمام حدیث معناً آخر اس قول تک کہ مجھے خبر دی گئی کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر سلام پھیرا۔ میں نے عرض کیا پس تشہد۔ فرماتے ہیں کہ تشہد کے بارے میں، میں نے نہیں سنا اور میں پسند کرتا ہوں تشہد کو پڑھنا اور ذوالیدین کہنے کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی لوگوں کے اشارہ کرنے کا ذکر فرمایا اور نہ غضب کا ذکر فرمایا اور حماد کی حدیث ایوب سے اتم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے قصہ ذوالیدین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر فرمائی اور سجدہ فرمایا۔ ہشام یعنی ابن حسان فرماتے ہیں کہ پھر تکبیر فرمائی اور سجدہ فرمایا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ کو حبیب بن شہید، حمید، یونس، عاصم احول، محمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ان میں سے کسی نے بھی ذکر نہیں کیا جو حماد بن زید نے ہشام سے روایت کیا ہے کہ تکبیر فرمائی پھر تکبیر فرمائی اور سجدہ فرمایا۔ حماد بن سلمہ اور ابوبکر بن عیاش نے اس حدیث مبارکہ کو ہشام سے روایت کیا ہے اور ان سے اس کا ذکر نہیں کیا جس کا ذکر حماد بن زید نے کیا کہ تکبیر فرمائی پھر تکبیر فرمائی۔ عبید اللہ بن عبداللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس قصہ کو روایت کر کے فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سجدے سہو کے نہیں کیے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین نہ دلا دیا۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ نے خبر دی ہے کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پر دو سجدے نہیں فرمائے جو کہ کرتے ہیں جب شک ہوا تو سب لوگوں نے بتایا ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی خبر سعید بن مسیب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے دی ہے۔ فرمایا کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور ابوبکر بن حارث بن ہشام اور عبید اللہ بن عبداللہ نے خبر دی ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قصہ کو یحییٰ بن کثیر اور عمران بن ابی انس نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے اس قصہ کو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے دو سجدوں کا ذکر نہیں کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو زبیدی، زہری، ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اس میں ارشاد فرمایا کہ دو سجدے سہو کے نہیں کیے۔

(معجم الاوسط: جز:3،ص:76، سنن ابن ماجہ: جز:4،ص:70، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:346، سنن الدارقطنی: جز:4،ص:33)

857 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِی حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ سَمِعَ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَسَلَّمَ فِی الرَّكْعَتَيْنِ فَقِيلَ لَهُ نَقَصْتَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات کے بعد سلام پھیر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ نماز کم ہوگئی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات اور پڑھا دیں پھر دو سجدے کیے۔

(مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ: جز:1،ص:273)

858 حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اَسَدٍ اَخْبَرَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِی سَعِيدٍ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَمْ نَسِيتَ قَالَ كُلَّ ذٰلِكَ لَمْ اَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَلَمْ يَسْجُدْ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ قَالَ اَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ عَنْ اَبِی سُفْيَانَ مَوْلٰى ابْنِ اَبِی اَحْمَدَ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ بَعْدَ التَّسْلِيمِ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ جَوْسٍ الْهِفَّانِیِّ حَدَّثَنِی اَبُو هُرَيْرَةَ بِهٰذَا الْخَبَرِ قَالَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا اَبُو اُسَامَةَ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَخْبَرَنَا اَبُو اُسَامَةَ اَخْبَرَنِی عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ فِی الرَّكْعَتَيْنِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز میں دو رکعات کے بعد پھر گئے ایک شخص نے

آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ نماز کو کم کر دیا گیا ہے یا آپ ﷺ کو بھول ہوگئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان تمام میں سے میں نے کچھ نہیں کیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے اس طرح کیا ہے۔ پس آپ ﷺ نے آخری دو رکعات ادا فرمائیں پھر لوٹ گئے اور دو سجدے سہو کے نہیں کیے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قصہ کو داؤد بن حصین، ابوسفیان مولی ابی احمد، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کر کے فرمایا کہ پھر دو سجدے کیے اس حال میں کہ سلام کے بعد بیٹھے ہوئے۔ ضمضم بن جوس ہفانی نے اس قصہ کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے فرمایا کہ پھر سلام کے بعد دو سجدوں کو کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ہم نے نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے دو رکعات کے بعد سلام پھیر دیا۔ آگے حدیث ابن سیرین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے فرمایا پھر سلام پھیرا پھر سجدہ دو سجدے سہو کے کیے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث: 858)

859 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ حَدَّثَنَا اَبُوْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ مِنَ الْعَصْرِ ثُمَّ دَخَلَ قَالَ عَنْ مَسْلَمَةَ الْحُجَرَ فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْخِرْبَاقُ كَانَ طَوِيلَ الْيَدَيْنِ فَقَالَ لَهُ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَخَرَجَ مُغْضَبًا يَجُرُّ رِدَائَهُ فَقَالَ اَصَدَقَ قَالُوْا نَعَمْ فَصَلَّى تِلْكَ الرَّكْعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْهَا ثُمَّ سَلَّمَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین رکعات عصر کے بعد سلام پھیر دیا پھر اندر تشریف لے گئے۔ فرماتے ہیں کہ مسلمۃ حجر سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا جسے خرباق کہتے تھے اور وہ طویل ہاتھوں والا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا نماز کم ہوگئی ہے تو غضب کی حالت میں اپنی چادر مبارک کو گھسیٹ کر تشریف لائے پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے سچ کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں! (یارسول اللہ ﷺ) تو آپ ﷺ نے ایک رکعت کو پڑھا دیا پھر سلام پھیرا پھر دو سجدے فرمائے پھر سلام پھیرا۔

(معجم الکبیر: جز: 4، ص: 219، سنن البیہقی الکبریٰ: جز: 2، ص: 335، سنن النسائی: جز: 5، ص: 10، صحیح ابن حبان: جز: 6، ص: 379)

تشریح: سجدہ سہو کے متعلق اختلاف آئمہ

احناف کے نزدیک اگر کسی سے کوئی واجب ترک ہو گیا ہو تو سلام کے بعد سجدہ سہو کرے اور شافعیہ کے نزدیک سلام سے پہلے سجدہ سہو کر لے۔ مالکیہ کے نزدیک نماز میں کسی فعل کی کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے اور کسی فعل کی زیادتی ہو تو بعد میں سجدہ کرے۔ حنبلیہ کے نزدیک جن صورتوں میں نبی کریم ﷺ نے سلام سے پہلے سجدہ کیا وہاں پہلے ہی سجدہ کرے اور جن صورتوں میں بعد میں سجدہ کیا ان میں بعد میں سجدہ کرے۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ

ان صورتوں کے سوا سجدہ نہ کرے جن میں آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور وہ پانچ صورتیں ہیں۔

1- پہلی صورت تو یہ ہے کہ دو رکعت کے بعد بلا قعدہ کھڑے ہو گئے جیسا کہ ابن الحبینہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ دو رکعت نماز پڑھا کر بغیر قعدہ کیے کھڑے ہو گئے لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ ﷺ نے نماز مکمل فرمالی اور ہم سلام کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور بیٹھے ہوئے سلام سے پہلے دو سجدے کیے۔

2- دوسری صورت یہ ہے کہ دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا جس طرح کہ ذوالیدین کی روایت ہے۔

3- تیسری صورت یہ ہے کہ تین رکعات پڑھ کر سلام پھیر دیا جس طرح کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

4- چوتھی صورت یہ ہے کہ پانچ رکعات پڑھا دیں جس طرح کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھائیں، عرض کیا گیا کہ کیا نماز بڑھ گئی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا ہوا ہے؟ عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ نے پانچ رکعات پڑھا دی ہیں۔ پس آپ ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدے کیے۔

5- پانچویں صورت یہ ہے کہ شک کی صورت میں سجدہ کیا جس طرح کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

(عمدۃ القاری: جز:7،ص:304)

نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیرے یا پہلے؟

تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیرے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سجدہ سہو کے لئے تشہد کے قائل ہی نہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں آپ ﷺ نے سجدہ سہو کا حکم فرمایا ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ امر وجوب کے لئے آتا ہے۔ (عمدۃ القاری: جز:7،ص:304)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

واجبات نماز میں جب کوئی واجب بھولے سے رہ جائے تو اس کی تلافی کے لئے سجدہ سہو واجب ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ التحیات کے بعد دہنی طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے۔ (درمختار: جز:2،ص:655)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

اگر بغیر سلام پھیرے سجدے کر لیے کافی ہیں مگر ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:125)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

قصداً واجب ترک کیا تو سجدہ سہو سے وہ نقصان دفع نہ ہوگا بلکہ اعادہ واجب ہے یونہی اگر سہواً واجب ترک ہوا اور سجدہ سہو نہ کیا جب بھی اعادہ واجب ہے۔ (درمختار: جز:2،ص:655)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

فرض و نفل دونوں کا ایک حکم ہے یعنی نوافل میں بھی واجب ترک ہونے سے سجدہ سہو واجب ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:126)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

نفل کی دو رکعات پڑھیں اور ان میں سہو ہوا پھر اسی پر بنا کر کے دو رکعات اور پڑھیں تو سجدہ سہو کرے اور فرض میں سہو ہوا تھا اور اس پر قصداً نفل کی بنا کی تو سجدہ سہو نہیں بلکہ فرض کا اعادہ کرے اور اگر اس فرض کے ساتھ سہواً نفل ملایا ہو مثلاً چار رکعات پر قعدہ کر کے کھڑا ہو گیا اور پانچویں کا سجدہ کر لیا تو ایک رکعت اور ملائے کہ یہ دو نفل ہو جائیں اور ان میں سجدۂ سہو کرے۔

(ردالمحتار: جز:2،ص:654)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

سجدۂ سہو کے بعد بھی التحیات پڑھنا واجب ہے التحیات پڑھ کر سلام پھیرے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں قعدوں میں درود شریف بھی پڑھے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:125)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
ظہر کی نماز پڑھتا تھا اور یہ خیال کر کے چار پوری ہو گئیں دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو چار پوری کر لے اور سجدہ سہو کرے۔
(درمختار: جز:2،ص:674)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

قولہ محمد رحمۃ اللہ علیہ

یہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی۔ فن حدیث وتعبیر خواب کے امام تھے۔
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:
آپ رضی اللہ عنہ کا نام محمد ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دو برس پہلے پیدا ہوئے۔ تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی۔ فن حدیث وتعبیر خواب کے امام تھے۔ ایک بار جوزا تارے کو ثریا سے آگے بڑھا ہوا پایا تو فرمایا میری موت قریب ہے مگر پہلے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وفات پائیں گے پھر میں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سو 100 دن پہلے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فوت ہوئے بعد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:136)
ایک اور مقام پر راقم ہیں۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو بکر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایات لیتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے عابد، عالم فقیہ، زاہد، محدث تھے۔ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ مختلف علوم میں مشہور ہیں۔ مورق عجلی کہتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین سے زیادہ کوئی فقیہ عابد نہ دیکھا۔
خلف ابن ہشام کہتے ہیں کہ
رب تعالیٰ نے ابن سیرین کو خشوع خضوع، خوش خلقی عطا فرمائی تھی لوگ جب انہیں دیکھتے تھے خدا یاد آجاتا تھا۔
اشعث کہتے ہیں کہ
محمد ابن سیرین سے جب کوئی شرعی مسئلہ پوچھا جاتا تو ان کا چہرہ فق ہو جاتا تھا۔
مہدی کہتے ہیں کہ
ہم ابن سیرین کے پاس بیٹھے تھے مختلف تذکرے کرتے تھے مگر جب موت کا ذکر آتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ فق ہو جاتا اور ہم سے اجنبی ہو جاتے گویا پہلا والا حال تھا ہی نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر 77 ستتر سال ہوئی۔ 110 ایک سو دس میں وفات

ہوئی۔ مترجم نے قبرانور کی زیارت کی ہے بصرہ کے قریب ہی ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصری اور حضرت محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہما ایک ہی حجرہ میں آرام فرما ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ خواب کے امام مانے جاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعبیر نامہ مشہور ہے۔

(مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:605)

حضرت عبداللہ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ

قولہ ابن شہاب

آپ رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں اور تابعین کے دوسرے طبقے میں ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث مبارکہ کوفہ میں مشہور ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوالحرب ہے خولانی ہیں۔ تابعین کے دوسرے طبقے میں ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث مبارکہ کوفہ میں مشہور ہیں۔ (مرأۃ المناجیح: جز:8،ص:542)

بَاب اِذَا صَلَّی خَمْسًا

باب: جب پانچ رکعات پڑھ لیں

یہ باب بھول کر پانچ رکعات پڑھنے سے نماز کے حکم میں ہے۔

860 حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ وَمُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الْمَعْنٰى قَالَ حَفْصٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيلَ لَهُ اَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کیا نماز زیادہ ہوگئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا ہوا ہے؟ عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ رکعات ادا فرمائی ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد دو سجدے فرمائے۔

(سنن ابن ماجہ: جز:4،ص:57، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:341، سنن النسائی: جز:5،ص:3، سنن الترمذی: جز:2،ص:153)

861 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِبْرَاهِيمُ فَلَا اَدْرِيْ زَادَ اَمْ نَقَصَ فَلَمَّا

سَلَّمَ قِيلَ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا فَثَنٰى رِجْلَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَسَجَدَ بِهِمْ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمَّا انْفَتَلَ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ اَنْبَاْتُكُمْ بِهِ وَلٰكِنْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ وَقَالَ اِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ لِيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا قَالَ فَاِذَا نَسِيَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَحَوَّلَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَاهُ حُصَيْنٌ نَحْوَ حَدِيْثِ الْاَعْمَشِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔ ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ زیادہ ادا فرمائیں یا کم۔ جب سلام پھیرا تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کچھ نئی بات ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ کیا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اس طرح نماز ادا فرمائی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں اقدس کو جھکا کر قبلہ کی طرف ہوئے تو دو سجدے کیے۔ پھر سلام پھیرا۔ پس جب فراغت پالی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مقدس چہرہ ہماری طرف کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر نماز میں کچھ ہو جائے تو مجھے خبر دے دیا کرو کیونکہ میں بھی بشر ہوں بھول جاتا ہوں جس طرح کہ تم بھولتے ہو پس جب میں بھول جایا کروں تو مجھے یاد دلا دیا کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو شک ہو تو تفکر کیا کرے صحیح بات کیا ہے تو اس پر نماز کو مکمل کرے پھر سلام پھیر دے پھر دو سجدے کر لیا کرے۔ علقمہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی بھول جائے تو سجدے کر لیا کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر گئے پس دو سجدے فرمائے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو حصین اعمش کی مانند روایت کیا ہے۔

(مسند احمد: جز:7، ص:455، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:25، ص:26)

862 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ ح و حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ وَّهٰذَا حَدِيْثُ يُوْسُفَ عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا فَلَمَّا انْفَتَلَ تَوَشْوَشَ الْقَوْمُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ مَا شَاْنُكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ زِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ لَا قَالُوْا فَاِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَمْسًا فَانْفَتَلَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ

علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے پانچ رکعات پڑھا دیں پس جب آپ ﷺ نے فراغت پالی تو لوگوں نے ایک دوسرے کو تشویش میں ڈال دیا۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا نماز زیادہ ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں تو۔ انہوں نے عرض کیا آپ ﷺ نے تو آج پانچ رکعات ادا فرمائی ہیں۔ پس آپ ﷺ پھرے تو سجدے فرمائے پھر سلام پھیرا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں بشر ہوں بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو۔

(صحیح مسلم: جز:2،ص:85، مسند ابی عوانہ: جز:1،ص:519، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:25،ص:27)

863 حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ اَنَّ سُوَيْدَ بْنَ قَيْسٍ اَخْبَرَهُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حُدَيْجٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمًا فَسَلَّمَ وَقَدْ بَقِيَتْ مِنَ الصَّلٰوةِ رَكْعَةٌ فَاَدْرَكَهُ رَجُلٌ فَقَالَ نَسِيتَ مِنَ الصَّلٰوةِ رَكْعَةً فَرَجَعَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ رَكْعَةً فَاَخْبَرْتُ بِذٰلِكَ النَّاسَ فَقَالُوْا لِي اَتَعْرِفُ الرَّجُلَ قُلْتُ لَا اِلَّا اَنْ اَرَاهُ فَمَرَّ بِي فَقُلْتُ هٰذَا هُوَ فَقَالُوْا هٰذَا طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ

حضرت معاویہ بن جریج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی تو آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا جبکہ نماز سے ایک رکعت رہتی تھی ایک آدمی نے آپ ﷺ کی مقدس بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ ﷺ کو نماز سے ایک رکعت بھول ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ دوبارہ مسجد میں تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی پس آپ ﷺ نے لوگوں کو ایک رکعت پڑھا دی۔ میں نے لوگوں کو یہ خبر دی تو وہ کہنے لگے کہ کیا تمہیں اس شخص کا پتہ ہے میں نے کہا! نہیں سوائے اس کے کہ میں اس کو پہچان لوں گا لہٰذا میرے پاس سے اس کا گزر ہوا تو میں نے کہا یہی ہے۔ لوگ کہنے لگے یہ تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ ہیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:359، سنن النسائی: جز:3،ص:43، مسند احمد: جز:55،ص:243، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:50،ص:222)

تشریح: اختلاف آئمہ اربعہ!

جمہور علماء آئمہ ثلاثہ کے نزدیک چوتھی رکعت پر قعدہ کرنے یا نہ کرنے کی صورت میں نماز صحیح ہو جائے گی سجدۂ سہو کر لینا کفایت کرے گا مگر احناف کے نزدیک چوتھی رکعت پر بیٹھنے کی صورت میں تو نماز صحیح ہو جائے گی سجدہ سہو کر لینا کفایت کرے گا اور اگر بغیر قعدہ کے کوئی شخص کھڑا ہو جائے تو اگر سجدہ میں جانے سے قبل قبل یاد آ جائے تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے نماز درست ہو جائے گی اور اگر سجدہ میں چلا گیا تو احناف کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ شیخین نے یہ فرمایا ہے کہ اس کا فرض باطل

ہوگا اگر یہ شخص ایک رکعت اور ملالے تو چھ رکعات اس کے نوافل ہو جائیں گے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً باطل ہو جائے گی۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر بقدر تشہد قعدہ اخیرہ کر چکا ہے اور کھڑا ہو گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ آئے اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دے اور اگر قیام ہی کی حالت میں سلام پھیر دیا تو بھی نماز ہو جائے گی مگر سنت ترک ہوئی اور اس صورت میں اگر امام کھڑا ہو گیا تو مقتدی اس کا ساتھ نہ دیں بلکہ بیٹھے ہوئے انتظار کریں اگر لوٹ آیا ساتھ ہو لیں اور نہ لوٹا اور سجدہ کر لیا تو مقتدی سلام پھیر دیں اور امام ایک رکعت اور ملائے کہ یہ دو نفل ہو جائیں اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے اور یہ دو رکعتیں سنت ظہر یا عشاء کے قائم مقام نہ ہوں گی اور اگر ان دو رکعات میں کسی نے امام کی اقتداء کی یعنی اب شامل ہوا تو یہ مقتدی بھی چھ پڑھے اور اگر اس نے توڑ دی تو دو رکعت کی قضا پڑھے اور اگر امام چوتھی پر نہ بیٹھا تھا تو یہ مقتدی چھ رکعت کی قضا پڑھے اور اگر امام نے ان رکعات کو فاسد کر دیا تو اس پر مطلقاً قضا نہیں۔ (درمختار: جز:2،ص:669)

قوله صلى رسول الله عليه وسلم الظهر خمسا فقيل له ازيد فى الصلوة...... الخ

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں راقم ہیں۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز کلام کرنے سے فاسد نہ ہوتی تھی چونکہ اس سوال و جواب کے باوجود نماز باقی تھی لہٰذا سجدہ سہو کر لیا اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ سلم سے مراد وہی نماز کا سلام ہے جو نماز تمام کرنے کی نیت سے کیا گیا تھا۔ خیال رہے کہ اگر کسی نمازی کو سلام کے بعد اپنی بھول یاد آئے تو فوراً سجدہ سہو میں گر جائے اور پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیرے پہلا سلام سہو کا ہو جائے گا دوسرا نماز کا۔

(مرآۃ المناجیح: جز:2،ص:135)

☆اس باب کے تمام راویوں کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرما لیجئے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب اِذَا شَكَّ فِى الثِّنْتَيْنِ وَالثَّلَاثِ مَنْ قَالَ يُلْقِى الشَّكَّ

باب: جب دوسری اور تیسری رکعت میں شک ہو جائے جس نے شک کو دور کرنے کے لئے کہا

رکعات میں شک ہونے پر نمازی کیا کرے اس بارے میں باب ہے۔

864 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِىْ صَلَاتِهٖ فَلْيُلْقِ الشَّكَّ وَلْيَبْنِ عَلَى الْيَقِينِ فَإِذَا اسْتَيْقَنَ التَّمَامَ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ فَاِنْ كَانَتْ صَلَاتُهٗ تَامَّةً كَانَتِ الرَّكْعَةُ نَافِلَةً وَالسَّجْدَتَانِ وَاِنْ كَانَتْ نَاقِصَةً كَانَتِ الرَّكْعَةُ تَمَامًا لِصَلَاتِهٖ وَكَانَتِ السَّجْدَتَانِ مُرْغِمَتَيِ الشَّيْطٰنِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيْثُ اَبِىْ خَالِدٍ اَشْبَعُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز کے اندر شک ہو تو شک کو دور کرنے کے واسطے کسی ایک بات پر یقین کر لے جب یقین مکمل ہو جائے تو دو سجدے کر لے اگر نماز مکمل ہو گئی تھی تو یہ والی رکعت نفلی بن جائے گی اور دو سجدے اور اگر نماز کم تھی تو یہ والی رکعت اس کی نماز کو مکمل کر دے گی اور دونوں سجدے شیطان کو خوار کرنے کے واسطے ہوئے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو ہشام بن سعد اور محمد بن مطرف، عطاء بن یسار اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور حدیث ابی خالد اشبع ہے۔

(مستدرک: جز:1،ص:468، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:333، سنن دارقطنی: جز:4،ص:54، صحیح ابن حبان: جز:6،ص:387)

865 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِىْ رِزْمَةَ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّى سَجْدَتَيِ السَّهْوِ الْمُرْغِمَتَيْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہو کے دونوں سجود کا نام شیطان کو خوار کرنے والے رکھا۔

(المستدرک: جز:1،ص:393، صحیح ابن حبان: جز:6،ص:380، صحیح ابن خزیمہ: جز:2،ص:134)

866 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِىْ صَلَاتِهٖ فَلَا يَدْرِىْ كَمْ صَلّٰى ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا فَلْيُصَلِّ رَكْعَةً وَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ فَاِنْ كَانَتِ الرَّكْعَةُ الَّتِىْ صَلّٰى خَامِسَةً شَفَعَهَا بِهَاتَيْنِ وَاِنْ كَانَتْ رَابِعَةً فَالسَّجْدَتَانِ تَرْغِيْمٌ لِلشَّيْطٰنِ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ بِاِسْنَادِ مَالِكٍ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهٖ فَاِنِ اسْتَيْقَنَ اَنْ قَدْ صَلّٰى ثَلَاثًا فَلْيَقُمْ فَلْيُتِمَّ رَكْعَةً بِسُجُوْدِهَا ثُمَّ يَجْلِسْ فَيَتَشَهَّدْ فَاِذَا فَرَغَ فَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَنْ يُّسَلِّمَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنٰى مَالِكٍ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكٍ وَحَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ وَدَاوٗدَ بْنِ قَيْسٍ وَهِشَامِ بْنِ سَعْدٍ اِلَّا اَنَّ هِشَامًا بَلَغَ بِهٖ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی نماز میں شک لاحق ہو جائے جو یہ نہ جانتا ہو کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار تو اسے چاہئے کہ ایک رکعت مزید پڑھ لے اور دو سجدے کر لے جبکہ وہ بیٹھا ہوا ہو جس رکعت کو پڑھ لیا وہ پانچویں ہے تو دونوں سجود اس کو دوگنا بنا ڈالیں گے اور اگر چوتھی ہے تو دونوں سجود شیطان کو خوار کر دیں گے۔ زید بن اسلم نے مالک کی اسناد سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو نماز کے اندر شک لاحق ہو جائے اگر تو اس کو یقین ہو جائے کہ انہوں نے تین ہی پڑھی ہیں تو ایک رکعت کو سجدوں کے ساتھ اور پڑھ لے پھر بیٹھ کر تشہد پڑھ لے پس جب فراغت پالے سلام کے علاوہ کچھ بھی نہ بچے تو دو سجدے کر لے کہ وہ بیٹھا ہوا ہو پھر سلام پھیر دے پھر مالک کی مانند معناً روایت کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو اسی طرح ابن وہب نے مالک اور حفص بن میسرہ اور داؤد بن قیس اور ہشام بن سعد سے روایت کیا ہے مگر اس کو ہشام نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تک پہنچایا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:331، سنن دارقطنی: جز:1،ص:375، شرح السنۃ: جز:1،ص:185)، (مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:21،ص:374)

تشریح: اختلاف آئمہ کرام

اگر کسی کو نماز کی حالت میں عدد رکعت میں شک واقع ہو جائے تو اس کو کیا کرنا چاہئے اس بارے میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں۔

1- ایک صورت تو یہ ہے کہ سرے سے ہی نماز پڑھی جائے گی۔

2- دوسری صورت یہ ہے کہ کم کے یقین ہونے پر بنا کرے۔

3- تیسری صورت یہ ہے کہ ظن غالب پر بنا کرے اس کو تحری کہتے ہیں جس کو نماز اس طرح کا شک کثرت سے پیش نہ آتا بلکہ اتفاقاً کبھی لاحق ہو جاتا ہو تو اس کے لئے حکم کہ وہ از سر نو نماز پڑھے اور جس کو شک پیش آتا رہتا ہے اس کے لئے تحری کا حکم ہے تحری کرنے کے بعد جس طرف بھی ذہن زیادہ ہو جائے اسی کو اختیار کرے اور اگر سوچنے کے باوجود کسی ایک طرف کو غلبہ نہ ہو تو پھر بناء کم پر ہے۔ مثال کے طور پر کسی کو شک ہوا تھا کہ اس کی تین رکعات ہوئیں یا چار تو اگر سوچنے سے کسی ایک طرف ذہن

مطمئن ہو جائے تو اسی کو اختیار کر لے ورنہ جو کم متعین ہو گیا یعنی تین رکعات تو پھر اسی کو اختیار کرے لہٰذا ایک رکعت مزید ملا لے۔ امام شافعی کے نزدیک بناء کم پر ہے اور روایات میں جس تحری کا ذکر آیا ہے اس کے متعلق آپ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ تحری کے معنیٰ ہیں ارادہ کرنا یعنی جو بات درست ہے اسی کو اختیار کرنا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درست چیز کم پر ہی یقین ہونا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر نمازی کو کثرت سے شک وشبہ لاحق ہوتا رہتا ہے تو اس کے لئے تحری کا حکم ہے اگر اس کو کثرت سے شک وشبہ پیش نہیں آتا تو بناء یقین پر کرے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب اس مسئلہ میں یہ ہے کہ امام اور منفرد کے درمیان فرق ہے امام کے لئے تحری اور ظن غالب پر عمل کرنا ہے اور منفرد کے لئے بنا کم پر ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس مسئلہ میں روایات ہیں 1- ایک تو تحری مطلقاً، 2- دوسری بنا کم پر مطلقاً۔

مسئلہ

علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی 593ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کو شمار رکعت میں شک ہو مثلاً تین لوٹیں یا چار اور بلوغ کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے تو سلام پھیر کر یا کوئی عمل منافی نماز کر کے توڑ دے یا غالب گمان کے بموجب پڑھ لے مگر بہرصورت اس نماز کو سرے سے پڑھے محض توڑنے کی نیت کافی نہیں اور اگر یہ شک پہلی بار نہیں بلکہ پیشتر بھی ہو چکا ہے تو اگر ظن غالب کی طرف ہو تو اس پر عمل کرے ورنہ کم کی طرف کو اختیار کرے یعنی تین اور چار میں شک ہو تو تین قرار دے۔ دو اور تین میں شک ہو تو دو۔ وعلٰی ھذا القیاس اور تیسری چوتھی دونوں میں قعدہ کرے کہ تیسری رکعت کا چوتھی ہونا محتمل ہے اور چوتھی میں قعدہ کے بعد سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے اور گمان غالب کی صورت میں سجدۂ سہو نہیں مگر جبکہ سوچنے میں بقدر ایک رکن کے وقفہ کیا ہو تو سجدۂ سہو واجب ہو گیا۔ (ہدایہ اولین: ص:76)

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ

☆ **قوله عن عطاء بن يسار رحمة الله عليه**

حضرت عطاء بن یسار تابعی بزرگ ہیں اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ کثیر احادیث مبارکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو محمد ہے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ مدینہ منورہ کے مشہور تابعی ہیں۔ چوراسی سال عمر ہوئی 97 ستانوے میں وفات پائی۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8، ص:547)

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ

☆ **قوله عن زيد بن اسلم رحمة الله عليه**

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو اسامہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ہیں مدنی ہیں جلیل القدر تابعی ہیں۔ 136 ایک سو چھتیس میں وفات ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:580)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ قَالَ يُتِمُّ عَلٰى اَكْبَرِ ظَنِّهٖ

باب: جس نے کہا ظن غالب پر عمل کرے

یہ باب نماز کی رکعات میں ظن غالب پر عمل کرنے کے متعلق ہے۔

867 حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كُنْتَ فِيْ صَلٰوةٍ فَشَكَكْتَ فِيْ ثَلَاثٍ اَوْ اَرْبَعٍ وَاَكْبَرُ ظَنِّكَ عَلٰى اَرْبَعٍ تَشَهَّدْتَ ثُمَّ سَجَدْتَ سَجْدَتَيْنِ وَاَنْتَ جَالِسٌ قَبْلَ اَنْ تُسَلِّمَ ثُمَّ تَشَهَّدْتَ اَيْضًا ثُمَّ تُسَلِّمُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ خُصَيْفٍ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَوَافَقَ عَبْدَ الْوَاحِدِ اَيْضًا سُفْيَانُ وَشَرِيْكٌ وَّاِسْرَائِيْلُ وَاخْتَلَفُوْا فِي الْكَلَامِ فِيْ مَتْنِ الْحَدِيْثِ وَلَمْ يُسْنِدُوْهُ

ابوعبیدہ بن عبداللہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب نماز میں تم کو شک لاحق ہو جائے کہ تین رکعات پڑھی یا چار اور تمہارا ظن غالب چار کی جانب ہو تو تشہد پڑھو پھر دو سجدے کرو بیٹھے ہوئے پھر بھی تشہد پڑھے پھر سلام پھیر دے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کو عبدالواحد نے خصیف سے روایت کیا ہے اور مرفوع نہ کیا۔ اور عبدالواحد کے سفیان، شریک اور اسرائیل موافق ہوئے اور انہوں نے متن حدیث میں اختلاف کیا اور اس کو مسند نہیں کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:336، سنن دار قطنی: جز:4،ص:77، مسند احمد: جز:7،ص:403، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: جز:3،ص:446)

868 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ حَدَّثَنَا

يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنَا عِيَاضٌ ح و حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا اَبَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِلَالِ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ اَبِي سَعِيدِ نِالْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ فَلَمْ يَدْرِ زَادَ اَمْ نَقَصَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَاِذَا اَتَاهُ الشَّيْطٰنُ فَقَالَ اِنَّكَ قَدْ اَحْدَثْتَ فَلْيَقُلْ كَذَبْتَ اِلَّا مَا وَجَدَ رِيحًا بِاَنْفِهِ اَوْ صَوْتًا بِاُذُنِهِ وَهٰذَا لَفْظُ حَدِيثِ اَبَانَ قَالَ اَبُو دَاوُدَ و قَالَ مَعْمَرٌ وَّعَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عِيَاضُ بْنُ هِلَالٍ و قَالَ الْاَوْزَاعِيُّ عِيَاضُ بْنُ اَبِي زُهَيْرٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اس کو زیادتی یا کمی یاد نہ رہے تو اسے چاہئے کہ بیٹھے ہوئے دو سجدے کرلیا کرے پس جب اس کے پاس شیطان آ کر یہ کہے کہ تمہیں تو حدث لاحق ہوگیا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ کہے تم جھوٹ بولتے ہو مگر بدبو اپنے ناک سے سونگھے یا اپنے کان سے آواز سنے۔ یہ لفظ حدیث ابان کے ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معمر اور علی بن مبارک نے عیاض بن ہلال فرمایا ہے اور اوزاعی نے فرمایا کہ وہ عیاض بن ابی زہیر ہے۔

(مستدرک: جز:1 ص:227، مسند ابویعلیٰ: جز:2 ص:376، مسند احمد: جز:22 ص:205، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:21 ص:385)

869 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ يُصَلِّي جَائَهُ الشَّيْطٰنُ فَلَبَّسَ عَلَيْهِ حَتّٰى لَا يَدْرِيَ كَمْ صَلّٰى فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَالَ اَبُو دَاوُدَ وَكَذَا رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَمَعْمَرٌ وَّاللَّيْثُ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اَبِي يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ بِاِسْنَادِهِ زَادَ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ التَّسْلِيمِ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ اَخْبَرَنَا اَبِي عَنِ ابْنِ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيُّ بِاِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يُّسَلِّمَ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی جب نماز کے واسطے قیام کرے تو شیطان اس کے پاس آجاتا ہے اور اس کو بھلا دیتا ہے حتیٰ کہ اس کو پتہ نہیں لگتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھ لی ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کو یہ امر لاحق ہوجائے تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو ابن عیینہ، معمر اور لیث نے ایسے ہی روایت کیا ہے۔ محمد بن مسلم

نے اس حدیث مبارکہ کو اپنی اسناد سے روایت کر کے یہ اضافہ کیا کہ وہ سلام سے قبل بیٹھا ہوا ہو۔ محمد بن مسلم زہری نے اپنی اسناد سے اس کو معناً روایت کر کے فرمایا کہ سلام سے قبل دو سجدے کیا کرے پھر اس کو چاہئے کہ سلام پھیرے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:330،سنن النسائی: جز:4،ص:500،شرح السنۃ: جز:1،ص:185،صحیح البخاری: جز:4،ص:448)

تشریح:

نماز میں جس طرف ظن غالب اسی کو اختیار کرے۔

ظن غالب کے متعلق پچھلے باب میں مسئلہ ذکر کر دیا گیا ہے اور اس سے ملتے جلتے مسائل درج ذیل ہیں۔

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

تشہد کے بعد یہ شک ہوا کہ تین ہوئیں یا چار اور ایک رکن کی مقدار خاموش رہا اور سوچتا رہا پھر یقین ہوا کہ چار ہو گئیں تو سجدہ سہو واجب ہے اور اگر ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد ایسا ہوا تو کچھ نہیں اور اس کو حدث ہوا اور وضو کرنے گیا تھا کہ شک واقع ہوا اور سوچنے میں وضو سے کچھ دیر تک رکا رہا تو سجدہ سہو واجب ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:128)

مسئلہ

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد متوفی 681ھ لکھتے ہیں:

نماز پوری کرنے کے بعد شک ہوا تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر نماز کے بعد یقین ہے کہ کوئی فرض رہ گیا مگر اس میں شک ہے کہ وہ کیا کرے تو پھر سے پڑھنا فرض ہے۔ (فتح القدیر: جز:1،ص:452)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

شک کی تمام صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہے اور غلبۂ ظن میں نہیں مگر جبکہ سوچنے میں ایک رکن کا وقفہ ہو گیا تو واجب ہو گیا۔ (درمختار: جز:2،ص:678)

مسئلہ

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

باوضو ہونے یا مسح نہ کرنے کا یقین ہوا اور اسی حالت میں ایک رکن ادا کر لیا تو سرے سے نماز پڑھے اگر چہ پھر یقین ہوا کہ وضو تھا اور مسح کیا تھا۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1،ص:131)

☆ قوله قال ابو داؤد رواه عبدالواحد عن خصيف الخ

اس حدیث مبارکہ کو مرفوعاً نقل کرنے میں خصیف کے شاگردوں میں محمد بن سلمہ منفرد ہیں چنانچہ عبدالواحد نے اس حدیث مبارکہ کو موقوفاً روایت کیا اور سفیان وغیرہ نے اس میں عبدالواحد کی موافقت کی ہے اگر چہ الفاظ متن کے نقل کرنے میں سفیان اور شریک وغیرہ آپس میں مختلف ہیں مگر موقوفاً نقل کرنے میں سب متفق ہیں۔

حضرت محمد بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ

☆ قوله عن محمد بن مسلم رحمة الله عليه

حضرت محمد بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ حکیم ابن حزام کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوزبیر ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام محمد ابن مسلم ہے مکی ہیں حکیم ابن حزم کے آزاد کردہ ہیں۔ 125 میں وفات ہے۔

(مرأۃ المناجیح: ج:8، ص:581)

ایک اور مقام پر راقم ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوزبیر ہے۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8، ص:606)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ قَالَ بَعْدَ التَّسْلِيْمِ

باب: جس نے سلام کے بعد کہا

اس باب میں سلام کے بعد دو سجدے کرنے کے متعلق حدیث مبارکہ ذکر کی گئی ہے۔

870 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُسَافِعٍ اَنَّ مُصْعَبَ بْنَ شَيْبَةَ اَخْبَرَهُ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَكَّ فِيْ صَلَاتِهِ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَمَا يُسَلِّمُ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جسے اپنی نماز کے اندر شک لاحق ہو تو اسے چاہئے کہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرلے۔

(سنن النسائی: ج:4، ص:496، مسند احمد: ج:4، ص:300، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:47، ص:315)

تشریح:

جس کا نماز میں کوئی واجب ترک ہو گیا ہو تو سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کر لے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر بغیر سلام پھیرے سجدے کر لیے تو کافی ہیں مگر ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔(درمختار، جز:2،ص:653)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

☆ **قولہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ**

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ صغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے وقت دس سال سے بھی کم تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور اپنے چچا محترم حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام اسماء بنت عمیس خثعمیہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم نے ارض حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی یہ وہیں پیدا ہوئے۔ سرزمین حبشہ میں یہ اسلام کے پہلے مولود تھے۔ اپنے والد محترم کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ یہ محمد بن ابی بکر صدیق اور یحییٰ بن علی بن ابی طالب کے اخیافی بھائی تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ اپنی والدہ محترمہ اسماء اور اپنے چچا محترم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث مبارکہ کی ہیں۔ حبشہ کی واپسی کے کچھ ہی دنوں بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی صغرسنی کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عبداللہ خَلقاً اور خُلقاً مجھ سے مشابہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال سے بھی کم تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے 80ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اموی گورنر ابان بن عثمان نے اپنے ہاتھوں سے غسل دے کر کفن پہنایا اور جنازے کو کندھا دیا۔(اسد الغابہ، جز:3،ص:135)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ بی بی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہیں۔ حبشہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہے۔حبشہ میں آپ رضی اللہ عنہ اسلام میں پہلے ہیں جو پیدا ہوئے۔آپ رضی اللہ عنہ نے نوے سال عمر پائی۔ 80اسی میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔بڑے سخی تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کا لقب بحرالجود تھا۔بڑے خوش طبع اور حلیم تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ

اسلام میں ان جیسا سخی نہیں پیدا ہوا۔(مراۃ المناجیح:جز:8،ص:564)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب مَنْ قَامَ مِنْ ثِنْتَيْنِ وَلَمْ يَتَشَهَّدْ

باب: جو دو رکعات کے بعد کھڑا ہو جائے اور تشہد نہ پڑھے

یہ باب بغیر تشہد پڑھے دو رکعات کے بعد کھڑا ہونے کے حکم میں ہے۔

871 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ وَانْتَظَرْنَا التَّسْلِيْمَ كَبَّرَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ ثُمَّ سَلَّمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا اَبِيْ وَبَقِيَّةُ قَالَا حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِمَعْنٰى اِسْنَادِهٖ وَحَدِيْثِهٖ زَادَ وَكَانَ مِنَّا الْمُتَشَهِّدُ فِيْ قِيَامِهٖ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَكَذٰلِكَ سَجَدَهُمَا ابْنُ الزُّبَيْرِ قَامَ مِنْ ثِنْتَيْنِ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ وَهُوَ قَوْلُ الزُّهْرِيِّ

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات پڑھائیں پھر قیام فرمایا تو بیٹھے نہیں لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کر لیا۔پس جب نماز مکمل فرمالی اور سلام پھیرنے کے منتظر تھے تو تکبیر فرما کر سلام سے پہلے دو سجدے فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا۔شعیب نے زہری سے اپنی اسناد سے معناً روایت کیا ہے اور اپنی حدیث میں اضافہ کیا کہ ہم اپنے قیام میں تشہد پڑھتے تھے۔امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسے ہی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے سلام سے قبل دو سجدے کیے حالانکہ آپ نے دو رکعات کے بعد قیام فرمالیا تھا۔اور یہ قول زہری ہے۔

(سنن البیہقی الصغریٰ:جز:1،ص:512،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ:جز:47،ص:452)

تشریح:

اگر کوئی شخص قعدہ اولیٰ بھول جائے تو جب تک سیدھا کھڑا نہ ہو تو لوٹ آئے اس پر سجدہ سہو واجب نہیں اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ لوٹے آخر میں سجدہ سہو کر لے۔اور اگر سیدھا کھڑا ہو کر لوٹا تھا تو اب سجدہ سہو کرے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

فرض میں قعدہ اولیٰ بھول گیا تو جب تک سیدھا کھڑا نہ ہوا لوٹ آئے اور سجدہ سہو نہیں اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ لوٹے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہو کر لوٹا تو سجدہ سہو کرے اور صحیح مذہب میں نماز ہو جائے گی مگر گناہ گنار ہوا لہٰذا حکم ہے کہ اگر لوٹے تو فوراً کھڑا ہو جائے۔(درمختار: جز:2،ص:663)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

قعدہ اخیرہ بھول گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ آئے اور سجدہ سہو کرے اور اگر قعدہ اخیرہ میں بیٹھا تھا مگر بقدر تشہد نہ ہوا تھا کہ کھڑا ہو گیا تو لوٹ آئے اور وہ جو پہلے کچھ دیر تک بیٹھا تھا محسوب ہو گا یعنی لوٹنے کے بعد جتنی دیر تک بیٹھا یہ اور پہلے کا قعدہ دونوں مل کر اگر بقدر تشہد ہو گئے فرض ادا ہو گیا مگر سجدہ سہو اسی صورت میں بھی واجب ہے اور اگر اس رکعت کا سجدہ کر لیا تو سجدہ سے سر اٹھاتے ہی وہ فرض نفل ہو گیا لہٰذا اگر چاہے تو علاوہ مغرب کے اور نمازوں میں ایک رکعت اور ملا لے کہ شفع پورا ہو جائے گا اور طاق رکعت نہ رہے اگرچہ وہ نماز فجر یا عصر ہو مغرب میں اور نہ ملائے کہ چار پوری ہو گئیں۔

(درمختار: جز:2،ص:664)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

نفل کا ہر قعدہ قعدہ اخیرہ ہے یعنی فرض ہے اگر قعدہ نہ کیا اور بھول کر کھڑا ہو گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کر لے لوٹ آئے اور سجدہ سہو کرے اور واجب نماز مثلاً وتر فرض کے حکم میں ہے لہٰذا وتر کا قعدہ اولیٰ بھول جائے تو وہی حکم ہے جو فرض کے قعدہ اولیٰ بھول جانے کا ہے۔(درمختار: جز:2،ص:661)

مسئلہ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

چوتھی پر قعدہ کر کے کھڑا ہو گیا اور کسی فرض پڑھنے والے نے اس کی اقتداء کی تو اقتداء صحیح نہیں اگرچہ لوٹ آیا اور قعدہ نہ کیا

تھا تو جب تک پانچویں کا سجدہ نہ کیا اقتداء کر سکتا ہے کہ ابھی تک فرض ہی میں ہے۔(ردالمختار:ج:2،ص:670)

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:
اگر مقتدی بھول کر کھڑا ہو گیا تو ضرور ہے کہ لوٹ آئے تا کہ امام کی مخالفت نہ ہو۔(درمختار:ج:2،ص:663)

☆ قوله عن عبدالله بن بحينه رضی الله عنه

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ بہت زیادہ متقی تھے۔آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلی الله علیه وسلم

بَاب مَنْ نَسِيَ اَنْ يَّتَشَهَّدَ وَهُوَ جَالِسٌ

باب: جو تشہد میں بیٹھنا بھول جائے

اس باب میں جب امام تشہد سے بھول کر سیدھا کھڑا ہو جائے تو کیا کرے کے بارے میں حکم ہے۔

872 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْوَلِيدِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ يَّعْنِيْ الْجُعْفِيَّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُبَيْلٍ الْاَحْمَسِيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ الْاِمَامُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ فَاِنْ ذَكَرَ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَوِيَ قَائِمًا فَلْيَجْلِسْ فَاِنِ اسْتَوٰى قَائِمًا فَلَا يَجْلِسْ وَيَسْجُدْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَلَيْسَ فِيْ كِتَابِيْ عَنْ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ اِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثُ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امام دو رکعات کے بعد قیام کر لے تو اگر سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے یاد آ جائے تو اسے چاہئے کہ بیٹھ جائے اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ بیٹھے اور دو دو سجدے سہو کے کر لے۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری کتاب میں نہیں عن جابر جعفی مگر یہ حدیث۔

(مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ:ج:37،ص:292،مصنف عبدالرزاق:ج:2،ص:310)

873 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجُشَمِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا الْمَسْعُوْدِيُّ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَنَهَضَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قُلْنَا سُبْحَانَ اللّٰهِ قَالَ

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَضَى فَلَمَّا اَتَمَّ صَلَاتَهُ وَسَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَي السَّهْوِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ كَمَا صَنَعْتُ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ ابْنُ اَبِي لَيْلٰى عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَرَفَعَهُ وَرَوَاهُ اَبُوْ عُمَيْسٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا الْمُغِيْرَةُ ابْنُ شُعْبَةَ مِثْلَ حَدِيْثِ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ اَبُوْ عُمَيْسٍ اَخُو الْمَسْعُوْدِيِّ وَفَعَلَ سَعْدُ بْنُ اَبِي وَقَّاصٍ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمُغِيْرَةُ وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ وَالضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِي سُفْيَانَ وَابْنُ عَبَّاسٍ اَفْتٰى بِذٰلِكَ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهٰذَا فِيْمَنْ قَامَ مِنْ ثِنْتَيْنِ ثُمَّ سَجَدُوْا بَعْدَ مَا سَلَّمُوْا

زیاد بن علاقہ سے روایت ہے کہ ہمیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو انہوں نے دو رکعات کے بعد قیام کر لیا ہم سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگ گئے اور وہ بقیہ نماز پڑھتے رہے۔ جب آپ نے اپنی نماز کو پورا کر لیا اور سلام پھیرا تو آپ نے دو سجدے سہو کے کیے جب پھرے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے جس طرح دیکھا ہے ویسے ہی کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اس کو ابن ابی لیلیٰ شعبی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کو ابوعمیس نے ثابت بن عبید سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی آگے حدیث زیاد بن علاقہ کی مثل روایت کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوعمیس مسعودی کا بھائی ہے اور سعد بن ابی وقاص نے وہ کیا جو حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عمران بن حصین، حضرت ضحاک بن قیس، حضرت معاویہ بن سفیان اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کیا۔ اسی پر ہی فتویٰ دیا۔ اور عمر بن عبدالعزیز امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اس کے واسطے ہے جو کہ دو رکعات سے کھڑا ہو گیا پھر انہوں نے سلام کے بعد سجدہ کیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:338،مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:37،ص:299)

874 حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ وَالرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَشُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ بِمَعْنَى الْاِسْنَادِ اَنَّ ابْنَ عَيَّاشٍ حَدَّثَهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدٍ الْكَلَاعِيِّ عَنْ زُهَيْرٍ يَعْنِي ابْنَ سَالِمٍ الْعَنْسِيَّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ عَمْرٌو وَحْدَهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ وَلَمْ يَذْكُرْ عَنْ اَبِيْهِ غَيْرُ عَمْرٍو

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر بھولنے والے کے واسطے دو سجدے سلام پھیرنے کے بعد ہیں اور سوائے عمرو کے ان کے والد محترم کا کسی نے ذکر نہ کیا۔ (معجم الکبیر: ج:2،ص:92، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:337، مسند احمد: ج:45،ص:397، مصنف ابن ابی شیبہ: ج:2،ص:33)

تشریح:

اگر کوئی شخص قعدہ اولیٰ بھول گیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ لوٹے اور آخر میں سجدہ سہو کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہو کر لوٹا تو سجدہ سہو کرے۔ صحیح مذہب میں اس کی نماز ہو جائے گی مگر گناہ گار ہوا لہٰذا حکم ہے کہ اگر لوٹے تو فوراً کھڑا ہو جائے۔

مسئلہ

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

فرض میں قعدہ اولیٰ بھول گیا تو جب تک سیدھا کھڑا نہ ہوا لوٹ آئے اور سجدہ سہو نہیں اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ لوٹے اور آخر میں سجدہ سہو کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہو کر لوٹا تو سجدہ سہو کرے اور صحیح مذہب میں نماز ہو جائے گی مگر گناہ گار ہوا لہٰذا حکم ہے کہ اگر لوٹے تو فوراً کھڑا ہو جائے۔ (درمختار: ج:2،ص:661)

مذاہب اربعہ

امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اگر کوئی شخص دو رکعت کے بعد کھڑا ہو جائے تو سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے اگر اس کو یاد آ جائے کہ بیٹھنا تھا تو اسے چاہیے کہ وہ بیٹھ جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو شخص قعدہ اولیٰ کو چھوڑ کر کھڑا ہونے لگے تو جب تک ہاتھ زمین پر ہیں تو یاد آنے پر لوٹ آئے اور اگر ہاتھ زمین سے اٹھ گئے ہیں تو پھر نہ لوٹے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول مجھے نہیں مل سکا۔

☆ **قوله قال ابوداؤد و ليس فی كتابی عن جابر الجعفی الا هذا الحديث**

جابر جعفی کی توثیق و تضعیف میں اختلاف ہے۔

شعبہ اور سفیان نے اس کی توثیق کی ہے اور یحییٰ بن معین اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تکذیب کی ہے اور فرمایا کہ میں نے جابر جعفی کو کاذب دیکھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ رافضی تھا بلکہ عبداللہ بن سبا کے اصحاب میں سے سبائی تھا اور سبائی جو فطرت تھی وہ تقیہ والی تھی اسی وجہ سے بعض محدثین کو اس کے متعلق سہو ہو گیا اور انہوں نے اس کی توثیق کر دی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

قوله عن المغيرة بن شعبة رضی الله عنه

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ غزوہ خندق کے سال ایمان لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث

مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ ثقفی ہیں خندق کے سال ایمان لائے پھر مہاجر ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے آخر میں کوفہ میں رہے۔ ستر سال عمر ہوئی 50 پچاس میں وفات ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حاکم رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا مزار کوفہ میں ہے مشہور صحابی ہیں۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8، ص:599)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن ثوبان رضی اللہ عنه

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر آزاد فرما دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سفر و حضر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ ثوبان ابن بجرد ہیں کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر آزاد کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک سفر و حضر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ پھر شام کی بستی رملہ میں قیام رہا وہاں سے حمص چلے گئے۔ 54 چون میں وہاں ہی وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے بہت لوگوں نے احادیث مبارکہ لیں۔ (مرأۃ المناجیح: ج:8، ص:524)

واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلی اللہ علیه وسلم

بَاب سَجْدَتَيِ السَّهْوِ فِيهِمَا تَشَهُّدٌ وَتَسْلِيمٌ

باب: سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھ کر سلام پھیرے

یہ باب سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھ کر سلام پھیرنے کے حکم میں ہے۔

875 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِي اَشْعَثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي الْحَذَّاءَ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ فَسَهَا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ہو گیا پس

دو سجدے فرمائے پھر تشہد پڑھا پھر سلام پھیرا۔

(مستدرک: جز:1،ص:470، معجم الاوسط: جز:2،ص:360، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:355، سنن ترمذی: جز:2،ص:157)

تشریح:

اگر نماز میں کوئی واجب بھول سے ترک ہو گیا ہو تو سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھ کر سلام پھیرے۔

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

واجبات نماز میں جب کوئی واجب بھولے سے رہ جائے تو اس کی تلافی کے لئے سجدہ سہو واجب ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ التحیات کے بعد دہنی طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرے۔ (درمختار: جز:2،ص:655)

☆ **قوله عن عمران بن حصين رضي الله عنه**

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ رضی اللہ عنہ کا شمار فضلاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ بصرہ کے اندر کوئی صحابی آپ رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو فرشتے بھی سلام کرتے تھے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو نجید ہے خزاعی ہیں کعبی ہیں خیبر کے سال ایمان لائے۔ تا وفات بصرہ میں رہے۔ 52 باون میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تھے۔

مترجم کہتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علم سکھانے کے لئے بصرہ بھیجا۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ

بصرہ میں کوئی صحابی آپ رضی اللہ عنہ سے افضل نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو فرشتے سلام کرتے تھے۔ (مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:538)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب انْصِرَافِ النِّسَآءِ قَبْلَ الرِّجَالِ مِنَ الصَّلوٰةِ

باب: نماز کے بعد عورتوں کا مردوں سے قبل چلے جانا

یہ باب نماز کے بعد عورتوں کا مردوں سے قبل چلے جانے کے حکم میں ہے۔

876 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدِ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ مَكَثَ قَلِيْلًا وَّكَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّ ذٰلِكَ كَيْمَا يَنْفُذُ النِّسَآءُ قَبْلَ الرِّجَالِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو کچھ دیر ٹھہر جاتے اور لوگ جان لیتے کہ یہ عورتوں کو مردوں سے قبل چلے جانے کے لئے ہے۔

(معجم الکبیر: جز: 23، ص: 355، سنن البیہقی الکبری: جز: 2، ص: 183، مسند احمد: جز: 54، ص: 88، مسند اصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز: 37، ص: 338)

تشریح:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدسہ میں چونکہ عورتیں مسجد میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتی تھیں اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے بعد کچھ دیر ٹھہر جاتے تاکہ عورتیں مردوں سے پہلے چلی جائیں۔ عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنے کا یہ سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مقدس میں تھا پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور اقدس آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو جماعت کی حاضری سے منع فرما دیا تھا۔ اس کی تحقیق پہلے کر دی گئی ہے۔ لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

☆ **قوله عن ام سلمة رضی الله عنها**

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ونسب یہ ہے۔

ہند بنت ابی امیہ بن المغیرۃ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشیہ المخزومیہ۔

آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں اور ام المومنین ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح سے پہلے ابوسلمہ بن عبدالاسد بن مخزومی کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور

آپ رضی اللہ عنہا کے خاوند نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی صحابیہ ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ کی طرف سفر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 3ھ میں غزوہ بدر کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یزید بن معاویہ کی حکومت کے ابتدائی ایام میں فوت ہوئیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک یہ بھی ہے کہ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ (اسد الغابہ: ج:5، ص:560)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس مسلمان کو وہ مصیبت پہنچے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر کی اور وہ یہ دعا کرے ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ عزوجل! مجھے اس مصیبت میں اجر دے اور اس کے بعد مجھے اس سے اچھی چیز عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:918)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں سوچتی تھی کہ میرے لیے ابوسلمہ سے اچھا کون ہوگا؟ مجھے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا میں نے انکار کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے کہا۔ مرحبا! اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا شوہر بنا دیا۔ میں نے اپنے بچوں کا عذر پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے مستغنی کر دے گا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث:918)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے سند معتمد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے سب سے پہلے حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی یہ حکمت تھی کہ انہوں نے دعا کی تھی کہ

اے اللہ عزوجل! مجھے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر عطا فرما۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح سے آپ رضی اللہ عنہا کی دعا کی قبولیت کا اثر ظاہر ہوا نیز بچوں والی بیوہ عورت سے نکاح کرنا اور اس کے بچوں کی پرورش کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ قرار پایا۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

1- سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

2- پھر حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

3- پھر حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

4- پھر حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

5- پھر حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

6- پھر حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا یہ غزوۃ المریسیع میں قید ہو کر آئی تھیں۔

7- پھر حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

8- پھر حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

9- پھر حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ یہ بنو قریظہ سے تھیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

بنو نضیر سے تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کو قید کیا پھر آپ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے چھ ہجری میں آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

10- پھر حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، صحابیات رضی اللہ عنہن میں آپ رضی اللہ عنہا کے سوا اور کسی کا نام رملہ نہیں ہے۔

11- پھر حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔ سات ہجری میں غزوہ خیبر میں گرفتار ہوئی تھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے منتخب کر لیا اور آپ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔

12- پھر ذوالقعدہ سات ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام سرف میں حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

13- حضرت فاطمۃ بنت الضحاک رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح کیا۔

14- حضرت اسماء بنت النعمان رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد اور ان کی ترتیب میں اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو ازواج تھیں اور کل گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں اور دو باندیاں تھیں۔ باقی وہ ازواج جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اور ان کی رخصتی بھی ہوئی یا جن سے صرف نکاح ہوا ان کی تعداد اٹھائیس ہے۔

1- حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا

2- حضرت الکلابیہ رضی اللہ عنہا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے نام میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہا کا نام عمرہ بنت زید ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہا کا نام العالیہ بنت ظبیان ہے۔

زہری نے کہا۔

نبی کریم ﷺ نے العالیہ بنت ظبیان سے نکاح کیا اور رخصتی بھی ہوئی پھر آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

رخصتی نہیں ہوئی اور آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہی فاطمہ بنت الضحاک ہیں۔

زہری نے کہا۔

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا رخصتی کے بعد انہوں نے آپ ﷺ سے پناہ طلب کی تو آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔

3-حضرت اسماء بنت النعمان

ان سے نبی کریم ﷺ نے نکاح کیا اور ان کو بلایا تو انہوں نے کہا آپ ﷺ خود آئیں تو آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔

ایک قول یہ ہے کہ

انہوں نے ہی آپ ﷺ سے پناہ طلب کی تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

یہ بنت قیس ہیں جو الاشعث بن قیس کی بہن ہیں۔ان کے بھائی نے ان کا آپ سے نکاح کیا تھا پھر وہ حضر موت چلے گئے اور ان کو بھی ساتھ لے گئے اور وہاں ان کو نبی کریم ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنی بہن کو ان کے شہر واپس بھیج دیا اور خود اسلام سے مرتد ہو گئے اور ان کی بہن بھی مرتدہ ہو گئیں۔

4-ملیکہ بنت کعب اللیثی

ایک قول یہ ہے کہ

انہوں نے ہی آپ ﷺ سے پناہ طلب کی تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے ان سے عمل تزویج کیا تھا پھر یہ آپ ﷺ کے پاس ہی فوت ہو گئیں۔لیکن پہلا قول صحیح ہے۔

5-حضرت اسماء بنت الصلت

ایک قول یہ ہے کہ

ان کا نام سبا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا تھا اور یہ رخصتی سے پہلے فوت ہوگئی تھیں۔

6-حضرت ام شریک ازدیہ

ان کا نام عزیہ ہے نبی کریم ﷺ نے دخول سے پہلے ان کو طلاق دے دی تھی اور یہی وہ تھیں جنہوں نے اپنا نفس نبی کریم ﷺ کو ہبہ کیا تھا یہ نیک خاتون تھیں۔

7-خولہ بنت ہذیل

ان سے نبی کریم ﷺ نے نکاح کیا پھر آپ ﷺ کے پاس پہنچنے سے قبل ان کی وفات ہوگئی۔

8-شراق بنت خالد

دحیہ کلبی کی بہن ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے ان کی وفات ہوگئی۔

9-لیلیٰ بنت الخطیم

رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا یہ غیرت والی تھیں انہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ آپ نکاح فسخ کردیں تو آپ ﷺ نے نکاح فسخ کردیا۔

10-حضرت عمرہ بنت معاویہ الکندیہ

اس سے پہلے یہ آپ ﷺ تک پہنچیں نبی کریم ﷺ کی وفات ہوگئی۔

11-حضرت الجندعیہ بنت جندب

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا اور عمل تزویج نہیں کیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

ان کے ساتھ عقد نہیں ہوا تھا۔

12-حضرت الغفاریہ

ایک قول یہ ہے کہ

یہی السنا ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا پھر ان کے پہلو میں سفید داغ دیکھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنے گھر چلی جاؤ۔

13-حضرت ہند بنت یزید

ان سے بھی دخول نہیں کیا۔

14-حضرت صفیہ بنت بشامہ

آپ ﷺ نے ان کو قید کیا تھا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کو اختیار دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اگر تم چاہو تو میں تم سے نکاح کرلوں انہوں نے اجازت دے دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرلیا۔

15-حضرت ام ہانی

ان کا نام فاختہ بنت ابی طالب ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا انہوں نے کہا میں بچوں والی عورت ہوں اور عذر پیش کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول کرلیا۔

16-حضرت ضباعہ بنت عامر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر آپ کو یہ خبر پہنچی کہ یہ بوڑھی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ ترک کردیا۔

17-حمزہ بنت عون المزنی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا ان کے والد نے کہا ان میں کوئی عیب ہے حالانکہ ان میں کوئی عیب بھی نہ تھا۔ پھر جب ان کے والد ان کے پاس گئے تو ان کو برص ہو گیا تھا۔

18-حضرت سودہ قریشہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا یہ بھی بچوں والی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ترک کردیا۔

19-حضرت امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب

ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ میری رضاعی بھتیجی ہیں۔

20-حضرت عزہ بنت ابی سفیان بن حرب

ان کو ان کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چونکہ ان کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا میرے نکاح میں ہیں اس لیے یہ مجھ پر حلال نہیں ہیں۔

21-حضرت کلبیہ

ان کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے اتنی لمبی عورت کوئی نہیں دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چھوڑ دیا۔

22-عرب کی ایک عورت تھی جس کا نام نہیں ذکر کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر ترک کردیا۔

23-حضرت امیمہ بنت شراحیل

ان کا ذکر صحیح بخاری میں ہے۔

24-حضرت درہ بنت ابی سلمہ

ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ میری رضاعی بھتیجی ہیں۔

25-حضرت حبیبہ بنت سہل الانصاریہ

نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا تھا پھر ترک کر دیا۔

26-حضرت فاطمہ بنت شریح

ابوعبید نے ان کا آپ ﷺ کی ازواج میں ذکر کیا ہے۔

27-العالیہ بنت ظبیان

رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کیا یہ آپ ﷺ کے پاس کچھ عرصہ رہیں پھر آپ ﷺ نے ان کو طلاق دے دی۔

(عمدۃ القاری: جز:3،ص320 تا 321)

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھائیس ازواج کے ذکر کرنے کا فرمایا تھا مگر ستائیس کو ذکر فرمایا۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ 4 چار میں جب ابوسلمہ کا انتقال ہو گیا تو حضور انور ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ اسی سال شوال کے مہینہ میں نکاح ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چوراسی سال ہوئی۔ 59 انسٹھ ہجری میں وفات پائی۔ آپ سے آپ کی بیٹی زینب اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وغیر ہما نے روایات لیں۔

(مرآۃ المناجیح: جز:8،ص:552)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب كَيْفَ الْاِنْصِرَافُ مِنَ الصَّلٰوةِ

باب: نماز سے کس طرح پھرے

یہ باب نماز سے کسی جہت سے پھرنے کے متعلق ہے۔

877 حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ رَجُلٍ مِنْ طَيِّئٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَنْصَرِفُ عَنْ شِقَّيْهِ

قبیصہ بن ہلب طیی کے ایک شخص نے اپنے والد محترم سے روایت کیا ہے کہ

اس نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں نماز پڑھی تو آپ ﷺ دونوں طرفوں سے پھرا کرتے تھے۔

(معجم الکبیر: جز:22،ص:163، صحیح ابن حبان: جز:5،ص:339، مسند احمد: جز:44،ص:459، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:50،ص: 399)

878 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ نَصِيبًا لِلشَّيْطٰنِ مِنْ صَلَاتِهٖ اَنْ لَّا يَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ يَّمِينِهٖ وَقَدْ رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُ مَا يَنْصَرِفُ عَنْ شِمَالِهٖ قَالَ عُمَارَةُ اَتَيْتُ الْمَدِينَةَ بَعْدُ فَرَاَيْتُ مَنَازِلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَّسَارِهٖ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کوئی شخص شیطان کے واسطے اپنی نماز کے اندر کوئی حصہ مقرر نہ کرے کہ ہمیشہ سیدھی طرف سے پھرے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر الٹی طرف سے واپس ہوتے دیکھا ہے۔ عمارۃ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ آیا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کاشانہ طیبہ الٹی طرف دیکھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:2،ص:295، مسند ابویعلیٰ: ج:9،ص:105، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ج:25،ص:47)

تشریح:

امام نماز سے فراغت پا کر اٹھ کر دائیں جانب کو جائے یا بائیں جانب کو اس کی تائید اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نماز سے فراغت پا کر بائیں طرف کو لوٹتے تھے اور راوی خود فرما رہے ہیں کہ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شانہ طیبہ بھی بائیں طرف میں تھا اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی جانب کو لوٹتے تھے۔

☆ قوله عن عبدالله رضی الله عنه

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے احوال پیچھے بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب صَلٰوةِ الرَّجُلِ التَّطَوُّعَ فِي بَيْتِهٖ

باب: اپنے گھر میں کسی شخص کا نوافل پڑھنا

یہ باب اپنے گھر میں نوافل پڑھنے کے حکم میں ہے۔

879 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنی نمازوں میں سے اپنے گھروں میں بھی کچھ پڑھ لیا کرو اور ان کو قبور نہ بناؤ۔

(مستدرک: جز:1،ص:457، سنن ابن ماجہ: جز:4،ص:285، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:189، سنن الترمذی: جز:2،ص:250)

880 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي مَسْجِدِي هٰذَا إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کا اپنے گھر کے اندر نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے مگر فرض نماز کے۔

(معجم الاوسط: ج:4،ص:273، معجم الصغیر: جز:1،ص:328، شرح السنۃ: جز:1،ص:239، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:37،ص:123)

تشریح:

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''اپنی کچھ نمازیں گھر میں پڑھ لیا کرو'' سے یہ معنیٰ نکلتا ہے کہ بعض فرض نمازیں گھر میں پڑھنی چاہئیں تا کہ گھر کے جو افراد مثلاً غلام، عورتیں اور بیمار لوگ نماز پڑھنے مسجد میں نہیں جا سکتے وہ بھی تمہارے ساتھ گھر میں باجماعت نماز پڑھ لیں۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً ارشاد فرمایا ہے کہ فرائض کے علاوہ بہترین نماز گھر میں نماز ہے۔ (صحیح بخاری: جز:1،ص:101)

سنن مؤکدہ، غیر مؤکدہ اور دیگر نوافل کا گھر میں پڑھنا مسنون و مستحسن اور افضل ہے کیونکہ اس میں ریا کاری کا کوئی خوف نہیں ہوتا اور گھر میں بھی برکت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نازل ہوں گے شیطان دور بھاگ جائے گا، قبرستان نہیں رہے گا کیونکہ جب گھر میں نماز پڑھی جائے گی تو وہ گھر رحمت والا بن جائے گا اور بندے کی دنیا و آخرت سنورتی رہے گی۔

مذاہب اربعہ

سنن مؤکدہ اور نوافل میں اصل اور سنت یہی ہے کہ گھر میں پڑھے جائیں جمہور کا مؤقف یہی ہے مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دن کی سنت مؤکدہ مسجد میں پڑھی جائیں اور رات کی گھر میں پڑھی جائیں۔ (اکمال اکمال المعلم: جز:2،ص:37)

مسئلہ

نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے مگر تراویح اور تحیۃ المسجد اور واپسی سفر کے دو نفل کہ ان کو مسجد میں پڑھنا بہتر ہے اور احرام کی دو رکعتیں کہ میقات کے نزدیک کوئی مسجد ہو تو اس میں پڑھنا بہتر ہے اور طواف کی دو رکعتیں کہ مقام ابراہیم کے پاس

پڑھیں اور معتکف کے نوافل اور سورج گہن کی نماز کہ مسجد میں پڑھے اور اگر یہ خیال ہو کہ گھر جا کر کاموں کی مشغولی کے سبب نوافل فوت ہو جائیں گے یا گھر میں جی نہ لگے گا اور خشوع کم ہو جائے گا تو مسجد ہی میں پڑھے۔ (ردالمحتار: جز:2، ص:562)

نوافل کے چند مسائل

یہاں پر نوافل کے متعلق چند مسائل پر بحث کرنا مناسب ہے۔

پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ نوافل کی جماعت کا کیا حکم ہے؟

اس کے متعلق علماء کرام کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

مختصر قدوری میں یہ لکھا ہے کہ

نوافل کی جماعت جائز نہیں ہے۔

اس سے مراد جواز کی نفی نہیں ہے بلکہ فقہاء کرام نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ ہے کیونکہ خلاصۃ الفتاویٰ میں قدوری نے نقل کیا ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ نہیں ہے اور اس کی تائید حلیہ میں مذکور ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے منصور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رات میں دفن کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے وتر نہیں پڑھے پھر وہ کھڑے ہو گئے اور ہم نے ان کے پیچھے صف باندھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں تین رکعت وتر کی نماز پڑھائی اور صرف آخر میں سلام پھیرا۔

پھر صاحب ''الحلیہ'' نے کہا کہ

ظاہر یہ ہے کہ نوافل کی جماعت غیر مستحب ہے۔ اگر یہ جماعت کبھی کبھی ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وتر کی جماعت کرائی تھی تو یہ مباح غیر مکروہ ہے اور اگر دائماً ہو تو پھر یہ بدعت مکروہ ہے کیونکہ یہ منقول کے خلاف ہے اور مختصر قدوری میں جو اس کو ناجائز یعنی مکروہ لکھا ہے وہ دوام پر محمول ہے اور دیگر کتابوں میں جو اس کے خلاف لکھا ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب نوافل کی جماعت احیاناً (کبھی کبھی) ہو۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ

صاحب ''الحلیہ'' کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ البدائع میں مذکور ہے کہ تراویح کے سوا نوافل کی جماعت کی جائے تو پھر یہ مکروہ ہے اور علامہ خیر الدین رملی نے البحر الرائق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ کراہت کی علت دوام ہے اور ''نہایہ'' میں مذکور ہے کہ وتر من وجہ نفل ہیں کیونکہ وتر کی ہر رکعت میں قرأت واجب ہے اور وتر بغیر اذان اور اقامت کے ادا کئے جاتے ہیں اور نفل جماعت کے ساتھ غیر مستحب ہیں کیونکہ رمضان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وتر جماعت کے ساتھ نہیں پڑھے۔ اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ تنزیہی ہے۔ (ردالمحتار: جز:1، ص:476)

علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری متوفی 542ھ لکھتے ہیں:

اگر امام کے سوا تین نمازی ہوں تو نوافل کی جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں ہے اور چار میں مشائخ کا اختلاف ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ بھی مکروہ نہیں ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ: جز: 1،ص: 154)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہی ہے چار کی نسبت کتب حنفیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہت تنزیہہ جس کا حاصل خلاف اولیٰ ہے نہ کہ گناہ حرام جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 3،ص: 485)

مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور بہت اکابرین سے جماعت نوافل بالتداعی ثابت ہے اور عوام فعل خیر سے منع نہ کیے جائیں گے۔ علماء امت وحکماء ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج: 3،ص: 500)

علامہ نور اللہ نعیمی متوفی 1403ھ لکھتے ہیں:

کبھی کبھی نوافل کی جماعت کرنا مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے۔ (فتاویٰ نوریہ: ج: 1،ص: 272)

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نوافل کی کتنی رکعات ہیں؟

اس بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

حنبلیہ کا موقف

علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک رکعت نفل جائز نہیں رات کے نوافل دو رکعت سے زیادہ ایک سلام کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں کیونکہ سنن ابوداؤد میں ہے کہ رات کو نماز دو دو رکعت پڑھو اور دن کو دو دو رکعت نماز پڑھنا افضل ہے لیکن اگر دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعات نفل بھی پڑھ لیے تو جائز ہے۔ اگر دن اور رات میں چھ نفل ایک سلام کے ساتھ پڑھے تو یہ فعل مکروہ لیکن نماز ہو جائے گی۔ (المغنی: جز: 1،ص: 431)

مالکیہ کا موقف

علامہ ابوعبد اللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفل صرف دو دو رکعت ہی پڑھے جا سکتے ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم: جز: 2،ص: 365)

شافعیہ کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک رکعت نفل پڑھنا بھی جائز ہے مگر ان کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دن اور رات میں دو دو

رکعت نفل پڑھے جائیں۔(شرح المہذب: جز:4،ص:56)

حنبلیہ کا موقف

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعات سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور رات میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعات سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے۔دن اور رات میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت پڑھنا افضل ہے۔امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رات اور دن میں دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے اور بعض مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

دن کے نفل میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زیادہ اور رات میں آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور افضل یہ ہے کہ دن ہو یا رات ہو چار چار رکعت پر سلام پھیرے۔(درمختار: جز:2،ص:550)

نوافل پڑھنا فضائل سے خالی نہیں بعض لوگ فرض وسنت پڑھتے ہیں اور نوافل چھوڑ دیتے ہیں۔نوافل کی قدر اس وقت ہو گی جب کوئی نیکی نہ ہوسکے گی سوائے ندامت کے کہ کاش یہ نوافل پڑھ لیے ہوتے۔

نوافل پڑھنے کے فضائل احادیث مبارکہ کی روشنی میں کثیر ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہا تھا میں صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کردے اور دوزخ سے دور کردے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے مجھ سے ایک عظیم چیز کا سوال کیا ہے۔بے شک یہ اسی پر آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ اس کو آسان کردے۔تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو پھر ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو نیکی کے ابواب کی رہنمائی نہ کروں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح آگ پانی کو بجھا دیتی ہے اور انسان کا آدھی رات کو نماز پڑھنا بھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (السجدہ:16)(سنن الترمذی: رقم الحدیث:2616)

ایک اور روایت میں ہے کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے اس کو میں نے لڑائی کا اعلان دے دیا اور میرا بندہ کسی شے سے اس قدر تقرب حاصل

نہیں کرتا جتنا فرائض سے ہوتا ہے اور نوافل کے ذریعے سے ہمیشہ قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو محبوب بنالیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو اس کو دوں گا اور پناہ مانگے تو پناہ دوں گا۔ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 6502)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

قوله عن زيد بن ثابت رضی الله عنه

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور کاتب ہیں۔ ہجرت سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے تک کاتب ہی رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بہت بڑے فقیہ ہیں۔ علم میراث کے بھی امام ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو جمع کیا اس جماعت کے آپ رضی اللہ عنہ امیر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ انصاری ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب ہیں۔ ہجرت کے بعد سے وفات پاک تک کاتب رہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بڑے فقیہ ہیں۔ علم میراث کے امام ہیں۔ قرآن مجید جمع کرنے والی جماعت کے امیر ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی جماعت کے ساتھ خلافت صدیقی میں قرآن مجید کو جمع کیا اور عہد عثمانی میں اسے مصاحف میں نقل فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے بڑی مخلوق نے احادیث روایت کیں۔ پچاس سال عمر پائی 45 پینتالیس میں وفات شریف ہوئی۔ (مرآۃ المناجیح: جز: 8، ص: 578)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ صَلَّى لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ ثُمَّ عَلِمَ

باب: جس نے قبلہ رخ کے علاوہ نماز پڑھی پھر پتہ چلا

نمازی کو قبلہ رخ کے علاوہ نماز پڑھتے پڑھتے پتہ چلا کہ اس نے تو اپنا رخ قبلہ کے علاوہ کیا ہوا ہے اب کیا کرے؟ تو یہ باب اس کے حکم کے متعلق ہے۔

881 حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ وَحُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهُ كَانُوْا يُصَلُّونَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ) فَمَرَّ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي سَلَمَةَ فَنَادَاهُمْ وَهُمْ رُكُوعٌ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ اَلَا اِنَّ الْقِبْلَةَ قَدْ حُوِّلَتْ اِلَى الْكَعْبَةِ مَرَّتَيْنِ فَمَالُوْا كَمَا هُمْ رُكُوعٌ اِلَى الْكَعْبَةِ تَفْرِيعِ اَبْوَابِ الْجُمُعَةِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے تھے پس جب اس آیت کا نزول ہوا "فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط" تو بنی سلمہ سے ایک آدمی کا گزر ہوا تو انہوں نے ان کو نداء کی اور وہ نماز فجر کے رکوع کی حالت میں تھے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے قبلہ کعبہ کی طرف تحویل ہو گیا ہے اس نے دو بار کہا۔ فرمایا کہ انہوں نے رکوع کی حالت ہی میں کعبے کی طرف خود کو پھیر دیا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:2،ص:11، صحیح مسلم: جز:3،ص:120، مسند ابی عوانہ: جز:1،ص:416، مسند ابی یعلیٰ: جز:6،ص:442)

تشریح: چند ابحاث

اس باب میں چند مسائل پر ابحاث کی جاتی ہیں۔

پہلی بحث

مذاہب اربعہ

اگر کسی شخص کو اندھیرے یا لاعلمی کی وجہ سے کعبہ کی سمت کا پتہ نہ ہو تو وہ غور وفکر کرے اور جس جانب اس کا ظن غالب ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھے اگر بعد میں یہ پتہ چلے کہ اس نے غلط سمت کی طرف نماز پڑھی تو اس پر اعادہ نہیں ہے اگر نماز کی ہر رکعت میں اس کی رائے بدل جائے تو اپنی رائے کے مطابق ہر رکعت میں پھرتا رہے اگرچہ چاروں طرف گھومنے کی نوبت بھی آ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں نماز درست ہو جائے گی یہ احناف کا مسلک ہے اور یہی قول حنابلہ کا بھی ہے اور مالکیہ کے نزدیک اعادہ فی الوقت ہے لا بعد الوقت۔ اور شافعیہ کے اس میں دو اقوال ہیں۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں اقوال میں اظہر قول وجوب اعادہ کا ہے اور دوسرا قول عدم اعادہ کا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ اصح قول شافعیہ کا عدم وجوب والا ہے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہی قول وجوب اعادہ کا لکھا ہے۔

دوسری بحث

مسائل کے متعلق

یہاں پر دوسری بحث مسائل کے بارے میں ہے کہ اگر کسی شخص کو اندھیرے یا لاعلمی کی وجہ سے کعبہ کی سمت کا پتہ نہ چلے تو وہ کیا کرے؟ اور اگر وہاں کوئی موجود ہے اور اس نے قبلہ کا رخ پوچھے بغیر نماز پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟ اسی طرح تحری کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کے کیا احکام ہیں؟ اس طرح کے دیگر مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ:1

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص کو کسی جگہ قبلہ کی شناخت نہ ہو، نہ کوئی ایسا مسلمان ہے جو بتادے نہ وہاں مسجدیں محرابیں ہیں نہ چاند، سورج، ستارے نکلے ہوں یا ہوں مگر اس کو اتنا علم نہیں کہ ان سے معلوم کر سکے تو ایسے شخص کے لئے حکم ہے کہ تحری کرے (سوچ و بچار کرے کہ قبلہ کس طرف ہے) اس کے حق میں وہی قبلہ ہے۔ (درمختار: جز:2،ص:143)

مسئلہ:2

علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد تمرتاشی متوفی 1004ھ لکھتے ہیں:

تحری کر کے نماز پڑھی بعد کو معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھی تو نماز ہوگئی اس کے اعادہ کی حاجت نہیں ہے۔

(تنویر الابصار: جز:2،ص:143)

مسئلہ:3

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

ایسا شخص اگر بغیر تحری کسی طرف منہ کر کے نماز پڑھے نماز نہ ہوئی اگر چہ واقع میں قبلہ ہی کی طرف منہ کیا ہو۔ ہاں اگر قبلہ کی طرف منہ ہونا بعد نماز یقین کے ساتھ معلوم ہوا ہوگئی اور اگر بعد نماز اس کا جہت قبلہ ہونا گمان ہو یقین نہ ہو یا اثنائے نماز میں اسی کا قبلہ ہونا معلوم ہوا اگر چہ یقین کے ساتھ تو نماز نہ ہوئی۔ (درمختار: جز:2،ص:147)

مسئلہ:4

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر سوچا اور دل میں کسی طرف قبلہ ہونا ثابت ہوا مگر اس کے خلاف دوسری طرف اس نے منہ کیا نماز نہ ہوئی اگر چہ واقع میں وہی قبلہ تھا جدھر منہ کیا اگر چہ بعد کو یقین کے ساتھ اسی کا قبلہ ہونا معلوم ہو۔ (درمختار: جز:2،ص:147)

مسئلہ:5

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی جاننے والا موجود ہے اس سے اس نے پوچھا نہیں خود غور کر کے کسی طرف کو پڑھ لی تو اگر قبلہ ہی کی طرف منہ تھا تو نماز ہوگئی ورنہ نہیں۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:143)

مسئلہ:6

علامہ سدیدالدین محمد بن محمد کاشغری متوفی 705ھ لکھتے ہیں:

جاننے والے سے پوچھا اس نے نہیں بتایا اس نے تحری کر کے نماز پڑھ لی۔ اب بعد نماز اس نے بتایا نماز ہوگئی اعادہ کی حاجت نہیں۔ (منیۃ المصلی: ص:192)

مسئلہ:7

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

اگر مسجدیں اور محرابیں وہاں ہیں مگر ان کا اعتبار نہ کیا بلکہ اپنی رائے سے ایک طرف کو متوجہ ہولیا یا تارے وغیرہ موجود ہیں اور اس کو علم ہے کہ ان کے ذریعہ سے معلوم کرلے اور نہ کیا بلکہ سوچ کر پڑھ لی دونوں صورت میں نہ ہوئی اگر خلاف جہت کی طرف پڑھی۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:143)

مسئلہ:8

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

نابینا غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہا تھا کوئی بینا آیا اس نے اس کو سیدھا کر کے اس کی اقتداء کی تو اگر وہاں کوئی شخص ایسا تھا جس سے قبلہ کا حال نابینا دریافت کرسکتا تھا مگر نہ پوچھا دونوں کی نمازیں نہ ہوئیں اور اگر کوئی ایسا نہ تھا تو نابینا کی ہوگئی اور مقتدی کی نہ ہوئی۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:144)

مسئلہ:9

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

تحری کر کے غیر قبلہ کو نماز پڑھ رہا تھا بعد کو اسے اپنی رائے کی غلطی معلوم ہوئی اور قبلہ کی طرف پھر گیا تو جس دوسرے شخص کو اس کی پہلی حالت معلوم ہوا گر یہ بھی اسی قسم کا ہے کہ اس نے بھی پہلے وہی تحری کی تھی اور اب اس کو بھی غلطی معلوم ہوئی تو اس کی اقتداء کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:144)

مسئلہ:10

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر پہلے ایک طرف کو رائے ہوئی اور نماز شروع کی پھر دوسری طرف کو رائے پلٹی، پلٹ گیا پھر تیسری یا چوتھی بار وہی رائے ہوئی جو پہلی مرتبہ تھی تو اسی طرف پھر جائے سرے سے پڑھنے کی حاجت نہیں۔

(درمختار: جز:2،ص:146)

مسئلہ:11

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

تحری کر کے ایک رکعت پڑھی دوسری میں رائے بدل گئی اب یاد آیا کہ پہلی رکعت کا ایک سجدہ رہ گیا تھا تو سرے سے نماز پڑھے۔ (درمختار: جز:2،ص:146)

مسئلہ:12

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اندھیری رات ہے۔ چند اشخاص نے جماعت سے تحری کر کے مختلف جہتوں میں نماز پڑھی مگر اثنائے نماز میں یہ معلوم نہ ہوا کہ اس کی جہت امام کی جہت کے خلاف ہے۔ نہ مقتدی امام سے آگے ہے نماز ہو گئی اور اگر بعد نماز معلوم ہوا کہ امام کے خلاف اس کی جہت تھی کچھ حرج نہیں اور اگر امام کے آگے ہونا معلوم ہو نماز میں یا بعد کو تو نماز نہ ہوئی۔

(درمختار: جز:2،ص:147)

مسئلہ:13

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر امام و مقتدی ایک ہی جہت کو تحری کر کے نماز پڑھ رہے تھے اور امام نے نماز پوری کر لی اور سلام پھیر دیا اب مسبوق والے حق کی رائے بدل گئی تو مسبوق گھوم جائے اور لاحق سرے سے پڑھے۔ (درمختار: جز:2،ص:144)

مسئلہ:14

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر امام تحری کر کے ٹھیک جہت میں پہلے ہی سے پڑھ رہا تھا تو اگر چہ مقتدی تحری کرنے والوں میں نہ ہو تو اس کی اقتداء کر سکتا ہے۔ (درمختار: جز:2،ص:144)

مسئلہ:15

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

ایک شخص تحری کر کے ایک طرف پڑھ رہا ہے تو دوسرے کو اس کا اتباع جائز نہیں بلکہ اس کو بھی تحری کا حکم ہے اگر اس کا اتباع کیا۔ تحری نہ کی اس کی نماز نہ ہوئی۔ (ردالمحتار: جز:2،ص:143)

مسئلہ:16

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

اگر تحری کر کے نماز پڑھ رہا تھا اور اثنائے نماز میں اگر چہ سجدہ سہو میں رائے بدل گئی یا غلطی معلوم ہوئی تو فرض ہے کہ فوراً گھوم جائے اور پہلے جو پڑھ چکا ہے اس میں خرابی نہ آئے گی اسی طرح اگر چاروں رکعتیں چار جہات میں پڑھیں تو جائز ہے اور اگر فوراً نہ پھرا حتی کہ ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کا وقفہ ہوا نماز نہ ہوئی۔

(درمختار: جز:2،ص:143)

تیسری بحث

نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ سے روایت ہے کہ

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف چہرہ کیے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی طرف پھیر دے تو یہ آیت نازل ہوئی ''بے شک ہم آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔'' (جامع البیان: جز:3،ص:13)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ خبر دی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ قبلہ کو بیت المقدس سے پھیر کر کسی اور سمت پر کر دے گا اور یہ نہیں بیان کیا تھا کہ سمت کس طرف پھیرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ یہ محبوب تھا کہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا جائے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ کو آسمان کی طرف پھیر کر وحی کا انتظار فرما رہے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی (بے شک ہم آپ کے چہرہ کو آسمان کی طرف اٹھتا دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں) (جامع البیان: جز:2،ص:14)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جو شخص بیت اللہ کا مشاہدہ کر رہا ہو اس پر بعینہ کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے اور جو شخص کعبہ سے غائب ہو اس پر اس کی سمت کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔ (درمختار: جز:1،ص:287)

چوتھی بحث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائی قبلہ

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداءً نماز فرض ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے یا خانہ کعبہ کی طرف۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ

مکہ مکرمہ میں اور مدینہ منورہ کے ابتدائی سترہ ماہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

تاہم آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ کعبہ معظمہ کی طرف پیٹھ نہیں ہوتی تھی۔

دوسروں نے یہ کہا ہے کہ

جب آپ ﷺ پر ابتداء نماز فرض ہوئی تو کعبہ معظمہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا۔

حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر نے کہا۔

میرے نزدیک یہ قول زیادہ صحیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں آئے تو آپ ﷺ نے یہود کی تالیف قلب کے لئے ان کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تا کہ دین اسلام کو قبول کرنے کے لئے ان میں زیادہ داعیہ ہو۔ اور جب آپ ﷺ ان کے قبول اسلام سے مایوس ہو گئے تو آپ ﷺ نے یہ چاہا کہ آپ ﷺ کو پھر کعبہ معظمہ کی طرف پھیر دیا جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ

کعبہ معظمہ کی طرف منہ کرنے میں اہل عرب کے قبول اسلام کا زیادہ داعیہ تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ

آپ ﷺ نے یہود کی مخالفت کی بناء پر اس طرح کیا۔

تاہم اگر یہ مان لیا جائے کہ مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کا قبلہ کعبہ تھا تو پھر دوبارہ قبلہ کا منسوخ ہونا لازم آئے گا اس لیے محققین کا یہ نظریہ ہے کہ آپ ﷺ ابتداء مکہ مکرمہ میں بھی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ ابتداء مدینہ منورہ میں آئے تو اپنے نانا یا ماموں کے گھر ٹھہرے اور آپ ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور آپ ﷺ کو پسند تھا کہ آپ ﷺ کا قبلہ بیت اللہ ہو جائے اور آپ ﷺ نے اس کی طرف منہ کر کے جو پہلی نماز پڑھی وہ عصر کی نماز تھی۔ آپ ﷺ کے ساتھ ایک جماعت نے نماز پڑھی پھر آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں ایک شخص ایک مسجد والوں کے پاس سے گزرا وہ اس وقت رکوع میں تھے۔

اس نے کہا۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے وہ لوگ نماز کی حالت میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔ یہود اور دیگر اہل کتاب کو یہ پسند تھا کہ آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز

پڑھتے رہیں جب آپ ﷺ نے بیت اللہ کی طرف منہ کرلیا تو ان کو یہ ناگوار ہوا۔ (صحیح البخاری: جز:1،ص:11)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

اس مسجد کے نمازیوں کو خبر واحد سے یہ علم ہو گیا کہ قبلہ بدل گیا ہے۔ اب ان کے لئے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اس نماز کو توڑ کر نبی کریم ﷺ کے پاس جاتے اور تحویل قبلہ کی تحقیق کرتے اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ اس خبر پر اعتماد کر کے نماز میں قبلہ بدل لیتے۔ انہوں نے اجتہاد سے دوسری صورت پر عمل کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہے اور اپنے اجتہاد سے نماز میں قبلہ کی سمت بدلنا جائز ہے بلکہ اگر ہر رکعت میں اس پر قبلہ مشتبہ ہو تو وہ اپنے اجتہاد سے ہر رکعت میں سمت بدل لے۔

(عمدۃ القاری: جز:1،ص:248)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی اس روایت میں یہ مذکور ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد بیت اللہ کی طرف جو نماز سب سے پہلے پڑھی گئی وہ عصر کی نماز تھی۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ

وہ صبح کی نماز تھی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

یہ حکم بنوسلمہ کی مسجد میں نازل ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ ظہر کی نماز میں تھے اور دو رکعت پڑھ چکے تھے۔ پھر نماز ہی میں آپ ﷺ نے قبلہ بدل لیا اور باقی دو رکعتیں بیت اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھیں اور اس مسجد کا نام القبلتین رکھا گیا۔ چونکہ بیت اللہ اور بیت المقدس ایک دوسرے کے مقابل ہیں اس لیے نماز میں مرد گھوم کر عورتوں کی جگہ آ گئے اور عورتیں گھوم کر مردوں کی جگہ چلی گئیں۔

ابوحاتم البستی نے بیان کیا ہے کہ

مسلمانوں نے سترہ ماہ اور تین دن بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں کیونکہ آپ ﷺ بارہ ربیع الاول کو مدینہ منورہ آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منگل کے دن نصف شعبان کو کعبہ معظمہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا۔

بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی کیفیت میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

1- حضرت حسن، حضرت عکرمہ اور حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا:

آپ ﷺ نے اپنی رائے اور اجتہاد سے بیت المقدس کی طرف منہ کیا تھا۔

2- علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آپ ﷺ کو بیت المقدس اور بیت اللہ میں سے کسی ایک کی طرف رخ انور کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے

یہود کے ایمان لانے کی خواہش کی وجہ سے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو اختیار کر لیا۔

3-حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے حکم سے بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کو اختیار کیا تھا کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

''جس قبلہ پر آپ پہلے تھے ہم نے اس کو اسی لیے قبلہ بنایا تھا تا کہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے۔'' اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:2، ص148 تا 150)

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں کس قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ

مکہ مکرمہ میں کعبہ معظمہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن محققین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ نسخ دو بار ہوا ہو کعبہ معظمہ کو منسوخ کر کے بیت المقدس پھر اس کو منسوخ کر کے دوبارہ کعبہ کو قبلہ بنایا ہو۔

اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ کعبہ معظمہ کی طرف پیٹھ نہیں ہوتی تھی۔ (عمدۃ القاری: جز:1، ص:240)

پانچویں بحث

تحویل قبلہ کی تاریخ

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

ہجرت کے (16) سولہ یا (17) سترہ ماہ بعد کعبہ معظمہ کی تحویل 15 رجب المرجب 2ھ کو ہوئی۔

(عمدۃ القاری: جز:1، ص:245)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

جمعہ کے ابواب کی تفریع

اب تک جتنے مسائل چل رہے تھے وہ پانچوں نمازوں کے متعلق تھے اب یہاں سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ مخصوص نمازوں یعنی جمعۃ المبارک، استسقاء، نماز کسوف اور نماز عیدین کا بیان شروع فرما رہے ہیں۔ اور یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاصہ ہے۔

جمعہ کہنے کی وجوہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟

میں نے عرض کیا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

پھر دوسری بار آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟

میں نے عرض کیا۔

نہیں!

پھر آپ ﷺ نے تیسری یا چوتھی بار ارشاد فرمایا:

یہ وہ دن ہے جس میں تمہارے باپ آدم (علیہ السلام) کو جمع کیا گیا۔ اس دن جو مسلمان بھی وضو کر کے مسجد میں جائے پھر اس وقت تک خاموش بیٹھا رہے حتیٰ کہ امام اپنی نماز پڑھ لے تو یہ عمل اس جمعہ اور اس کے بعد جمعہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا بہ شرطیکہ اس نے خون ریزی سے اجتناب کیا ہو۔ (مسند احمد: رقم الحدیث: 23729)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی 668ھ لکھتے ہیں:

ابو سلمہ نے کہا۔

پہلے جمعہ کے دن کو العروبۃ کہا جاتا تھا اور سب سے پہلے جس نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا وہ کعب بن لوی ہیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ

سب سے پہلے انصار نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا۔

امام ابن سیرین نے کہا۔

نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے پہلے اور جمعہ کی فرضیت نازل ہونے سے پہلے اہل مدینہ جمع ہوئے اور ان ہی لوگوں نے اس دن کا نام الجمعہ رکھا۔

انہوں نے کہا۔

یہود کا بھی ایک دن ہے جس میں وہ عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور ہر سات دنوں میں ان کا ایک مقدس دن ہے اور وہ السبت ہے اور نصاریٰ کے لئے بھی اس کی مثل ایک دن ہے اور وہ اتوار کا دن ہے۔ پس آؤ! ہم بھی ہفتہ میں ایک دن معین کریں جن میں ہم سب جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور اس دن خصوصی نماز پڑھیں۔

پھر انہوں نے کہا۔

یہود نے السبت (ہفتہ) کا دن معین کیا ہے اور نصاریٰ نے اتوار کا دن معین کیا ہے پھر ہم یوم العروبۃ کا دن معین کرتے ہیں پھر وہ سب حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہوں نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور ان کو وعظ کیا۔ پھر جس دن وہ جمع ہوتے تھے اس دن کا نام انہوں نے یوم الجمعہ رکھا۔ (الجامع الاحکام القرآن: جز:18،ص:88)

علامہ محمد بن قیم جوزیہ متوفی 751ھ لکھتے ہیں:

امام حاکم اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی اپنی صحیح میں یہ حدیث مبارکہ ذکر کی ہے کہ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سب سے افضل دن جمعہ ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن فوت ہوئے اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن قیامت قائم ہوگی اسی دن مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔

یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر درود شریف کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ ﷺ فوت ہو چکے ہوں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے جسم کو کھانا حرام کر دیا ہے۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ نے اپنی مسند میں یہ ذکر کیا ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ

اس دن کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس دن تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر تیار کیا گیا اسی دن صور ہوگا اسی دن حشر ہوگا اسی دن حساب ہوگا اس کے آخر میں تین ساعات ہیں جن میں سے ایک ساعت وہ ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرے قبول ہو جاتی ہے۔

(زادالمعاد: جز:2،ص:98)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی 711ھ لکھتے ہیں:

جس دن کو زمانہ جاہلیت میں عروبہ کہا جاتا تھا وہی دن زمانہ اسلام میں جمعہ قرار پایا ہے اس دن کو جمعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دن عبادت کے لیے بہت زیادہ لوگ جمع ہوتے ہیں جس طرح بہت زیادہ لعنت کرنے والے شخص کو لغت میں ''لعنہ'' کہا جاتا ہے۔

علامہ ثعلب نے فرمایا ہے کہ

جس شخص نے سب سے پہلے اس دن کو جمعہ کا نام دیا وہ رسول اللہ ﷺ کے جد امجد کعب بن لوی تھے۔ اس سے پہلے اس دن کو عروبہ کہا جاتا تھا۔

علامہ سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ

ہر چند کہ کعب بن لوی نے سب سے پہلے عروبہ کو جمعہ کا نام دیا لیکن عروبہ کا یہ نام زمانہ اسلام میں مشہور ہوا ہے۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں کہ

کعب بن لوی اسی دن لوگوں کو جمع کرتے اور ان کے سامنے تقریر کرتے جس میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بارے میں خبر دیتے اور یہ بتلاتے کہ آپ ان کی اولاد میں سے مبعوث ہوں گے اور انہیں آپ کی اتباع اور آپ پر ایمان لانے کی نصیحت کرتے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ

پہلا جمعہ مدینہ منورہ میں پڑھا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جمعہ کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے خلقت آدم کو جمع کیا۔

علامہ ثعلب نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ

اس دن قریش دار الندوہ میں جمع ہوتے تھے اس لیے یہ دن جمعہ کہلایا بہرحال اکثر علماء کا نظریہ یہی ہے کہ اس دن کو زمانہ اسلام میں جمعہ کہا گیا۔ (لسان العرب: ج:8،ص:59)

بَاب فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن اور جمعرات کی فضیلت

یہ باب جمعہ کے دن اور جمعرات کی فضیلت کے متعلق ہے۔

882 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُهْبِطَ وَفِيهِ تِيبَ عَلَيْهِ وَفِيهِ مَاتَ

وَفِيهِ تَقُومُ السَّاعَةُ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا وَهِيَ مُسِيخَةٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ حِينَ تُصْبِحُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ شَفَقًا مِنَ السَّاعَةِ إِلَّا الْجِنَّ وَالْإِنْسَ وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَّهُوَ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللّٰهَ حَاجَةً إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهَا قَالَ كَعْبٌ ذٰلِكَ فِي كُلِّ سَنَةٍ يَوْمٌ فَقُلْتُ بَلْ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ قَالَ فَقَرَأَ كَعْبٌ التَّوْرَاةَ فَقَالَ صَدَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ ثُمَّ لَقِيتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ فَحَدَّثْتُهُ بِمَجْلِسِي مَعَ كَعْبٍ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَدْ عَلِمْتُ أَيَّةَ سَاعَةٍ هِيَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ فَأَخْبِرْنِي بِهَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ هِيَ آخِرُ سَاعَةٍ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ كَيْفَ هِيَ آخِرُ سَاعَةٍ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَادِفُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَّهُوَ يُصَلِّي وَتِلْكَ السَّاعَةُ لَا يُصَلِّي فِيهَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ أَلَمْ يَقُلْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ فَهُوَ فِي صَلٰوةٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ قَالَ فَقُلْتُ بَلٰى قَالَ هُوَ ذَاكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جن ایام کے اندر سورج نکلتا ہے ان میں بہتر جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی گئی اسی کے اندر ہی اتارا گیا اسی کے اندر ہی آپ علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی گئی اسی کے اندر ہی دنیا سے پردہ فرمایا اور اسی کے اندر ہی حشر بپا ہوگا اور روح والا اس طرح نہیں مگر جمعہ کے دن صبح کے وقت سورج نکلتے ہی چند ساعت کان لگائے رکھتا ہے مگر جنوں اور انسانوں کے اس میں ایک گھڑی وہ ہے جس کو نہیں پاتا بندہ مسلمان نماز کی حالت میں پاتا وہ اللہ تعالیٰ سے کسی حاجت کا سوال کرتا ہے مگر اس کو عطا کر دیا جاتا ہے۔ کعب فرماتے ہیں کہ یہ گھڑی سال کے اندر ایک دن ہی ہوتی ہے تو میں نے کہا ہر جمعہ کو ہوا کرتی ہے کعب نے توریت کو پڑھا تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھیک ہی فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میری ملاقات حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو میں نے انہیں کہا جو اپنی کعب سے ملاقات مجلس کے اندر ہوئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس گھڑی کو میں جانتا ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو کہا اس کے متعلق مجھے بھی خبر عطا فرما دیجئے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ جمعہ کے دن آخری گھڑی ہے میں نے کہا وہ جمعہ کے دن آخری گھڑی کیسے ہوسکتی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ نہیں پاتا اسے بندہ مسلمان نماز کی حالت میں۔ اور اس گھڑی میں نماز کو نہیں پڑھا جاتا پس حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ جو نماز کا منتظر ہے تو وہ نماز میں ہے حتیٰ کہ نماز پڑھے تو میں نے کہا! کیوں نہیں فرمایا وہ یہی ہے۔

(مستدرک: جز:1 ص:413، شرح السنۃ: جز:2 ص:237، مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز:5 ص:140)

883 حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ اَبِى الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرِمْتَ يَقُوْلُوْنَ بَلِيْتَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل دن جمعہ ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن وصال فرمایا اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن قیامت برپا ہوگی اسی دن مجھ پر کثرت سے درود مبارکہ پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کس طرح پیش کیا جائے گا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام فرمادیا ہے۔

(مستدرک: جز:1، ص:413، مجم الاوسط: جز:5، ص:97، سنن ابن ماجہ: جز:3، ص:386، سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3، ص:248)

تشریح: جمعہ کا دن سید الایام

☆ قوله خير يوم طلعت فيه الشمس يوم الجمعة

جن دنوں میں سورج طلوع ہوتا ہے ان میں بہتر جمعہ کا دن ہے۔

جمعہ کا دن سید الایام ہے جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں جمعہ کے دن کو سید الایام کہا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جمعہ کا دن سید الایام ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا۔ اسی دن وہ جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت صرف جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔ (شعب الایمان: رقم الحدیث:2971)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رمضان سید الشہور ہے اور جمعہ سید الایام ہے۔ (معجم الکبیر: رقم الحدیث:900)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

تنہا جمعہ یوم عرفہ سے افضل ہے پس ثابت ہوا کہ جمعہ سید الایام ہے جیسا کہ زبان زد خلائق ہے۔

(الحظ الاوفر فی الحج الاکبر مع المسلک المتقسط :ص:483)

مسلمانوں کی جمعرات اور جمعہ کے دن مغفرت اور دوگنا ثواب

جمعرات اور جمعہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں مسلمانوں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ جس طرح کہ احادیث مبارکہ میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن ہر مسلمان کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 4814)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کے چوبیس گھنٹوں کی ہر ساعت میں چھ سو گناہ گار دوزخ کی آگ سے آزاد ہوتے ہیں ان میں سے ہر گناہ گار پر دوزخ واجب ہوتی ہے۔ (مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث: 3484)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یوم موعود قیامت کا دن ہے اور یوم مشہود یوم عرفہ ہے اور شاہد یوم الجمعہ ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سورج کسی ایسے دن پر طلوع ہوا نہ غروب ہوا جو جمعہ کے دن سے افضل ہو اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے اس میں جس خیر کی بھی دعا کرے اس کو قبول فرماتا ہے اور جس چیز سے بھی پناہ طلب کرے اس کو اس سے پناہ میں رکھتا ہے۔

(سنن ترمذی: رقم الحدیث: 3350)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جمعہ کے دن نیکیوں کو دوگنا کر دیا جاتا ہے۔ (معجم الاوسط: رقم الحدیث: 7891)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری 1014ھ لکھتے ہیں:

بعض احادیث مبارکہ میں ستر گنا اضافہ کا بھی ذکر ہے اور امام احمد بن زنجویہ نے فضائل اعمال میں میںب بن رافع سے روایت کیا ہے کہ اس کو باقی ایام کی بہ نسبت دس گنا زائد اجر دیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں کہ

یہ ستر گنا اضافہ بلکہ سو گنا اضافہ کو بھی شامل ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کو شامل ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کا اجر ستر گنا زائد ہوتا ہے۔ (الحظ الاوفر فی الحج الاکبر مع المسلک المتقسط :ص:484)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری امت کی عیدوں میں جمعہ کی عید سے بڑھ کر کوئی عید نہیں ہے جمعہ کے دن ایک رکعت نماز پڑھنا باقی دنوں میں ہزار رکعات سے افضل ہے اور جمعہ کے دن ایک تسبیح پڑھنا باقی دنوں میں ہزار تسبیحات پڑھنے سے افضل ہے۔

(الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث:5166)

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش، نزول توبہ و وصال جمعۃ المبارک کے دن ہوئی

قولہ فیہ خلق وفیہ اھبط وفیہ تیب علیہ وفیہ مات .

اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی میں اتارے گئے اسی میں ان کی توبہ قبول ہوئی اسی میں وفات ہوئی۔

یہ الفاظ سنن ابوداؤد کے ہیں اسی طرح اس سے ملتے جلتے الفاظ سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں بھی ہیں۔

جس طرح کہ احادیث مبارکہ مین ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بہترین جس میں سورج طلوع ہوا جمعہ کا دن ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن آپ علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا اور اسی دن آپ علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور اسی دن آپ علیہ السلام کی روح قبض کی گئی اور اسی دن قیامت ہوگی۔

(سنن النسائی: رقم الحدیث:1430)

اور سنن ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور باقی دنوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں عظمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی عظمت عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر سے بھی بڑھ کر ہے اس دن پانچ خصلتیں پائی جاتی ہیں۔

1-اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔

2-اور اسی دن ان کو وفات دی۔

3-اور اسی دن میں ایک ساعت ایسی ہوتی ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی سوال کرے وہ اس کو عطا فرما دیتا ہے جب تک کہ وہ کسی حرام چیز کا سوال نہیں کرتا۔

4-اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

5-کوئی مقرب فرشتہ، آسمان، زمین، ہوا، پہاڑ اور سمندر ایسا نہیں جو جمعہ کے دن سے نہ ڈرتا ہو۔

(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 1084)

مصنف ابن شیبہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جمعہ کا دن سید الایام ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا اسی دن وہ جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت صرف جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: 5507)

جمعہ کے دن قیامت کا برپا ہونا

☆ **قوله وفيه تقوم الساعة**

اسی میں قیامت قائم ہوگی یعنی جمعہ کے دن کو قیامت قائم ہوگی۔ جمعہ کے دن قیامت برپا ہونے کے متعلق امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن النسائی میں اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابن ماجہ میں روایات نقل کی ہیں۔ جن کو میں ابھی نقل کر آیا ہوں۔

جمعہ کے دن درود شریف پڑھنا

قوله فاكثروا علی من الصلوٰة فيه فان صلوتكم معروضة علی الخ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس دن (یعنی جمعہ کے دن) مجھ پر کثرت سے درود شریف بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف پڑھنا مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

اسی روایت کو امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابن ماجہ میں اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح ابن حبان میں اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد میں نقل کیا ہے۔ اس حدیث مبارکہ کے علاوہ جمعۃ المبارک کے دن درود شریف پڑھنے کے متعلق اور بھی احادیث مبارکہ ہیں جس طرح کہ

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر جمعہ کے دن مجھ پر بہ کثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ میری امت کا درود مجھ پر ہر جمعہ کے دن پیش کیا جاتا ہے اور جو میری امت میں سے مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا وہ میرے زیادہ قریب ہوگا۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی: ج:3،ص:249)

ایک اور روایت میں ہے:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو بندہ بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ وہ بندہ کہیں پر ہو۔

ہم نے استفسار کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

(جلاء الافہام: رقم الحدیث:110)

حیات مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

☆ **قولہ قال قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت فقال ان اللہ عزوجل حرم علی الارض اجساد الانبیاء۔**

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود شریف بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف پڑھنا مجھ پر پیش کیا جاتا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہمارا درود شریف پڑھنا کیسے پیش ہوگا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصال پا چکے ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے ان گستاخوں کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ نبی مر کر مٹی ہو گیا ہے۔ ہم اس عقیدہ سے بار بار توبہ کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اہلسنت کا یہی عقیدہ ہے جو قرآن مجید واحادیث مبارکہ وخلف وسلف کے اقوال سے ثابت ہے۔

قرآن مجید سے دلائل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں اس پر قرآن مجید کی کثیر آیات مبارکہ شاہد ہیں مگر تشفی کے لئے چند آیات مبارکہ پیش کی جاتی

ہیں۔

آیت مبارکہ:1

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (الانفال:33)

اور اے محبوب! اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان کو عذاب دے جبکہ آپ ان میں تشریف فرما ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اس کے نبی اس قوم میں موجود ہوں وہ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے درمیان سے نکال لاتا ہے پھران پر عذاب نازل فرماتا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی 310ھ لکھتے ہیں:

اقوال میں سے اولیٰ یہ ہے کہ اے محمد (مصطفیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان کو عذاب دے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود ہوں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے درمیان سے باہر لے آئے کیونکہ وہ کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک ان میں ان کا نبی موجود ہو۔ (جامع البیان:ج:9،ص:315)

پچھلی قوموں میں سے جو بھی گناہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان پر فوراً عذاب نازل فرما دیتا تھا مگر قربان جایئے اس مقدس و حیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پچھلی قوموں کے گناہ اس امت میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ پھر بھی ان پر عذاب نازل نہیں فرماتا بلکہ فرما دیا اے محبوب اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تشریف فرما ہوں اور میں ان پر عذاب نازل فرما دوں۔

پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں۔

آیت مبارکہ:2

قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (احزاب:45)

اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بھیجا۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضہ مطہرہ منورہ میں تشریف فرما ہیں اور حیات ہیں اور تمام کائنات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

آیت مبارکہ:3

قرآن مجید میں ہے:

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ (التوبہ:128)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

اس آیت کریمہ میں جَآءَكُمۡ سے قیامت تک کے تمام مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو نبی کریم ﷺ بھی ہر جگہ تشریف فرما ہیں۔ دوسرا یہ کہ فرمایا گیا مِنۡ اَنۡفُسِكُمۡ تمہاری نفسوں میں سے ہیں یعنی آپ ﷺ کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا کہ قالب کی رگ رگ اور رونگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے ایسے ہی نبی کریم ﷺ ہر مسلمان کے ہر فعل سے خبردار ہیں۔ تیسرا یہ کہ فرمایا گیا عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ جس سے پتہ چلا کہ ہماری راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور انور ﷺ کو خبر ہے تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر نہ ہو تو پھر تکلیف کیسی؟

آیت مبارکہ:4

قرآن مجید میں ہے:

وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا○ (النساء:64)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرما دیں تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت مانگنا قیامت تک کے لئے ہے۔ جَآءُوۡكَ میں حاضر ہونا دو طرح کا ہے ایک تو یہ ہے کہ نفس نفیس مدینہ طیبہ جا کر سنہری جالیوں کے روبرو کھڑے ہو کر شفاعت مانگنا۔ دوسرا یہ کہ جہاں بھی ہوں چاہے مشرق، مغرب، شمال اور جنوب میں آقائے دو عالم ﷺ تمہارے پاس موجود ہیں بس شفاعت کی بھیک مانگ لیں آپ ﷺ تمہاری سنتے ہیں اور شفاعت بھی فرماتے ہیں۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں عاصیوں اور گناہ گاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جب ان سے خطا اور گناہ ہو جائے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ ﷺ کے پاس آ کر استغفار کریں اور رسول اللہ ﷺ سے یہ درخواست کریں کہ آپ ﷺ بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان پائیں گے۔

مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ

ان میں الشیخ ابومنصور الصباغ بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں عتبی کی یہ مشہور حکایت لکھی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی نے آ کر کہا السلام علیک یارسول اللہ ﷺ: میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد سنا ہے "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ الاية"۔ میں آپ ﷺ کے پاس آ گیا ہوں اور اپنے گناہ پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں آپ ﷺ سے شفاعت طلب کرنے والا ہوں۔

پھر اس نے دو شعر پڑھے۔

اے وہ جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں
جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے
میری جان اس روضہ انور پر فدا ہو جس میں آپ ﷺ ساکن ہیں
اس میں عفو ہے اس میں سخاوت ہے اور لطف و کرم ہے

پھر وہ اعرابی چلا گیا۔

عتبی بیان کرتے ہیں کہ

مجھ پر نیند غالب آ گئی۔ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی۔

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے عتبی! اس اعرابی کے پاس جا کر اس کو خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: جز:2،ص:329)

اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ حیات ہیں اس لیے تو اس اعرابی کی عرض سن کر شفاعت فرما کر مغفرت کا پروانہ دلوا دیا۔

خود دیوبندیوں کے وڈیروں نے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ پر قول بیان کیے ہیں۔

مفتی محمد شفیع متوفی 1396ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت کریمہ اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لئے دعا مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیاوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ اس کے بعد انہوں نے عتبی کی حکایت لکھی ہے۔ (معارف القرآن: جز:2،ص:460)

معروف دیوبندی عالم شیخ محمد سرفراز گکھڑوی لکھتے ہیں:

عتبی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مؤرخین نے اس کا ذکر کیا

ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اسی طرح دیگر متعدد علماء کرام نے قدیماً وحدیثاً اس کو نقل کیا ہے۔

اور حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ

مواہب میں بہ سند امام ابو منصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ٥" اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب عز وجل کے حضور میں آپ ﷺ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے۔ اور اس محمد بن حرب کی وفات 228ھ میں ہوئی ہے۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں۔ پس حجت ہو گیا۔ (نشر الطیب: ص: 254)

اور حضرت مولانا نانوتوی یہ آیت کریمہ لکھ کر کہتے ہیں۔

کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں زندہ ہوں۔ (آب حیات: ص: 40)

اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی یہ سابق واقعہ ذکر کر کے آخر میں لکھتے ہیں:

پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ (اعلاء السنن: ج: 10، ص: 330)

ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے۔

بلکہ امام سبکی فرماتے ہیں کہ

یہ آیت کریمہ اس معنیٰ میں صریح ہے۔ (شفاء السقام: ص: 128)

اور خیر القرون میں یہ کارروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(تسکین الصدور: ص 365 تا 366)

آیت مبارکہ: 5

قرآن مجید میں ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ (الانبیاء: 107)

اور ہم نے تمہیں سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے واسطے سے رحمت کا عموم قیامت تک کے لئے ہے۔ کفار کے لئے یوں رحمت کہ آپ ﷺ کے واسطے ان پر عذاب نازل نہیں کیا جاتا اور مسلمانوں کے لئے یوں رحمت کہ کئی دن میں کئی گناہ کرتے ہیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کو رزق عطا فرماتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو صرف اس سبب سے بھیجا ہے کہ آپ ﷺ تمام جہانوں پر رحم کریں یا ہم نے آپ ﷺ کو صرف اس حال میں بھیجا ہے کہ آپ ﷺ تمام جہانوں پر رحم کرنے والے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ تمام جہانوں میں کفار بھی شامل ہیں کیونکہ آپ ﷺ کو جو دین دے کر بھیجا ہے اسی میں دنیا و آخرت کی سعادت اور مصلحت ہے یہ اور بات ہے کہ کافروں میں آپ ﷺ سے استفادہ کی صلاحیت نہ تھی تو انہوں نے اپنے حصہ کی رحمت کو ضائع کر دیا جیسے کوئی پیاسا شخص دریا کے کنارے کھڑا ہو اور پانی کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے یا کوئی شخص دھوپ میں آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو تو اس سے دریا کی فیاضی اور سورج کے روشنی پہنچانے میں کوئی قصور نہیں ہے۔ قصور ان کا ہے جنہوں نے پانی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا یا روشنی کے باوجود آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ﷺ تمام ممکنات پر ان کی صلاحیت کے اعتبار سے فیض الٰہی کے لئے واسطہ ہیں اسی لیے آپ ﷺ کا نور اول المخلوقات ہے۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ

اے جابر (رضی اللہ عنہ)! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے:

اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

اور ابن القیم نے مفتاح السعادۃ میں لکھا ہے کہ

اگر نبی نہ ہوتے تو جہاں میں کوئی چیز کسی کو نفع نہ دیتی نہ کوئی نیک عمل ہوتا۔ نہ روزی حاصل کرنے کا کوئی جائز طریقہ ہوتا اور نہ کسی حکومت کا قیام ہوتا اور تمام لوگ جانوروں اور درندوں کی طرح ہوتے۔ ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور ایک دوسرے سے چھین کر کھا جاتے۔ سو دنیا میں جو بھی خیر اور نیکی ہے وہ آثار نبوت سے ہے اور جو شر اور برائی ہے وہ آثار نبوت کے مٹ جانے یا چھپ جانے کی وجہ سے ہے۔ پس یہ عالم ایک جسم ہے اور نبوت اس کی روح ہے اور جب زمین پر نبوت کے آثار میں سے کوئی اثر باقی نہیں رہے گا تو آسمان پھٹ جائے گا، ستارے بکھر جائیں گے، سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، چاند تاریک ہو جائے گا، پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ کر روئی کے گالوں کی طرح منتشر کر دیا جائے گا، زمین میں زلزلہ آ جائے گا اور جو لوگ زمین کے اوپر ہیں وہ سب ہلاک ہو جائیں گے پس اس جہان کا قیام آثار نبوت کی وجہ سے ہے اور جب نبوت کا کوئی اثر نہیں رہے گا تو یہ جہاں بھی نہیں رہے گا۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ

العالمین سے مراد صرف مومنین ہیں۔ میرے نزدیک یہ لوگ اس حق پر مطلع نہیں ہو سکے جس کی اتباع واجب ہے اور حقائق پر مطلع ہو کر ان لوگوں کا رد کرنا بہت آسان ہے اور میرا یہ نظریہ ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ العلمین کے ہر فرد کے لئے رحمت ہیں خواہ وہ فرشتوں کا عالم ہو یا انسانوں کا عالم ہو یا جنات کا عالم ہو اور انسانوں میں بھی آپ ﷺ مومنوں اور کافروں سب کے لئے رحمت ہیں اسی طرح جنات میں بھی سب کے لئے رحمت ہیں البتہ رحمت کا فیضان ہر فرد پر اس کی صلاحیت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ (روح المعانی: جز: 17، ص: 155)

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں:

کوئی ہو جن ہو یا انس، مومن ہو یا کافر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

حضور انور ﷺ کا رحمت ہونا عام ہے۔ ایمان والے کے لئے بھی اور اس کے لئے بھی جو ایمان نہ لایا ہو۔ مومن کے لئے تو آپ ﷺ دنیا اور آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لئے آپ ﷺ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ ﷺ کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور خسف و مسخ اور استیصال (قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا) کے عذاب اٹھا دیئے گئے۔

تفسیر روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں اکابر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت مطلقہ، تامہ، کاملہ، عامہ، سالمہ، جامعہ، محیطہ، بہ جمیع مقیدات، رحمت غیبیہ و شہادت علمیہ و عنیہ و وجودیہ و شہودیہ و سابقہ و لاحقہ وغیرہ ذالک تمام جہانوں کے لئے۔ عالم ارواح ہوں یا عالم اجسام ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول اور جو تمام عالموں کے لئے رحمت لازم ہے کہ وہ تمام جہانوں سے افضل ہو۔

(کنز الایمان: ص: 531)

آپ ﷺ کی رحمت سے یہ جہان قائم ہے ورنہ اس امت کو کثرت سے گناہوں کی وجہ سے کب سے تباہ و برباد کر دیا گیا ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے خود ہی ارشاد فرمایا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ 'اور اے محبوب اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ آپ ان میں تشریف فرما ہوں کہ میں ان کو عذاب دے دوں۔ پتہ چلا کہ آپ ﷺ حیات ہیں اور آپ ﷺ کی رحمت سے جہاں میں رونقیں ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ہو نہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

یہ نہ ساقی ہو تو مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور واضطراب
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب
وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

آیت مبارکہ:6

قرآن مجید میں ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ (الحجرات:7)

جان لو کہ تم سب میں رسول اللہ تشریف فرما ہیں۔

اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ حیات ہیں اور اپنی امت کو جس طرح اپنی ظاہری حیات میں ملاحظہ فرماتے تھے اسی طرح دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد بھی ملاحظہ فرماتے ہیں۔

آیت مبارکہ:7

قرآن مجید میں ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب:6)

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ مسلمانوں کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔ آپ ﷺ ان کے تمام احوال سے آگاہ ہیں تو پتہ چلا کہ آپ ﷺ حیات ہیں۔

قرآن مجید کی کثیر آیات مبارکہ ایسی ہیں کہ جن میں نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ ثابت ہوتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ کوئی ایمان کی نظر سے دیکھے اور اس میں غور وفکر کرے۔ اور اگر ایمان ہی نہیں تو پھر بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

احادیث مبارکہ سے دلائل

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

حدیث مبارکہ:1

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا

درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا درود شریف پڑھنا کیسے پیش کیا جائیگا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو وصال فرما چکے ہوں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے۔(سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث:1085)

حدیث مبارکہ:2

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس شخص نے جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات مجھ پر سو بار درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری فرماتا ہے ستر آخرت کی حاجتیں اور تیس دنیا کی حاجتیں اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس درود کو میری قبر میں داخل کرتا ہے جیسے تمہارے پاس ہدیے اور تحفے داخل ہوتے ہیں اور میرے وصال کے بعد بھی میرا علم اسی طرح ہے جس طرح میری حیات میں تھا۔(کنز العمال: رقم الحدیث:2242)

حدیث مبارکہ:3

سعید بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ

ایام حرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تین دن تک اذان نہیں دی گئی اور نہ جماعت کھڑی ہوئی اور سعید بن المسیب مسجد سے نکلے اور انہیں نماز کے وقت کا صرف اس آواز سے پتہ چلتا تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور سے آتی تھی۔

(سنن الدارمی: رقم الحدیث:94)

حدیث مبارکہ:4

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے روضہ میں حیات ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔(مسند ابویعلیٰ: رقم الحدیث:3425)

حدیث مبارکہ:5

ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے کہ

ثابت بنانی نے حمید الطّویل سے پوچھا۔

کیا تمہیں یہ علم ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا بھی کوئی اپنی قبور میں نماز پڑھتا ہے؟

انہوں نے کہا۔

نہیں۔(حلیۃ الاولیاء:رقم الحدیث:2567)

حدیث مبارکہ:6

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انبیاء کرام علیہم السلام کو چالیس راتوں کے بعدان کے روضوں میں نہیں چھوڑا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز پڑھتے ہیں حتیٰ کہ صور پھونکا جائے۔(کنز العمال:رقم الحدیث:32230)

حدیث مبارکہ:7

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے درآں حالیکہ وہ امام عادل ہوں گے وہ ضرور کینہ اور بغض کو دور کریں گے اور ضرور ان پر مال پیش کیا جائے گا سو وہ اس کو قبول نہیں کریں گے پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں یا محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

(مسند ابویعلیٰ:رقم الحدیث:6584)

حدیث مبارکہ:8

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا)

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو تمام مخلوق کی سماعت عطا فرمائی ہے وہ میری قبر پر کھڑا ہوا ہے۔

(التاریخ الکبیر للبخاری:رقم الحدیث:8902)

حدیث مبارکہ:9

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے میرے روضہ انور کے پاس درود شریف پڑھا اس کو میں خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود شریف پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔(شعب الایمان:رقم الحدیث:1583)

اس حدیث مبارکہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ﷺ دور سے خود نہیں سنتے کیونکہ یہ بھی حدیث مبارکہ ہے کہ کوئی شخص کہیں سے بھی درود شریف پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے اور فرشتہ کا درود شریف آپ ﷺ کے یا درود شریف کے اعزاز و اکرام کے لئے جس طرح کہ فرشتے اللہ تعالیٰ پاس اعمال پہنچاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کے اعمال کو دیکھتا ہے اور اقوال بھی سنتا ہے مگر فرشتوں کی ڈیوٹی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اعمال پہنچائیں اسی طرح نبی کریم ﷺ امتی کے احوال کو دیکھتے ہیں اور ان کے اقوال کو بھی سنتے ہیں۔

اقوال علماء کرام سے دلائل

کثیر اقوال علماء سے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ ثابت ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی 911ھ لکھتے ہیں:

یہ احادیث مبارکہ نبی کریم ﷺ کی حیات پر دلالت کرتی ہیں اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات طیبہ پر بھی اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (آل عمران:169)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ زندہ ہیں ان کو ان کے رب کے پاس سے روزی دی جاتی ہے۔

اور جب شہداء زندہ ہیں تو انبیاء کرام علیہم جو ان سے افضل اور اجل ہیں وہ بہ طریق اولیٰ زندہ ہیں اور بہت کم کوئی نبی ایسا ہوگا جس میں وصف شہادت نہ ہو لہٰذا شہداء کی حیات کے عموم میں وہ بھی داخل ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اگر میں نو بار یہ قسم کھاؤں کہ نبی کریم ﷺ کو قتل کیا گیا تو میرے نزدیک اس سے بہتر یہ ہے کہ ایک بار یہ قسم کھاؤں کہ آپ ﷺ کو قتل نہیں کیا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبی بنایا ہے اور شہید بنایا ہے۔

(جامع المسانید والسنن: رقم الحدیث:611)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

جس بیماری میں نبی کریم ﷺ وفات پا گئے تھے اس میں آپ ﷺ فرما رہے تھے اے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا! میں ہمیشہ اس کھانے کا درد محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اس زہر کی وجہ سے اب میری رگ حیات کے منقطع ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ (جامع المسانید والسنن: رقم الحدیث:1503)

حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی آپ ﷺ کسی سلام کرنے والے کو سلام کا جواب دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے بدن میں روح کو لوٹا دیتا ہے اور پھر روح کو نکال لیا جاتا ہے اور چونکہ آپ ﷺ کو بار بار سلام کیا جاتا ہے تو گویا بار بار آپ ﷺ کے جسم سے روح نکالی جاتی ہے اور بار بار داخل کی جاتی ہے اور یہ عمل آپ ﷺ کے لئے شدید تکلیف کا موجب ہے اور روح کا نکالنا موت کے معنیٰ میں ہے:

اس کا مطلب یہ ہے کہ

آپ ﷺ کو بار بار موت آتی ہے اور یہ ان احادیث مبارکہ کے خلاف ہے جن سے آپ ﷺ کی حیات مستمر ثابت ہے جن کو ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں اس اشکال کے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حسب ذیل جوابات منکشف کیے ہیں۔

1-"الا رد الله علی روحی" جملہ حالیہ ہے اور عربی قواعد کے مطابق اس سے پہلے "قد" کا لفظ محذوف ہے۔

جیسے کہ قرآن مجید میں ہے:

حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ (النساء:90)

اس سے پہلے بھی لفظ "قد" محذوف ہے اور اس کا معنیٰ ہے یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تم سے لڑنے کے لئے بھی ان کے دل تنگ ہوں۔ اسی طرح اس حدیث مبارکہ کا بھی معنیٰ ہے۔ جو شخص بھی مجھے سلام کرتا ہے وہ اس حال میں سلام کرتا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ روح لوٹا چکا ہوتا ہے اور اب یہاں پر "رد الله" کا جملہ ماضی کے معنیٰ میں ہے کیونکہ اشکال اس وقت ہوتا جب "رد الله" حال یا استقبال کے معنیٰ میں ہوتا اور اس سے بار بار روح کا لوٹانا لازم آتا۔ اس سے ایک تو لازم آتا کہ جسم سے بار بار روح کے نکلنے سے آپ ﷺ کو بار بار درد ہوتا اور یہ آپ ﷺ کی تکریم کے خلاف ہے۔ نیز یہ حیات شہداء کے خلاف ہے۔ کیونکہ شہداء کی حیات مستمر ہے تو نبی کریم ﷺ اس کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ ﷺ کی حیات مستمر ہو۔ اور تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ معنیٰ قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ صرف دو بار موت اور دو بار حیات ہے اور اس صورت میں بہ کثرت موتیں اور حیاتیں لازم آئیں گی اور چوتھی خرابی یہ ہے کہ یہ معنیٰ ان احادیث مبارکہ صحیحہ متواترہ کے خلاف ہے جن سے آپ ﷺ کی حیات طیبہ مستمر ثابت ہے اور جو معنیٰ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ متواترہ کے خلاف ہو اس کی تاویل کرنا واجب ہے۔

2-اس حدیث مبارکہ میں لفظ "رد"، "صیرورة" کے معنیٰ میں ہے جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ہے:

قَدِافْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ (الاعراف:89)

عدنا کا لفظ عود سے بنا ہے اور عود کا معنیٰ ہے لوٹنا، اگر یہاں عود اپنے معنیٰ میں ہو تو اس کا معنیٰ ہوگا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کفار سے فرمایا۔ اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اور کفار کے دین

میں لوٹ جانا اس کو مستلزم ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام پہلے بھی ان کے دین میں تھے اور یہ معنیٰ باطل ہے اس لیے اس آیت کریمہ میں ''عدنا'' کا لفظ ''صرنا'' کے معنیٰ میں ہے یعنی اگر ہم تمہارے دین میں ہو جائیں تو پھر ہم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والے ہو جائیں گے اسی طرح اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ ہے جب کوئی شخص مجھے سلام کرتا ہے تو اس وقت میری روح مجھ میں ہوتی ہے۔

3- روح کو لوٹانے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی روح کو سلام کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ احوال برزخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنے رب عزوجل کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتے ہیں تو آپ ﷺ کو سلام کرنے والے کے جواب کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔

4- روح کو لوٹانا آپ ﷺ کی حیات کے دوام اور استمرار سے کنایہ ہے کیونکہ دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ سے کوئی نہ کوئی شخص آپ ﷺ کو سلام عرض کر رہا ہوتا ہے تو آپ ﷺ ہر وقت کسی نہ کسی کے سلام کا جواب دیتے ہیں تو ہر وقت آپ ﷺ کو حیات حاصل ہوتی ہے۔

5- رد روح سے مراد یہ ہے کہ سلام کے وقت اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے نطق کو اس کے جواب کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

6- رد روح سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی آپ ﷺ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غیر معمولی سماعت عطا فرماتا ہے اور کوئی شخص کہیں سے بھی سلام کرے آپ ﷺ اس کے سلام کا جواب عطا فرماتے ہیں۔

7- رد روح سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ عالم ملکوت کے مشاہدہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس کے جواب کی طرف فارغ کر دیتا ہے۔

8- روح سے خوشی اور فرحت مراد ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ (الواقعہ:89)

یعنی جو شخص مقرب ہو اس کے لئے راحت اور خوشی ہے اسی طرح اس حدیث مبارکہ کا معنیٰ ہے۔ جب کوئی شخص آپ ﷺ کو سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی فرحت اور راحت کو تازہ کر دیتا ہے۔

9- رد روح سے مراد ہے۔ صلوٰۃ کے ثواب کو آپ ﷺ کی طرف لوٹانا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور انعامات کو آپ ﷺ پر لوٹاتا رہتا ہے۔

10- امام راغب نے ''رد'' کا ایک معنیٰ تفویض بھی لکھا ہے۔ اس صورت میں حدیث مبارکہ کا معنیٰ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سلام کے جواب کو آپ ﷺ کی طرف مفوض کر دیا ہے یعنی اس کی طرف رحمت کے لوٹانے کو، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

جو شخص مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوات بھیجتا ہے یعنی اس پر دس رحمتیں بھیجنے کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف مفوض کر دیا ہے اور آپ ﷺ کی اس پر رحمت یہ ہے کہ آپ ﷺ اس کی شفاعت فرمائیں۔

11- روح سے مراد وہ رحمت ہے جو نبی کریم ﷺ کے دل میں آپ ﷺ کی امت کے لئے ہے یعنی آپ ﷺ کو

آپ ﷺ کی اس رحمت کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے۔

12- رد روح سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ اعمال برزخ میں مشغول ہوتے ہیں۔ مثلاً اعمال امت کا ملاحظہ فرماتے ہیں۔ ان کے نیک اعمال پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور ان کے برے اعمال پر استغفار فرماتے ہیں۔ ان سے مصائب دور ہونے کی دعا کرتے ہیں یہ اطراف زمین میں برکت پہنچانے کے لئے آمدورفت جاری رکھتے ہیں اور امت کے جو صالحین فوت ہو جاتے ہیں ان کے جنازوں پر تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ تمام امور اشغال برزخ سے ہیں جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان اشغال برزخ سے ہٹا کر سلام کے جواب دینے کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

13- روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے روضہ انور پر مقرر کر دیا ہے جو امت کا سلام آپ ﷺ تک پہنچاتا ہے۔

14- ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو ابتداءً میں یہی بتایا گیا ہو کہ جواب کے وقت آپ ﷺ کی روح جسد میں لوٹائی جائے گی۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے درجات میں ترقی فرمائی اور آپ ﷺ پر وحی فرمائی کہ آپ ﷺ کو حیات ہمیشہ حاصل رہے گی۔ (انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء: ص 8 تا 16)

علامہ سید محمد آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی 1270ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین نے آپ ﷺ کی زیارت کی ہے اور آپ ﷺ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے۔

شیخ سراج الدین بن الملقن نے طبقات الاولیاء میں لکھا ہے کہ

شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے بیان کیا ہے کہ

میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟

میں نے کہا۔

یا رسول اللہ ﷺ! میں عجمی شخص ہوں فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح کلام کروں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اپنا منہ کھولو۔ میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ ﷺ نے اس میں سات بار لعاب دہن ڈالا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں سے کلام کرو اور انہیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ رب عزوجل کے دین کی دعوت دو۔ پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں

کے سامنے بیٹھ گیا۔ میرے پاس بہت مخلوق آئی اور مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا پھر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت کی جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے۔

آپ نے مجھ سے فرمایا:

اے میرے بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟

میں نے کہا۔

اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا۔

آپ نے فرمایا:

اپنا منہ کھولو تو میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ بار لعاب دہن ڈالا۔

میں نے کہا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے سات بار کیوں نہیں ڈالا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے۔ پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔

نیز شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ

شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیند اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے اور ایک بار انہوں نے ایک رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سترہ بار زیارت کی۔

ان باریوں میں سے ایک بار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے خلیفہ! میری زیارت کے لئے بے قرار نہ ہوا کرو کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے۔

اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے لطائف المنن میں لکھا ہے کہ

ایک شخص نے شیخ ابو العباس مرسی سے کہا۔

اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے۔

انہوں نے کہا۔

میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا۔

اور شیخ مرسی نے کہا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پلک جھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا۔ اس قول

کی مثل بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔

بہ کثرت متقدمین اور متاخرین سے منقول ہے کہ

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نیند میں زیارت کی اور اس کے بعد بیداری میں زیارت کی اور انہوں نے اس حدیث مبارکہ کی تصدیق کی اور جن چیزوں کے متعلق وہ متشوش تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان چیزوں کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو وہ مسئلہ اس طرح بیان کیا جس سے ان کی تشویش اور پریشانی دور ہو گئی۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی کریم ﷺ کی رؤیت کے سلسلہ میں تمام احادیث مبارکہ، آثار اور نقول ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ ﷺ اطراف ارض میں جب چاہیں جہاں چاہیں تصرف کرتے ہیں اور تشریف لے جاتے ہیں اور عالم ملکوت میں آپ ﷺ اسی ہیئت کے ساتھ ہیں جس ہیئت میں آپ ﷺ وصال سے پہلے تھے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور آپ ﷺ آنکھوں سے اسی طرح غائب ہیں جس طرح فرشتے غائب ہیں حالانکہ وہ اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے اعزاز اور اکرام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیتا ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کو اس ہیئت پر دیکھتا ہے اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور جسم مثالی کی تخصیص کا کوئی باعث نہیں ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق یہی مؤقف ہے۔

انہوں نے کہا۔

انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں اور وفات کے بعد ان کی روحیں لوٹا دی گئیں اور ان کو قبروں سے نکلنے اور تمام علوی اور سفلی ملکوت میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی۔ اپنے اس مؤقف پر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ کثرت احادیث مبارکہ سے استشہاد کیا ہے۔

بعض ازاں یہ ہیں۔

1- امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم کبیر میں اور امام ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر نبی فوت ہونے کے بعد صرف چالیس دن اپنی قبر میں رہتا ہے۔

2- امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ کوئی نبی فوت ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ قبر میں نہیں رہتا۔

3- امام الحرمین نے نہایہ میں اور علامہ رافعی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں اپنے رب عزوجل کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد بھی قبر میں رکھے۔

امام الحرمین نے کہا۔

یہ بھی مروی ہے کہ دو دن سے زیادہ قبر میں رکھے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ

انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں نہیں ہوتے عالم ملکوت میں ہوتے ہیں۔ جن احادیث مبارکہ سے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے علامہ ابن جوزی نے ان کو موضوع قرار دیا ہے۔ نیز احادیث صحیحہ صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں ہوتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں روئے زمین میں تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

میرا ظن غالب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بصر سے اس طرح نہیں ہوتی جس طرح ہم دوسری متعارف چیزوں کو دیکھتے ہیں یہ ایک برزخی اور امر وجدانی ہے اس کو مکمل طور پر وہی جان سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے بہرہ مند کیا ہے اور چونکہ یہ رؤیت رؤیت بصری کے بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے اس لیے دیکھنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھا ہے جس طرح وہ متعارف چیزیں دیکھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے یہ رؤیت قلبی ہے جو رؤیت بصری سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہے یا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو دیکھتا ہے جو صورت مرئیہ میں ظاہر ہوتی ہے اور اس روح کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے ساتھ قائم رہتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور میں موجود ہے جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں یا کسی اور صورت میں آتے تھے جس کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس متعلق ہوتی ہے اور جسم مثالی کے تعدد سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اجسام مثالیہ ہوں اور ان اجسام مثالیہ میں سے ہر ہر جسم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کریم متعلق ہو۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ

جیسے انسان کی ایک روح اس کے بدن کے ہر ہر عضو کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔ ہماری اس تقریر سے شیخ ابو العباس طنجی کے اس قول کی توجیہ ہوتی ہے کہ آسمان، زمین، عرش اور کرسی سب جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آ رہے تھے اور یہ اشکال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد دیکھنے والوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک معین وقت میں مختلف مقامات پر دیکھا۔ پھر قبر میں انبیاء کرام علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہوتی ہے ہر چند کہ اس حیات پر وہ امور مرتب ہوتے ہیں جو دنیا میں مرتب ہوتے تھے مثلاً وہ نماز پڑھتے ہیں اذان اور اقامت پڑھتے ہیں جو سلام سنتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں اور اس کی مثل دوسرے امور ہیں لیکن اس حیات میں وہ تمام امور مرتب نہیں ہوتے جو دنیا کی معروف حیات میں مرتب ہوتے ہیں اور اس حیات کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے نہ اس کا ادراک کر سکتا ہے اور اگر بالفرض تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی قبریں منکشف ہو جائیں تو عام لوگ قبروں میں انبیاء کرام علیہم

السلام کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح باقی ان اجسام کو دیکھتے ہیں جن کو زمین نہیں کھاتی ورنہ احادیث مبارکہ میں تعارض لازم آئے گا کیونکہ احادیث مبارکہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

اور مسند ابویعلیٰ میں حدیث مرفوع ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کو مصر میں منتقل کیا۔ (روح المعانی: جز:22، ص51 تا55)

شیخ انور کشمیری کا قول

شیخ انور کشمیری متوفی 1352ھ لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی کریم ﷺ کی بائیس بار بیداری میں زیارت کی اور نبی کریم ﷺ سے بعض احادیث مبارکہ کے متعلق سوال کیا اور نبی کریم ﷺ کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ

انہوں نے بھی نبی کریم ﷺ کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفقاء کے ساتھ آپ سے صحیح بخاری پڑھی۔ پھر امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا ان میں سے ایک حنفی تھا۔

اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا۔

بیداری میں آپ ﷺ کی زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔ (فیض الباری: جز:1، ص:204)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی 1052ھ لکھتے ہیں:

بعض محققین ابدال کی وجہ تسمیہ میں بیان کرتے ہیں کہ

انہیں جب کسی جگہ جانا مقصود ہوتا ہے تو وہ پہلی جگہ اپنے بدلے میں اپنی مثال چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور سادات صوفیہ کے نزدیک عالم اجسام اور ارواح کے درمیان ایک عالم مثال بھی ثابت ہے جو عالم اجسام سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہوتا ہے اور روحوں کو مختلف صورتوں میں متمثل ہونا اسی عالم مثال پر مبنی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بشری سوی کی صورت میں متمثل ہونا اسی عالم مثال کے قبیل سے ہے اور اسی وجہ سے یہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر بھی موجود ہوں اور اسی وقت اپنی قبر میں بھی جسم مثالی کے ساتھ موجود ہوں اور حضرت سیدنا محمد (مصطفیٰ) ﷺ نے ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو۔ (جذب القلوب: ص:153)

اور اپنے رسالہ ہزدم مسمی بہ سلوک اقرب السبل بالتوجہ سید الرسل میں فرماتے ہیں۔

اس اختلاف و مذاہب کے باوجود جو علمائے امت میں ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضور انور ﷺ حقیقی زندگی سے بغیر تاویل و مجاز کے احتمال کے باقی اور دائم ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت کے طلبگار اور حاضرین بارگاہ کو فیض رساں اور مربی۔ (مکتوبات بر حاشیہ اخبار الاخیار: ص:155)

مزید راقم ہیں۔

حضور انور ﷺ کو یاد کرو اور درود بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو کہ حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو۔ ادب اور جلال اور تعظیم اور ہیبت و حیاء سے رہو اور جانو کہ حضور انور ﷺ دیکھتے اور سنتے ہیں تمہارے کو کیونکہ حضور انور ﷺ صفات الٰہی سے موصوف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔

(مدارج النبوۃ: جز:2،ص:621)

مزید راقم ہیں کہ

اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کے جسم پاک کو ایسی حالت وقدرت بخشی ہے کہ جس مکان میں چاہیں تشریف لے جائیں خواہ بعینہ اس جسم سے خواہ جسم مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ روضہ انور میں تو درست ہے روضہ انور سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔ (مدارج النبوۃ: جز:2،ص:450)

مزید راقم ہیں:

بعض عارفین نے کہا ہے کہ

التحیات میں یہ خطاب اسی لیے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر فرد میں سرایت کئے ہیں۔ پس حضور انور ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود حاضر ہیں۔ نمازی کو چاہئے کہ اس معنیٰ سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہوتا کہ قرب کے نور اور معرفت کے بھیدوں سے کامیاب ہو جاوے۔ (اشعۃ اللمعات: ج:3،ص:181)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا قول

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی 1317ھ لکھتے ہیں:

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہ ہے آپ کے علم و روحانیت کی نسبت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہیں اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے علاوہ اس کے اللہ تعالیٰ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ: ص:7)

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی کا قول

علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

التحیات کے لفظوں میں خود کہنے کی نیت کرے گویا نمازی رب تعالیٰ کو تحیہ اور خود نبی کریم ﷺ کو سلام عرض کر رہا ہے۔

(درمختار: جز:1،ص:476)

علامہ احمد طحطاوی کا قول

علامہ احمد طحطاوی متوفی 1231ھ لکھتے ہیں:

حضور انور ﷺ کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے (بلکہ یوں سمجھے کہ آقا ﷺ ہمارے سامنے ہیں)

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: جز:1،ص:225)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی کا قول

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی 1069ھ لکھتے ہیں:

نمازی کو تشہد کے الفاظ پڑھتے وقت بالارادہ وقصد یہ نیت کرنی چاہئے کہ ان الفاظ کی حقیقت اور مفہوم موضوعہ ادا کر رہا ہوں گویا وہ اللہ تعالیٰ کے حضور تمام مالی، جسمانی عبادات کی انشاء کر رہا ہے اور انشائی طور پر ہی رسول اللہ ﷺ کو عرض سلام کر رہا ہے۔ (مراقی الفلاح علیٰ نور الایضاح: ص:170)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی کا قول

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی 970ھ لکھتے ہیں:

ہم نے تشہد کے بعض معانی اس لیے ذکر کیے تا کہ نمازی ان کی ادائیگی کے وقت ان کے معانی کی انشائی نیت کرے جیسا کہ اس کی مجتبیٰ نے تصریح فرمائی۔

وہ فرماتے ہیں کہ اس لیے کہ نمازی کو الفاظ تشہد کے حقیقی معانی قصد کرنے چاہئیں گویا وہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیت اور نبی کریم ﷺ کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔ (بحرالرائق: جز:1،ص:343)

امام بدرالدین عینی حنفی کا قول

امام بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

نمازیوں نے جب عبادت کے تحفے پیش کر کے باب ملکوت پر دستک دی تو انہیں بارگاہ الوہیت میں دخول کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں پھر ان کو بتایا کہ یہ مرتبہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی رحمت برکت اور آپ ﷺ کی پیروی سے ملا ہے جب اس تنبیہ سے متوجہ ہوئے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کیا السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته۔

(عمدۃ القاری: جز:6،ص:111)

علامہ عبدالوہاب شعرانی کا قول

علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی 973ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے نمازی کو دوران نماز صلوٰۃ وسلام کا حکم اس لیے دیا تا کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے حضور غفلت سے بیٹھے ہیں انہیں یہ تنبیہ کر دی جائے کہ اس بارگاہ میں ان کے نبی بھی موجود ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتے لہٰذا نمازی آپ کو بالمشافہ سلام عرض کریں۔ (میزان الکبریٰ للشعرانی: جز:1،ص:167)

امام ابن حجر مکی ہیتمی کا قول

امام ابن حجر مکی ہیتمی متوفی 974ھ لکھتے ہیں:

ہمارے نبی کریم ﷺ کی روح اقدس ستر ہزار صورتوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ (الفتاویٰ الکبریٰ: جز:2،ص:9)

امام اسماعیل بن یوسف نبہانی کا قول

امام اسماعیل بن یوسف نبہانی متوفی 1350ھ لکھتے ہیں:

حضور انور ﷺ پر امت کے امور میں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں خواہ قریب ہو یا دور۔

مزید راقم ہیں۔

حضور انور ﷺ کی روح مبارک سے کائنات میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو سکتی اور یہ بات نہیں کہ آپ ﷺ کی آرام کی جگہ دور ہو یا بہت زمانے گزر چکے ہوں اس لیے حضور انور ﷺ تمام زمانوں کے خطبات سنتے ہیں۔ (شواہد الحق: ص:151)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری کا قول

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی 1014ھ لکھتے ہیں:

کیونکہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔ (شرح شفاء: جز:3،ص:464)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اس قول کی شرح میں لکھا ہے کہ جب گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہو کہ اے نبی تم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ (شفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: جز:2،ص:43)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

جب تم مسجدوں میں جاؤ تو تم حضور انور ﷺ کو سلام عرض کرو کیونکہ آپ ﷺ مسجدوں میں موجود ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح)

غیر مقلد نواب حسن خان کا قول

غیر مقلد نواب حسن خان متوفی 1307ھ لکھتے ہیں:

بعض عارفین قدس سرہم نے فرمایا ہے کہ

نماز میں رسول اللہ ﷺ کو اس لیے خطاب کر کے سلام عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذروں میں ممکنات کے ہر ہر فرد میں جلوہ گر ہے پس نبی اکرم ﷺ نمازیوں کے اندر موجود اور حاضر ہیں پس نمازی کو چاہئے اس معنیٰ و مفہوم سے آگاہ رہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی اس جلوہ گری سے غافل نہ ہو تا کہ انوار قرب اور اسرار معرفت سے منور اور فیض یاب ہو۔ (مسلک الختام بشرح بلوغ المرام: جز:1،ص:459)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

ظاہراً مسلمانوں کی پریشانی کا باعث یہ ہے کہ اس قول کو صاحب اشتہار کی طرف سے سمجھے حالانکہ اس میں وہابیہ کا قول نقل کیا ہے۔ یہ قول وہابیہ کے پیشوا اسماعیل دہلوی کا ہے کہ اس نے تقویۃ الایمان میں لکھا اور شیطنت پر سخت شیطنت یہ کی کہ اس کلمہ کفر کو خود حضور اقدس ﷺ کی طرف نسبت کیا کہ حضور انور ﷺ فرماتے ہیں میں بھی تمہاری طرح ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان:ص:42)

رسول اللہ ﷺ کی توہین کا کلمہ اور پھر اس کو خود حضور انور ﷺ کی طرف نسبت کرنا دوہرا استحقاق عذاب نار ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے انبیاء کرام علیہم السلام کا بدن کھانا زمین پر۔ اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔

دوسری صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام اپنے مزارات طیبہ میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں ﷺ۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:14،ص:648)

ایک اور مقام پر راقم ہیں۔

مگر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں معاذ اللہ اس کا اصلاً احتمال نہیں وہ آج بھی یقیناً ایسے ہی ہیں جیسے روز دفن مبارک تھے۔

وہ خود ارشاد فرماتے ہیں ﷺ

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا جسم مبارک کھانا۔

(فتاویٰ رضویہ: ج:9،ص:271)

ایک اور مقام پر راقم ہیں۔

حیات انبیاء کرام علیہم السلام کا منکر گمراہ بد دین ہے اور خلت سرے سے طریان موت پر بھی دلیل نہیں نہ کہ معاذ اللہ استمرار

موت یہ لفظ صرف انقضائے عہد پر دال ہے جیسے بلا تشبیہ یہ کہنا کہ سلطان محمد خان خامس سے پہلے اتنے سلاطین ہو گزرے اس سے یہ نہ سمجھا جائے گا کہ سلطان حمید خان زندہ ہی نہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام سب بحیات حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں ﷺ

بے شک اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسم مبارک کو کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:29،ص:110)

ایک اور مقام پر راقم ہیں۔

یقین جانو کہ حضور انور ﷺ سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے۔ آپ ﷺ کی اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی موت صرف وعدۂ خدا عزوجل کی تصدیق کو ایک آن کے لئے تھی۔

ان کا انتقال صرف نظر عوام سے چھپ جانا ہے۔

امام محمد بن الحاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور آئمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین فرماتے ہیں۔

حضور انور ﷺ کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور انور ﷺ پر روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:10،ص:764)

شیخ شبیر احمد عثمانی کا قول

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی 1369ھ لکھتے ہیں:

انسانی روحیں جب پاکیزہ ہوں تو وہ ابدان سے الگ ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کی صورتوں میں یا کسی اور صورت میں متمثل ہو کر چلی جاتی ہیں جیسے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں یا کسی اعرابی کی صورت میں متمثل ہو کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے چلے جاتے ہیں اس کے باوجود ان کا اپنے ابدان اصلیہ سے تعلق برقرار رہتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور جس طرح بعض اولیاء سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد جگہوں پر دکھائی دیتے ہیں اور ان سے افعال صادر ہوتے ہیں اس کا انکار کرنا ہٹ دھرمی ہے جو صرف کسی جاہل اور معاند سے ہی متصور ہو سکتا ہے۔

اور علامہ ابن قیم نے دعویٰ کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے حالانکہ اس وقت آپ ﷺ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔

اور حدیث صحیح میں ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیب احمر کے پاس ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کو آسمان میں بھی دیکھا اور آپ ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان فرض نمازوں کے معاملہ میں مکالمہ ہوا۔ شب معراج نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک جماعت کو بھی آسمانوں پر دیکھا حالانکہ ان کی قبریں زمین پر ہیں اور کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ وہ اپنی قبروں سے آسمانوں کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔ (فتح الملہم: جز:1، ص:306)

ان اقوال علماء سے بذریعہ اتم ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ حیات ہیں اپنی امت کے اعمال کو مشاہدہ فرماتے ہیں جب چاہیں جہاں چاہیں جس وقت چاہیں تشریف لے جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت میں متعدد جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں۔

الحمد للہ عزوجل! نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کو ثابت کرنے کے لئے بدکار و گناہ گار نے ادنیٰ سی کوشش کر کے دلائل پیش کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے نبی محترم شفیع امم ﷺ کے ساتھ سچی محبت عطا فرمائے اور مرتے وقت ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت مصطفیٰ کریم ﷺ، حشر میں شفاعت شفیع عظیم ﷺ اور جنت الفردوس میں نبی کریم ﷺ کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔ آمین بجاه النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ

☆ قولہ: عن اوس بن اوس رضی اللہ عنہ

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں اور حضرت عمرو ابن اوس کے والد محترم ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کو اوس ابن ابی اوس بھی کہا جاتا ہے۔ قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں عمرو ابن اوس کے والد محترم ہیں۔

(مرآۃ المناجیح: جز:8، ص:515)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب الْإِجَابَةِ اَيَّةُ سَاعَةٍ هِيَ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن میں دعا قبول ہونے کی گھڑی

یہ باب جمعہ کے دن میں دعا قبول ہونے کی گھڑی کے متعلق ہے۔

884 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو یَعْنِیْ ابْنَ الْحَارِثِ اَنَّ الْجُلَاحَ مَوْلٰی عَبْدِ الْعَزِیْزِ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ یَعْنِیْ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهٗ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ ثِنْتَا عَشْرَةَ يُرِيْدُ سَاعَةً لَا يُوْجَدُ مُسْلِمٌ يَسْاَلُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَالْتَمِسُوْهَا اٰخِرَ سَاعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کا دن بارہ گھڑیوں کا ہوتا ہے اس میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ سوائے مسلمان کے کوئی نہیں پاتا وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ طلب کرے مگر اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرماتا ہے لہٰذا اس کو عصر کے بعد آخری گھڑی میں ڈھونڈا کرو۔

(مسند الصحابہ فی الکتب التسعہ: ج:24، ص:372)

885 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ مَخْرَمَةُ یَعْنِیْ ابْنَ بُكَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَسَمِعْتَ اَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ شَاْنِ الْجُمُعَةِ يَعْنِیْ السَّاعَةَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هِیَ مَا بَيْنَ اَنْ يَّجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰی اَنْ تُقْضَى الصَّلٰوةُ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ يَعْنِیْ عَلَى الْمِنْبَرِ

ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تو نے اپنے والد محترم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کردہ حدیث سنی ہے جو جمعہ کی قبولیت والی گھڑی کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا ہاں میں نے ان کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ امام کے بیٹھنے سے نماز کے پورے ہونے تک ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یعنی منبر پر۔

(مسند الصحابہ فی الکتب التسعہ: ج:32، ص:332)

تشریح:

قاضی عیاض بن موسیٰ متوفی 544ھ لکھتے ہیں:

اس گھڑی کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کرام نے اس حدیث میں نماز کو لغوی معنیٰ پر محمول کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد دعا ہے اور یہ گھڑی جمعہ کے دن عصر کے بعد سے لے کر مغرب تک ہوتی ہے۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ امام کے آنے سے لے کر نماز جمعہ سے فراغت تک یہ گھڑی ہے۔ بعض نے کہا امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر فراغت نماز تک یہ

گھڑی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز سے فارغ ہونے تک ہے۔(صحیح ابن خزیمہ: جز:3،ص:121)

اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ گھڑی جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

اس گھڑی کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں۔ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز سے فارغ ہونے تک یہ گھڑی ہے۔

معراج میں ہے کہ

خطبہ کے دوران دل میں دعا مانگے کیونکہ خطبہ کے دوران سکوت کا حکم فرمایا گیا ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

یہ جمعہ کے دن کی آخری گھڑی ہے۔ اس حدیث مبارکہ کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں کہ

علامہ زرقانی نے فرمایا:

جمعہ کی گھڑی کے بیالیس اقوال میں سے یہ دو قول زیادہ صحیح ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ جمعہ کی گھڑی ان دو اوقات میں گھومتی رہتی ہو لہٰذا ان دونوں اوقات میں دعا کرنی چاہئے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ ایک لطیف گھڑی ہے اور ہر شہر اور ہر خطیب کے اعتبار سے اس کا وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے کیونکہ جس وقت ایک شہر میں دن ہوتا ہے دوسرے شہر میں رات ہوتی ہے اور جس وقت ایک شہر میں ظہر ہوتی ہے دوسرے شہر میں عصر ہوتی ہے بہرحال سورج جس درجہ پر بھی حرکت کرتا ہے اس کی حرکت سے یہ گھڑی کسی قوم پر طلوع ہوتی ہے اور کسی پر غروب ہوتی ہے۔(ردالمحتار: جز:1،ص:773)

حضرت ابو بردہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما

☆ قولہ عن ابی بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات لی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں ایمان لائے پھر ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور مقدس میں بصرہ کے حاکم رہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے کوفہ کا حاکم بنایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک کوفہ میں رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اپنا حکم مقرر کیا تھا اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لائے یہاں ہی آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔

علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی 630ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے۔

عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حضار بن عامر بن عنز بن بکر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن الجماہیر بن الاشعر بن ادو بن زید بن یشجب۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوموسیٰ ہے۔

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں آئے اور سعید بن العاص کے حلیف بنے وہ اپنے اشعری بھائیوں کی ایک جماعت کے ساتھ آئے تھے پھر مسلمان ہو گئے اور سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

ابوعامر نے کہا۔

صحیح یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ آنے کے بعد پھر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور وہیں ٹھہرے رہے۔ پھر پچاس اشعریین کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر حبشہ چلے گئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بھی اسی وقت مدینہ منورہ پہنچے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو زبید اور عدن کا عامل مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا عامل مقرر کیا تھا جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بصرہ کے عامل تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بصرہ پر مقرر رکھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ابن عامر کو بصرہ کا عامل مقرر کیا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بصرہ سے کوفہ تشریف لے گئے اور وہیں ٹھہرے۔ پھر وہاں کے لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا جائے۔ سو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک یہ کوفہ کے عامل رہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے معزول کر دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا حکم مقرر کیا۔ یہ واقعہ تاریخ میں مذکور ہے جسے کامل میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے 42ھ میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں وصال ہو گیا۔

ایک قول یہ ہے کہ

مکہ مکرمہ میں وصال ہوا تاریخ وفات میں کئی اقوال ہیں۔ (اسد الغابہ: ج:3، ص:246)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ ابن قیس ہے مکہ معظمہ میں ایمان لائے پھر حبشہ ہجرت کر گئے پھر کشتی والوں کے ساتھ ہجرت کر

کے مدینہ منورہ پہنچے۔راہ خیبر میں حضور انور ﷺ سے ملاقات ہوگئی۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو 20 بیس میں بصرہ کا حاکم بنایا۔آپ رضی اللہ عنہ نے اہواز کا علاقہ فتح کیا۔شروع خلافت عثمانیہ تک آپ رضی اللہ عنہ بصرہ کے حاکم رہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے کوفہ کا حاکم بنا دیا۔آپ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک کوفہ کے حاکم رہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اپنا پنچ مقرر کیا تھا اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مکہ معظّمہ میں تشریف لے گئے وہاں ہی 52ھ باون میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔(مراۃ المناجیح:ج:8،ص:603)

بَاب فَضْلِ الْجُمُعَةِ

باب:جمعۃ المبارک کی فضیلت

یہ باب جمعۃ المبارک پڑھنے کی فضیلت کے متعلق ہے۔

886 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَاَنْصَتَ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَ الْجُمُعَةِ اِلَى الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَمَنْ مَّسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَغَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے احسن طریقے سے وضو کیا پھر جمعہ پڑھنے کے واسطے آیا پس توجہ سے سماعت کیا اور چپ رہا تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف فرما دیئے جاتے ہیں اور تین روز زیادہ کے۔جو کنکریاں ہٹانے لگ گیا تو اس نے فضول کام کیا۔

(سنن ابوداؤد:رقم الحدیث:۸۸۶)

887 حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا عِيْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِیُّ عَنْ مَوْلٰى امْرَاَتِهٖ اُمِّ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُم عَلٰى مِنْبَرِ الْكُوْفَةِ يَقُوْلُ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ غَدَتِ الشَّيَاطِيْنُ بِرَايَاتِهَا اِلَى الْاَسْوَاقِ فَيَرْمُوْنَ النَّاسَ بِالتَّرَابِيْثِ اَوِ الرَّبَائِثِ وَيُثَبِّطُوْنَهُم عَنِ الْجُمُعَةِ وَتَغْدُو الْمَلَائِكَةُ فَيَجْلِسُوْنَ عَلٰى اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَيَكْتُبُوْنَ الرَّجُلَ مِنْ سَاعَةٍ وَالرَّجُلَ مِنْ سَاعَتَيْنِ حَتّٰى يَخْرُجَ الْاِمَامُ فَاِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ مَجْلِسًا يَسْتَمْكِنُ فِيْهِ مِنَ الْاِسْتِمَاعِ وَالنَّظَرِ فَاَنْصَتَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهٗ كِفْلَانِ مِنْ اَجْرٍ فَاِنْ نَاٰى وَجَلَسَ حَيْثُ لَا يَسْمَعُ فَاَنْصَتَ وَلَمْ يَلْغُ لَهٗ كِفْلٌ مِّنْ اَجْرٍ وَاِنْ

جَلَسَ مَجْلِسًا يَسْتَمْكِنُ فِيهِ مِنَ الِاسْتِمَاعِ وَالنَّظَرِ فَلَغَا وَلَمْ يُنْصِتْ كَانَ لَهُ كِفْلٌ مِّنْ وِزْرٍ وَمَنْ قَالَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِصَاحِبِهِ صَهٍ فَقَدْ لَغَا وَمَنْ لَغَا فَلَيْسَ لَهُ فِي جُمُعَتِهِ تِلْكَ شَيْءٌ ثُمَّ يَقُولُ فِي آخِرِ ذٰلِكَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذٰلِكَ قَالَ اَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ جَابِرٍ قَالَ بِالرَّبَائِثِ وَقَالَ مَوْلٰى امْرَاَتِهِ اُمِّ عُثْمَانَ بْنِ عَطَاءٍ

ام عثمان کے مولیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے منبر کے اوپر ارشادفرماتے سنا کہ جب جمعۃ المبارک کا دن ہوتا ہے تو شیاطین اپنے جھنڈوں کو اٹھا کر بازاروں کے اندر آجاتے ہیں تو لوگوں کو حاجات اور کام کاج میں پھنسا کر جمعۃ المبارک روکتے ہیں اور فرشتے صبح سے مسجد کے دروازہ پر آکر بیٹھ جاتے ہیں تو وہ تحریر کرتے ہیں اول گھڑی میں آنے والے کو اور دوسری گھڑی میں آنے والے کو حتیٰ کہ امام نکلتا ہے جب وہ اس جگہ بیٹھ جاتا ہے جس سے امام کو ساعت کرے اور دیکھتا ہے پس چپ رہے اور فضول کچھ نہ کرے تو اس کے واسطے دوگنا اجر ہے اور جو اس جگہ پر بیٹھا جہاں پر امام کو ساعت کر سکے دیکھتا ہے اور فضول کچھ نہ کیا چپ رہا تو اس کے اوپر ایک وزن ہے۔ اور جس نے جمعہ کے دن اپنے صاحب کو کہا چپ رہو تو اس نے بھی فضول کام کیا اور جس نے فضول کام کیا تو اسے اس جمعہ سے کچھ اجر نہ ملے گا پھر آخر میں فرمایا کہ یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشادفرماتے ہوئے سنا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کو ولید ابن مسلم نے ابن جابر سے روایت کر کے بالربائث فرمایا اور ان کی زوجہ محترمہ ام عثمان کا مولیٰ ابن عطا ہے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:۳ص۲۲۰)

تشریح: جمعۃ المبارک پڑھنے کے واسطے سعی کب واجب ہے

☆ **من توضا فاحسن الوضوء ثم اتی الجمعة**

جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کو آیا۔

یہ حدیث مبارکہ جمعۃ المبارک پڑھنے کے لئے آنے کے فضائل کے متعلق ہے مگر یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ جمعۃ المبارک پڑھنے کے لئے سعی کب واجب ہے؟

تو اس سوال کے جواب میں علماء کرام کے یہ اقوال ہیں۔

علامہ محمد بن علی بن حصکفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

زیادہ صحیح یہ ہے کہ پہلی اذان کے ساتھ ہی جمعہ کی طرف سعی کرنا واجب ہے اگر چہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہوئی ہے۔ (درمختار، ج:3، ص:35)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

"شرح المنیۃ" میں مذکور ہے کہ

اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اسی اذان پر سعی واجب ہے جو منبر کے سامنے دی جاتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہی اذان اول تھی حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اذان ثانی شروع کی جب لوگ زیادہ ہوگئے تو مقام زوراء پر یہ اذان دی جاتی تھی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ وقت کے اعتبار سے یہی اذان اول ہے جو کہ زوال کے بعد منارہ پر دی جاتی تھی۔ (ردالمحتار: جز:3، ص:35)

علامہ ہمام شیخ نظام الدین متوفی 1161ھ لکھتے ہیں:

پہلی اذان کے ہوتے ہی سعی واجب ہے اور بیع وغیرہ ان چیزوں کا جو سعی کے منافی ہوں چھوڑ دینا واجب حتیٰ کہ راستہ چلتے ہوئے اگر خرید وفروخت کی تو یہ بھی ناجائز اور مسجد میں خرید وفروخت تو سخت گناہ ہے اور کھانا کھا رہا تھا کہ اذان جمعہ کی آواز آئی اگر یہ اندیشہ ہو کہ کھائے گا تو جمعہ فوت ہو جائے گا تو کھانا چھوڑ دے اور جمعہ کو جائے۔ جمعہ کے لئے اطمینان و وقار کے ساتھ جائے۔ (فتاویٰ ہندیہ: جز:1، ص:149)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

اصل یہ ہے کہ فقہاء کرام نے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ جمعہ کے لئے سعی کے وجوب میں اذان کا اعتبار ہے اذان اول کا (حنفیہ کے نزدیک یہی صحیح ہے اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی روایت کی) یا اذان خطبہ کا کیونکہ آیت سعی کے نزول کے وقت اذان اول تھی ہی نہیں (یہی امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جس کو شرح نقایہ میں امام شمنی نے نقل کیا) امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جمعہ کے وقت وجوب سعی اور ترک بیع کا حکم اس اذان کے وقت ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی ہے کیونکہ پہلی اذان عہد رسالت اور ابوبکر وعمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی مرقات میں بھی روایت ان الفاظ میں ہے: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے لئے سعی اور ترک بیع کا وجوب امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جانے والی اذان سے ہے کیونکہ عہد رسالت اور زمانہ شیخین میں صرف یہی اذان تھی۔

(فتاویٰ رضویہ: جز:28، ص:224)

☆ ومن قال لصاحبه يوم الجمعة صه فقد لغا

جس نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہا کہ چپ رہو تو اس نے بھی فضول کام کیا۔

جمعہ کے دن دوران خطبہ چپ رہنا واجب اور بات کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مذاہب اربعہ

امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک چپ رہنا واجب اور بات کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔

1-مکروہ تحریمی، 2-مکروہ تنزیہی۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اگر اس تک آواز آرہی ہے تو خاموش رہنا واجب ہے ورنہ نہیں۔ (شرح للنواوی: جز:1، ص:280)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

امام جب خطبہ پڑھے تو تمام حاضرین پر سننا اور چپ رہنا فرض ہے جو لوگ امام سے دور ہوں کہ خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچتی انہیں بھی چپ رہنا واجب ہے اگر کسی کو بری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر کے اشارے سے منع کر سکتے ہیں زبان سے ناجائز ہے۔ (درمختار: جز:3، ص:39)

مسئلہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہوا اس وقت سے ختم نماز تک نماز و اذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے البتہ صاحب ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے یونہی جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہے جلد جلد پوری کر لے۔ (درمختار: جز:3، ص:38)

مسئلہ

خطبہ سننے کی حالت میں دیکھا کہ اندھا کنوئیں میں گرا چاہتا ہے یا کسی کو بچھو وغیرہ کاٹنا چاہتا ہے تو زبان سے کہہ سکتے ہیں اگر اشارہ یا دبانے سے بتا سکیں تو اس صورت میں بھی زبان سے کہنے کی اجازت نہیں۔ (درمختار وردالمحتار: جز:3، ص:39)

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ سے سوال کیا گیا کہ مسجد میں جمعہ کے وقت خطبہ کے وقت سلام و کلام کیسا ہے؟

الجواب

خطبہ کے وقت سلام و کلام مطلقاً حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: جز:23، ص:597)

☆ قوله عن ابی هريرة رضی الله عنه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے احوال سابقہ اوراق میں بیان کر دیئے گئے ہیں لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمالیجئے۔

والله ورسوله أعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب التَّشْدِيْدِ فِىْ تَرْكِ الْجُمُعَةِ

باب: ترک جمعہ کے متعلق سخت وعید

یہ باب ترک جمعہ پر سخت وعید کے متعلق ہے۔

888 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِىْ عَبِيْدَةُ بْنُ سُفْيَانَ الْحَضْرَمِىُّ عَنْ اَبِى الْجَعْدِ الضَّمْرِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ

حضرت ابوجعد ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو تین جمعہ سستی کی وجہ سے چھوڑے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب پر مہر لگا دیتا ہے۔

یہاں پر تہاون سے مراد تساہل کاہل، سستی مراد ہے یعنی جو شخص محض غفلت اور سستی سے بغیر شرعی عذر کے تین جمعہ کی نمازیں چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

(مستدرک:1ص415 'معجم الکبیر: جز:22ص365 'سنن ابن ماجہ جز:3ص440 'سنن ترمذی: جز:2ص327)

تشریح: اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

الجواب

بلاشبہ بلاعذر شرعی ترک جمعہ اور ترک جماعت کی عادت موجب فسق ومسقط عدالت ووجہ رد شہادت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ: جز:11، ص:304)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب كَفَّارَةِ مَنْ تَرَكَهَا

باب: ترک جمعہ کا کفارہ

یہ باب ترک جمعہ کے کفارہ کے متعلق ہے۔

889 حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ قُدَامَةَ بْنِ وَبَرَةَ الْعُجَيْفِيِّ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِينَارٍ فَاِنْ لَمْ يَجِدْ فَبِنِصْفِ دِينَارٍ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَهٰكَذَا رَوَاهُ خَالِدُ بْنُ قَيْسٍ وَخَالَفَهُ فِي الْاِسْنَادِ وَوَافَقَهُ فِي الْمَتْنِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو جمعہ بغیر عذر کے چھوڑ دے تو اسے چاہئے کہ وہ ایک دینار صدقہ کرے پس اگر یہ نہ ہوتو نصف دینار۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خالد بن قیس نے اس کو روایت کیا اور انہوں نے اسناد میں اختلاف کیا اور متن میں موافق ہوئے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3 ص248' سنن نسائی: ج:5 ص204' مستدرک: ج:1 ص415' معجم الکبیر ج:7 ص235)

890 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ وَاِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ اَيُّوبَ اَبِي الْعَلَاءِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ قُدَامَةَ بْنِ وَبَرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَاتَهُ الْجُمُعَةُ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَلْيَتَصَدَّقْ بِدِرْهَمٍ اَوْ نِصْفِ دِرْهَمٍ اَوْ صَاعِ حِنْطَةٍ اَوْ نِصْفِ صَاعٍ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ قَتَادَةَ هٰكَذَا اِلَّا اَنَّهُ قَالَ مُدًّا اَوْ نِصْفَ مُدٍّ وَقَالَ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يُسْاَلُ عَنِ اخْتِلَافِ هٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ هَمَّامٌ عِنْدِي اَحْفَظُ مِنْ اَيُّوبَ يَعْنِي اَبَا الْعَلَاءِ

حضرت قدامہ بن وبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا جمعہ بغیر عذر کے فوت ہو جائے تو وہ ایک درہم یا آدھا درہم یا ایک صاع گندم یا آدھا صاع صدقہ کرے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو سعید بن بشیر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے مگر انہوں نے فرمایا کہ ایک مد یا آدھا مد اور فرمایا کہ سمرہ سے روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کے اختلاف کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرے نزدیک ہمام ایوب بھی ابوالعلاء سے زیادہ محفوظ راوی ہے۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث:890)

تشریح:

جمعہ کا ترک بلاعذر گناہ ہے اور حدیث مبارکہ میں ترک جمعہ پر کفارے کے متعلق جو احادیث مبارکہ بیان فرمائی گئی ہیں یہ امر استحباب پر محمول ہیں۔

قوله قوله قال ابو داؤد و هكذا رواه خالد بن قيس و خالفه في الاسناد و وافقه في المتن
اس حدیث مبارکہ کی سند اور متن میں اختلاف ہے۔ سند میں اختلاف اس طرح ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا مدار حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ پر ہے اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت جنہوں نے کی وہ کئی ہیں۔ ایک تو ہمام ہیں جن کی روایت باب کی ابتداء میں آئی ہے وہ اسے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کرتے ہیں **عن قدامة بن وبرة عن سمرة بن جندب** ۔دوسرے تلمیذ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے خالد بن قیس ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ خالد نے ہمام کی اسناد میں مخالفت کی ہے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مخالفت کو بیان نہیں فرمایا۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بیہقی میں خالد سے روایت کیا ہے جس کی سند یوں ہے **عن قتادہ عن الحسن عن سمرة** ۔یعنی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے درمیان قدامہ کے بجائے حسن کا واسطہ ہے اور تیسرے جو ہیں وہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ایوب ہیں جن کی کنیت ابوالعلاء ہے انہوں نے اس حدیث مبارکہ کو مرسلاً ذکر کیا اور صحابی کا اسم شریف چھوڑ دیا۔ چوتھے جو تلمیذ ہیں وہ سعید بن بشیر ہیں انہوں نے متن کو ایوب کی مانند بیان کیا یعنی بدرہم اور نصف بدرہم۔ مگر انہوں نے یہاں یہ فرق کر دیا کہ صاع حنطۃ کے بجائے مد کا ذکر فرمایا اور سند میں ان کی یہ مخالفت کی کہ سمرہ کو بھی ذکر کر دیا برخلاف ایوب کے کہ انہوں نے سمرہ کا ذکر نہیں کیا بلکہ حدیث کو مرسلاً ذکر کر دیا تھا۔ متن میں اختلاف یوں ہے۔ ہمام کی روایت میں یوں ہے **فليتصدق بدينار و ان لم يجد فبنصف دينار** اور دوسری روایت میں دینار کے بجائے درہم کا لفظ ہے اور اس میں صاع حنطۃ اور نصف صاع کا اضافہ فرمایا ہے اور سعید بن بشیر کی روایت میں مد اور نصف مد کا ذکر ہے اس طرح یوں متن میں اختلاف ہو گیا۔

واللہ ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ

باب: جس پر جمعہ واجب ہے

یہ باب اس بارے میں ہے جن پر جمعہ واجب ہے۔

891 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِی عَمْرٌو عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی جَعْفَرٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُونَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَمِنَ الْعَوَالِی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مبارکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

لوگ اپنے گھروں اور قریہ سے جمعہ پڑھنے کے لئے آتے تھے۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3 ص173، صحیح ابن خزیمہ: ج:3 ص127، صحیح البخاری: ج:3، ص424، صحیح مسلم: ج:4، ص210)

892 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ يَعْنِي الطَّائِفِيَّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ نُبَيْهٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هَارُونَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجُمُعَةُ عَلَى كُلِّ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ جَمَاعَةٌ عَنْ سُفْيَانَ مَقْصُورًا عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَرْفَعُوهُ وَإِنَّمَا أَسْنَدَهُ قَبِيصَةُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ ہر اس آدمی پر ہے جو اذان سنے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ کو ایک جماعت نے سفیان، عبداللہ بن عمرو سے موقوفاً روایت کیا ہے اور انہوں نے مرفوع نہیں کیا اس کا اسناد قبیصہ کی طرف کیا۔

(سنن دارقطنی: ج:2 ص:6، سنن البیہقی الصغریٰ ج:1 ص375، سنن البیہقی الکبریٰ: ج:3 ص173)

تشریح:

☆ **قوله الجمعة على كل من سمع النداء**

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی مضافات شہر میں جہاں تک اذان کی آواز پہنچے ان پر جمعہ فرض ہے اس سے معلوم ہوا کہ شہر کے آس پاس رہنے والوں پر بھی جمعہ فرض ہے جسے فناء شہر کہتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جس شہری نے جمعہ کی اذان سن لی وہ اب بغیر جمعہ پڑھے سفر کو نہ جائے یا یہ مطلب ہے کہ اذان سنتے ہی دنیوی کاروبار چھوڑ دو، جمعہ کی تیاری کرو یہاں سے اذان سے دوسری اذان مراد ہے کیونکہ پہلی اذان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی ہی نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے اذان اول مراد ہے جو زمانہ عثمانی میں پیدا ہونے والی تھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے احکام آج بیان فرما دیئے۔ (مرآۃ المناجیح: ج:2، ص:316)

مسئلہ

جو جگہ شہر سے قریب ہے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی متوفی 1367ھ لکھتے ہیں: مگر شہر کی ضرورتوں کے لئے نہ ہو اور اس کے اور شہر کے درمیان کھیت وغیرہ فاصل ہو تو وہاں جمعہ جائز نہیں اگرچہ اذان جمعہ کی آواز وہاں تک پہنچتی ہو مگر اکثر آئمہ کہتے ہیں کہ اگر اذان کی آواز پہنچتی ہو تو ان لوگوں پر جمعہ پڑھنا فرض ہے بلکہ بعض نے فرمایا کہ اگر شہر سے دور جگہ ہو مگر بلا تکلیف واپس باہر جا سکتا ہو تو جمعہ پڑھنا فرض ہے لہٰذا جو لوگ شہر کے قریب رہتے ہیں انہیں چاہئے کہ شہر میں آ کر جمعہ پڑھ جائیں۔

(بہار شریعت: ج:1، ص:763)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

☆ قوله عن عروة بن الزبير رضى الله عنه

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ قرشی اسدی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ کا شمار مدینہ منورہ کے فقہاء میں سے ہے۔آپ رضی اللہ عنہ علم کے دریا تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور والدہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایات لیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

ابن عوام آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے قرشی اسدی ہیں۔حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور والدہ محترمہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایات لیتے ہیں۔22 بائیس میں ولادت ہے آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ہیں۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ

آپ رضی اللہ عنہ علم کے دریا ہیں۔(مراۃ المناجیح: جز:8،ص:548)

والله ورسوله اعلم عزوجل و صلى الله عليه وسلم

بَاب الْجُمُعَةِ فِى الْيَوْمِ الْمَطِيرِ

باب: بارش والے دن جمعۃ المبارک

یہ باب بارش والے دن جمعہ گھر پر پڑھنے کے متعلق ہے۔

893 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِى الْمَلِيحِ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ كَانَ يَوْمَ مَطَرٍ فَاَمَرَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيَهُ اَنَّ الصَّلٰوةَ فِى الرِّحَالِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ صَاحِبٍ لَهُ عَنْ اَبِى مَلِيحٍ اَنَّ ذٰلِكَ كَانَ يَوْمَ جُمُعَةٍ

ابوملیح اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین کے دن بارش برس رہی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو منادی کا حکم ارشاد فرمایا کہ اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھ لیں۔سعید نے ایک صاحب ابوملیح سے روایت کیا ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3 ص186 'مسند احمد: جز:42 ص198 'مصنف ابن ابی شیبہ: جز:2 ص234)

894 حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ خَبَّرَنَا عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْمَلِيحِ عَنْ اَبِيهِ اَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ وَاَصَابَهُمْ مَطَرٌ لَمْ تَبْتَلَّ اَسْفَلُ نِعَالِهِمْ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يُصَلُّوا فِي رِحَالِهِمْ

ابوملیح اپنے والدمحترم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حدیبیہ والے زمانے میں جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اس حال میں کہ بارش برس رہی تھی جس سے جوتوں کے تلوے بھی نہ بھیگ سکے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم ارشاد فرمایا کہ اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھ لیں۔

(سنن ابوداؤد: رقم الحدیث 894)

تشریح:

نماز جمعہ کی فرضیت کے لئے عاقل و بالغ ہونا اور شدید بارش، کیچڑ اور برف وغیرہ کا نہ ہونا شرط ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

درمختار میں ہے:

"نماز جمعہ کی فرضیت کے لئے عاقل و بالغ ہونا اور شدید بارش، کیچڑ اور برف وغیرہ کا نہ ہونا شرط ہے (التقاط) اور یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

اور تحقیق شریعت نے بارش کی وجہ سے جماعت ترک کرنے اور مسجد میں حاضر نہ ہونے کی رخصت دی ہے حالانکہ مذہب معتمد پر دونوں واجب ہیں جیسا کہ ہم نے حکم جماعت سے متعلق اپنے رسالے میں اس کی تحقیق کی ہے بلکہ جمعہ کو چھوڑنے کی بھی بسبب بارش رخصت دے دی گئی باوجود وہ فرض قطعی اجماعی ہے۔

تنویر الابصار میں ہے:

اس شخص پر جماعت واجب نہیں جس کے لئے بارش، کیچڑ اور شدید سردی رکاوٹ بن جائے۔

ردالمحتار میں ہے:

رکاوٹ کے ذکر سے صاحب تنویر نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مراد شدید بارش اور سخت کیچڑ ہے جیسا کہ نماز جمعہ میں انہوں نے یہ قید لگائی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج:16، ص:387)

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

شدید بارش کی بناء پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کو ترک کرنا جائز ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں ایک میں جواز

اور دوسرے میں عدم جواز کا قول ہے۔ (اکمال اکمال المعلم: جز: 2، ص: 353)

بارش کے نزول کا فائدہ

امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم متوفی 327ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی کا جو بھی قطرہ نازل کرتا ہے اس سے زمین میں کوئی بندہ پیدا ہوتا ہے یا سمندر میں کوئی موتی پیدا ہوتا ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: رقم الحدیث: 15244)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

بَاب التَّخَلُّفِ عَنِ الْجَمَاعَةِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ اَوِ اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ

باب: ٹھنڈی رات یا بارش کی رات میں جماعت سے رک جانا

یہ باب ٹھنڈی رات یا بارش کی رات میں جماعت سے رک جانے کے متعلق ہے۔

895 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ نَزَلَ بِضَجْنَانَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فَاَمَرَ الْمُنَادِيَ فَنَادَى اَنِ الصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ قَالَ اَيُّوبُ وَحَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ اَوْ مَطِيرَةٌ اَمَرَ الْمُنَادِيَ فَنَادَى الصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ

نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ضجنان علاقے پر ٹھنڈی رات میں نزول ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے منادی کو حکم فرمایا کہ وہ یہ اعلان کردے کہ اپنی رہائش گاہوں میں پڑھ لیں۔ ایوب نے کہا ہے کہ نافع نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھنڈی بارش کی رات میں منادی کو حکم فرماتے کہ وہ یہ اعلان کردے اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھ لو۔

(سنن البیہقی الصغریٰ: جز: 1 ص 303)

896 حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ نَادَى ابْنُ عُمَرَ بِالصَّلٰوةِ بِضَجْنَانَ ثُمَّ نَادَى اَنْ صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ قَالَ فِيهِ ثُمَّ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَاْمُرُ الْمُنَادِيَ فَيُنَادِي بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ يُنَادِي اَنْ صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ

فِی اللَّیْلَةِ الْبَارِدَةِ وَفِی اللَّیْلَةِ الْمَطِیرَةِ فِی السَّفَرِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَیُّوْبَ وَعُبَیْدِ اللّٰهِ قَالَ فِیْهِ فِی السَّفَرِ فِی اللَّیْلَةِ الْقَرَّةِ اَوِ الْمَطِیرَةِ

نافع نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ضجنان کے علاقہ میں اذان کہی پھر اعلان کیا کہ اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھ لو۔ اس میں فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو نماز کہنے کا حکم ارشاد فرماتے پھر اعلان کرواتے کہ اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھ لو وہ رات سفر میں ٹھنڈی یا بارش برسنے کی ہوتی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حماد بن سلمۃ نے ایوب اور عبید اللہ سے روایت کر کے اس میں فرمایا کہ سفر میں رات ٹھنڈی یا بارش برسنے کی ہوتی۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:3 ص70)

897 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ نَادٰی بِالصَّلٰوةِ بِضَجْنَانَ فِیْ لَیْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِیْحٍ فَقَالَ فِیْ اٰخِرِ نِدَائِهٖ اَلَا صَلُّوْا فِیْ رِحَالِكُمْ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَیْلَةٌ بَارِدَةٌ اَوْ ذَاتُ مَطَرٍ فِیْ سَفَرٍ یَّقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِیْ رِحَالِكُمْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ضجنان علاقے میں نماز کے واسطے آذان کہی وہ رات ٹھنڈی اور تیز آندھی کی تھی اور آذان کے آخر میں ارشاد فرمایا اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھو۔ اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھو۔ پھر ارشاد فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے وقت ٹھنڈی یا بارش برسنے کی رات میں مؤذن کو یہ حکم ارشاد فرماتے کہ وہ یہ منادی کرے کہ اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھیں۔

(سنن البیہقی الکبریٰ: جز:1 ص398' سنن الدارمی: جز:1 ص328)

898 حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ یَعْنِیْ اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ فِیْ لَیْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِیْحٍ فَقَالَ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَیْلَةٌ بَارِدَةٌ اَوْ ذَاتُ مَطَرٍ یَّقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَیْلِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَادٰی مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فِی الْمَدِیْنَةِ فِی اللَّیْلَةِ الْمَطِیرَةِ وَالْغَدَاةِ الْقَرَّةِ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوٰی هٰذَا الْخَبَرَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ الْاَنْصَارِیُّ عَنِ الْقَاسِمِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْهِ فِی السَّفَرِ

نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ٹھنڈی اور آندھی کی رات میں اذان کہی پس فرمایا کہ اپنی رہائش

گاہوں میں نماز پڑھیں پھر ارشاد فرمایا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ٹھنڈی یا بارش برسنے کی رات میں مؤذن کو یہ حکم ارشاد فرماتے کہ وہ یہ منادی کرے کہ اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھیں۔ نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ایک منادی نے بارش برسنے یا ٹھنڈی رات میں اعلان کیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس خبر کو یحییٰ بن سعید انصاری نے قاسم، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کر کے اس میں فرمایا کہ سفر میں یہ ہوا۔

(سنن الصغیر للبیہقی: جز:1 ص 431)

899 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَیْنٍ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَمُطِرْنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِیُصَلِّ مَنْ شَآءَ مِنْكُمْ فِیْ رَحْلِهٖ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ہم سفر پر تھے پس بارش برسنے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو چاہے اپنی رہائش گاہ میں نماز پڑھ لے۔

(سنن للبیہقی الکبریٰ: جز:3 ص 71، صحیح ابن حبان: جز:5 ص 437، صحیح ابن خزیمہ: جز:3 ص:81، صحیح مسلم: جز:3 ص 483)

900 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ الْحَمِیْدِ صَاحِبُ الزِّیَادِیِّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ ابْنِ عَمِّ مُحَمَّدِ ابْنِ سِیْرِیْنَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لِمُؤَذِّنِهٖ فِیْ یَوْمٍ مَطِیْرٍ اِذَا قُلْتَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَلَا تَقُلْ حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قُلْ صَلُّوْا فِیْ بُیُوْتِكُمْ فَكَاَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوْا ذٰلِكَ فَقَالَ قَدْ فَعَلَ ذَا مَنْ هُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ اِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ وَّاِنِّیْ كَرِهْتُ اَنْ اُخْرِجَكُمْ فَتَمْشُوْنَ فِی الطِّیْنِ وَالْمَطَرِ

عبداللہ بن حارث ابن عم محمد بن سیرین روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش برسنے کے دن اپنے مؤذن سے ارشاد فرمایا: جب تم کہو اشھد ان محمداً رسول اللہ تو نہ کہنا حیی علی الصلوٰۃ کہنا صلوا فی بیوتکم۔ لوگوں نے اس پر نکیر کی آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ انہوں نے کیا جو مجھ سے بھی بہتر تھے بے شک جمعہ عزیمت ہے اور میں نے ناپسند کیا کہ کیچڑ اور بارش میں تمہیں چلنے میں حرج دوں۔

(مستدرک: جز:1 ص 420، صحیح البخاری: جز:3 ص 422)

تشریح:

اس باب کی احادیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ بارش برسنے اور آندھی آنے کی وجہ سے اپنی رہائش گاہوں میں نماز پڑھ سکتے

ہیں کیونکہ یہ شرعی عذر ہے اور جہاں پر شرعی عذر پایا جائے تو وہاں رخصت دی جاتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

بارش کے عذر کی وجہ سے جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور عام حالات میں جماعت میں سنت مؤکدہ ہے۔

(عمدۃ القاری: ج:5،ص:128)

☆ **قولہ ان ابن عباس قال لموذنه فی یوم مطر اذا قلت اشهد ان محمداً رسول الله فلا تقل حیی علی الصلوٰة قال صلوا فی بیوتکم۔**

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے پتہ چلتا ہے کہ بارش کے وقت **الا صلوا فی الرحال** کے کلمات کہنے چاہئیں۔اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اذان کے بعد کہنے چاہئیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی 855ھ لکھتے ہیں:

یہ دونوں امر جائز ہیں مگر افضل یہ ہے کہ اذان کے بعد یہ کلمات کہے جائیں۔(عمدۃ القاری: ج:5،ص:128)

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی 828ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث مبارکہ کی رو سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اذان کے دوران میں کلام کو جائز قرار دیا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اذان کے درمیان کلام کرنا مکروہ ہے۔(اکمال اکمال المعلم: ج:2،ص:352)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی 676ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اذان کے کلمات کو پے در پے کہنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اگر اذان کے درمیان مؤذن تھوڑی دیر خاموش رہا تو اذان باطل نہیں ہوگی اور وہ خاموشی کے وقفہ کے بعد باقی اذان کہے گا اگر اذان کے درمیان مؤذن نے کلام کیا تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے اگر اذان کے درمیان کوئی شخص اس کو سلام کرے یا اس کو چھینک آئے تو جواب نہ دے اور اگر جواب دے تو ہر چند کہ یہ مکروہ نہیں ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اگر اذان کے درمیان اس نے کسی نابینا شخص کو کنویں کے پاس گرنے کے قریب دیکھا یا دیکھا کہ سانپ کسی غافل شخص کی طرف دوڑ رہا ہے تو اس پر ان کو خبردار کرنا واجب ہے اور بعد میں باقی اذان کہے گا اور جب کسی مصلحت کی بناء پر اذان کے درمیان معمولی کلام کیا تو اذان باطل نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثناء خطبہ میں کلام کیا ہے لہٰذا ضرورت کے وقت اذان میں کلام بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور اگر اذان کے درمیان طویل کلام کیا یا طویل سکوت کیا یا سو گیا یا اس پر جنون یا بے ہوشی طاری ہوگئی تو اذان دہرانے یا نہ دہرانے کے بارے میں فقہاء شافعیہ کے دو قول ہیں۔

علامہ رافعی نے کہا: جب وقفہ طویل ہو تو ہر حال اذان دہرانا افضل ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الام میں فرمایا:

جو چیزیں اذان میں مکروہ ہیں اقامت میں بھی مکروہ ہیں اور طویل وقفہ میں اذان کا دہرانا افضل ہے واجب نہیں ہے۔

(شرح المہذب: ج:3،ص113 تا115)

مسئلہ

صغیری شرح منیۃ المصلی میں ہے:

اثنائے اذان میں بات چیت کرنا منع ہے اگر کلام کیا تو پھر سے اذان کہے۔ (صغیری شرح منیۃ المصلی: ص:196)

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

قولہ محمد بن سیرین

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم، فقیہ اور متقی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایات لی ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 1391ھ لکھتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوبکر ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایات لیتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے عابد، عالم، فقیہ، زاہد، محدث تھے۔ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں۔ مختلف علوم میں مشہور ہیں۔

مورق عجلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کوئی فقیہ عابد نہ دیکھا۔

خلف ابن ہشام کہتے ہیں کہ

رب تعالیٰ نے حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کو خشوع و خضوع، خوش خلقی عطا فرمائی تھی۔ لوگ جب انہیں دیکھتے تو خدا یاد آ جاتا تھا۔

اشعث کہتے ہیں کہ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی شرعی مسئلہ پوچھا جاتا تو ان کا چہرہ فق ہو جاتا اور ہم سے اجنبی ہو جاتے گویا وہ پہلا والا حال تھا ہی نہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک 77 ستتر سال ہوئی۔ 110 ایک سو دس میں وفات ہوئی۔ مترجم نے قبر انور کی زیارت کی ہے۔ بصرہ کے قریب ہی ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی حجرہ میں آرام فرما ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تعبیر خواب کے امام مانے جاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعبیر نامہ مشہور ہے۔

(مرآۃ المناجیح: ج:8،ص:605)

واللہ ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

اظہارِ تشکر

الحمدللہ عزوجل آج فقیر وحقیر نے نعمۃ الودود فی شرح سنن ابوداؤد سے موسوم تیسری جلد مکمل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر جہاں ان گنت احسان ہیں وہاں یہ بھی ایک احسان عظیم ہے کہ مجھے اس جلد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ اگر بتقصائے بشریت مجھ سے اس میں کوئی غلطی وکوتاہی ہوگئی ہوتو اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے معاف فرمائے اور اسے دنیا وآخرت میں مقبول فرمائے۔ میری، میرے والدین کریمین، بہن بھائیوں، اساتذہ کرام، تمام امت مسلمہ کی پیر ومرشد کے صدقے مغفرت فرمائے، ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت حبیب ﷺ، حشر میں شفاعت طبیب ﷺ اور جنت میں رفاقت حبیب ﷺ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب مغفرت، مدفن جنت البقیع وجنت الفردوس

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفرگڑھ